جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن
روضۃ الصالحین
مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب
ریاض الصالحین
کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار
جلد دوم
حسب فرمائش
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ وتشریح
محمد حسین صدیقی
استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
زمزم پبلشرز

جدید کمپیوٹر نظرثانی شدہ ایڈیشن

روضۃ الصالحین

مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین

کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار

جلد دوم

حسب فرمائش حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

کتاب کی چند خصوصیات

- ★ ہر حدیث کا اردو زبان میں آسان و عام فہم ترجمہ
- ★ احادیث کے مختلف طرق کی نشاندہی
- ★ جدید مسائل کا جا بجا تذکرہ
- ★ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
- ★ ہر حدیث و عربی عبارت مع اعراب و تشریح
- ★ ہر حدیث کی تخریج و راوی کے حالات کا تذکرہ
- ★ عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب
- ★ ہر حدیث کے حل طلب اجزاء کی بہترین و جامع تشریح
- ★ ہر حدیث کے مشکل الفاظ کی حل لغات
- ★ ائمہ و فقہاء و محدثین کی علم و فہم رائے کا اندراج
- ★ ہر بحث و تشریح کے حوالہ جات
- ★ ابواب صرفیہ و نحو کے ضروری مسائل

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــ روضۃ الصالحین جلد دوم جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ اشاعت ـــــ جنوری ۲۰۱۲ء

صفحات ـــــ ۶۰۰

کمپوزنگ ـــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

باہتمام ـــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

Madrasah Arabia Islamia
1 Azaad Avenue P.O Box 9786,
Azaadville 1750 South Africa
Tel : 00(27)114132786

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park London E12 5QA
Phone: 020-8911-9797

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton
Bl1 3NE U.K
Tel/Fax : 01204-389080

روضۃ الصالحین مکمل سیٹ ایک نظر میں

جلد اوّل

ابواب

(۱) بَابُ الْإِخْلَاصِ وَ اِحْضَارِ النِّيَّةِ تا (۳۰) بَابُ الشَّفَاعَةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱) تا حدیث نمبر (۲۴۷)

جلد دوم

ابواب

(۳۱) بَابُ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ تا (۶۸) بَابُ الْوَرَعِ وَ تَرْكِ الشُّبُهَاتِ

احادیث

حدیث نمبر (۲۴۸) تا حدیث نمبر (۵۹۶)

جلد سوم

ابواب

(۶۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ تا (۱۸۶) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

احادیث

حدیث نمبر (۵۹۷) تا حدیث نمبر (۱۰۴۱)

جلد چہارم

ابواب

(۱۸۷) بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ تا (۲۵۲) بَابٌ فِیْ مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

احادیث

حدیث نمبر (۱۰۴۲) تا حدیث نمبر (۱۵۰۲)

جلد پنجم

ابواب

(۲۵۳) بَابُ کَرَامَاتِ الْأَوْلِیَاءِ وَفَضْلِهِمْ تا (۳۷۲) بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْجَنَّةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱۵۰۳) تا حدیث نمبر (۱۸۹۶)

اجمالی فہرست

صفحہ	عنوان

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

راویوں کے ناموں کی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمات تبرک

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق مفتی دارالعلوم کراچی۔

حامدا و مصلیا

اما بعد! مولانا محمد حسین صدیقی دام مجدہم الحمد للہ بڑے اچھے صاحب قلم ہیں کئی کتابیں اس سے پہلے بھی تصنیف کر چکے ہیں۔ جو علماء، طلباء اور عوام میں کافی مشہور و مقبول ہیں، ان میں سے انہوں نے ریاض الصالحین کی اردو شرح لکھی ہے جس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے اور اب الحمد للہ دوسری جلد منظر عام پر آئی ہے، جو اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے ساتھ جاذب نظر و جاذب قلب ہے، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔ وباللہ التوفیق۔

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

المدینۃ المنورۃ

۲۱/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از حضرت استاذ الاستاذ مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ العلی العظیم والصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امّا بعد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ، انفاس قدسیہ، تعلیمات وارشادات امت مسلمہ کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، قرآن کریم کے بعد دوسرے بنیادی مرجع یہی مبارک احادیث ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ان کی حفاظت، تعلیم، تشریح، تبلیغ اور تسہیل کے لئے اپنے بندوں کو توفیق بخشی جنہوں نے اس کی خدمت کر کے اپنا نام ان خوش نصیبوں میں لکھوایا جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق ازل سے لکھ رکھی تھی۔

دور حاضر میں اللہ جل شانہ نے جن حضرات کو علم حدیث کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی ہے ان میں سے قابل محترم مولانا محمد حسین حفظہ اللہ استاذ الحدیث جامعہ بنوریہ بھی ہیں۔ جنہوں نے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور حدیث کی کتاب ''ریاض الصالحین'' لکھی۔ اس سے قبل بھی مولانا نے کئی حدیث کی کتابوں کی شرح لکھی ہے۔

مذکورہ کتاب کا اس سے پہلے بھی کئی حضرات ترجمہ لکھ چکے ہیں لیکن مولانا موصوف نے اپنی شرح میں بہت سی خوبیاں جمع کردی ہیں۔ راویوں کے حالات زندگی، حل لغات، مصادر ومراجع اور احادیث کے بعض اجزاء کی جامع اور مفصل تشریح مع تخریج وحوالہ جات کی ہے جو دوسری شروحات میں کم پائی جاتی ہے، بندہ نے خود بھی بعض جگہ سے اس شرح کو دیکھا اور بہت ہی مسرور ہوا، ماشاء اللہ شرح میں فقہی مسائل پر محققانہ بحث کی گئی ہے، انشاء اللہ یہ شرح خواص کے ساتھ عوام کیلئے بھی نافع ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خدمت حدیث کو قبولیت سے نوازے، علماء اور طلباء سب کو اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے اور مصنف، ناشر اور معاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین.

محمد مظہر عفا اللہ عنہ

۱۴۲۲/۶/۱۳ھ = ۲۰۰۱/۹/۴ء

(۳۱) بَابُ الْاِصْلَاحِ بَیْنَ النَّاسِ

لوگوں کے درمیان مصالحت کروانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَاخَيْرَ فِیْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ۱۱٤)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''ان لوگوں کی بہت سی مشورتیں (سرگوشیاں) اچھی نہیں ہاں (اس شخص کی مشورت اچھی ہوسکتی ہے) جو خیرات کرنے یا نیک بات کہنے یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔''

تشریح: لَا خَيْرَ فِیْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں خیر نہیں۔

نَجْوَاهُمْ: (۱) یعنی پوشیدہ بات (۲) بعض علماء نے فرمایا لفظ نجات سے بنا ہے مطلب یہ ہے کہ ایسی بات کہنا جس میں کسی شخص کی فلاحی اور بچاؤ ہو۔ (۳) بعض نے فرمایا کہ پوشیدہ تدبیر کرنا۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ عموماً جو لوگ تدبیریں کرتے ہیں دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لئے اس میں کوئی خیر نہیں ہوتی اور جو تدبیریں اور مشورے آخرت کے لئے ہوں تو اس میں خیر ہے۔

اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ کہ اگر ایک دوسرے کو صدقہ خیرات کی ترغیب دے تو اس میں خیر ہے۔

اَوْ مَعْرُوْفٍ: معروف ہر اس کام کو کہتے ہیں جو شریعت میں اچھا سمجھا جائے اور جس کو اہل شرع پہچانتے بھی ہوں۔ اس کے مقابل میں لفظ منکر ہے یعنی ہر وہ کام جو شریعت میں ناپسندیدہ ہو اور اہل شرع اس کو جانتے بھی نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینا اس میں تمام نیکیاں شامل ہیں کہ ہر قسم کی نیکیوں کا وہ حکم کرے۔ (۳)

اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ: لوگوں میں صلح کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال: امر بالمعروف میں تمام نیکیاں آگئیں تو اس میں صدقہ اور اصلاح بین الناس بھی آگئی تو اب ان دونوں کو الگ کیوں بیان کیا؟

جواب ۱: اگرچہ یہ دونوں چیزیں بھی امر بالمعروف میں داخل ہیں مگر اس سے اجتماعی زندگی درست ہوتی ہے اس اجتماعیت کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ بیان کردیا۔

جواب ۲: یا جواب یہ ہے کہ صدقہ میں جلب منفعت ہے کہ لوگوں کو منفعت پہچانا ہے اور اصلاح بین الناس میں دفع مضرت ہے یعنی لوگوں کو تکلیف سے بچانا۔ تو اس معنی میں یہ اہم ابواب کو حاوی ہونے کی وجہ سے اس کو الگ بیان کردیا۔ (۴)

---

(۱) تفسیر مظہری ۳/۲۷۱ (۲) معارف القرآن ۲/۵۴۵ (۳) معارف القرآن ۲/۵۴۵ وکذا فی تفسیر مظہری

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء: ۱۲۸)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور صلح خوب (چیز) ہے۔''

پہلے سے یہ مضمون چل رہا ہے کہ میاں بیوی میں باہمی حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہو تو یہ آپس میں کسی چیز پر صلح کر لیں۔ مال وغیرہ پر تو اب چھوڑ دے تو یہ صحیح ہے۔ یہ آیت اگرچہ میاں بیوی کے درمیان مصالحت کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے لیکن الفاظ عام ہیں لہٰذا صحیح دعوے کے بعد جو بھی مصالحت ہو سب اس میں داخل ہے۔ (۱)

جیسے کہ ایک روایت میں قانون کلی کے بطور فرمایا: ﴿كُلُّ صُلْحٍ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا صُلْحًا اَحَلَّ حَرَامًا اَوْ حَرَّمَ حَلَالًا وَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا﴾ (۲)

مسلمانوں کے درمیان ہر طرح کی صلح جائز ہے بغیر اس صلح کے جس میں کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام ٹھہرایا گیا ہو اور مسلمانوں کو اپنی مانی ہوئی شرطوں پر قائم رہنا چاہئے بغیر ان شرائط کے جن کے ذریعہ کسی حلال کو حرام قرار دیا گیا ہو۔

(۱) تفسیر مظہری ۳/۲۹۶ (۲) رواہ الحاکم عن کثیر بن عبد اللہ بحوالہ تفسیر مظہری

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ (الانفال: ۱)

ترجمہ: نیز فرمایا: ''خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔''

تشریح: اس آیت کا شان نزول غزوہ بدر کے متعلق ہے کہ جب مسلمانوں کو اللہ نے فتح نصیب فرمائی تو مسلمانوں میں تین جماعتیں بن گئی (۱) بعض مسلمانوں نے دشمنوں کا تعاقب کیا تا کہ وہ پھر واپس نہ آسکے (۲) بعض لوگ مال غنیمت کے جمع کرنے میں لگ گئے۔ (۳) کچھ آپ ﷺ کے ارد گرد جمع رہے تا کہ کوئی حملہ نہ کر سکے ان سب جماعتوں کا کہنا یہ تھا کہ مال غنیمت میں ہمارے سوا دوسرے حق دار نہیں، ہر ایک اپنے کام کی اہمیت بتا رہا تھا۔

تو اب آیت میں صحابہ کرام کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کے تعلقات کو درست رکھو اور تعلقات کو درست رکھنے کا بہترین عمل تقویٰ ہے۔ پھر فرمایا: ''وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ'' کہ تقویٰ کے ذریعہ آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو کہ جب تقویٰ آئے گا تو تمام جھگڑے کافور ہو جائیں گے اسی کو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

خود چہ جائے جنگ و جدل نیک و بد کیں الم از صلحہا ہم میرسد

یعنی ان لوگوں کو جنگ و جدل اور جھگڑے سے تو کیا دلچسپی ہوتی ان کو تعلقات کی صلح و درستی کے لئے بھی فرصت نہیں ملتی کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی خشیت و خوف اور یاد میں مشغول ہیں ان کو دوسروں سے تعلقات بڑھانے کی کہاں فرصت ہوتی ہے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (الحجرات: ١٠)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کروا دیا کرو۔''

تشریح: تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کبھی ان میں باہمی رنجش ہو جائے تو آپس میں ان کے درمیان صلح اور موافقت کروادی جائے یہ بات اس آیت بالا سے بھی معلوم ہو رہی ہے اور آپ ﷺ کے متعدد ارشادات بھی اس بارے میں ہیں مثلاً:

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، نماز اور صدقہ سب سے افضل ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ دو شخصوں کے درمیان جو رنجش ہے اس کو دور کر کے ان کی آپس میں صلح کرادو۔

نیز ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: فَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ: یعنی لوگوں کے آپس میں جھگڑا فساد مونڈ دینے والی چیز ہے پھر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ یہ جھگڑا سر کو نہیں مونڈتا بلکہ انسان کے دین کو مونڈ ڈالتا ہے۔

ہر صبح کو ہر جوڑ کے بدلے صدقہ لازم ہوتا ہے

(٢٤٨) ﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَ تُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَآبَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَ تُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ﴾ (متفق عليه)

و معنى تعدل بينهما: تصلح بينهما بالعدل:

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ انسان کے ہر ایک جوڑ پر صدقہ ہے، جب سورج طلوع ہوتا ہے، دو انسانوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا صدقہ ہے اور کسی انسان کی اس کی سواری کے بارے میں اس کی مدد کرنا اور اس کو سواری پر سوار کرنا یا اس سواری پر اس کے سامان کو رکھنا صدقہ ہے اور زبان سے اچھا کلمہ کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کی طرف اٹھتا ہے صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا صدقہ ہے۔''

''تَعْدِلُ بَيْنَهُما'' کے معنی ہیں انصاف سے ان کے درمیان صلح کرا دینا۔

لغات: ❖ سُلامٰی: بمعنی ہر کھوکھلی چھوٹی ہڈی جس طرح انگلیوں کی ہڈیاں جمع سَلامِیات۔
❖ و تُمِیطُ: اَمَاطه اماطةً بمعنی مارنا اماط نفسه بمعنی اپنی خواہشات کو مارنا۔

تشریح: انسانی جوڑ اللہ کا ایک انعام ہے

کُلُّ سُلامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ یعنی اللہ جل شانہ نے انسانی جسم میں ایسے جوڑ بنائے ہیں کہ جسم حرکت کر سکے اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو انسانی اعضاء حرکت کرنے کے قابل نہ ہوتے۔ یہ جوڑ اللہ جل شانہ کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے اعضاء کو حسب منشا استعمال کرتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ان جوڑوں کی تعداد تین سو ساٹھ بتائی گئی ہے [۲] ان سب کی طرف سے روزانہ صدقہ دینا ضروری ہے بطور شکرانہ کے۔

تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ: صلح کروادینا دو آدمیوں کے درمیان۔

حدیث بالا میں اس صدقہ کو بیان کیا جارہا ہے کہ ان سب طریقوں سے صدقہ دیا جاسکتا ہے جو بالکل آسان بھی ہیں اور جو مال خرچ کئے بغیر ہوسکتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر آدمی کچھ بھی نہ کر سکے تو کم از کم دو رکعت چاشت کی پڑھ لے جو تین سو ساٹھ کے صدقہ کے برابر ہو جائے گی۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب من اخذ بالرکاب و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف (پہلے بھی اس کی تخریج گذر چکی ہے)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) اس حدیث کی وضاحت پہلے گذر چکی ہے (باب فی بیان کثرة طرق الخیر)
(۲) مسلم شریف

تین جگہ جھوٹ بولنا جائز ہے

(۲۴۹) ﴿وَعَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعِیْطٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْراً اَوْ یَقُوْلُ خَیْراً﴾ (متفق علیه)

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ زِیَادَةٌ: قَالَتْ وَ لَمْ اَسْمَعْهُ یُرَخِّصُ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا یَقُوْلُهُ النَّاسُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ: تَعْنِی الْحَرْبَ وَالْاِصْلَاحَ بَیْنَ النَّاسِ وَ حَدِیْثَ الرَّجُلِ اِمْرَاَتَهُ وَ حَدِیْثَ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا.

ترجمہ: ''حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے

تھے کہ وہ انسان جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان جھوٹ بول کر صلح کرواتا ہے اور نیکی کی بات پہنچاتا ہے یا اچھی بات کہتا ہے۔''

مسلم کی روایت میں ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے آپ سے نہیں سنا کہ (جھوٹ بولنے میں جیسا کہ عام طور پر لوگ بولتے ہیں) اجازت دی ہو البتہ تین چیزوں میں اجازت ہے لڑائی اور لوگوں کے درمیان صلح کروانے اور آدمی کا اپنی بیوی سے باتیں کرنا اور عورت کا اپنے خاوند سے گفتگو کرنے میں جھوٹ بولنا۔

لغات: ❖ یصلح: صَالَحَ، مُصَالَحَۃً مفاعلہ سے صلح کرنا۔ اور کرم فتح نصر سے بمعنی درست، ٹھیک ہونا۔
❖ ینمی: نَمٰی یَنْمِیْ ضرب سے بمعنی چغلخوری کرنا۔

تشریح: جھوٹ بولنے سے کیا مراد ہے

لَیْسَ الْکَذَّابُ: وہ آدمی جھوٹا نہیں ہے۔ علامہ طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان جگہوں پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ مگر دوسرے بعض فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنا تو ہر جگہ حرام ہے جہاں پر جھوٹ بولنے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہاں مراد توریہ ہے کہ متکلم معنی بعید مراد لے رہا ہو اور مخاطب معنی قریب مراد لے جیسے کہ جب آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو راستہ میں کسی نے پوچھا (جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جانتا تھا اور آپ ﷺ کو نہیں جانتا تھا) یہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ تو اس پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ مجھے راستہ بتانے والا ہے۔ مراد جنت کا راستہ ہے اور مخاطب یہ سمجھا کہ مدینہ منورہ کے راستہ کو بتانے والا ہے یہاں پر اس کی تین مثالیں دی جارہی ہیں۔

❶ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْرًا جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے بھلائی کی بات آگے پہنچاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب دو مسلمانوں میں لڑائی ہوجائے تو اب تیسرا آدمی ان دونوں کے باہم بغض وعناد کو دور کرنے اور ان میں صلح کروانے کے لئے ایک دوسرے کی طرف اچھی باتیں پہنچائے تاکہ وہ دونوں صلح اور دوستی پر آمادہ ہوجائیں۔

❷ اَلْحَرْبُ: لڑائی کے موقع پر دشمن کو اصل صورتحال سے بے خبر رکھنے کے لئے غلط بیانی سے کام لیا جائے اور دشمن کو دھوکہ میں رکھا جائے تاکہ فتح حاصل کرنا آسان ہوجائے۔

❸ وَحَدِیْثُ الْمَرْأَۃِ زَوْجَھَا: مرد کی بات اپنی بیوی سے۔ کہ جب گھریلو زندگی کو صحیح طرح کرنے کے لئے خاوند کو بیوی سے یا بیوی کو خاوند سے کچھ غلط بیانی کی ضرورت پڑے کہ اس کے بغیر زندگی تلخ ہونے کا خطرہ ہو تو اب اس موقع پر بھی شریعت نے بقدر ضرورت جھوٹ (توریہ) کی اجازت دی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الصلح تحت باب لیس الکذاب الذی الخ و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب تحریم الکذب و بیان المرأة، و أحمد ۱۰/۲۷۳۴۰۔ ابوداود، و الترمذی، عبد الرزاق ۲۰۱۹۶۔ و ابن حبان ۵۷۳۳، و ھکذا فی البیھقی ۱۰/۱۹۷۔

راویہ حدیث حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات:

ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنیت ہے، والد کا نام عقبہ بن ابی معیط، والدہ کا نام اروٰی بنت کریز تھا۔
ان کے والد عقبہ یہ مکہ کے سخت مشرکین میں سے تھا جس کو اسلام سے سخت نفرت تھی۔
۷ھ صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثوم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پیچھے ان کے بھائی بھی آ گئے اور صلح نامہ جو مرتب ہوا تھا اس میں یہ تھا کہ قریش کا کوئی آدمی مکہ سے مدینہ آئے گا تو اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوئی تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:
”یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَاجَاءَ کُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُھَاجِرَاتٍ.“ ”الآیۃ“ کہ اس صلح میں عورتیں داخل نہیں ہیں۔
پہلا نکاح ان کا زید بن حارثہ سے پھر ان کے انتقال کے بعد زبیر بن العوام سے پھر عبدالرحمٰن بن عوف سے اور پھر آخری نکاح ان کا عمرو بن العاص سے ہوا۔

مرویات: ان سے تقریباً دس احادیث نقل کی جاتی ہیں، حدیث بالا صحیحین میں ہے باقی دوسری کتب احادیث میں ہیں۔

آپ کے دروازے پر دو آدمیوں کا جھگڑا

(۲۵۰) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِیَةً اَصْوَاتُهُمَا وَاِذَا اَحَدُهُمَا یَسْتَوْضِعُ الْاٰخَرَ وَیَسْتَرْفِقُهُ فِیْ شَیْءٍ وَهُوَیَقُوْلُ: وَ اللّٰهِ لاَ اَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَیْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَیْنَ الْمُتَاَلِّیْ عَلَی اللّٰهِ لاَ یَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟“، فَقَالَ: اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَلَهُ اَیُّ ذَالِکَ اَحَبَّ﴾ (متفق علیه)

معنی ”یستوضعه“ یسأله أن یضع عنه بعض دَینه. ”یسترفقه“ یسأله الرفق. ”والمتألی“ الحالف.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے کے باہر دو جھگڑنے والوں کی آواز کو سنا جن کی آوازیں بلند تھیں ان میں سے ایک دوسرے سے قرض کم کرنے کا سوال کر رہا تھا اور اس سے کچھ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا اور دوسرا کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کرونگا (اس حالت میں) رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم کھانے والا انسان کون ہے جو نیک کام کرنا نہیں چاہتا اس نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں اور مقروض کے لئے جو وہ چاہتا ہے وہی ہے۔“

”یستوضعه“ کے معنی ہیں کہ وہ اس سے قرض کی رقم میں کچھ کمی کرانا چاہتا تھا۔ اور ”یسترفقه“ کا مطلب ہے اس سے نرمی کا سوال کرتا تھا۔ ”متألی“ کے معنی ہیں قسم اٹھانے والا۔

لغات: ❖ یستوضع: اِسْتَوْضَعَ، اِسْتِیْضَاعاً استفعال سے بمعنی گھٹانے کے لئے کہنا: فی دَینه، قرض میں نرمی چاہنا۔
❖ یسترفقه: اِسْتَرْفَقَ، اِسْتِرْفَاقاً استفعال سے بمعنی مہربانی طلب کرنا۔

❖ المتألی: تألّی یتألّی باب تفعل اور آلی، ایلاءً افعال سے بمعنی قسم کھانا۔

تشریح: یَسْتَرْفِقُهُ فِیْ شَیْءٍ: کہ وہ نرمی کا مطالبہ کر رہا تھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ تنگ دست مقروض اگر کچھ نرمی چاہے تو اس پر نرمی کرنا چاہئے۔ یہ مضمون قران مجید میں بھی مذکور ہے۔

"وَ اِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرًا لَّکُمْ:" (۱)

کہ مقروض اگر تنگ دست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دے دو اور اگر تم معاف ہی کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

فقہاء فرماتے ہیں بالکل معاف کر دینا تو مستحب ہے اور اس کو مہلت دینا واجب ہے۔

اَیْنَ الْمُتَأَلِّیْ عَلَی اللّٰهِ لَا یَفْعَلُ الْمَعْرُوْف کہاں ہے وہ شخص جو اللہ کی قسم کھا رہا ہے کہ وہ نیکی نہیں کرے گا۔ ابتداءً اس نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں اب تجھ کو مہلت نہیں دونگا مگر آپ ﷺ کی برکت سے اس نے اپنا ارادہ ترک کر کے اس کو مہلت دے دی۔

جس کو مقروض پسند کرے گا میں بھی اسی کو پسند کرونگا

اَیُّ ذَالِکَ اَحَبَّ: جس کو وہ پسند کرے اس کو اختیار ہے یعنی اگر وہ مقروض کمی چاہتا ہے تو میں کم بھی کر دونگا اور اگر وہ مہلت چاہتا ہو تو میں مہلت بھی دے دونگا جیسے ایک روایت میں آتا ہے:

﴿اِنْ شِئْتَ وَضَعْتُ مَانَقَصُوْا وَاِنْ شِئْتَ مِنْ رَاْسِ الْمَالِ فَوَضَعَ مَا نَقَصُوْا﴾

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا کرنے والے کو چھوڑا نہ جائے بلکہ ان میں صلح کروادی جائے جیسا کہ یہاں پر آپ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان کروائی۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الصلح تحت باب هل یشیر الامام بالصلح؟ و مسلم فی کتاب البیوع تحت باب استحباب الوضع عن الدین و أحمد ٩/٢٤٤٠٩۔ و مالک فی مؤطاه ١٣٠٩۔ و ابن حبان ٥٠٣٢٠۔ و هکذا فی البیهقی ٥/٣٠٥۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۰ (۲) صحیح ابن حبان

مرد حضرات کو امام کو متوجہ کرنے کے لئے سبحان اللہ کہنا چاہئے

(۲۵۱) ﴿وَ عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ اَنَّ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ کَانَ بَیْنَهُمْ شَرٌّ فَخَرَجَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصْلِحُ

بَيْنَهُمْ فِيْ اُنَاسٍ مَعَهُ، فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ، فَجَاءَ بِلَالٌ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ! اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ، وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ قَالَ: نَعَمْ اِنْ شِئْتَ فَاَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ، وَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَاَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَائَهُ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى لِلنَّاسِ. فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ مَالَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ اَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ؟ اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ اَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اِلَّا الْتَفَتَ. يَا اَبَابَكْرٍ مَامَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ؟ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: مَاكَانَ يَنْبَغِيْ لِاِبْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴾ (متفق عليه)

معنى "حبس" أمسكوه ليضيفوه.

ترجمہ: ''حضرت ابوعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان لڑائی ہوگئی ہے تو آپ ان کے درمیان صلح کروانے کے لئے چند رفقاء کی معیت میں تشریف لے گئے نبی ﷺ کو رکنا پڑا اور نماز کا وقت ہوگیا۔ بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ کو کچھ دیر ہوگئی ہے اور نماز کا وقت قریب آچکا ہے کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر تم چاہو تو ٹھیک ہے۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں کھڑے ہوگئے اس پر لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کردیں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں التفات نہیں فرماتے تھے جب لوگوں نے زیادہ تالیاں بجانی شروع کیں تو وہ متوجہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمادیا

(کہ اپنی جگہ پر قائم رہو) ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اللہ کی تعریف کی اور پچھلے پاؤں الٹے چلے یہاں تک کہ صف میں آ کر کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہے جب تمہیں نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانی شروع کر دیتے ہو تالیاں بجانا عورتوں کے لئے ہے۔ جس شخص کو نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے۔ اس لئے جو شخص اس کلمہ کو سنے گا وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جب میں نے اشارہ بھی کیا تو پھر کون سی بات تھی جس نے تم کو نماز پڑھانے سے روکا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے مناسب نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔"

"حبس" کے معنی ہیں کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو مہمان نوازی کے لئے روک لیا۔

تشریح: بَلَغَهُ اَنَّ بَنِیْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَرٌّ: آپ ﷺ کو خبر ملی کہ عمرو بن عوف کی اولاد کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔ قبیلہ بنو عمرو بن عوف یہ مدینہ میں قبیلہ اوس کا ایک بڑا قبیلہ تھا جس میں کئی خاندان ہیں ان کی رہائش مسجد قباء کے قریب تھی اس جگہ پر ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔

﴿اِنَّ اَهْلَ قُبَاء اِقْتَتَلُوْا حَتّٰى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ فَأُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ فَقَالَ: اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ﴾ [1] کہ اہل قباء کی آپس میں لڑائی ہوئی ہے انہوں نے ایک دوسرے کو پتھروں سے مارا پس اس کی خبر آپ ﷺ کو ملی آپ نے فرمایا کہ چلو کہ ان کے درمیان صلح کروائیں۔

آپ ﷺ کے ساتھ کون کون صحابی تھے؟

يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِیْ اُنَاسٍ مَعَهُ: آپ ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ ان میں صلح کروانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ اس موقع پر ابی بن کعب، سہیل بن بیضاء، رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہو تو فوری طور سے ان میں صلح کروادی جائے تاکہ جھگڑا شدت نہ پکڑ جائے پھر ان میں صلح کروانا مشکل ہو جاتا ہے۔

کون سی نماز تھی؟

حَانَتِ الصَّلٰوةُ: نماز کا وقت ہو گیا۔

بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ظہر کی نماز کے بعد تشریف لے گئے تھے آنے میں تاخیر ہوئی اور عصر

کی نماز کا وقت آ گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کرنا

فَهَلْ لَّكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ جاتے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہہ گئے تھے کہ اگر تاخیر ہو جائے تو ابوبکر کو کہہ دینا کہ نماز پڑھا دیں۔

﴿فَقَالَ لِبِلَالٍ: اِنْ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَمْ آتِکَ فَمُرْ اَبَا بَکْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ﴾ (۲)

فرمایا بلال! اگر نماز کا وقت آ جائے اور میں نہ آیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔

سوال: جب آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ابوبکر کے بارے فرما کر گئے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کہا کہ کیا آپ نماز پڑھائیں گے؟

اس کا جواب محدثین یہ دیتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ پوچھنا چاہتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نماز پڑھائیں گے یا آپ ﷺ کے آنے کا انتظار فرمائیں گے۔

فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلٰوةَ وَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ: بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے ہوئے۔

بخاری کے الفاظ میں فَاسْتَفْتَحَ اَبُوْبَكْرٍ الصَّلٰوةَ: (۳) کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی آپ ﷺ تشریف لے آئے۔

فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا۔ بخاری کی روایت میں آتا ہے: ﴿فَأَشَارَ اِلَيْهِ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ﴾ (۴) کہ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی تھی کہ نبی ﷺ نے زندگی میں اپنی جگہ پر ان کو کھڑا کر دیا۔ در القائل

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم صبح تری مہربانی

اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ: تالیاں بجانا تو عورتوں کے لئے ہے مردوں کے لئے امام کو متوجہ کرنے کے لئے "سبحان اللّٰہ" کہنا ہے جیسے کہ روایت میں آتا ہے "اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ" مردوں کے لئے "سبحان اللّٰہ" کہنا ہے۔

لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ: ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کی کنیت تھی نام عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت

حدیث بالا سے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر استدلال کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ان کو اپنے پیچھے نماز کا خلیفہ بنا کر تشریف لے گئے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی احكام السهو تحت باب الاشارة فی الصلوٰة. و مسلم فی كتاب

الصلوة تحت باب تقديم الجماعة من يصلي بهم اذا تأخر الامام الخ و مالك في مؤطاه ۳۹۲ و أحمد ۲۲۹۱۵/۲ و الدارمي و النسائي و ابن ماجه و ابن حبان، و عبد الرازاق في مصنفه ٤٠٧٢ و هكذا في البيهقي ۲٤٦/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حالات قبل حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری شریف

(۲) ابوداؤد: ابن حبان، ومسند احمد

(۳) بخاری شریف

(۴) بخاری شریف

(۳۲) بَابُ فَضْلِ ضَعَفَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْفُقَرَاءِ وَالْخَامِلِيْنَ

کمزور، فقیر اور گم نام مسلمانوں کی فضیلت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاکَ عَنْهُمْ﴾ (الكهف: ۲۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان سے (کسی اور طرف) نہ دوڑیں۔

تشریح: شان نزول

مکہ کے رئیس عیینہ بن حصن فزاری آپ ﷺ کے پاس آیا جب کہ آپ کی مجلس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ فقراء صحابہ بیٹھے ہوئے تھے اس نے کہا کہ اگر آپ ﷺ ہمارے لئے الگ مجلس بنا دیں تو ہم آپ کی بات سن سکتے ہیں۔[1]

مگر اس تجویز کو اللہ جل شانہ نے منع فرما دیا کہ آپ ایسا نہ کریں کہ اس طرح کرنے میں ان فقراء صحابہ کی دل شکنی ہوگی جن کی صفات یہ ہیں کہ وہ اللہ کو صبح وشام یاد رکھتے ہیں اور ان میں اخلاص ہے کہ وہ اللہ کے سوا کچھ اور نہیں چاہتے۔

(۱) تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی

جنت اور جہنم والے

(۲۵۲) ﴿عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُوْلُ: اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ﴾ (متفق عليه)

"اَلْعُتُلُّ" الغليظ الجافى. "الجواظ" بفتح الجيم و تشديد الواو و بالظاء المعجمة: و هو الجموع المنوع، و قيل: الضخم المختال فى مَشيته، و قيل: القصير البطين.

ترجمہ: ''حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور، جوکمزور سمجھا جاتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اسے پوری کردیتا ہے۔ کیا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، بخیل متکبر آدمی ہے۔''

"العتل": جاہل، بدخلق۔ "جواظ" جیم پر زبر واؤ مشدد اور نقطے والے ظا کے ساتھ، جمع کر کے رکھنے والا اور بعض کے نزدیک کوتاہ قد بڑے پیٹ والا۔

لغات: ❖ العتلُ: عتل عتلا (ض، ن) بمعنی سختی سے کھینچنا، اگانا (س) برائی کی طرف جلدی کرنا۔

❖ جواظ: جَاظَ جَوْظاً وَ جَوَ ظَانًا (ن) بمعنی اکڑ اور تکبر سے چلنا۔ الجواظ تکبر سے چلنے والا۔

❖ متضعف (تفعل) حقیر، جسے لوگ حقیر سمجھیں۔ لابرہ: (افعال) قسم پوری کرنا، اس کی قسم پوری کریں گے۔

❖ عتل: سرکش، جواظٍ: تکبر سے چلنے والا، اجڈ۔

❖ مستکبرٍ: بڑا سمجھنا، متکبر ہونا۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے والے عموماً کمزور لوگ ہوں گے

اَهْلُ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ: جنتیوں میں سے ہر کمزور جو کمزور سمجھا جاتا ہے۔ جنتی آدمی کی علامت بیان کی جارہی ہے کہ ہر وہ شخص ہے جو کمزور ہے لوگوں میں گم نام ہے معاشرے میں کوئی امتیازی مقام اس کا نہیں ہے۔ مگر ایمان وتقویٰ کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو اللہ جل شانہ کی ذات پر اتنا اعتماد ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالے تو پھر اللہ جل شانہ اس کی بات کو پورا بھی فرمادیتے ہیں بقول شاعر ؎

انکساری میں کیسی لذت ہے   یہ رئیس و نواب کیا جانیں

كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ: جہنمیوں کی علامت میں سے یہ ہے کہ وہ سرکش اور بخیل اور متکبر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخارى فى كتاب التفسير تحت باب قوله تعالى عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيْمٍ. و مسلم

فی کتاب الجنة و صفة نعیمها تحت. باب النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء و الترمذی و هکذا ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: حارثہ، والد کا نام وہب، والدہ کا نام ام کلثوم بنت جرول ابن مالک بن المسیب الخزاعیۃ تھا۔

ان سے عموماً ابواسحاق السبیعی اور معبد بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔

مرویات: ان سے چھ احادیث منقول ہیں ان میں سے چار پر بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔

فقیر آدمی دنیاوی شان وشوکت والے سے بہتر ہے

(۲۵۳) ﴿وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٌ: "مَا رَأْیُکَ فِیْ هٰذَا؟" فَقَالَ: رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هٰذَاوَاللّٰهِ حَرِیٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ یُنْكَحَ وَ إِنْ شَفَعَ أَنْ یُشَفَّعَ. فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّرَجُلٌ آخَرُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَارَأْیُکَ فِیْ هٰذَا؟" فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ هٰذَا حَرِیٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَایُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا یُشَفَّعَ، وَ إِنْ قَالَ أَنْ لَا یُسْمَعَ لِقَوْلِهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَاخَیْرٌ مِنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلِ هٰذَا﴾

(متفق علیه)

قوله: "حَرِیٌّ" هُوَ بِفَتْحِ الْحَاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَتَشْدِیْدِ الْیَاءِ: أَیْ حَقِیْقٌ. وَقَوْلُهُ: "شَفَعَ" بِفَتْحِ الْفَاءِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوالعباس سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا تو اس آدمی کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا یہ آدمی اشراف میں شمار ہوتا ہے۔ خدا کی قسم اس کی مثال یہ ہے کہ یہ اگر کسی عورت کو سے پیغام نکاح بھجوائے تو اس کا نکاح ہو جائے اور اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔

آپ ﷺ اس کی یہ بات سن کر خاموش ہو گئے پھر ایک دوسرا آدمی گذرا رسول اللہ ﷺ نے اس سے پھر پوچھا اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ یہ فقیر مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے، اس کی حالت یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھجوادے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات سننے کے لئے کوئی تیار نہ ہو۔ اس پر رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا یہ فقیر شخص اس جیسے دنیا بھر کے انسانوں سے بہتر ہے۔''

حری: حا کے فتح اور را کے کسرہ یا کی تشدید کے ساتھ ہے اس کا معنی ہے لائق۔

شفع: فا کے فتح کے ساتھ ہے۔

لغات: ❖ حری: الحری اس کی جمع حَرِیُّوْنَ، اَحْرِیَاء مؤنث حَرِیَّةٌ جمع حَرِیَّاتٌ بمعنی لائق مناسب قابل۔

❖ خطب: خِطَاباً وَ خِطْبَةً (ن) بمعنی منگنی کرنا، پیغام نکاح دینا۔

تشریح: فَقَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ جَالِسٌ: آپ نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا۔ ابن حبان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ (۱)

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس حدیث میں فقرائے مسلمین کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے کہ ان کو معاشرے میں ان کی غربت کی وجہ سے نہ کوئی جانتا ہے اور نہ ان کا احترام کیا جاتا ہے۔ مگر یہ شخص دنیا بھر کے ان انسانوں سے بہتر ہے جو ایمان وتقویٰ سے خالی ہوں۔

''حَرِیٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَا یُنْکَحَ'' اگر نکاح کا پیغام دے تو نکاح نہ کیا جائے۔ اس جملہ سے یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ نکاح کے لئے نیک مردوں اور نیک عورتوں کا انتخاب کیا جائے چاہے وہ غریب ہی ہوں۔

هَذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِثْلِ هٰذَا: یہ فقیر پہلے شخص جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو یہ بات وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہوگی۔ (۲)

اور علماء فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فقیر امیر آدمی سے بہتر اور اس پر فضیلت رکھتا ہے۔ (۳) فضیلت کا معیار ایمان وتقویٰ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاري، في كتاب النكاح تحت باب الاكفاء في الدين و لم يخرجه مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) أخرجه ابن حبان (۲) شرح بخاری (۳) فتح الباری شرح بخاری

جنت اور جہنم کا جھگڑا

(۲۵۴) ﴿وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ: فِىَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ: فِىَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِيْنُهُمْ، فَقَضَى اللّٰهُ بَيْنَهُمَا: اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِىْ أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ، وَإِنَّكِ النَّارُ عَذَابِىْ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَىَّ مِلْؤُهَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا، دوزخ نے کہا مجھ میں سرکش متکبر لوگ داخل ہوں گے، جنت نے کہا مجھ میں کمزور، مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ نے ان کے جھگڑے کو نمٹاتے ہوئے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہے جس پر رحم کرنا چاہوں گا تیرے ذریعہ کروں گا۔ اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور میں نے تم دونوں کو ہی بھرنا ہے۔''

لغات: ❖ احتجت: اِحْتِجَاجاً افتعال سے بمعنی اپنے دعوے پر دلیل لانا۔

❖ ملؤھا: مَلَاءَ مِلْاءً وَ مَلَاءَةً وَ مِلْئَةً (ن) بمعنی بھرنا۔

تشریح: اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ: جنہم اور دوزخ کا جھگڑا ہوا۔

سوال: جنت اور جہنم کا جھگڑا کس طرح ہو سکتا ہے یہ تو بولنے پر قادر نہیں؟

جواب: اللہ نے ان کو گویائی دی ہوگی اور حقیقتاً ان میں آپس میں یہ مکالمہ ہوا۔ (۱)

ضعفاء سے مراد کون لوگ ہیں؟

ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَ مَسَاكِينُهُمْ: حدیث میں ضعفاء اور مساکین سے مراد وہ ہیں جو اہل ایمان صبر وتقویٰ والے ہیں اور غریب ہونے کے باوجود اس غربت پر صبر اور قناعت کی زندگی گذارتے ہیں اور اس پر وہ ناراض نہیں ہیں کہ ہمارے پاس مال نہیں ہے، صبر وشکر کے ساتھ اپنی تقدیر پر راضی ہیں۔

بقول شاعر ؎

خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض　　　جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

کیا متکبرین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟

اَلْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ: حدیث کے اس جملے میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے سرکش ومتکبرین کے انجام کو بیان کیا جا رہا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر یہ سرکش ومتکبرین ایمان والے ہوں گے تو ایمان کی بدولت کبھی نہ کبھی ضرور جہنم سے نکل آئیں گے کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

مَنْ مَّاتَ وَفِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: (۲) کہ جس کا انتقال ہوا اس حال میں کہ اس میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا تو وہ (کبھی نہ کبھی) جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں آدمی کو تکبر چھوڑ کر عاجزی اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

بقول شاعر ؎

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں — یہی کہتے ہیں بسطامی، غزالی اور جیلانی

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الجنة و صفة نعیمها تحت باب النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء و أخرجه احمد ٤/١١٧٤٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۲/۵۷ (۲) رواہ مسلم

بعض لوگوں کا وزن قیامت کے دن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا

(۲۵۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّهٗ لَيَاتِي الرَّجُلُ السَّمِيْنُ الْعَظِيْمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ایک موٹا آدمی قیامت کے دن آئے گا لیکن وہ عنداللہ مچھر کے پر کے برابر بھی قدر و منزلت نہیں رکھتا ہوگا۔''

لغات: ❖ لا یزن: وَزَنَ، يَزِنُ وَزْنًا (ض) بمعنی تولنا، وزن کرنا۔

❖ جناح: الجناح پرندے کا بازو، من الانسان انسان کا ہاتھ! بغل، بازو، پہلو۔

❖ بعوضة: البعوضُ مچھر واحد بعوضة۔

تشریح: لَيَأْتِي الرَّجُلُ السَّمِيْنُ الْعَظِيْمُ: قیامت کے دن ایک موٹا آدمی آئے گا بعض روایات میں اس جملہ کے بعد یہ قرآن کی آیت بھی آتی ہے:

وَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا:[1] ترجمہ: ہم قیامت کے دن ان کے لئے وزن قائم نہیں کریں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں انسان کے جسم کی شان و شوکت کی کوئی اہمیت نہیں، اللہ جل شانہ کے یہاں قدر منزلت اندرونی کیفیت ایمان و تقویٰ، اخلاص کی ہے۔[2]

اس حدیث میں اس بات کی بھی ترغیب موجود ہے کہ آدمی اپنے ایمان و تقویٰ کی فکر کرتا رہے۔[3]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب التفسیر تحت سورة الکهف فلا نقیم لهم یوم القیامة وزنا. و مسلم فی اول کتاب صفات المنافق و احکامهم. باب صفة القیامة و الجنة و النار.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری و مسلم (۲) دلیل الفالحین ۲/۵۸ (۳) دلیل الطالبین ۱/۲۵۶

مسجد کی صفائی کرنے کی فضیلت

(۲۵۶) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَابًّا، فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَسَأَلَ عَنْهَا اَوْعَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ: اَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِىْ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوْا أَمْرَهَا، أَوْ أَمْرَهُ، فَقَالَ: "دُلُّوْنِىْ عَلٰى قَبْرِهٖ" فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِىْ عَلَيْهِمْ﴾ (متفق عليه)

قوله: "تقم" هو بفتح التاء و ضم القاف: أى تكنس. "و القُمامة" الكُناسةُ": "وآذنتمونى" بمدِ الهمزة: أى: أعلمتمونى.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں صفائی وغیرہ کا کام کرتی تھی یا ایک نوجوان آدمی تھا تو آپ ﷺ نے اس عورت کو یا اس نوجوان کو نہ دیکھا تو اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا وہ تو فوت ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تم نے مجھے اس کے مرنے کی اطلاع کیوں نہ دی۔ شاید کہ صحابہ نے اس کو معمولی سمجھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی قبر کے بارے میں بتاؤ کہاں ہے۔ صحابہ کرام نے آپ کو بتایا، آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر فرمایا یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میری نماز پڑھنے سے اس کو روشن فرمادیتے ہیں۔"

"تقم" تا پر زبر اور قاف پر پیش بمعنی جھاڑو دیتی تھی۔ "قُمَامَةٌ" کوڑا کرکٹ "آذَنْتُمُوْنِىْ" ہمزہ ممدودہ کے ساتھ بمعنی تم نے مجھے اطلاع دی۔

لغات: ❖ تقم: قم، قما (ن) بمعنی خشک ہونا، البیت. گھر کو جھاڑو دینا۔

تشریح: أَوْ شَابًّا: راوی حدیث جس کا نام ثابت ہے کہ ان کو شک ہے کہ وہ آدمی تھا یا عورت تھی جو مسجد میں جھاڑو لگاتے تھے۔ مگر بعض دوسری روایات میں صراحۃً اِمْرَءَةٌ سَوْدَاءُ (کالی عورت) کا لفظ آتا ہے بغیر کسی شک کے۔ (۱)

اور بعض روایات میں اس امرءۃ سوداء کا نام ام محجن بھی آتا ہے۔ (۲)

كَأَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا: گویا کہ لوگوں نے اس کی وفات کو حقیر سمجھا بعض دوسری روایات میں آتا ہے "فَحَقَّرُوْا شَأْنَهٗ" لوگوں نے اس کے معاملہ کو حقیر جانا۔ (۳) ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

قَالُوْا مَاتَ مِنَ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُوْقِظَكَ: (۴)

صحابہ نے کہا کہ اس کا انتقال رات کو ہوا اس لئے ہم نے آپ کو جگانا اچھا نہیں سمجھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک طرف مسجد کی صفائی کی فضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دوسری طرف آپ ﷺ کا کمال تواضع ہے کہ آپ بنفس نفیس اس کی قبر پر خود تشریف لے گئے۔ (۵)

بعض علماء اس سے استدلال فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کے جنازے میں شرکت کرنے سے بھی میت کو فائدہ ہوتا ہے۔ (۶)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المساجد تحت باب کنس المسجد و مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب الصلوٰة علی القبروأحمد ۸۶۴۲/۳، و ابوداؤد، وابن ماجه، و ابن حبان والطیا لسی ۲۴۴۶، و هکذا فی البیهقی ۴۷/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ ابن خزیمۃ (۲) رواہ البیہقی

(۳) بخاری (۴) ابن خزیمۃ

(۵) نزہۃ المتقین ۲۲۰/۱ و دلیل الفالحین ۶۰/۲

(۶) روضۃ المتقین ۳۰۵/۱ و دلیل الفالحین ۶۰/۲

بعض لوگ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے

(۲۵۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رُبَّ أَشْعَثَ اَغْبَرَ مُغْبَدٍّ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہت سے پراگندہ غبار آلود اشخاص جنہیں دروازوں سے ہی دھکیل دیا جاتا ہے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔''

لغات: ❖ أشعث: شَعِثَ، شَعَثًا (س) پراگندہ ہونا، بالوں کا غبار آلود اور بکھرے ہوئے ہونا۔

تشریح: **اس حدیث میں فقیر سے کون مراد ہے؟**

مَدْفُوْعٌ بِالْاَبْوَابِ: جنہیں دروازوں سے دھکیل دیا جاتا ہے۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے مراد یہ دنیاوی فقراء نہیں ہیں جو لوگوں کے دروازے پر جاتے ہیں بلکہ اس سے وہ اولیاء اللہ مراد ہیں کہ ان کی ظاہری کیفیت دنیا والوں کی طرح شان شوکت والی نہیں ہوتی تو اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو پھر ان کو دروازے پر ہی روک دیا جاتا ہے گھر میں یا محفل میں جانے کی اجازت نہیں ملتی۔ ان کو دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس کی حکمت بعض لوگوں نے یہ لکھی ہے کہ اگر ان اولیاء اللہ کا بھی اکرام و اعزاز ہونے لگے تو یہ بھی کہیں دنیا میں مشغول نہ ہو جائیں ان کو اللہ جل شانہ کے سوا کسی اور کی طرف کوئی رغبت ہی نہ ہونے پائے۔ (۱) ایک عربی شاعر کہتا ہے:

فاکرم باھل الدین کانوا بحکمہ — اشد الوری زھداً و اکرمھم فقرا

ترجمہ: ''کتنے قابل مبارک باد ہیں وہ دیندار لوگ جو دینداری کی وجہ سے شدت فقر ہونے کے باوجود پرہیز گار ہیں۔''

قسم کھانے سے کیا مراد ہے؟

لَوْأَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ: کہ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کردیتا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد دعا ہے کہ دعا مانگتے ہیں اور ان کی دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ (۲) یا یہ مطلب ہے کہ وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام ہو جائے گا تو اللہ ان کی زبان کی لاج رکھتے ہیں اور وہ کام ایسا ہی کردیتے ہیں (۳)

تخریج حدیث: أخرجہ مسلم فی کتاب البر تحت باب فضل الضعفاء و الخاملین.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ومظاہر حق جدید ۳۴/۴ ۷ (۲) شرح مسلم

فقراء، اُمراء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

(۲۵۸) ﴿وَعَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِفَاِذَاعَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ. وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ﴾ (متفق علیه)

''والجد'' بفتح الجیم: الحظ و الغنی. وقولہ''محبوسون'' أی: لم یؤذن لھم بعد فی دخول الجنة.

ترجمہ: ''حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو (میں نے دیکھا کہ) اس میں داخل ہونے والے اکثر مسکین لوگ ہیں اور دولت مند روکے ہوئے ہیں۔ البتہ دوزخ والوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دے دیا گیا اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا ان میں داخل ہونے والی اکثر عورتیں ہیں۔'' (متفق علیہ)

''جد'' جیم پر زبر بمعنی خوش بختی اور تونگری۔ محبوسون بمعنی کہ ابھی تک ان کو دخول جنت کی اجازت نہیں دی گئی۔

لغات: ❖ الجد: بمعنی دولت، رزق، بزرگی، خوش قسمتی۔

تشریح: آپ ﷺ جنت کے دروازے پر کب کھڑے ہوئے؟

قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ: میں جنت کے دروازے پر کھڑا تھا۔

بعض علماء فرماتے ہیں معراج میں آپ ﷺ کو اس بات کا مشاہدہ کروایا گیا بعض کے نزدیک خواب کا واقعہ ہے اور انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ یہ دونوں باتیں یقینی تھیں (وحی یا خواب) اس لئے آپ نے اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔

مالدار لوگ فقراء کے بعد جنت میں جائیں گے

وَ اَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ: دولت مند روکے ہوئے تھے۔

مالداروں کو روکا جائیگا ان کے مال کے حساب کتاب کے لئے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حساب کتاب تو حلال مال کا ہی ہوگا، حرام مال کا بدلہ تو جہنم ہے اور فقراء کے پاس مال نہیں تھا اس لئے وہ اس حساب کتاب سے محفوظ ہوں گے اور پہلے ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

اسی وجہ سے دوسری روایت میں آتا ہے کہ فقراء امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (۱)

عورتیں جہنم میں زیادہ داخل ہوں گی

فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ: جہنم میں اکثر داخل ہونے والی عورتیں ہیں۔ اس کی علت دوسری حدیث میں یہ بیان فرمائی گئی ہے: یَكْفُرَا نِهِنَّ الْعَشِيْرَ کہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب النکاح تحت باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها الا باذنه و فی کتاب الرقاق. و مسلم فی کتاب الرقاق تحت باب اکثر اهل الجنة الفقراء واحمد ۲۱۸۴۱/۸۔ والنسائی، و ابن حبان ۷۴۵۶ و البیهقی ۱۹۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری شریف

حضرت جریج رحمہ اللہ کا واقعہ

(۲۵۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَمْ يَتَكَلَّمْ فِی الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ. عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِداً، فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيْهَا، فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّیْ فَقَالَتْ: يَاجُرَيْجُ، فَقَالَ: يَارَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ. فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّیْ، فَقَالَتْ: يَاجُرَيْجُ، فَقَالَ: اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ. فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّیْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ، فَقَالَ: اَیْ رَبِّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ، فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ، فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ. فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ جُرَيْجاً

وَعِبَادَتَهُ، وَكَانَتْ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا، فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتُمْ لَأَفْتِنَنَّهُ، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا، فَأَتَتْ رَاعِياً كَانَ يَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ، فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا. فَحَمَلَتْ، فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَمِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهُ، وَجَعَلُوْايَضْرِبُوْنَهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوْا: زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ. قَالَ: أَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَجَاؤُوْا بِهِ فَقَالَ: دَعُوْنِيْ حَتّٰى أُصَلِّيَ فَصَلّٰى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهِ وَقَالَ: يَا غُلَامُ مَنْ أَبُوْكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِيْ، فَأَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهُ وَ يَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ وَقَالُوا: نَبْنِيْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا، أَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَاكَانَتْ، فَفَعَلُوْا. وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ، فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ، فَقَالَتْ أُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِيْ مِثْلَ هٰذَا، فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهِ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ" فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُإِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ يَحْكِيْ اِرْتِضَاعَهُ بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فِيْهِ، فَجَعَلَ يَمُصُّهَا، قَالَ: "وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَ هُمْ يَضْرِ بُوْنَهَا، وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ، سَرَقْتِ، وَهِيَ تَقُوْلُ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَقَالَتْ أُمُّهُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اِبْنِيْ مِثْلَهَا، فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَ نَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا، فَهُنَا لِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ: مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِيْ مِثْلَهُ فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ: زَنَيْتِ سَرَقْتِ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اِبْنِيْ مِثْلَهَا فَقُلْتَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا؟ قَالَ: إِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ كَانَ جَبَّاراً فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ، وَإِنَّ هٰذِهِ يَقُوْلُوْنَ لَهَا زَنَيْتِ، وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ، وَلَمْ تَسْرِقْ، فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا﴾ (متفق علیه)

"والمومسات" بضم الميم الأولى، واسكان الواو وكسرالميم الثانية و بالسين المهملة؛وهن الزوانى. والمومسة: الزانية وقوله: "دابة فارهة" بالفاء: أى حاذقة نفيسة. "والشارة" بالشين المعجمة وتخفيف الراء: وهى الجمال الظاهر فى الهيئة والملبس. و معنى"تراجعا الحديث" أى: حدثت الصبى وحدّثها، والله أعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ گہوارے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا (پہلا بچہ) عیسیٰ بن مریم (دوسرا بچہ) جریج نے، جریج ایک عبادت گذار آدمی تھا انہوں نے عبادت کے لئے ایک جھونپڑی بنائی ہوئی تھی۔ ایک دن وہ عبادت خانہ میں تھے کہ ان کی والدہ ان کے پاس آئی جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ والدہ نے آواز دی اے جریج! تو جریج نے دل میں کہا اے اللہ! میری ماں

اور میں نماز میں مصروف ہوں، پس وہ نماز میں ہی مصروف رہے چنانچہ ان کی والدہ واپس چلی گئی۔ دوسرے دن پھر وہ آئی اور وہ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے پھر آواز دی، اے جریج! انہوں نے پھر دل میں کہا اے اللہ! میری ماں اور میں نماز میں ہوں، پس وہ نماز میں ہی رہے (والدہ چلی گئی) تیسرے دن وہ پھر آئی اور (اس مرتبہ بھی) وہ نماز میں تھے انہوں نے آکر کہا اے جریج! انہوں نے پھر دل میں کہا اے میرے رب! میری ماں اور میں نماز میں ہوں۔ پس وہ نماز میں ہی متوجہ رہے۔ ان کی والدہ نے بد دعا دی۔ اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ پس بنو اسرائیل جریج اور ان کی عبادت کا چرچا کرنے لگے ایک بدکار عورت بھی تھی جس کے حسن و جمال کی مثال دی جاتی تھی اس نے بنی اسرائیل سے کہا اگر تم چاہو میں اسے آزمائش میں ڈال دوں؟ پس وہ عورت اس جریج کے پاس آئی لیکن انہوں نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا۔

چنانچہ وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو اس کے حجرے کے پاس رہتا تھا اس عورت نے اپنے اوپر اس چرواہے کو قدرت دی اور اس نے اس سے بدکاری کی جس سے اس کو حمل ٹھہر گیا جب اس نے بچہ جنا تو دعوی کر دیا کہ یہ جریج کا ہے۔ لوگ جریج کے پاس آئے انہیں حجرے سے نیچے اتارا اور ان کے حجرے کو گرا دیا۔ اور انہیں مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ انہوں نے پوچھا بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا تو نے اس فاحشہ کیساتھ بدکاری کی ہے اور اس نے تیرا لڑکا بھی جنا ہے۔ انہوں نے پوچھا بچہ کہاں ہے؟ چنانچہ وہ بچہ اٹھا کر لائے انہوں نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھ لوں۔

انہوں نے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر بچے کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں چوکہ لگایا اور اس سے پوچھا اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا فلاں چرواہا۔ پس سب لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے انہیں بوسہ دیتے اور چومتے اور انہوں نے کہا ہم تیرے حجرے کو سونے کا بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں اسے اسی طرح مٹی کا بنا دو جیسے پہلے تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔

(تیسرا بچہ) ایک دن ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک شخص گذرا جو تیز رفتار گھوڑے پر سوار اور عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ بچے کی ماں نے کہا یا اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے۔ بچے نے اپنا منہ ماں کے پستان سے ہٹا لیا اور اس شخص کی طرف متوجہ ہوا اور اسے غور سے دیکھا اور کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنانا۔ پھر

دوبارہ پستان کی طرف متوجہ ہوا اور دودھ پینا شروع کر دیا۔

(حدیث کے راوی کہتے ہیں) گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس کے دودھ پینے کی کیفیت اپنی شہادت کی انگلی منہ میں ڈال کر اور اسے چوس کر بیان فرمارہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ ایک لونڈی کے پاس سے گذرے جسے کچھ لوگ مار رہے تھے اور کہتے تھے تو نے بدکاری اور چوری کی ہے اور وہ کہتی تھی: حسبی اللہ و نعم الوکیل۔ مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ بچے کی ماں نے پھر دعاء کی اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا یہ سن کر بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس لونڈی کی طرف دیکھا اور کہا اے اللہ! مجھے اس جیسا ہی کرنا۔ پس اس وقت دونوں (ماں اور بیٹے) ایک دوسرے سے سوال و جواب کرنے لگے۔ ماں نے کہا ایک خوش اطوار آدمی گذرا اور میں نے دعا کی اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنانا۔ تو تو نے اس کے برعکس کہا کہ یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور لوگ اس لونڈی کو لے کر پاس سے گذرے جسے کچھ لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری اور چوری کی ہے تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کرنا تو تو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا ہی کرنا (آخر یہ کیا بات ہے) بچے نے کہا وہ شخص بڑا سرکش تھا پس میں نے دعا کی یا اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا اور یہ لونڈی جس کو لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے بدکاری کی ہے حالانکہ اس نے بدکاری نہیں کی اور نہ ہی اس نے کوئی چوری کی تھی تو میں نے دعا کی یا اللہ! مجھے اس جیسا (نیک) بنانا۔ (متفق علیہ)

مومسات: پہلے میم پر پیش، واو ساکن اور دوسرے میم پر زیر اور سین مہملہ کے ساتھ بمعنی بدکار عورتیں۔ مومسة (واحد) بدکار عورت۔

"دابة فارهة" (فا کے ساتھ) بمعنی تیز رفتار سواری، شَارَة: نقطوں والا شین۔ اور بغیر تشدید کے را، شکل وصورت اور لباس کے لحاظ سے ظاہری جمال۔

"تراجعا الحدیث: ماں نے بچے سے اور بچے نے ماں سے گفتگو کی یعنی دونوں کا مکالمہ باہم سوال و جواب۔ واللہ اَعلم۔

لغات: ❖ المهد: المهد بمعنی گہوارہ، پست زمین جمع مهود۔

❖ المومسات: وَمَسَ وَمْسًا (ض) الشَّيْءَ رگڑنا۔ اور اَوْمَسَتِ الْمَرْأَةُ: عورت کا بدکار ہونا۔ الْمُوْمِسَةُ: بدکار و فاجر عورت جمع مومسات و موامس.

❖ صومعته: صومعة بمعنی راہب کی جھونپڑی یا پہاڑ جس پر راہب رہتا ہو بمعنی گرجا گھر۔

❖فارهة: فَرُهَ فَرَاهَةً (ک) بمعنی خوش ہونا، منہمک ہونا، ماہر ہونا۔
❖شَارَةٌ: شارة بمعنی حسن صورت ہونا، ہیئت منظر۔

تشریح: دس بچے گہوارے میں بولے ہیں

لم یتکلم فی المهد الا ثلاثة: گہوارے میں صرف تین بچوں نے بات کی۔
یہاں بچوں سے مراد بنی اسرائیل کے بچے ہیں ورنہ مزید بچوں کا بھی بچپن میں بولنا ثابت ہے جس کو اس نظم میں کہا گیا ہے جن کی تعداد بعض نے دس تک لکھی ہے

تکلم فی المهد کذا خلیل و یحییٰ و عیسی بن مریم
و شاهد یوسف مبری جریج و طفل لدی النار لما تضرم
وطفل ابن ماشطة قد غدت لفرعون فیما مضی من أمم
وطفل علیه أتوا بالامة یقولون ترقی و لما تکلم
کذالک فی عهد خیر الوری مبارکهم و به نختم

وَكَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ جُرَيْجٌ:[1] کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس کو جریج کہا جاتا تھا۔
فَقَالَ: يَارَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ: مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تو میری نماز ہے دوسری طرف والدہ کی پکار ہے اے اللہ میں کیا کروں۔ بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے:
فَأَبٰى اَنْ يُّجِيْبَهَا: [2]: پس اس نے والدہ کو جواب دینے سے انکار کر دیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ نفلی نماز میں اگر والدہ ضرورت مند ہے بلا رہی ہو تو اس کی بات کا جواب دینا چاہئے۔[3]
فَقَالَ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ: مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔
ایک دوسری روایت میں آتا ہے: فَقَامَ وَصَلّٰى وَ دَعَا[4] کہ جریج کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور پھر دعا مانگی۔
فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهٖ:
کہ جب جریج نماز سے فارغ ہوئے تو بچے کے پاس آئے اور اس کے پیٹ میں چوکہ لگایا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "فَطَعَنَ بِاِصْبَعِهٖ"[5] کہ اس کو انگلی سے چوکہ لگایا۔ جس پر بچہ بول پڑا اس سے اولیاء اللہ کی کرامات کے حق ہونے پر بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ اللہ جل شانہ اولیاء اللہ سے بھی خرق عادت چیز کا ظہور کروادیتے ہیں جیسے کہ یہاں پر ہوا۔ جس کو کرامت کہا جاتا ہے۔[6]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب احادیث الانبیاء تحت باب واذکر فی الکتاب مریم، و فی کتاب بدء الخلق. ومسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع بالصلوة و غیرها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) بخاری (۲) بخاری (۳) روضۃ المتقین ۱/۳۰۸ ونزہۃ المتقین ۱/۲۲۳
(۴) رواہ بخاری (۵) رواہ بخاری (۶) نزہۃ المتقین ۱/۲۲۳

(۳۳) بَابُ مَلَاطَفَةِ الْيَتِيمِ وَ الْبَنَاتِ وَ سَائِرِ الضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْمُنكَسِرِيْنَ وَالْاِحْسَانِ إِلَيْهِمْ وَ الشَّفَقَةِ عَلَيْهِمْ وَالتَّوَاضُعِ مَعَهُمْ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ لَهُمْ

یتیموں، لڑکیوں اور تمام کمزور، مساکین اور خستہ حال لوگوں کے ساتھ نرمی کرنے، ان پر شفقت واحسان کرنے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الحجر: ۸۸)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے واسطے۔''

تشریح: اس آیت میں آپ ﷺ کو خطاب کیا جا رہا ہے کہ آپ صرف مسلمانوں پر شفقت کریں اور مؤمنوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ رکھیں۔ کفار اور مشرکین کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں کہ جن کے اندر ایمان ویقین ہے وہ اللہ کے نزدیک ان مشرکین سے جن کے پاس دنیاوی مال وجلال بہت کچھ ہے ان سے یہ خستہ حال ایمان والے بہتر ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (الکہف: ۲۸)

ترجمہ: اور ارشاد خداوندی ہے: ''جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گذر کر) اور طرف نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔''

تشریح: شان نزول

مکہ کا رئیس عیینہ بن حصن فزاری آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ کے پاس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ

عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور بھی چند فقراء صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔ عیینہ نے کہا کہ ہمیں آپ کے پاس آنے اور آپ ﷺ کی بات سننے سے یہی لوگ مانع ہیں۔ آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹادیں یا کم از کم ہمارے لئے علیحدہ مجلس بنادیں اور ان کیلئے الگ۔ (۱)

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ: آپ ﷺ کو ان کا مشورہ قبول کرنے سے منع فرما دیا گیا اور کہا کہ آپ ان کے پاس ہی اٹھنا بیٹھنا رکھیں۔

ساتھ رہنے کی وجہ

اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ صبح وشام اللہ کی عبادت خصوصیت کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی ذات کے سوا اور کوئی مطلوب نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ (۲)

سوال: اگر مشرکین کا مشورہ مان لیا جاتا کہ ان کے لئے الگ مجلس قائم ہو جاتی ممکن ہے کہ وہ اسلام کی بات سنتے تو قبول بھی کر لیتے۔

جواب: ان کے لئے الگ مجلس قائم کرنے میں ان کے لئے ایک خاص اعزاز تھا جس سے غریب مسلمانوں کی دل شکنی ہوتی تو اللہ کے نزدیک یہ غریب مسلمان اتنے پسندیدہ تھے کہ اللہ نے ان کی دل شکنی اور حوصلہ شکنی کو پسند نہیں فرمایا۔ (۳)

(۱) تفسیر بغوی (۲) تفسیر مظہری ۷/۲۰۶ (۳) معارف القرآن ۵/۵۷۵

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (الضحیٰ: ۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''تو تم بھی یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دو۔''

تشریح: وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ: اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ کسی یتیم کو ضعیف اور بے وارث سمجھ کر اس کے اموال وحقوق پر اس طرح مسلط نہ ہو جائے کہ اس کا حق ضائع ہو جائے اسی لئے آپ ﷺ نے بار بار بڑی تاکید کے ساتھ یتیم کے ساتھ شفقت کرنے کو فرمایا ہے۔ (۱)

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ: نہر: جھڑکنے کو کہتے ہیں۔ کہ کوئی سائل سوال کرے تو اس کو مت جھڑکو۔ بہتر ہے کہ سائل کو کچھ دے کر رخصت کرے یا کم از کم نرمی سے عذر کر دے۔ (۲)

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد یہاں پر طالب علم ہے کہ اگر وہ کوئی سوال کرے تو اس کا حل بتادو اس کو مت جھڑکو۔ دونوں ہی باتیں مراد ہوسکتی ہیں۔

(۱) معارف القرآن ۸/۷۶۷ (۲) ایضاً

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿أَرَأَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ﴾ (الماعون: ۱، ۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزاء کو جھٹلاتا ہے یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا۔''

تشریح: یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ: دین سے مراد قیامت کا دن ہے کہ یہ شخص قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے، اس سے مراد ولید بن مغیرہ یا عمرو بن عامر مخزومی ہے۔ (۱)

یَدُعُّ الْیَتِیْمَ: یدع بمعنی زور اور قوت سے دھکا دینا۔ مطلب یہ ہے کہ یتیم پر رحم کرنے کے بجائے ان پر ظلم کرتا ہے اور اس کو اس کے حق سے روکتا ہے۔

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ: کہ یہ نہ خود مسکینوں کو کھلاتا ہے اور نہ دوسرے کو ترغیب دیتا ہے کہ مسکینوں کو کھلائے۔
ان آیات میں اشارہ ہے کہ یہ اعمال وہی کر سکتا ہے جو قیامت کو یعنی اللہ و رسول کو نہیں مانتا۔ جو ایمان والا ہوگا اس کی شان سے بعید ہے کہ وہ ان اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرے اگر کسی مسلمان سے یہ اعمال ظاہر ہوں تو یہ بھی مذموم اور سخت گناہ ہوگا۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری (۲) معارف القرآن ۸/۸۲۶

مشرکین کا مطالبہ کہ ہمارے لئے الگ مجلس بنائی جائے

(۲۶۰) ﴿وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ نَفَرٍ، فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُطْرُدْ ہٰؤُلَاءِ لَا یَجْتَرِئُوْنَ عَلَیْنَا، وَ کُنْتُ أَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِنْ ہُذَیْلٍ وَبِلَالٌ وَرَجُلَانِ لَسْتُ أُسَمِّیْہِمَا فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاشَاءَ اللّٰہُ أَنْ یَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَہٗ، فَأَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی: "وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا ان لوگوں کو دور بھگا دیجئے کہیں یہ ہماری مخالفت پر دلیر نہ ہو جائیں ان میں سے ایک میں تھا اور عبد اللہ بن مسعود، قبیلہ ہذیل میں سے ایک آدمی، بلال اور دو اور جن کا نام میں لینا نہیں چاہتا۔

رسول اللہ ﷺ کے دل میں مشیت الٰہی کے مطابق کچھ خیال گذرا اور آپ نے سوچنا شروع کر دیا اللہ پاک نے ذیل کی آیات نازل فرمادیں ''اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں اور اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو اپنے پاس سے مت نکالو۔''

لغات: ❖ نفر: بمعنی: سارے لوگ اصل میں تین سے دس تک کو کہتے ہیں اس کی جمع انفار آتی ہے۔

❖ اطرد: طَرَده، طرداً (ن) بمعنی: دور کرنا، ایک طرف کرنا۔

تشریح:

تفصیلی روایت

فَقَالَ الْمُشْرِکُوْنَ لِلنَّبِیِّ ﷺ: یہ روایت ابن ماجہ میں کافی تفصیل سے آئی ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن الفزاری آئے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت صہیب، بلال، عمار، خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ضعفاء بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم عرب کے سردار ہیں ان فقراء کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ہم کو شرم آتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لئے کوئی الگ مجلس مقرر فرمادیں کہ جس میں یہ فقراء نہ ہوں۔ آپ ﷺ کے دل میں بھی یہ بات آگئی کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ اسلام کی بات سن لیں تو یہ بھی مسلمان ہو جائیں اتنے میں جبرائیل امین ان آیات کو لے کر نازل ہوئے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ: جب یہ آیات ان مشرکین کے سامنے تلاوت کی گئیں اور فرمایا۔

﴿وَکَذَالِکَ فَتَنَّا بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لِیَقُوْلُوْا أَھٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنْ بَیْنِنَا أَلَیْسَ اللّٰہُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاکِرِیْنَ﴾

اور پھر یہ فرمایا گیا:

﴿وَاِذَاجَاءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَافَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَۃَ﴾

اس کے بعد آپ نے ان فقراء صحابہ کو بلایا وہ آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ ان کے پاس جائیں ان فقراء کو چھوڑ کر پھر یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ﴾ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں قدر و قیمت ایمان والوں کی ہے اگرچہ دنیاوی اعتبار سے ان کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

اور جو لوگ ایمان و اعمال سے محروم ہیں چاہے دنیوی اعتبار سے وہ کتنے ہی شان وشوکت رکھتے ہیں مگر ان کی اللہ کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی

اللہ عنہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر(٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(١) ابن ماجہ

فقراء مہاجرین کے ناراض ہونے کے خوف پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ

(٢٦١) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُبَيْرَةَ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍوالْمُزَنِيِّ وَهُوَمِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَ بِلاَلٍ فِيْ نَفَرٍفَقَالُوْا: مَا أَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عَدُوِّ اللّٰهِ مَأْخَذَهَا، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَسَيِّدِهِمْ؟ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: "يَا أَبَا بَكْرٍ لَعَلَّکَ أَغْضَبْتَهُمْ؟ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّکَ" فَأَتَاهُمْ فَقَالَ: يَاإِخْوَتَاهُ أَغْضَبْتُكُمْ؟ قَالُوْا: لاَ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَکَ يَا أُخَيَّ﴾ (رواه مسلم)

قوله"مأخذها" أى: لم تستوف حقها منه وقوله "ياأخي": روى بفتح الهمزة وكسرالخاء وتخفيف الياء، وروى بضم الهمزة وفتح الخاء وتشديد الياء.

ترجمہ: ''حضرت ابی ہبیرہ عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ عنہ'' اور وہ بیعت رضوان میں شرکت کرنے والوں میں سے تھے' بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان کا سلمان، صہیب، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کے پاس سے گذر ہوا تو انہوں نے کہا: اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن سے اپنا حق نہیں لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم ایسی بات قریش کے شیخ اور سردار کے حق میں کہتے ہو۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! شاید تو نے ان حضرات کو ناراض کر دیا۔ یاد رکھو اگر تو نے ان کو ناراض کر دیا تو پھر تو نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے اور ان سے پوچھا بھائیو! میں نے تمہیں ناراض تو نہیں کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اے میرے بھائی اللہ آپ کو معاف فرمادے۔''

''مأخذها'': کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اپنا حق وصول نہیں کیا۔ ''یا اخی'' ہمزہ پر زبر، خا پر زیر اور یا بغیر تشدید کے اور یہ ہمزہ پر پیش خا پر زبر اور یا پر تشدید کے ساتھ بھی مروی ہے (یعنی اُخَیٌّ)

لغات: ❖ اغضبتهم: (افعال) اَغْضَبَهٗ وَ غَاضَبَهٗ مُغَاضَبَةً، غصہ کرنے پر بھڑکانا۔

❖ سیوف: یہ جمع ہے سیف کی بمعنی تلوار جمع سیوف اسیاف آتی ہیں۔

❖ مَأْخَذَهَا: المأخذ بمعنی لینے کا طریقہ، راستہ، وقت یا وہ جگہ جہاں سے کوئی چیز لی جائے جمع مأخذ آتی ہے۔

تشریح: وَاللّٰهِ مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ: اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن (یعنی ابوسفیان) سے اپنا حق وصول نہیں کیا مراد اللہ کی تلوار سے اہل اسلام کی تلوار یا فرشتوں کی تلوار ہے۔ (۱)

﴿لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ﴾

ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شاید تو نے ان کو ناراض کردیا ہے ان کے ناراض ہونے سے تم اپنے رب کو ناراض کرو گے۔

اس کے مفہوم میں ایک حدیث قدسی آتی ہے:

﴿مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ﴾ (۲)

حدیث بالا میں مسلمانوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ آپس میں محبت پیار سے رہو قرآن میں بھی یہ حکم ہے: "وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" (۳)

نیز یہ بات بھی اس حدیث سے استدلال کی جاتی ہے کہ اگر غیر شعوری طور سے کوئی ایسی بات زبان سے نکل جائے جس سے دوسرے کے دل کو تکلیف ہو تو فوراً معافی مانگ لینا چاہئے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب من فضائل سلمان و صهيب و بلال رضی الله عنهم.

راوی حدیث حضرت عائذ بن عمرو المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عائذ، کنیت ابوہبیرہ، والد کا نام عمرو بن ہلال بن عبید بن یزید بن رواحہ تھا۔ صلح حدیبیہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بیعت رضوان میں بھی ساتھ تھے (اسد الغابہ ۳/۹۸)

جب بصرہ آباد ہوا تو وہاں منتقل ہوگئے گھر میں رہتے تھے آتے جاتے نہیں تھے (اصابہ ۴/۴۱)

وفات: یزید کے عہد میں بصرہ میں ہی انتقال ہوا نماز جنازہ کے لئے ابوبرزہ کے لئے وصیت کر گئے تھے تاکہ اس وقت کا گورنر عبید اللہ نماز جنازہ نہ پڑھائے ایسا ہی ہوا۔

مرویات: ان سے سات احادیث مروی ہیں ایک بخاری و مسلم دونوں میں ہے (تہذیب الکمال ۱۸۶)

---

(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۱۰

(۲) مشکوٰۃ

(۳) سورۃ الفتح

(۴) روضۃ المتقین ۱/۳۱۱

یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوگا

(٢٦٢) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا" وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَ فَرَّجَ بَيْنَهُمَا﴾ (رواه البخاری)

و"كافل اليتيم" القائم بأموره.

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کشادگی دکھاتے ہوئے اشارہ فرمایا۔''

کافل الیتیم: ''بمعنی یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا۔''

لغات: ❖ کافل: كَفَلَ، كِفْلاً و كَفَالَةً (ن) بمعنی کسی کے نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔

❖ فَرَّجَ: و اَفْرَجَ الْقَوْمُ عَنِ الْمَكَانِ، علیحدہ ہونا، ہٹ جانا، فرج (ض) فرجاً و فرّج الشيء کھولنا، کشادہ کرنا۔

تشریح: أَنَاوَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ: میں اور یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے: "كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهٖ" [(۱)] کہ وہ یتیم خواہ اس کے قرابت داروں میں سے ہو یا غیر قرابت دار ہو دونوں حالت میں یہ فضیلت اس کو حاصل ہوگی۔

أَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى: آپ نے شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

اس میں اشارہ ہے کہ جنت میں میرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کے درمیان اتنا قریبی علاقہ ہوگا جتنا ان دونوں انگلیوں کے درمیان ہے۔ [(۲)]

بعض محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو انگلیوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ کیا اس میں اشارہ فرمایا کہ نبوت کا جو درجہ ہے سخاوت کرنے والا اس کے قریب ہے کہ سخاوت کرنے والا اللہ کو بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔ [(۳)]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الطلاق تحت باب اللعان و فی کتاب الأدب، أحمد ٢٢٨٨٣/٨ ابوداود، والترمذی، و ابن حبان ٤٦٠، و البیهقی ٢٨٣/٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مؤطا مالک عن صفوان بن سلیم (۲) مظاہر حق جدید ۵۳۳/۴

(۳) مظاہر حق جدید ۵۳۳/۴ مرقاۃ ۲۱۳/۹

یتیم کی پرورش کرنے کی فضیلت خواہ وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو

(۲۶۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ أَوْلِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ" وَأَشَارَ الرَّاوِيُّ وَهُوَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى﴾

(رواہ مسلم)

قوله ﷺ: "اليتيم له أولغيره" مَعْنَاهُ: قَرِيْبُهُ، أَوِالْأَجْنَبِيُّ مِنْهُ، فالقريب مثل أن تكفله أمه أو جده أو أخوه أو غيرهم من قرابته، و الله أعلم

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یتیم کی دیکھ بھال کرنے والا خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہے یا نہیں، میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ راوی حدیث نے شہادت اور درمیانی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔''

آپ ﷺ کا ارشادگرامی "اليتيم له أو لغيره" کہ یتیم اس کا قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی ہو قریب سے مراد مثلاً اس کی والدہ یا اس کا دادا یا اس کا بھائی یا اس کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی اس کا کفیل ہو۔ واللہ اعلم

لغات: ❖ كافل: كفل، كفلاً و كفالة (ن) بمعنی کسی کے نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں تمام ہی مسلمانوں کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ دوسرے کے یتیم کو بھی اپنے ہی یتیم کی طرح دیکھ بھال کریں اس سے معاشرے میں کوئی بھی یتیم ایسا نہیں رہے گا جس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو۔

اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ایک دوسری روایت میں بہترین گھر اس کو قرار دیا جس میں یتیم ہو اور اس یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ بھی کیا جاتا ہو اس کے مقابل میں بدترین گھر وہ ہے جس کے اندر یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔[۱]

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان یتیم کو اپنے گھر میں رکھ کر کھلائے پلائے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل کریں گے بشرطیکہ اس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو معاف نہ ہو سکتا ہو۔[۲]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی كتاب الزهد تحت باب الإحسان إلى الارملة والمسكين و اليتيم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱)ادب المفرد باب فضل من يعول يتيماً

(۲)رواه الترمذی فی ابواب البر و الصلة تحت باب فی رحمة اليتيم

مسکین کون ہے؟

(۲٦٤) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، إِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ﴾ (متفق علیه)

و فی روایة فی الصحیحین: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِيْ لَايَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ، وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو ایک کھجور، دو کھجوریں، ایک لقمہ، دولقمہ مانگتا پھرتا ہے۔ بلکہ مسکین تو وہ ہے جو سوال کرنے سے بچتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو گھومتا پھرتا ہے اور لوگوں سے اس کو ایک لقمہ، دو لقمہ، ایک کھجور، دو کھجوریں میسر آتی ہیں البتہ مسکین وہ آدمی ہے جو مال و دولت کو نہیں پاتا جس سے وہ مستغنی رہے اور نہ اس کے فقر کا کسی کو پتہ چلتا ہے کہ اس پر صدقہ کیا جائے نہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔

لغات: ❖ یتعفّفُ (تفعل) بتکلف پاکدامن بننا (ض) سے عَفّاً وَ عِفَّةً وَ عَفَافًا وَ عَفَافَةً و تَعَفَّفَ، حرام یا غیر مستحسن کام سے رکنا، پاکدامن ہونا۔

❖ یُفْطَنُ: (ن) وَ فَطُنَ (ک) وَفَطِنَ (س) فَطْناً وَ فِطْناً وَ فُطْناً لِأَمْرٍ وَ بِهٖ وَ اِلَيْهِ ادراک کرنا، سمجھنا، ماہر ہونا۔

تشریح: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ: مسکین وہ نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجور کے ساتھ لوٹا دیں۔

اس حدیث میں ترغیب ہے کہ بعض مسکین وہ ہوتے ہیں جو گھر گھر جا کر سوال کرتے ہیں اور اپنی ضرورت کو پورا کر لیتے ہیں اس کے مقابل میں کچھ مسکین وفقراء ایسے سفید پوش ہیں کہ ان کی ظاہری حالت ایسی نہیں ہوتی کہ لوگ ان کو مسکین سمجھ کر دے دیں تو ایسے سفید پوش لوگوں کو تلاش کر کے ان کو دینے کی ترغیب حدیث بالا میں دی جا رہی ہے کہ حقیقتاً وہ مسکین ہیں ان کو دیا جائے۔

مسکین کی تعریف

بعض کہتے ہیں مسکین اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور استدلال قرآن کی اس آیت سے کرتے ہیں "أَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ" کہ جو مٹی ہی والا ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں مسکین اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس کچھ موجود ہو مگر

ضرورت پوری نہ ہوتی ہو۔ استدلال قرآن کی اس آیت سے کرتے ہیں: "فَأَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ" کہ چند مسکین کشتی کے مالک تھے۔ کشتی کے مالک ہونے کے باوجود ان کو قرآن نے مسکین کہا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب قول الله تعالیٰ (لا یسئلون الناس إلحافا) و فی کتاب التفسیر تحت باب لا یسألون الناس إلحافاً. و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب المسکین الذی لا یجد غنی، و مالک فی مؤطاه و أحمد ۹۱۲۲/۳ و ابوداؤد، و النسائی و الدارمی و ابن حبان ۳۲۹۸ وابن خزیمة ۲۳۶۳ و هکذا فی البیهقی ۱۱/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

بیوہ عورت پر خرچ کرنے کی فضیلت

(۲۶۵) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلسَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَأَحْسِبُهُ قَالَ: "وَكَالْقَائِمِ الَّذِيْ لَايَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ الَّذِيْ لَا يُفْطِرُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوہ عورتوں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ پاک کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس شخص کی طرح ہے جو قیام کرتا ہے سستی نہیں دکھاتا اور اس شخص کی طرح ہے جو روزہ رکھتا ہے افطار نہیں کرتا۔ (متفق علیہ)

لغات: ❖ یفتر: (ن ض) فُتُوراً و فُتَاراً وَ تَفَتَّرَ: تیزی کے بعد ساکن ہونا سختی کے بعد نرم پڑنا، عن العمل کوتاہی کرنا۔

❖ الارملة: محتاج، کمزور لوگ، رمل (ن) رَمْلاً الطعام کھانے میں ریت ملانا، رَمَلَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ زَوْجِهَا عورت کا رانڈ و بیوہ ہونا۔

تشریح: اَلْاَرْمِلَةُ: بیوہ عورت کہ اس کا شوہر نہ ہو خواہ شوہر مر گیا ہو یا مطلقہ ہوگئی ہو [1] اس پر خرچ کرنے والا علماء کے نزدیک فقیر و مسکین سے زیادہ اجر پاتا ہے۔

اَحْسِبُهُ: میرا گمان ہے کہ یہ فرمایا:

شک کس کی طرف سے ہے؟

بعض کے نزدیک یہ قول حضرت عبداللہ بن مسلمہ قعنبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے (جو اس حدیث کے راوی ہیں اور نیز یہ امام بخاری اور مسلم کے استادوں میں سے ہیں) جو امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔

اور بعض محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ یہ گمان اور شک خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہی شک کہ نبی کریم ﷺ نے "کَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" فرمایا یا "کَالْقَائِمِ الَّذِیْ لَا یَفْتُرُ" فرمایا۔ (۲)

کَالْقَائِمِ الَّذِیْ لَا یَفْتُرُ: کہ جو راتوں کو جاگتا ہے اور اس میں سستی نہیں کرتا۔ ایک دوسری روایت میں "کَالْقَائِمِ لَا یَنَامُ" کہ ایسا قیام کرنے والا جو رات کو سوتا نہ ہو۔ (۳)

کَالصَّائِمِ الَّذِیْ لَا یُفْطِرُ: کہ روزہ رکھنے والا افطار نہ کرے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "یَصُوْمُ النَّهَارَ وَ یَقُوْمُ اللَّیْلَ"، (۴) کہ اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی اوائل کتاب النفقات و فی کتاب الآدب تحت باب الساعی علی الارملة و مسلم فی کتاب الزهد تحت باب الاحسان إلی الارملة والمسکین و الامام مالک فی مؤطاه ۹۶۰ وأحمد ۸۷۴۰/۳ و الترمذی والنسائی و ابن ماجه و ابن حبان، ۴۲۴۵ و هکذا فی البیهقی ۲۸۳/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲۱۳/۹ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲۱۳/۹

(۳) صحیح ابن حبان (۴) رواہ الترمذی

بدترین ولیمہ

(۲۶۶) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَةِ، یَمْنَعُهَا مَنْ یَّأْتِیْهَا، وَیُدْعٰی اِلَیْهَا مَنْ یَّأْبَاهَا، وَمَنْ لَمْ یُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (رواه مسلم)

و فی روایة فی الصحیحین، عن أبی هریرة من قوله: "بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِیْمَةِ یُدْعٰی إِلَیْهَا الْأَغْنِیَاءُ وَ یُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ"

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بدترین دعوت اس ولیمہ کی دعوت ہے جس میں ان لوگوں کو روکا جاتا ہے جو اس میں شرکت کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو انکار کرتے ہیں اور وہ شخص جس نے دعوت کو قبول نہ کیا وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔" (مسلم)

اور بخاری و مسلم کی ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ولیمہ کا کھانا برا ہے جس میں صرف مال داروں کو دعوت دی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

لغات: ❖ یأباها أبی: (ف ض) اِبَاءً وَ اِبَاءَةً وَ تَأَبِّی. الشَّیْءَ ناپسند کرنا، مکروہ جاننا، کسی چیز سے ناخوش ہونا۔

تشریح: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ: بدترین دعوت اس ولیمہ کی دعوت ہے اس حدیث کا مقصد ولیمہ کے کھانے کی برائی کرنا نہیں ہے کیونکہ ولیمہ کے کھانے کے قبول کرنے کی تاکید آتی ہے فرمایا کہ جو شخص دعوت ولیمہ کو قبول نہیں کرتا وہ گنہگار رہتا ہے۔

صرف اس ولیمہ کی مذمت ہے جس میں صرف مالداروں کو دعوت دی جائے اور غرباء کو نہ پوچھا جائے۔ (۱)

فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ: اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جس نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اور نبی کا حکم بھی اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ (۲) "مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (۳) جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی ہی اطاعت کی۔

ولیمہ کی دعوت کو قبول کرنا واجب نہیں ہے

حدیث بالا سے بعض علماء نے دعوت ولیمہ کو قبول کرنے کو واجب کہا ہے اور حدیث بالا سے استدلال کیا ہے۔ جب کہ جمہور کے نزدیک دعوت ولیمہ کو قبول کرنا مستحب ہے اور یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ (۴) اور ایسا کلام عرب میں بکثرت وارد ہوا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب النکاح تحت باب من ترک الدعوة، و مسلم فی کتاب النکاح باب الامر باجابة الداعی إلی الدعوة و مالک و أحمد ۹۳۷۳/۳ و ابوداؤد و ابن ماجه و ابن حبان ۵۳۰۴ و هکذا فی البیهقی ۲۶۱/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۳۵۹/۳ (۲) مظاہر حق جدید ۳۵۹/۳

(۳) سورۃ النساء آیت ۸۰ (۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ مظاہر حق جدید ۳۵۹/۳

دو لڑکیوں کی پرورش کرنے کی فضیلت

(۲۶۷) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ أَصَابِعَهٗ﴾ (رواه مسلم)

"جاریتین" أی: بنتین. —

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں بالغ ہو گئیں قیامت کے دن میں اور وہ ان دو انگلیوں کی مانند اکھٹے

آئیں گے اور آپ ﷺ نے انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔"

لغات: ❖عال: (ن) عَوْلاً، عِیَالَۃً عُوُوْلاً. الرَّجُلُ عِیَالَہٗ آل اولاد کے معاش کی کفالت کرنا۔

تشریح: مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ: جو دولڑکیوں کی پرورش کرے۔

جس شخص نے دولڑکیوں کی صحیح پرورش کی تو اس کے لئے یہ فضیلت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ جنت میں نبی ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

لڑکیوں کی پرورش پر یہ فضیلت کیوں؟

اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں مثلاً جب لڑکی پیدا ہوتی ہے اس کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ تو کہا جا رہا ہے یہ ایک امتحان ہے اس پر صبر کرنے کی وجہ سے یہ انعام مل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کہ لڑکیوں کی پرورش کے بعد وہ دوسرے گھر کی ہو جاتی ہیں۔ ان سے آدمی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بخلاف لڑکے کہ وہ تو ساتھ میں ہی ہوتے ہیں۔ (۱)

حَتّٰی تَبْلُغَا: وہ بالغ ہو جائیں۔ ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ان بچیوں کی پرورش اس وقت تک کرے وہ باپ کی کفالت سے مستغنی ہو جائیں خواہ ان کی شادی ہو جائے یا کوئی اور وجہ ہو جائے۔ (۲)

وَضَمَّ أَصَابِعَہٗ: آپ ﷺ نے انگلیوں کو ملایا۔ ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں "اَشَارَ بِاِصْبَعِہِ الْوُسْطٰی وَالَّتِیْ تَلِیْھَا" (۳) کہ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا درمیانی انگلی اور جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے (یعنی شہادت کی انگلی)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی كتاب البر والصلة و الآداب تحت باب فضل الاحسان إلى البنات. و أحمد ٤/١٢٥٠٠، و الترمذی، و ابن ابی شیبه ٨/٥٥٢ و ابن حبان ٤٤٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۳۲ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/۲۱۲، نزہۃ المتقین ۱/۲۲۸ (۳) صحیح ابن حبان

لڑکیاں قیامت کے دن آگ سے حجاب بن جائیں گی

(۲۶۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: "مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں وہ سوال کرنے آئی تھی لیکن میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ اور کچھ نہ تھا چنانچہ میں نے اس کو وہ کھجور دے دی۔ اس نے ایک کھجور کو اپنی دو بیٹیوں کے درمیان تقسیم کردیا اور خود اس سے کچھ نہ کھایا پھر وہ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی پھر آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کو بتایا آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص ان لڑکیوں کے بارے میں آزمایا جائے پس وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔“

لغات: ❖ اُبْتُلِی: آزمانا، بَلَا (ن) بَلْوًا و بلاءً الرَّجُلَ، کسی کو آزمانا، تجربہ کرنا، امتحان لینا۔

تشریح: زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کی پیدائش پر جس نفرت اور ناگواری کا اظہار کیا جاتا تھا وہ سب کے سامنے ہے شریعت نے اس کے مقابل لڑکیوں کی عزت وتوقیر کی ضرورت پر زور دیا اس سلسلہ میں متعدد روایات میں اس کی مذمت بیان کی گئی۔

حدیث بالا میں اس زمانہ جاہلیت کی رسم کے استیصال کے لئے یہ حکم بھی دیا جارہا ہے کہ جو لڑکیوں کی پرورش کرے یعنی ان کو صحیح تعلیم وتربیت دے تو یہ اس کے لئے نجات اخروی کا باعث ہوگا۔

صرف نجات ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اس کو اپنی رفاقت اور ہم نشینی کی بشارت بھی دی ہے جیسے کہ اس سے پہلی حدیث سے معلوم ہوا تھا۔

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ: جوان لڑکیوں کے ساتھ آزمایا جائے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں (۱) کہ یہاں پر "ابتلی" آزمائش فرمایا جارہا ہے کیونکہ عرب میں لڑکیوں کو اچھا سمجھا نہیں جاتا تھا جیسے کہ قرآن سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَ هُوَ كَظِیْمٌ﴾ (۲)

فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ: ایک دوسری روایت میں: ”فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيهِنَّ“ کے الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاۃ تحت باب اتقوا النار و لو بشق تمرۃ و مسلم، فی کتاب البر و الصلۃ تحت باب فضل الاحسان إلی البنات، أحمد ۹/۲٤۱۱۰ و الترمذی و ابن حبان ۲۹۳۹ و هکذا فی البیهقی ۷/٤۷۸۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی

(۲) ادب المفرد

لڑکیوں کی صحیح تربیت کرنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے

(۲۶۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَ تْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلٰى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مسکین عورت دو لڑکیوں کے ساتھ میرے پاس آئی میں نے اس کو تین کھجوریں دے دیں چنانچہ اس نے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور کو اپنے منہ کی طرف اٹھایا تاکہ خود کھائے لیکن اس کی دونوں لڑکیوں نے اس سے اس کھجور کا بھی مطالبہ کیا، اس نے کھجور کو چیرا ”جس کھجور کو کھانے کا وہ خود ارادہ کرتی تھی“ اور ان دونوں کے درمیان اس کو بانٹ دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اس کا یہ طرز عمل بہت اچھا معلوم ہوا۔ میں نے اسکا تذکرہ آپ ﷺ کے پاس کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک نے اس کے لئے اس کی وجہ سے جنت کو واجب کر دیا یا اس عمل کی وجہ سے وہ جہنم سے آزاد ہو گئی۔“

لغات: ❖ فشقت: (ن) شق شقاً. الشیء پھاڑنا، متفرق کرنا اور اسی سے ہے شَقَّ عَصَا الْقَوْمِ اس نے قوم کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔

تشریح: حدیث بالا اور اس سے پہلی والی حدیث کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہوا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے یا الگ ہے۔ دونوں ہی طرف محدثین گئے ہیں۔

فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ: کہ میں نے اسے تین کھجوریں دی کھانے کے لئے۔

اس سے استدلال کرتے ہیں کہ عورت اپنے خاوند کے مال سے صدقہ دے سکتی ہے بشرطیکہ اس کی طرف سے اجازت ہو۔ اس صورت میں دونوں ثواب میں شریک ہوں گے، عورت صدقہ دینے کی وجہ سے اور شوہر اس پر رضامندی کی وجہ سے [۱]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی كتاب البر و الصلة تحت باب فضل الاحسان إلى البنات، و الترمذی.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ۱/۲۲۹

یتیم اورعورت کے حق کو پورا کرنے کی تاکید

(۲۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ خُوَیْلِدِ بْنِ عُمَرٍ و الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ اَلْیَتِیْمِ وَالْمَرْأَۃِ﴾

حدیث حسن رواہ النسائی باسناد جید.

ومعنی "أحرج" أُلْحِقُ الْحَرَجَ، وَھُوَالْاِثْمُ بِمَنْ ضَیَّعَ حَقَّھُمَا، وَأُحَذِّرُمِنْ ذَالِکَ تَحْذِیْرًا بَلِیْغًا، وَأَزْجُرُ عَنْہُ زَجراً أکِیداً"

ترجمہ: ''حضرت ابوشریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: کہ اے اللہ! میں ڈرتا ہوں یتیم اورعورت کے حق کا خیال نہ رکھنے سے۔ (یہ حدیث حسن نسائی میں صحیح سند کے ساتھ روایت ہے) "احرج" جوشخص ان دونوں کے حقوق کو ضائع کرتا ہے میں اسے گناہ گار سمجھتا ہوں اوراسے پرزور ڈراتا ہوں اور سخت تاکید کے ساتھ اس کی حق تلفی سے روکتا ہوں۔''

لغات: ❖ اُحرّج: و احرج گناہ میں بتلا کرنا، تنگی میں ڈالنا۔ الحرج گناہ، گھنے درختوں والی تنگ جگہ۔

تشریح: اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ اَلْیَتِیْمِ وَالْمَرْأَۃِ: میں ڈراتا ہوں یتیم اورعورت کے حق کا خیال نہ کرنے سے۔

عورت کے حق کو ادا کرنے کی تاکید

ان دو چیزوں میں سے ایک عورت ہے۔ زمانہ جاہلیت کے مقابلہ میں اسلام نے عورت کی ذات کو ایک نعمت قرار دیا ہے اس کا ذکر خیر اور مدح کے ساتھ کیا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک، حسن معاشرت اور نرمی و ملاطفت کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔

عورتوں کی چار ہی حالتیں ہوتی ہیں ماں، بیٹی، بہن اور بیوی۔ ان سب کی حیثیت سے ان کے حقوق متعین فرمائے اور اس کو وراثت میں حصہ دار بنایا اوراس کو املاک میں مالک بنایا۔

یتیم کے حق کو ادا کرنے کی تاکید

اسی طرح شریعت نے یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بار بار تاکید فرمائی اس سلسلہ میں حکم فرمایا کہ یتیم بچوں کو اپنے آغوش شفقت میں لے، غریب یتیموں کی پرورش اور صاحب املاک یتیموں کے مال ومتاع کی حفاظت اوران کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے بلکہ اپنی اولاد کی طرح ان یتیم بچوں اور بچیوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"کُنْ لِلْیَتِیْمِ کَالْاَبِ الرَّحِیْمِ" (۱) یتیم کے لئے مہربان باپ کی طرح بن جانا۔

تخریج حدیث: أخرجه أحمد فی مسنده ۲/۴۳۹ و ابن ماجه فی باب حق الیتیم.

حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: میں اختلاف ہے بعض خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض عمرو بتاتے ہیں کنیت ابوشریح ہے اسی سے زیادہ مشہور ہوئے۔

فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ میں شریک تھے۔ (طبقات ابن سعد)

ان کی سخاوت بہت مشہور تھی انہوں نے اعلان کیا ہوا تھا کہ کوئی بھی میرا دودھ، گھی وغیرہ چاہے بغیر اجازت کے بلا تکلف کھا سکتا ہے۔ (استیعاب ۲/۱۶۷)

مرویات: ان سے بیس روایات منقول ہیں، دو بخاری ومسلم دونوں میں ہیں ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں (تہذیب الکمال ۴۵۲)

وفات: ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (طبقات ابن سعد)

---

(۱) ادب المفرد: باب کن للیتیم کالاب الرحیم

اللہ کی مدد اور روزی کمزوروں کی وجہ سے ہے

(۲۷۱) ﴿وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِبْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأٰی سَعْدٌ أَنَّ لَهٗ فَضْلاً عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ﴾

(رواه البخاری هکذا مرسلاً، فإن مصعب بن سعد تابعی، و رواه الحافظ أبوبکر البرقانی فی صحیحه متصلاً عن مصعب عن أبیه رضی الله عنه)

ترجمہ: ''حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اس کو اس کے نچلے درجے والوں پر فضیلت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نہیں مدد کئے جاتے ہو اور رزق نہیں دیئے جاتے ہو مگر اپنے کمزور لوگوں کی وجہ سے۔''

بخاری نے اس حدیث کو مرسل ذکر کیا ہے اس لئے کہ مصعب بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ تابعی ہے اور حافظ ابوبکر برقانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اپنی صحیح کتاب میں متصل مصعب عن ابیہ کے ساتھ روایت کی ہے۔

لغات: ❖ تُرزقون: (ن) رَزَقَهٗ، رِزْقًا کسی کو رزق پہنچانا، روزی دینا۔

تشریح: ## حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ

رَأٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلاً عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اس کو اس سے کم درجے والوں پر فضیلت حاصل ہے۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ صاحب اوصاف وکمال صحابی تھے کہ ان میں بہادری بھی

تھی، سخاوت بھی، جود و کرم وغیرہ۔ چنانچہ ان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میں لوگوں کی زیادہ امداد و مدد کرتا ہوں بنسبت دوسروں کے۔ اس بات کو محسوس کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ تمہاری سوچ غلط ہے بلکہ جو طاقت وقوت و مال و دولت میں تم سے کمتر ہیں ان کی عزت و اکرام کرو کہ ان کی ہی برکت سے لوگوں کو مال و دولت دیا جاتا ہے۔ [1] بقول شاعر عزت کا معیار کیا ہے۔

انما العز و الغنی فی تقی اللّٰہ و العمل

ترجمہ: ''عزت اور غنا دل صرف اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور نیک اعمال کرنے میں ہے۔''

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ: ایک دوسری روایت میں اس کی وجہ بتائی گئی ہے: ''اِنَّمَا نَصُرُ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعِيْفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ'' کے الفاظ بھی آتے ہیں [2] کہ اس امت کی مدد کمزوروں کی دعاؤں ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں: ''اِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ'' [3] بھی آتا ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ تم کو روزی اور امداد کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب من استعان بالضعفاء و الصالحین فی الحرب و النسائی، و أحمد ۱/۱۴۹۳۔

راوی حدیث حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: مصعب، والد کا نام سعد تھا تابعی ہیں یہ عموماً حضرت علی بن ابی طالب، ابن عمر وغیرہ سے روایت نقل کرتے ہیں اور ان سے عموماً مجاہد ابواسحاق وغیرہ روایت نقل کرتے ہیں۔

اسماء الرجال والے ان کی ثقاہت پر متفق ہیں صاحب طبقات بن سعد فرماتے ہیں ''کان ثقة کثیر الحدیث''

وفات: ۱۰۳ھ میں انتقال ہوا۔

---

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۳۴۷ (۲) رواہ النسائی (۳) رواہ النسائی عن ابی الدرداء

آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کمزوروں میں تلاش کرو

(۲۷۲) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عُوَيْمِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ''اِبْغُوْنِی الضُّعَفَاءَ، فَاِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ، وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ''﴾ (رواه ابوداود باسناد جید)

ترجمہ: ''حضرت ابوالدرداء بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو اس لئے کہ کمزور لوگوں کی بدولت تمہیں فتحیابی حاصل ہوتی اور رزق مہیا ہوتا ہے۔ (ابوداود نے عمدہ سند کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے)''

تشریح: حدیث کے مختلف طرق

اِبْغُوْنِیْ فِی الضُّعَفَاءِ: تم مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو۔

ایک دوسری روایت میں لفظ "فی" نہیں ہے [۱] اور ایک روایت میں "اِبْغُوْنِیْ إِلَی الضُّعَفَاءِ" کا لفظ بھی ہے [۲] جس کا مطلب یہ ہے کہ میرے لئے کمزور مسلمانوں کو تلاش کرو (تاکہ میں ان کی دعاؤں سے مدد حاصل کرو) جیسا کہ ایک روایت میں فرمایا گیا کہ اللہ جل شانہ اس امت کی مدد فرماتے ہیں اس امت کے کمزور لوگوں کی دعا، نماز اور ان کی اخلاص کی وجہ سے۔

اس حدیث میں بھی کمزور اور ضعفاء جو اگرچہ دنیاوی اعتبار سے کمزور ہیں مگر ایمان و یقین کے اعتبار سے مالا مال ہیں ان کی فضیلت بیان کی جارہی ہے ان لوگوں کے مقابلے میں جو دنیا میں بڑے ہیں، مال و دولت والے ہیں مگر ایمان و یقین سے خالی ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد فی کتاب الجهاد تحت باب فی انتصار بأرذل الخیل والضعفة. و أحمد ۲۱۷۹/۸ و الترمذی والنسائی و ابن حبان ۴۷۶۷۔

حضرت ابوالدرداء عویمر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عویمر، کنیت ابودرداء، قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تعلق ہے۔ شروع میں تجارت کرتے تھے پھر عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا، غزوہ بدر کے وقت تک مسلمان نہ تھے احد کے بعد غزوات میں شریک ہوتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں دمشق چلے گئے۔ ان کا حلقہ درس بہت مشہور تھا ایک دن شمار کیا تو سولہ سو طالب علم موجود تھے۔ بہت ہی تواضع والے آدمی تھے ایک مرتبہ دمشق میں اپنے ہاتھ سے پودا لگا رہے تھے ایک شخص کو تعجب ہوا اس نے کہا کہ آپ اپنے ہاتھ سے درخت لگا رہے ہیں فرمایا: اس میں بڑا ثواب ہے (مسند ابوداود طیالسی) بہت مہمان نواز تھے کئی کئی ہفتوں تک بعض مہمان قیام کرتے۔ (مسند ابوداود طیالسی)

وفات: ۳۲ھ میں انتقال ہوا۔

مرویات: روایات کی تعداد ۱۷۹ ہے ان میں سے بخاری میں ۱۳ اور مسلم میں ۸ مندرج ہیں باقی دوسری کتب احادیث میں ہیں۔

---

(۱) رواہ ابوداود (۲) صحیح ابن حبان عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ (۳) رواہ النسائی

(۳۴) بَابُ الْوَصِیَّةِ بِالنِّسَاءِ

عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء: ۱۹)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: "کہ عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گذارہ کرو۔"

تشریح: آیت بالا میں شوہروں کو خطاب ہے کہ بسا اوقات بیوی شوہر کو پسند نہ ہوتی تو شوہر ایک طرف تو اس کے حقوق زوجیت بھی ادا نہ کرتا اور دوسری طرف اس کو طلاق بھی نہ دیتا صرف اس وجہ سے کہ وہ خود ہی مال و زیور دیکر خلع کرے یا جو کچھ مہر میں ہے وہ معاف کردے۔ یہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر بیوی کسی وجہ سے تم کو پسند نہ آئے، طبیعت نہ چلے تو اب تم اس پر ظلم نہ کرو۔ ایسا نہ کرو، گذارہ کر سکتے ہو تو گذارہ کرلو ورنہ طلاق دے دو تا کہ وہ کسی اور کے ساتھ اپنی زندگی گذارے۔

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْحَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْراً رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ۱۲۹)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل مائل بھی نہ ہو جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر لٹکتی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

تشریح: اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ: آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کے نکاح میں ایک سے زائد عورتیں ہوں تو اب ان سب کے درمیان عدل و مساوات کرنا اس مرد پر فرض ہے اور اگر اس کو خوف ہو کہ میں ان سب کے درمیان برابری نہیں کر سکونگا تو اب ایک سے زائد نکاح کرنا جائز نہیں جیسے کہ قرآن میں دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ (۱)

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً: کہ اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ مساوات نہ کرسکونگا تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔ (۲)

فقہاء فرماتے ہیں کہ برابری سے مراد ظاہری برابری ہے مثلاً شب باشی، طرز معاشرت، نفقہ وغیرہ۔ قلبی تعلق میں برابری مراد نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کے بس سے باہر ہے جیسے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِىْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِىْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ﴾

اے اللہ! یہ میری منصفانہ تقسیم اور مساوات اس چیز میں ہے جو میرے اختیار میں ہے اس لئے جو چیز آپ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں (یعنی قلبی میلان) اس میں مجھ پر مواخذہ نہ فرمائیے۔

فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ: کہ تم پورے ہی ایک طرف ڈھل جاؤ تو دوسری عورت لٹکی ہی رہے گی۔ اس لئے ظاہری اعتبار سے ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ بلکہ جو تمہاری قدرت میں ہے اس میں تو مساوات فرض ہے اس میں تو برابری کرو۔

اسی وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو جائے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھایا جائیگا کہ اس کا ایک جانب گرا ہوا ہوگا۔ (۳)

(۱) معارف القرآن ۲/۵۶۶ (۲) مشکوۃ، احمد، اصحاب السنن، وابن حبان، وحاکم فی المستدرک (۳) رواہ اصحاب السنن والدارمی

عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے

(۲۷۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْراً؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ مَافِی الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ، لَمْ یَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ﴾ (متفق علیه) وفی روایة فی الصحیحین: "اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اِسْتَمْتَعْتَ وَفِیْهَا عَوَجٌ"

وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: "إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِیْمَ لَکَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ، فَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا، اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِیْهَا عَوَجٌ، وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا" قَوْلُهُ: "عَوَجٌ" هوبفتح العین و الواو.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اس لئے کہ ان کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے پس اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو اس کا ٹیڑھا پن بدستور رہے گا پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو۔'' (بخاری ومسلم)

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ عورت کی مثال پسلی کی طرح ہے اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس سے فائدہ اٹھانا ممکن ہے جب کہ اس میں ٹیڑھا پن بدستور موجود رہے گا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے وہ کبھی بھی ایک راستہ پر درست نہیں رہ سکتی اگر اس سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے تو اس کے ٹیڑھے پن کے ہوتے ہوئے فائدہ اٹھاتے رہئے۔ اور اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

"عوج" عین کے زبر اور واو کے زبر کے ساتھ آتا ہے۔

لغات: ❖ استوصوا: امر (استفعال) وصی وصیًا (ض) الشیٔ بہ متصل ہونا اتصال کو طلب کرنا۔

❖ اقمتها: اَقَامَ اِقَامَةً و قامةً کھڑا ہونا اقام المائل او المعوج ٹیڑھے کو سیدھا کرنا۔

تشریح: اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا: عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔

اس کے دو مطلب یہ ہیں (۱) عورتوں کے بابت میری وصیت قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ (۲) تم میں سے بعض، بعض سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے بابت وصیت طلب کرے۔ بہر دو صورت میں مطلب یہ ہے کہ عورت فطری طور پر کمزور ہے اور کج فطرت اور کم عقل، اس وجہ سے ان کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کیا جائے۔

عورت کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہونا ایک فطری امر ہے

فَاِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ: عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ اس جملہ میں ایک حکیمانہ تشبیہ دے رہے ہیں کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے دیکھنے میں یہ ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے لیکن پسلی کا حسن اور صحت اس کے ٹیڑھے ہی ہونے میں ہے۔

اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا: اس کا مطلب یہ ہے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ پسلی ٹیڑھی ہے میں اس کو سیدھا کرلوں، تو اب یہ پسلی سیدھی تو ہوگی نہیں بلکہ ٹوٹ جائیگی اسی طرح عورت کا حال ہے اس وجہ سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں عورت کی مذمت ہے حالانکہ یہ عورت کی مذمت نہیں یہ ٹیڑھا پن عورت کا ایک فطری تقاضہ ہے اس لئے اس کو اسی فطری تقاضہ پر رہنے دو، اس کو سیدھا نہ کرو کہ اپنی طبیعت کے موافق اس کو بنانے کی کوشش کرو۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب النکاح تحت باب المداراة مع النساء و مسلم فی کتاب الرضاع، تحت باب الوصیة بالنساء.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عورتوں کو غلاموں کی طرح مت مارو

(۲۷۴) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِيْ عَقَرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذِانْبَعَثَ أَشْقَاهَا" انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيْزٌ، عَارِمٌ مَنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهِ، ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ، فَوَعَظَ فِيْهِنَّ، فَقَالَ: "يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ اِمْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ" ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضِحْكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ وَقَالَ: "لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟"﴾ (متفق علیه)

"والعارم" بالعين المهملة والراء: هو الشرير المفسد، وقوله: "انبعث" أي: قام بسرعة.

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ خطبہ فرمارہے تھے آپ ﷺ نے (اس میں حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی اور اس کے قاتل کا ذکر فرمایا، آپ ﷺ نے قرآن پاک کی آیت پڑھی "اِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا" کہ اونٹنی کے پاؤں کاٹنے کے لئے قوم ثمود کا ایک بڑا

سردار طاقتور کھڑا ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں فرمایا کہ تم اپنی عورتوں کو یوں مارتے ہو جیسے غلام کو مارا جاتا ہے شاید پھر اسی دن آخر میں اس سے مجامعت کرنا پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے ریح کے خارج ہونے پر ہنسنے کے متعلق وعظ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم ایسے کام پر کیوں ہنستے ہو جس کو خود بھی کرتے ہو؟''

''العارم'' عین مہملہ اور را کے ساتھ بمعنی شریر مفسد آدمی۔

''انبعث'' تیزی کے ساتھ کھڑا ہونا۔

لغات: ❖ انبعث: تیزی سے ظاہر ہونا، بَعَثَهُ (ف) بَعْثاً و تَبْعَاثاً، برانگیختہ کرنا، ابھارنا۔

❖ الضرطة: ضَرَطَ (ض) ضَرَطاً و ضَرِطاً و ضُرَاطاً و ضَرِيطاً، گوز کرنا، آواز سے ہوا خارج کرنا۔

❖ عارم: بدخلق، موذی (ن ض) عَرَمَ عُرَاماً عَرِمَ (س) و عَرُمَ (ک) عَرَامَةً شدید ہونا، شوخ ہونا خوش ہونا، بدخلق ہونا، خراب ہونا، صفت عرم و عارمٌ۔

تشریح: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ: تم عورتوں کو یوں مارتے ہو جیسے غلام کو مارا جاتا ہے۔

اس جملہ میں ایک نفسیاتی نکتہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے جنسی لذت حاصل کرتا ہے تو اس کے لئے یہ کیسے مناسب ہوسکتا ہے کہ بیوی کو وحشیانہ اور بیدردی سے غلاموں کی طرح مارے اس حرکت سے سختی سے منع کیا گیا کہ آپس میں پیار و محبت سے رہیں۔ [۱]

ایک شیخ کا عجیب وغریب عبرتناک واقعہ

لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ؟ کہ جو بات اپنے اندر موجود ہو تو جب وہ کسی سے سرزد ہو تو اس پر کیوں ہنسا جائے گا تو اب وہ شخص خجالت اور شرمندگی محسوس کرے گا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تحت ایک عبرت ناک واقعہ لکھا ہے، ایک حاتم محدث عالم گذرے ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت مسئلہ معلوم کرنے آئی اسی دوران اس کی ریح خارج ہوگئی اس عورت کو شرمندگی سے بچانے کے لئے انہوں نے فرمایا کہ ذرا زور سے کہو کیا کہہ رہی ہو؟ ظاہر کیا کہ میں اونچا سنتا ہوں وہ عورت تو مطمئن ہوگئی کہ یہ بہرے ہیں بعد میں شیخ حاتم نے سوچا کہ اگر اس عورت کو معلوم ہوگا کہ میں تو بہرہ نہیں تھا تو اس کو افسوس ہوگا اس بناء پر انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے بہرا بنائے رکھا [۲] بقول شاعر ؎

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے   لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر عقل مند آدمی کو چاہئے کہ جب بھی وہ کسی کی عیب گیری کا ارادہ کرے تو دل میں سوچے کہ میں اس عیب سے تو پاک نہیں تو اب دوسرے پر یہ عیب کیوں لگاؤں۔ [۳]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب التفسیر تحت تفسیر والشمس و ضحا ها و فی کتاب النکاح تحت باب ما یکره من ضرب النساء. و مسلم فی کتاب الجنة و صفة نعیمها، تحت باب النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء. و أحمد ١٦٢٢٢/٥، الترمذی و ابن ماجه، والدارمی و ابن حبان ٥٧٩٤۔

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، والد کا نام زمعہ، والدہ کا نام قریبہ تھا۔ جو ام المؤمنین حضرت ام سلمۃ کی بہن تھیں یہ روسائے قریش میں گھرانہ تھا۔ والد زمعہ غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے مارے گئے (اسد الغابۃ ۱۶۴/۳)

عبداللہ فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوئے حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت زیادہ آیا جایا کرتے تھے۔

وفات: ۳۵ھ میں جنگ جمل میں یزید کے عہد حکومت میں حرہ کے مشہور واقعہ میں وفات پائی (اصابہ ۷۱/۴)

موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ کل ہماری باری ہے

مرویات: ان سے کتب حدیث میں صرف ایک ہی روایت ملتی ہے اور وہ بھی متفق علیہ ہے یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔ (تہذیب الکمالی ۱۹۸)

---

(۱) مظاہر حق جدید ۳۷۳/۳ (۲) مرقاۃ ۲۶۵/۶ مظاہر حق جدید ۳۷۳/۳ (۳) مظاہر حق جدید ۳۷۳/۳ مرقاۃ ۲۶۵/۶

اگر کسی میں کوئی خصلت بری ہے تو کوئی اچھی بھی ہوگی

(٢٧٥) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا یَفْرَکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ کَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا آخَرَ" أَوْ قَالَ: "غَیْرَهُ"﴾ (رواه مسلم)

قوله "یفرک" هوبفتح الیاء واسکان الفاء وفتح الراء معناه: یبغض، یقال فَرِکَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا، وَ فَرِکَهَا زَوْجُهَا، بِکَسْرِ الرَّاءِ، یَفْرَکُهَا بِفَتْحِهَا، أَیْ: أَبْغَضَهَا. والله أعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایمان والا آدمی کسی ایمان والی عورت سے دشمنی نہ کرے اگر ایک خصلت کو ناپسند سمجھے تو دوسری خصلت یقیناً پسند ہوگی۔ آپ ﷺ نے لفظ "آخر" فرمایا۔ یا لفظ "غیرہ" فرمایا۔''

"یفرک" یا کے زبر اور فا کے سکون اور را کے زبر کے ساتھ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دشمنی رکھتا ہے یعنی عورت نے اپنے خاوند سے دشمنی رکھی اور خاوند نے اپنی عورت سے دشمنی کی۔ فَرِکَ را کے زیر کے ساتھ اور یَفْرَکُ را کے زبر کے ساتھ۔

لغات: ❖ لا یفرک: (س) فرکه فرکاً و فرکاً و فروکاً و فرکاناً، بغض رکھنا یہ میاں بیوی کے بغض کے لئے مخصوص ہے۔

تشریح: اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ: اگر اس کی کوئی عادت یا صفت اسے ناپسند ہوگی تو اس کی دوسری صفت سے وہ خوش بھی ہوگا۔

حدیث میں حکیمانہ نکتہ

اس جملہ میں ایک عجیب حکیمانہ نکتہ بیان کیا جا رہا ہے کہ کسی شخص میں اگر کچھ خامی یا کوتاہی ہے تو اس میں کچھ خوبی بھی ہوتی ہے تو مرد کو نصیحت کی جارہی ہے کہ اگر عورت میں کچھ خامی نظر آئے جو اس کو ناپسند ہے تو اسے نظر انداز کر کے اس کی خوبیوں پر نظر رکھے اگر اس حکیمانہ نکتہ کو سامنے رکھا جائے گا تو گھروں میں جو جھگڑے کی شکایت ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ جو بے عیب اور اپنے مزاج کے بالکل مطابق اپنا دوست تلاش کرے گا تو وہ ہمیشہ بے یار و مددگار ہی رہے گا۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آدمی میں کچھ خوبی ہے تو کچھ برائی ہے۔ تو ترغیب دی جارہی ہے کہ اچھے خصائل کو پیش نظر رکھا جائے اور برے خصائل سے چشم پوشی کی جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی كتاب الرضاع تحت باب الوصية بالنساء.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۶/۲۶۴ مظاہر حق جدید ۳/۳۷۲

عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ رکھو

(۲۷۶) ﴿وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ: بَعْدَ أَنْ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ، ثُمَّ قَالَ: "أَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا، فَإِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، فَإِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا؛ أَلَا إِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا، وَ لِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا؛ فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَأْذَنَّ فِي بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ، أَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ أَنْ تُحْسِنُوْا إِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ﴾ "رواه الترمذي وقال: حديث حسن صحيح"

قوله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَوَان" أي: أسيرات جمع عَانِيَةٌ، بالعين المهملة، وهي الأسيرة، والعَانِيُ: الاسير. شَبَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةَ فِي دُخُوْلِهَا تَحْتَ حُكْمِ الزَّوْجِ

بِالْاَسِيرِ "وَالضَّرْبُ الْمُبَرِّحُ" هوالشَّاقُّ الشَّدِيْدُ، وقوله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ "وَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً" أي: لا تطلبوا طريقاً تَحْتَجُّوْنَ بِهٖ عَلَيْهِنَّ وَ تُؤْذُوْنَهُنَّ بِهٖ، والله أعلم

ترجمہ: ''عمرو بن احوص جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے حجۃ الوداع میں نبی ﷺ سے سنا کہ آپ حمد و ثنا کے بعد وعظ ونصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرما رہے تھے۔ خبر دار! عورتوں کے ساتھ بھلائی کا انداز اختیار کرو اس لئے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں اور تم ان سے سوائے مجامعت وغیرہ کے کسی اور چیز کے مالک نہیں ہو۔ ہاں اگر وہ ظاہر بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر وہ اس کا ارتکاب کریں تو ان کو بستروں کے لحاظ سے الگ کردو اور انہیں ایسا نہ مارو کہ جو ہڈی کو ظاہر کردے۔ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے لئے کوئی نیا طریقہ تلاش نہ کرو۔ خبردار! تم کو تمہاری عورتوں پر حقوق ہیں اور تمہاری عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے انسان کو پاؤں نہ رکھنے دیں جن کو تم برا جانتے ہو۔ اور وہ تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کو تم برا جانتے ہو اور بیویوں کے بھی تم پر حق ہیں کہ تم لباس اور خوراک میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرو۔ (ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

"عوان" یعنی وہ عورتیں جو قیدی ہیں، یہ "عانية" کی جمع ہے جو عین مہملہ کے ساتھ ہے اور عانی قیدی مرد کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے عورت کو جب وہ خاوند کی حکومت میں داخل ہو جائے قیدی کے ساتھ تشبیہ دی ہے "الضرب المبرح" سخت مارنے کو کہتے ہیں۔

آپ ﷺ کا ارشاد "فلا تبغوا عليهن سبيلاً" یعنی کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرو جس کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کرو اور ان کو تکلیف میں مبتلا کرو۔ واللہ اعلم

لغات: ❖ لا يوطىء: (افعال) اَوْطَأَ اِيْطَاءً فُلَانًا الْاَرْضَ وَ بِالْاَرْضِ، کچلوانا، روندوانا، وَطِىءَ (ض) وَطْئًا الشَّيْءَ برجلہ پاؤں کے نیچے روندنا۔

❖ عوان: جمع عانية قیدی عَنٰى (ن) عَنِيَ عنًى (س) في القوم قیدی ہونا۔

تشریح: وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ: ایسا نہ مارو جو ہڈی کو ظاہر کردے۔

اسلام نے اگرچہ ناگزیر حالات میں عورت کو سرزنش اور مارنے کی اجازت دی ہے لیکن قرآن اور حدیث بالا میں ایک حکیمانہ نصیحت یہ کی گئی ہے کہ سب کے پہلے ان کو وعظ ونصیحت کرو اگر وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو دوسرے نمبر پر اب "فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ" پر عمل کیا جائے کہ ان کے ساتھ رات کو سونا چھوڑ دے اگر اس پر بھی باز نہ آئے تو اب تیسرے نمبر پر "وَاضْرِبُوْهُنَّ" کہ ان کو مارے مگر اس میں بھی اعتدال سے کام لے۔

عورت پر اپنی عصمت اور شوہر کے مال وغیرہ کی حفاظت فرض ہے

لَا یُوْطِئْنَ فُرُشَکُمْ مَنْ تَکْرَھُوْنَ: تمہارے بستر پر ایسے لوگوں کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔
مطلب یہ ہے کہ خاوند کی عدم موجودگی میں عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی عصمت اور خاوند کے مال وغیرہ کی حفاظت کرے اور گھر پر ایسے لوگوں کو نہ آنے دے جن کو خاوند ناپسند کرتا ہو اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب النکاح تحت باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها و ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:
نام: عمرو، والد کا نام احوص، یہ قبیلہ کلاب سے تھے اس لئے ان کو کلابی بھی کہتے ہیں یہاں پر قبیلہ جشمی کی طرف منسوب ہیں۔ علامہ ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ ہم کو نہیں معلوم کہ قبیلہ کلاب کو جشمی کی طرف کس طرح منسوب کیا ہے کیونکہ ان دونوں قبیلوں میں کوئی نسبت بھی نہیں ہے۔
مرویات: ان سے دو حدیثیں مروی ہیں۔

بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے؟

(۲۷۷) ﴿وَعَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ حَیْدَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَیْہِ؟ قَالَ: "أَنْ تُطْعِمَھَا إِذَاطَعِمْتَ، وَتَکْسُوَھَا إِذَا اِکْتَسَیْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْہَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَھْجُرْإِلَّا فِی الْبَیْتِ"﴾ (حدیث حسن رواہ ابوداود) وقال: معنی "لاتقبح" أی: لَاتَقُلْ قَبَّحَکِ اللّٰہُ.

ترجمہ: "حضرت معاویہ بن حیدة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس نے کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو کھانا کھائے تو اس کو بھی کھلائے جب تو لباس پہنے تو اس کو بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارو اور اسے قبیح باتیں نہ کہو اور اس کے ساتھ قطع تعلق نہ کرو مگر گھر کے اندر (یہ حدیث حسن ہے) رواہ ابوداود۔"

"لا تقبح" کا معنی یہ ہے کہ تم اسے نہ کہو کہ اللہ پاک تجھے قبیح بنادے۔

لغات: ❖ لا تقبح: قَبَحَ قُبْحاً و قُبُوْحاً (ف) وقَبَّحَہُ اللّٰہ عن الخیر خدا کا کسی کو خیر سے دور کردینا، قبح لہ وجھہ کسی کام کی برائی کرنا۔

تشریح: "حَقُّ زَوْجِہٖ": خاوند کا حق یہ ہے کہ جو استطاعت و طاقت ہے اس کے مطابق اچھا لباس اور اچھی خوراک اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرے۔

"وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ" چہرے پر مت مارو۔

نافرمان بیوی کو راہ راست پر لانے کے لئے اس کو شریعت نے بطور تنبیہ کے مارنے کی اجازت دی ہے اس میں اعتدال کا حکم دیا ہے اور چہرے پر نہ مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ کیونکہ چہرہ اشرف اعضاء میں سے ہے۔

عورتوں کو چار مواقع پر مارنا جائز ہے

فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے کہ شریعت نے شوہر کو چار باتوں پر مارنے کی اجازت دی ہے۔

١. شوہر کی خواہش وحکم کے باوجود بیوی زینت نہ کرے۔
٢. اسلامی فرائض مثلاً نماز وغیرہ نہ پڑھے۔
٣. شوہر کی اجازت اور رضامندی کے بغیر گھر سے باہر چلی جائے۔
٤. شوہر جماع کے لئے بلائے اور وہ انکار کردے۔[1]

گھر چھوڑ کر عورت کو اذیت نہ دو

وَلَا تَهْجُرُوْا اِلَّا فِي الْبَيْتِ: مت چھوڑو مگر گھر کے اندر ہی۔

مطلب یہ ہے کہ عورت سے تنبیہ کے لئے علیحدگی اختیار کرنی ہے تو اس کے بستر کو چھوڑ دو یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے کمرے کو چھوڑ دیا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداود فی کتاب النکاح تحت باب فی حق المرأة علی زوجها و احمد ٢٠٠٤٢/٧، و ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت معاویہ بن حیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: معاویہ، بصرہ کے رہنے والے تھے پھر خراسان منتقل ہوگئے۔ ان سے عموماً ان کے بیٹے حکیم بن معاویہ روایت نقل کرتے ہیں۔ ان کی وفات اور مرویات کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔

---

(١) فتاوی قاضی خان بحوالہ مرقاۃ ۲۷۳/۶

تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں

(٢٧٨) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح).

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام ایمانداروں سے اکمل ترین ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور بہترین انسان تم میں سے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں (ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ خیارکم: خیر کی جمع خیار (ض) خِیْرَۃً وَ خِیَرَۃً و خِیراً وَ خَیَّرَ الشَّیْءَ عَلٰی غَیْرِہٖ ایک شی کو دوسری پر فضیلت دینا، برتری دینا۔

تشریح:

کامل ایمان والا

اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً: کہ بہترین ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں کیونکہ جب آدمی کامل ایمان والا ہوتا ہے تو وہ دوسرے کے ساتھ اچھے اخلاق و احسان کے ساتھ بھی پیش آتا ہے جیسے کہ آپ ﷺ ایمان کامل والے تھے تو اخلاق کامل والے بھی تھے اس کی شہادت حق تعالیٰ شانہ نے خود دی:

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (۱) اور بے شک آپ عظیم اخلاق والے ہیں۔

عورتوں کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرنے کی وجہ

"وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِھِمْ" بہترین انسان تم میں سے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں۔

اس کی وجہ محدثین یہ فرماتے ہیں کہ عورتیں کمزور اور ضعیف ہوتی ہیں وہ آدمی کی شفقت اور احسان کی زیادہ مستحق ہوتی ہیں اس لئے آدمی خصوصیت کے ساتھ گھر والوں کے ساتھ شفقت اور احسان کا معاملہ کرے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب النکاح تحت باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها. و احمد ۳/۷۴۰۶ و ابوداؤد و هکذا فی ابن حبان ۴۷۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۲۵، مرقاۃ ۶/۲۷۱ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۲۵

عورتوں کو مارنے کی ممانعت

(۲۷۹) ﴿وَعَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِیْ ذُبَابٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَضْرِبُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ" فَجَاءَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰی أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِیْ ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ أَطَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ أُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ" (رواه ابو داود بإسناد صحيح)

قوله: "ذئرن" هو بذال معجمة مفتوحة ثم همزة مكسورة ثم راء ساكنة ثم نون، أي: اِجْتَرَأْنَ. قوله: "أَطَافَ" أي: أَحَاطَ"

ترجمہ: ''حضرت ایاس بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کے خلاف دلیر ہوگئی ہیں تو آپ نے ان کو مارنے کی اجازت دے دی تو آپ ﷺ کی بیویوں کے پاس بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں جو اپنے خاوندوں کی شکایت کررہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ محمد (ﷺ) کے اہل بیت کے پاس بہت سی عورتیں جمع ہوگئیں جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنی بیویوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں پسندیدہ نہیں ہیں۔ (ابوداود نے اس کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

"ذئرن" ذال معجمہ مفتوحہ اس کے بعد ہمزہ مکسورہ اس کے بعد را ساکنہ اس کے بعد نون بمعنی وہ دلیر ہوگئی ہیں۔ "أطاف" بمعنی جمع ہوگئیں۔

لغات: ❖ ذئرن: ذئِر (س) ذئراً غضب ناک ہونا، عنہ ڈرنا، گھبرانا، نفرت کرنا، ناک چڑھانا، ذائر علیہ کسی پر جرات کرنا۔

تشریح: لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ: اللہ کی لونڈیوں کو نہ مارو۔ اگرچہ وہ تم کو ایذا دیں اور طبیعت کے خلاف کام کریں کیونکہ بہترین وہی ہیں جو عورتوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کا معاملہ کرتے ہیں مگر اس کے باوجود بطور تادیب کے مارنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

آیت قرآنی اور حدیث نبوی میں تطبیق

يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ: اپنے شوہروں کی شکایت کررہی تھیں۔

سوال: قرآن میں بھی ہے "وَاضْرِبُوْهُنَّ" مگر حدیث بالا سے تو مطلقا مارنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

جواب: اس کی تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ آیت قرآنیہ کے نازل ہونے سے پہلے آپ نے عورتوں کو مارنے کو منع فرمادیا تھا مگر پھر چند دنوں بعد عورتیں اپنے شوہروں پر غالب آگئیں تو پھر آپ ﷺ نے مارنے کی اجازت فرمادی۔ تائید میں قرآن کی آیت بھی نازل ہوئی مگر پھر جب عورتوں کی طرف سے شکایت کی گئی کہ ان کے خاوند بہت مارنے لگے تو پھر آپ ﷺ نے آخری حکم یہ ارشاد فرمایا کہ مارنا اگرچہ بعض وجوہات کی بنا پر مباح ہے مگر اس کے باوجود صبر وتحمل سے کام لینا اور نہ مارنا ہی بہتر ہوگا۔ [1] کہ وہ بھی انسان ہیں درگذر کا معاملہ کرلیا جائے

سب کی تکلیف ہے اپنی تکلیف ہر بدن اپنا بدن ہو جیسے

تخریج حدیث: أخرجه ابوداود فی کتاب النکاح تحت باب فی ضرب النساء و ابن ماجه، و عبد الرزاق ۱۷۹۴۵، و ابن حبان ٤١٨٩، الدارمی و هکذا فی البیهقی ۳۰۵/۷۔

راوی حدیث حضرت ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب کے مختصر حالات:

ایاس قبیلہ دوس کے تھے بعض لوگوں نے ان کو قبیلہ مزینہ کی طرف منسوب کیا ہے مگر اکثر کے نزدیک دوس کو ترجیح حاصل ہے۔ مکہ کے رہنے والے صحابی ہیں ابن مندہ اور ابونعیم نے اختلاف کیا ہے کہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی ملی یا نہیں۔ بعض کے نزدیک صحبت نہیں ملی۔ ان سے صرف ایک ہی روایت منقول ہے۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲۷۴/۶، مظاہر حق جدید ۳۸۶/۳

نیک عورت بہترین متاع ہے

(۲۸۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا ساز و سامان کا نام ہے اور دنیا کا بہترین ساز و سامان نیک عورت ہے۔"

لغات: ❖ متاع: ہر وہ فانی چیز جس سے کچھ فائدہ اٹھایا جائے، پھر وہ فنا کی نذر ہو چنانچہ کہتے ہیں انما الحیوۃ الدنیا متاعٌ، متع (ف) متوعاً الشیء دراز ہونا۔

تشریح: خَیْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ: دنیا کا بہترین ساز و سامان نیک عورت ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جن چیزوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ان میں سب سے بہترین چیز نیک عورت ہے کیونکہ جہاں اچھی نیک سیرت صالح عورت دنیا کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ وہ آخرت کے کاموں میں بھی مددگار اور مفید ثابت ہوتی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الرضاع تحت باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة" و النسائی و ابن ماجه.

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱۸۹/۱ مظاہر حق جدید ۲۵۳/۳، نزہۃ المتقین ۲۳۶/۱ (۲) مرقاۃ ۱۸۹/۱ مظاہر حق جدید ۲۵۳/۳

(۳۵) بَابُ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ

عورتوں پر مردوں کے حقوق کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَافَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ (النساء: ۳۴)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیئے انہوں نے اپنے مال۔ پھر جو عورتیں نیک ہیں، تابعدار ہیں، نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے۔“

تشریح: اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔

کیونکہ نظام چلانے کے لئے ایک حاکم اور امیر کی ضرورت ہوتی ہے ملک کا نظام چلانے کے لئے بادشاہ ضروری ہے تاکہ نظام صحیح چلتا رہے تو اسی طرح گھر کا نظام بھی اس وقت تک صحیح چلے گا جب کہ مرد اس کا حاکم رہے ساتھ ہی ساتھ مرد کو حکم دیا گیا ہے ”عن تراض منهما و تشاور“ کہ امور خانہ داری میں اپنی من مانی نہ چلائے بلکہ بیوی کے مشورہ کے ساتھ کام کریں۔

﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی۔ مرد کو حاکم کیوں بنایا گیا اس کی پہلی وجہ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے مرد کو عورت پر جو فضیلت دی ہے اکثر مردوں کو کمال عقل، حسن تدبیر، وسعت علم، عظمت جسم، زیادتی قوت وصلاحیت واستعداد وغیرہ کے ساتھ۔ (۱)

وَبِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ: کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ دوسری وجہ کہ مرد عورتوں پر مال خرچ کرتے ہیں نان نفقہ مہر وغیرہ دیتے ہیں۔ (۲)

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ: نیک عورتوں کی چند صفات بیان کی جارہی ہیں۔

قانتات: اس سے مراد اللہ نے جو شوہروں کے حقوق کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس کی تعمیل کرتی ہیں اور عمل کرتی ہیں۔

حَافِظَاتٌ: اس سے مراد اپنی عزت آبرو، شوہر کے مال و اولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔

حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ: اس سے مراد اگر شوہر سامنے نہ بھی ہو یا شوہروں کے وہ اسرار، راز اور وہ اموال جو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں اس کی بھی یہ حفاظت کرتی ہیں۔ (۳)

بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ ان معاملات میں ان عورتوں کی مدد بھی فرماتے ہیں ورنہ نفس وشیطان کے مکائد ہر وقت آدمی کو اللہ کے حکم سے روکتے رہتے ہیں۔ (۴)

(۱)تفسیر مظہری اردو (۲)تفسیر مظہری اردو (۳)تفسیر مظہری اردو (۴)معارف القرآن ۲/۳۹۹

وأما الأحاديث فمنها حديث عمرو بن الاحوص السابق في الباب قبله

''اس مضمون کی احادیث میں سے حدیث عمرو بن احوص کی حدیث پہلے باب میں گذر چکی ہے''

خاوند کی ناراضگی پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں

(۲۸۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَأْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ﴾ (متفق عليه)

و في رواية لهما: "إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.

وفي رواية قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَامِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ اِمْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطاً عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب خاوند اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے خاوند ناراضگی کے ساتھ رات گذارے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔'' (متفق علیہ)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے جب عورت اپنے خاوند سے دور ہو کر رات گذارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی عورت کو بستر پر آنے کو کہتا ہے اور وہ عورت آنے سے انکار کر دیتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے اس پر ناراض رہتی ہے تاوقتیکہ اس کا خاوند اس سے راضی نہ ہو جائے۔

لغات: ❖ لعنتها: لَعَنَ (ف) لَعْنًا. فُلَانًا لعنت کرنا۔ شرمندہ کرنا۔ گالی دینا۔ نیکی سے دور کرنا۔ دھتکارنا۔

تشریح:

حالت حیض بھی عذر نہیں

فَلَمْ تَأْتِهٖ: شوہر کے بلانے پر وہ نہ آئے۔

کہ اس عورت کو کوئی شرعی عذر مانع ہو تو الگ بات ہے ورنہ شوہر کے بلانے پر وہ آ جائے۔ اس حدیث کی شرح میں علماء فرماتے ہیں کہ حالت حیض بھی عذر نہیں کیونکہ اس صورت میں جماع نہیں کر سکتا مگر لوازم وطی یعنی بوسہ لینا، بدن کو بدن سے ملانا وغیرہ تو کر سکتا ہے۔ تو اس حالت میں شرم گاہ کے علاوہ باقی جسم کے حصوں سے تو وہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ (۱)

صبح کی قید اتفاقی ہے

فَبَاتَ غَضْبَانَ: رات گذارتا ہے شوہر ناراضگی کے ساتھ۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رات کا ذکر فرمایا کیونکہ عموماً یہ صورت رات کو پیش آتی ہے اگر دن میں یہ بات ہو تو پھر دن میں بھی عتاب ہوگا۔ (۲)

حَتّٰی تُصْبِحَ: دوسری روایت میں آتا ہے "حتی ترجع."(۳)

اس حدیث سے بعض علماء نے ایک لطیف یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ خاوند کی شریعت کی نگاہ میں کتنی اہمیت ہے کہ اس کے جنسی جذبات کی تسکین کے بارے میں اللہ کے فرشتے ناراض ہو جاتے ہیں اگر کوئی دینی معاملہ ہو اور اس پر خاوند ناراض ہو تو پھر یہ کتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہوگا؟ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب النکاح و کتاب بدء الخلق. و مسلم فی کتاب النکاح، تحت باب تحریم امتناعها من فراش زوجها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) حدیث نمبر ۲۸۲

(۲) مظاہر حق جدید ۳/۳۷۵

(۳) بخاری

(۴) مظاہر حق جدید ۳/۳۷۵

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا بھی جائز نہیں

(۲۸۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَیْضاً أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "لَا یَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ أَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ، وَلَاتَأْذَنَ فِیْ بَیْتِهٖ إِلَّا بِإِذْنِهٖ﴾ (متفق علیه و هذا لفظ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کے لئے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر پر آنے کی اجازت نہ دے (بخاری و مسلم، اس حدیث کے الفاظ بخاری کے ہیں)۔"

لغات: ❖ لاتأذن: اذِنَ (س) اَذَنًا اِلَیْهِ وَلَهٗ. کان لگانا، سننا۔ إِذْنًا و آذِینًا له فی الشئ اجازت دینا، مباح کرنا۔

تشریح: نفلی روزہ نہ رکھنے کی وجہ

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ اَنْ تَصُوْمَ: شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ جائز نہیں ہے۔
علماء نے اس روزہ سے نفلی روزہ مراد لیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے ﴿وَمِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلٰی زَوْجَتِهٖ اَنْ لَّا تَصُوْمَ تَطَوُّعاً اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَاِنْ فَعَلَتْ لَمْ يُقْبَلْ﴾ (۱) شوہر کا حق بیوی پر جو ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے اگر اس نے رکھ لیا تو قبول نہیں ہوگا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوہر کا حق بیوی سے فائدہ حاصل کرنے کا ہر وقت میں ہے اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھتی ہے تو شوہر کا حق فوت ہونے کی وجہ سے یہ روزہ جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

شَاهِدٌ: حاضر ہو۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر شوہر غائب ہو سفر وغیرہ میں ہو تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر بھی یہ عورت روزہ رکھ سکتی ہے۔ (۳)

وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔
شوہر کی طرف سے صریحاً اجازت ہو یا ضمناً ہو مثلاً گھر میں مہمان وغیرہ آتے ہیں تو ان کا اکرام خاوند کی عدم موجودگی میں بھی کر دیا جاتا ہے اس کی اجازت ضمناً ہوتی ہے اس لئے جائز ہوگا۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه البخاري، في كتاب النكاح تحت باب لا تاذن المرأة في بيت زوجها و مسلم في كتاب الزكاة تحت باب ما انفق العبد من مال مولاه و ابوداود و ابن حبان ۳۵۷۲، و هكذا في البيهقي ۲۹۲/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) رواہ الطبرانی
(۲) شرح مسلم للنووی
(۳) شرح مسلم للنووی
(۴) روضۃ المتقین ۳۲۹/۱

ہر ایک حاکم ہے قیامت کے دن اس سے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا

(۲۸۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ، وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَهْلِ بَيْتِهٖ؛ وَ الْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰی بَيْتِ

زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم سب حاکم ہو اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھا جائیگا اور امیر حاکم ہے، آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر بار اور اس کی اولاد پر نگہبان ہے پس تم سب لوگ حاکم ہو اور تم سب سے تمہاری رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔“ (متفق علیہ)

لغات: ❖ راعٍ: رَعٰی یَرْعٰی(ف) رَعْيًا و رِعَايَةً و مَرْعًى و رَعَى الْمَاشِيَةُ الكلاءَ۔ جانوروں کا گھاس چرنا۔ الامیر رعیّته رعایةً اپنی رعایا پر سیاست رانی کرنا، انتظام مملکت انجام دینا۔

تشریح: رَعِيَّتِهٖ: اس چیز کو کہتے ہیں جو نگہبان کی حفاظت و نگرانی میں ہو۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک کی رعایا، مطلب یہ ہے کہ اس ملک کے حکمران کے ذمہ اور اس کی حفاظت میں ہیں۔ (۱)

اَلْاَمِيْرُ رَاعٍ الخ: علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا اس لحاظ سے نہایت اہمیت رکھتی ہے کہ اس حدیث میں معاشرے کے ہر فرد کو چاہے کہ ایک حاکم ہو یا ملازم، مرد ہو یا عورت سب کو اپنے کام کے اعتبار سے ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ (۲)

انسان سے اس کے اعضاء کے بارے میں بھی سوال ہوگا

بعض علماء نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ ہر ایک ذمہ دار ہے یہاں تک کہ ہر شخص اپنے جسم کے اعضاء کا بھی ذمہ دار ہے لہٰذا قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے اعضاء کے بارے میں بھی سوال ہوگا کہ تم نے ان اعضاء کو کہاں کہاں استعمال کیا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخارى فى كتاب النكاح و فى كتاب الجمعة فى القرى و المدن و مسلم فى كتاب الامارة تحت باب فضيلة الامام العادل. و أخرجه احمد ٢/٤٤٩٥ و ابوداود و الترمذى و ابن حبان ٤٤٨٩ و هكذا فى البيهقى ٦/٢٨٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۳/۶۷۰

(۲) روضۃ المتقین ۱/۳۳۰

(۳) مظاہر حق جدید ۳/۶۷۰

جب بھی خاوند بلائے بیوی کو لبیک کہنا چاہئے

(۲۸۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ طَلَقِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ﴾ (رواه الترمذی والنسائی و قال الترمذی حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوعلی طلق بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب خاوند اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو اس کو آنا چاہئے اگر چہ وہ تنور پر کیوں نہ ہو۔ (ترمذی، نسائی، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: ❖ دعا: دعا (ن) دُعاءً و دَعْوًی پکارنا، رغبت کرنا، مدد چاہنا۔ الی الامر کسی کو کسی کام کی طرف بلانا۔

تشریح: وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ: اگرچہ وہ تنور کے پاس ہو۔

مطلب یہ ہے کہ شوہر کے بلانے پر بیوی لبیک کہے اگرچہ بظاہر کسی چیز کے ضائع اور نقصان ہونے کا خطرہ بھی ہو نیز حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شوہر کے بلانے پر وہ فوراً آجائے۔ کیونکہ اگر وہ تنور پر روٹی پکا رہی ہے تو چند منٹ کے بعد وہ فارغ ہوجائے گی مگر شریعت نے کہا کہ روٹی لگادی ہے تو اب شوہر نے بلالیا تو اب نکالنے کا انتظار بھی نہ کرے فوراً آجائے [1]

شعر

مرضی تیری ہر وقت جسے پیش نظر ہے اس کی زبان پر اگر ہے نہ مگر ہے

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الرضاع تحت باب ماجاء فی حقّ الزوج علی المرأة و ابن حبان ۴۱۶۵، و هكذا فی البیهقی ۲۹۴/۷، و ابوداود الطیالسی ۱۰۹۷۔

راوی حدیث حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام طلق، والد کا نام علی، کنیت ابوعلی حنفی یمامی، ان کو طلق بن ثمامہ بھی کہا جاتا ہے، مسلمان ہونے کے لئے یمامہ کے وفد کے ساتھ آئے تھے۔ مرویات: ان سے چودہ روایات منقول ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان چودہ میں سے ایک روایت بھی بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔

(۱) مظاہر حق جدید ۳/۳۸۳

اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی شوہر کو سجدہ کرتی

(۲۸۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ كُنْتُ آمِراً أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا﴾ (رواه الترمذی و قال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی کو حکم دیتا سجدہ کرنے کا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: ❖ یسجدُ: سجد (ن) سُجُودًا عاجزی وخاکساری سے جھکنا عبادت میں پیشانی وناک زمین پر رکھنا۔

تشریح: لَاَمَرْتُ الْمَرْأَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا: کہ میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ شوہر کے بیوی پر اتنے زیادہ حقوق واجب ہوتے ہیں کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا اگر کسی کو جائز ہوتا تو شوہر کے حقوق کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا تھا کہ بیوی اس کو سجدہ کرے۔ مگر شریعت محمدیہ میں غیر اللہ کا سجدہ مطلقاً حرام ہے اس لئے بیوی اپنے شوہر کو سجدہ نہ کرے مگر اس کی اطاعت ضرور کرے گی (۱) یعنی اسلام نے ہم کو سبق دیا ہے معلوم ہوتا ہے کسی شاعر نے عورتوں کو مخاطب ایسے ہی موقع کے لئے کیا ہے

سر جھکا دیں شوق سے حق کی اطاعت کیلئے — اور کیا شی ہے اسی کا نام تو اسلام ہے

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الرضاع تحت باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، و ابن حبان ٤١٦٢ و هکذا فی البیهقی ٢٩١/٧، و له شاهد عند الحاکم و البزار عن حدیث عبد الله بن بریده عن أبیه و شاهد آخر من حدیث انس عند أحمد و النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲۷۲/۶ مظاہر حق جدید ۳۸۳/۳

شوہر راضی ہو تو وہ عورت جنت میں جائیگی

(٢٨٦) ﴿وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ، وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ﴾ (رواه الترمذی و قال حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی عورت انتقال کر گئی اور اس حال میں کہ اسکا شوہر اس سے راضی تھا، تو وہ عورت جنت میں جائے گی۔ (ترمذی) صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔''

لغات: ❖ ماتتْ: مَاتَ يَمُوْتُ (ن) موتاً مرنا آگ کا بجھانا، کپڑے کا بوسیدہ ہونا مَاتَ فَوْقَ الرَّحْلِ گہری نیند سونا۔

تشریح: زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ: شوہر اس سے راضی ہو۔ ذ

حدیث بالا میں ایسی عورتوں کے لئے خوشخبری ہے جو احکام وفرائضِ اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کی جائز باتوں کو بھی مان کر ان کو خوش رکھنے کا اہتمام کرتی ہیں [۱] اگرچہ یہ ان کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ شعر

پہنچنے میں ہوگی مشقت جو بے حد تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس حدیث میں شوہر کی وہ باتیں جو شریعت کے خلاف ہو اس کو مان کر شوہر کو خوش کرنا مراد نہیں ہے۔ [۲]

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی، فی ابواب الرضاع تحت باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة، و ابن ماجه. له شاهد عند ابن حبان ٤١٦٣ من حديث ابی هريره بإسناد حسن.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۶/۲۷۲ (۲) مظاہر حق جدید ۳/۳۸۳

دنیا کے شوہر کو تکلیف مت پہنچاؤ

(۲۸۷) ﴿وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ! إِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا﴾ (رواه الترمذی و قال حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف نہیں دیتی مگر اس کی بیوی حور عین اس کو مخاطب کر کے کہتی ہے، اللہ تجھے تباہ و برباد کرے تو اس کو تکلیف نہ پہنچا اس لئے کہ وہ تو تیرے پاس مہمان ہے جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے گا۔ (ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)۔''

لغات: ❖ دخیل: اپنے آپ کو غیر قوم کی طرف منسوب کرنے والا جمع دُخلاء، دَخَلَ (ن) دُخُولاً و مَدْخَلاً الدَّارَ گھر میں آنا۔

تشریح: اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ: مگر اس کی وہ بیوی جو حور عین میں سے ہے۔

ہر جنتی آدمی کو جنت میں بھی متعدد بیویاں ملیں گی تو دنیا کی بیوی جب اپنے شوہر کو ناراض کرتی ہیں تو جنت کی اس کی بیوی اس پر ناراض ہو کر جملہ بالا کہتی ہے کہ اللہ تم کو ہلاک کرے اس کو تکلیف مت دو کہ جس طرح یہ تمہارا شوہر ہے تو اسی طرح ہمارا شوہر بھی تو ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے "لَعَنَ الْمَلَائِكَةُ لِعَاصِيَةِ الزَّوْجِ" کہ فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے۔ (۱)

سوال: یہ باتیں جنت کی حوروں کو کیسے معلوم ہوجاتی ہیں کہ اس کے شوہر کو دنیا کی بیوی تکلیف دے رہی ہے؟

جواب ❶: اس کا جواب محدثین یہ دیتے ہیں کہ دنیا میں جو آدمی آتا ہے ملاء الاعلیٰ آسمان کے رہنے والوں کے علم میں وہ آجاتا ہے۔

جواب ❷: یہ کہ اللہ کی طرف سے ان کو اطلاع کردی جاتی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی آخر ابواب الرضاع و ابن ماجه فی کتاب النکاح تحت باب فی المرأة تؤذی زوجها و أحمد ۸/۲۲۱٦۲، و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۳/۳۸۴ و مرقاۃ ٦/۲۷۲

(۲) مظاہر حق جدید ۳/۳۸۴ و مرقاۃ ٦/۲۷۲

عورتوں کے فتنے سے بچو

(۲۸۸) ﴿وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاتَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔" (متفق علیہ)

لغات: ❖ اضر: اسم تفضیل زیادہ تکلیف دینے والا، ضَرَّ (ن) ضَرّاً و ضُرّاً، فُلاناً وَ بِفُلَانٍ نقصان پہنچانا، تکلیف دینا۔

تشریح: عورتوں کے فتنہ کو تمام فتنوں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک فتنہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے۔ جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کا مکر اور فتنہ یہ شیطان کے فتنہ سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے شیطان کے مکر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ضعیف اور کمزور ہے۔ "اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا" مگر عورتوں کے مکر اور فتنہ کے بارے میں قرآن نے کہا "اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ" تمہارا کید بڑا ہے۔ (۱)

نیز علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں میں خواہشات اور دنیا کی حرص مردوں سے زیادہ ہوتی ہے اور دوسری طرف مردوں کے طبائع عورتوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان عورتوں کی محبت میں مرد لوگ دنیا کے حصول میں حرام امور کا بھی ارتکاب کر لیتے ہیں (۲) بقول شخصے کہ اگر دنیا میں عورتیں نہ ہوتی تو سارے مرد جنت میں چلے جاتے۔

کچھ عورتیں اچھی بھی ہوتی ہیں

مگر یہ بات یاد رہے کہ تمام عورتیں ایسی نہیں ہیں بہت سی عورتیں مردوں سے زیادہ آخرت کی طرف متوجہ ہونے والیں اور دوسروں کو آخرت کی طرف متوجہ کرنے والی بھی ہوتی ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب النکاح تحت باب ما یتقی من شؤم المرأة و مسلم فی کتاب الرقاق تحت باب اکثر اهل الجنة الفقراء الخ، أحمد ۲۱۸۰۵/۸، والترمذی و ابن ماجه و ابن حبان ۹٦۷/۵، و عبد الرزاق ۲۰٦۰۸، و هکذا فی البیهقی ۹۱/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۲۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تفسیر قرطبی عن ابی ہریرہ (۲) مرقاۃ ۱۸۹/٦ و مظاہر حق جدید ۲۵۳/۳

---

(۳٦) بَابُ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ

اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرہ: ۲۳۳)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے۔''

تشریح: "وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ": باپ پر یہاں پر قرآن نے والد کے بجائے لفظ مولود لَهٗ (وہ شخص جس کا بچہ ہے) کا لفظ بطور حکمت کے کہا ہے کہ اس بچہ کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہے اگر چہ بظاہر بچہ کی تولید میں ماں اور باپ دونوں شریک ہیں مگر یہ بچہ باپ کا ہی کہلاتا ہے اس وجہ سے پورا نان ونفقہ باپ کے ہی ذمہ لازم ہوگا۔[1]

"رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" اگر بچہ کی ماں اس کے نکاح یا عدت میں ہے تو اس وقت تک اس کی ماں کا نان نفقہ اور ضروریات زندگی بھی اس بچہ کے باپ کے ذمہ ہیں اس لئے فرمایا گیا کہ اس عورت کو نان نفقہ دینا ہوگا اور اگر وہ عورت اب نکاح میں باقی نہیں رہی تو اب بچہ کو دودھ پلانے کا معاوضہ دینا باپ کے ذمہ پھر بھی ہے اس اعتبار سے اب باپ پر عورت کا نان نفقہ آ رہا ہے۔[2]

"بِالْمَعْرُوْفِ" یہ نان نفقہ معروف طریقہ پر ہو۔ اگر میاں بیوی امیر ہیں تو اب امیروں والا نان نفقہ اور اگر دونوں غریب ہوں تو اب غریبوں والا نان نفقہ دینا ہوگا۔ امام کرخی رحمہ اللہ اور ابن ہمام وغیرہ کے نزدیک شوہر کی حیثیت کا اعتبار ہوگا۔[3]

---

(۱) معارف القرآن ۵۸۰/۲ (۲) تفسیر مظہری اردو ۵۲۸/۲ (۳) معارف القرآن ۵۸۱/۲

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿لِيُنفِقْ ذُوسَعَةٍ مِن سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا مَا آتَاهَا﴾ (الطّلاق: ۷)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''چاہئے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے موافق، اور جس کے رزق میں تنگی ہو، وہ جتنا خدا نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔''

تشریح: لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ" یہاں پر بیوی کے نفقہ کی مقدار کا بیان ہے۔

امام ابن ہمام نے لکھا ہے کہ نفقہ میں شوہر کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا اگر شوہر امیر ہے تو پھر امیروں والا نفقہ ملے گا اگرچہ بیوی غریب خاندان ہی کی ہو اور اگر شوہر غریب ہو تو اب غریبانہ نفقہ بیوی کو ملے گا اگرچہ بیوی مال دار خاندان کی ہی کیوں نہ ہو۔[۱]

اس سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ اگر دونوں مالدار ہیں تو امیروں کا نفقہ واجب ہوگا شوہر کے مالدار ہونے کی وجہ سے۔ اور اگر دونوں غریب ہوں تو اب غریبانہ نفقہ واجب ہوگا شوہر کے غریب ہونے کی وجہ سے۔[۲]

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا مَا آتَاهَا: خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت و قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا کہ نادار و مفلس شوہر پر غریبانہ نفقہ واجب ہوگا اگر اس پر امیروں والا نفقہ واجب ہو جاتا تو یہ مشقت میں پڑ جاتا۔[۳]

---

(۱) فتح القدیر ۳/۴۲۲

(۲) تفسیر مظہری اردو ۱۱/ ۵۷۷

(۳) معارف القرآن ۷/ ۴۹۳

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَ مَا أَنفَقْتُم مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ (السبا: ۳۹)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''جو خرچ تم کرتے ہو کچھ چیز وہ اس کا عوض دیتا ہے۔''

تشریح: جو چیز بھی آدمی خرچ کرتا ہے اللہ کی رضا کے لئے تو اس کا بدلہ دنیا میں یا پھر آخرت میں یا دونوں ہی جگہ دیتا ہے۔

بدلہ اس وقت ملے گا جب کہ خرچ اللہ کی رضا اور شریعت کے مطابق ہو اگر ایسا نہیں تو پھر اس کا بدلہ نہیں ملے گا۔ جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نیک کام صدقہ ہے اور کوئی آدمی جو اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے وہ بھی صدقہ کے حکم میں ہے اور جو کچھ خرچ کر کے اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ ہے

اور جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کچھ خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کا بدلہ اس کو دے مگر وہ خرچ جو زائد (فضول) تعمیر میں ہو یا کسی گناہ کے کام میں کیا ہو تو اس کے بدلے کا وعدہ نہیں۔ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی

اپنے اوپر خرچ کرنے سے بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے

(۲۸۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "دِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِىْ رَقَبَةٍ وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ، وَدِيْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا اَلَّذِىْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰى اَهْلِكَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے فی سبیل اللہ خرچ کر ڈالا اور ایک دینار وہ ہے جس کو غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں میں خرچ کیا۔ ان میں سے زیادہ اجر وثواب والا دینار وہ ہے جس کو تو نے اپنے اہل وعیال پر صرف کیا۔'' (رواہ مسلم)

لغات: ❖ اجرٌ: اَجَرَ (ن، ض) اَجْرًا وَ اِجَارَةً وَاٰجَرَ اِيْجَارًا: الرَّجُلَ عَلٰى كَذَا بدلہ دینا۔ مزدوری دینا۔

تشریح: دِيْنَارًا اَنْفَقْتَهٗ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: ایک دینار وہ ہے جس کو تم نے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا۔

مال نہ ہو تو اپنے اوپر خرچ کرنا سب سے مقدم ہوگا

حدیث بالا میں خرچ کی ترتیب بتائی جا رہی ہے بشرطیکہ وہ آدمی غریب ہو، آدمی اپنے بال بچوں کی ضروریات پر پہلے خرچ کرے اس لئے حدیث بالا فرمایا گیا۔

اَعْظَمُهَا اَجْرًا: اس کا اجر سب سے زیادہ ہوگا کیونکہ یہ خرچ اس پر ضروری ہے باقی دوسرے پر خرچ کرنا یہ نفل ہوگا، ظاہر ہے کہ فرض واجب کا اجر نفل سے زیادہ ہوتا ہے؟ (۱)

اگر مال دار ہو تو پھر چار جگہ پر خرچ کرنا واجب ہے

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو صاحب نصاب ہو تو اس پر چار قسم کے واجبات لازم ہوتے ہیں۔

1. اپنے اوپر اور اپنے اقارب پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔
2. سال کے ختم پر زکوٰۃ۔

۳ کفار کا حملہ ہو مسلمانوں پر ان کی مدافعت کرنے والوں کی مدد کرنا بھی لازم ہوگا۔

۴ مضطر پر خرچ کرنا جس سے اس کی جان کا خطرہ زائل ہو جائے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الزكاة تحت باب فضل النفقة على العيال والمملوك.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۴/۲۱۹ (۲) تفسیر کبیر تحت هذه الاية...... و لايحسبن الذين يبخلون بما اتاهم الله من فضله۔ (سورۃ آل عمران آیت: ۱۸۰)

خرچ کرنے کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کرنی چاہئے

(۲۹۰) ﴿وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُقَالُ لَهٗ: أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَوْبَانَ بْنِ بُجْدُدَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفْضَلُ دِيْنَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى عِيَالِهٖ، وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى دَابَّتِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ عَلٰى أَصْحَابِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو عبد اللہ جن کو کہا جاتا ہے ابو عبد الرحمٰن ثوبان بن بجدد آپ ﷺ کے غلام ہیں (ان) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: افضل دینار وہ ہے جس کو انسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار جس کو اللہ کے راستہ میں اپنے چوپائے پر صرف کرتا ہے اور وہ دینار بھی جس کو فی سبیل اللہ اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔''

لغات: ❖ سبیل: راستہ یا کھلی سڑک جمع سُبُل سبیل اللّٰه، جہاد، طلب علم، حج یا ہر امر خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ سَبلَهٗ (ن) گالی دینا، سبَّل المال، مال کو اللہ کے راستے میں لگانا، خیرات کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مفہوم علماء تقریباً وہی بیان فرماتے ہیں جو اس سے پہلے حدیث میں گذرا کہ سب سے پہلے آدمی اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے پھر اس سے بچ جائے تو دوسرے پر خرچ کرے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں واو ترتیب کے لئے آرہا ہے کہ سب سے پہلے اپنے اوپر پھر اپنے گھر والوں پر پھر اپنے جانور وغیرہ پر خرچ کرنا چاہئے۔ (۱)

صاحب کنز العمال رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد روایات اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ اگر آدمی خود ضرورت مند ہو تو سب سے مقدم وہ ہے پھر اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔ اگر اس سے زائد ہو تو پھر دوسرے رشتہ دار پھر زائد ہو تو پھر ادھر ادھر خرچ کرے۔ (۲)

اور اگر اپنے سے زیادہ دوسرے محتاج ہوں یا خود باوجود محتاج ہونے کے صبر پر قادر ہے اور اللہ پر اعتماد کامل ہے تو اس کو دوسرے کو اپنے اوپر مقدم کر دینا کمال کی بات ہوگی ایسے ہی لوگوں کی قرآن نے ان الفاظ سے تعریف کی ہے:

﴿وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، الاية﴾

اوران کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو اس کی ضرورت ہو۔ (اس میں ان کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فضل النفقة علی العیال و المملوک و الترمذی و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ثوبان مولی رسول اللہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاة ۴/۲۱۹ (۲) کنز العمال

اولاد پر خرچ کرنے میں بھی اجر ہے

(۲۹۱) ﴿وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ لِّیْ أَجْرٌ فِیْ بَنِیْ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنْ أُنْفِقَ عَلَیْهِمْ، وَلَسْتُ بِتَارِكِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِیَّ؟ فَقَالَ: "نَعَمْ لَکِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَیْهِمْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں اولاد ابوسلمہ پر خرچ کروں تو کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا جب کہ میں ان کو چھوڑ نہیں سکتی کہ وہ دائیں یا بائیں (روزی کی تلاش میں سرگرداں ہوں) اس لئے کہ وہ تو میرے لڑکے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں تجھے ان پر خرچ کرنے کی وجہ سے ثواب حاصل ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اجرٌ: اجر (ض ن) اَجراً وَ اِجارَةً و اجرَ اِیجاراً الرَّجُلَ عَلٰی کَذَا بدلہ دینا، مزدوری دینا۔

تشریح: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ: حضرت ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا یہ آپ ﷺ کے نکاح میں آنے سے پہلے ابوسلمۃ کے نکاح میں تھیں اور ابوسلمہ سے چار بچے ہوئے ① عمر ② زینب ③ درۃ ④ محمد۔

کیا مجھے اپنے بیٹوں پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اس میں دو احتمال

هَلْ لِّیْ فِیْ بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اَجْرٌ؟ اگر میں اولاد ابوسلمہ پر خرچ کروں تو مجھے ثواب ملے گا۔

اس حدیث میں محدثین فرماتے ہیں دو احتمال ہیں (۱) پہلا احتمال ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے ابوسلمہ کے ان بچوں کے بارے میں سوال کیا جو ان کے بطن سے ہوئے تھے، یہ ام سلمہ کے حقیقی بیٹے تھے کہ ان کو یہ خرچ دیا کرتی تھیں تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَکِ أَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَیْهِمْ: جی ہاں تجھے ان پر خرچ کرنے کی وجہ سے اجر ملے گا۔

دوسرا احتمال حدیث بالا میں یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی شادی ام سلمۃ سے پہلے دوسری عورت سے ہوئی تھی جس سے ابوسلمہ کے کچھ بچے تھے تو اب اس صورت میں یہ بچے ام سلمہ کے سوتیلے بیٹے ہوئے تو اب ام سلمہ ان بچوں کے بارے میں سوال کر رہی ہیں کہ ان سوتیلے بیٹوں پر خرچ کرنے کا بھی مجھے ثواب ملے گا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا[1] "لَکِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَیْهِمْ" تم کو ان پر خرچ کرنے کی وجہ سے اجر ملے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب الزکاة علی الزوج و الایتام فی الحجر، مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین و الزوج و الاولاد. واحمد ۱۰/۲۶۵۷۱۔ و ابن حبان ۴۲۴۶، و هکذا فی البیهقی ۷/۴۷۸۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید

خرچ کرنے سے مقصود اللہ کی رضا ہو

(۲۹۲) ﴿وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ الَّذِیْ قَدَّمْنَاهُ فِیْ أَوَّلِ الْکِتَابِ فِیْ بَابِ النِّیَّةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ: "وَ إِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فِیْ اِمْرَأَتِکَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت سعد بن ابی وقاص اپنی طویل حدیث میں (جس کو ہم نے کتاب کے شروع باب النیۃ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: بے شک جو کچھ بھی تو خرچ کرتا ہے اس سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہے تو اس میں تجھے ثواب حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ بیوی کے منہ میں جو نوالہ جائیگا اس کا بھی ثواب ملے گا۔"

لغات: ❖ تبتغی: اِبْتَغٰی وَ تَبَغّٰی. الشَّیْءَ، طلب کرنا، بَغٰی (ض) بُغَاءً و بَغْیاً و بُغًی و بُغْیَةً و بِغْیَةً. الشَّیْءَ طلب کرنا۔

تشریح: تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ: اس سب کا مقصود اللہ کی رضا ہو۔

حدیث بالا میں اصول کلیہ بیان کیا جارہا ہے کہ ہر عمل میں نیت جب تک اللہ کی رضا کی نہیں ہوگی وہ عمل عند اللہ مقبول نہیں ہوگا۔

تمام اعمال پر اجر نیت کے بقدر ملتا ہے

تَجْعَلُ فِیْ فِیْ اِمْرَأَتِکَ: بیوی کے منہ میں نوالہ رکھنے کا بھی ثواب ملے گا۔

مسلم میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ آتی ہے: حَتیَّ اللُّقْمَۃَ تَجْعَلُھَا فِیْ فِیْ اِمْرَأَتِکَ: [1] یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو (اس کا بھی ثواب ملے گا) بعض دفعہ آپ نے یہاں تک فرمایا۔

وَ فِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ: بیوی کے پاس جانا بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے جب اس کی وجہ معلوم کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "أَرَأَیْتُمْ اِنْ وَضَعَھَا فِیْ حَرَامٍ" [2] کہ اگر وہ حرام جگہ پر شہوت پوری کرے تو گناہ ہے، تو صحیح جگہ میں شہوت پوری کرنے کا اجر بھی ملے گا۔

ان سب امور میں آدمی اللہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ امور حلال طریقہ سے پورے کر رہا ہے تو اس پر اس کو ثواب مل رہا ہے اور اگر یہ امور وہ غلط طریقہ سے پورے کرے تو گناہ ہوگا۔

اسی وجہ سے ارشاد نبوی ہے: "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کہ اعمال کا دار مدار نیتوں پر ہے کہ نیت میں اللہ کی رضا مقصود رہے تو ثواب ملے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الایمان تحت باب ما جاء ان الاعمال بالنیة و فی کتاب الجنائز تحت باب رثی النبی ﷺ سعد بن خوله و مسلم فی کتاب الوصیة تحت باب الوصیة بالثلث و تقدم التخریج فی باب النیة.

نوٹ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) رواہ البخاری

اپنے گھر والوں پر بھی ثواب کی نیت سے خرچ کرنا چاہئے

(۲۹۳) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدِ الْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی أَھْلِہٖ نَفَقَۃً یَحْتَسِبُھَا فَھِیَ لَہٗ صَدَقَۃٌ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت کے ساتھ خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔"

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یحتسبھا: اِحْتَسَبَ. الامر، گمان کرنا، شمار کرنا، حَسِبَ (ن) حَسْباً و حِسَاباً و حِسْبَاناً، گننا، شمار کرنا۔

تشریح. اصول وضابطہ

حدیث بالا میں ایک اصول وضابطہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب تک عمل میں آدمی ثواب کی نیت نہ کرے اس کو ثواب نہیں ملتا مثلاً بھوک میں کھانا کھانا کہ اس میں نیت یہ کرے کہ بھوک میں اللہ کا حکم ہے "کلوا" کہ کھاؤ۔ میں اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے کھا رہا ہوں۔ بھوک تو ویسے ہی ختم ہو جائیگی۔ اگر بھوک لگی کھانا کھا لیا بغیر نیت کے تو پیٹ تو بھر جائیگا مگر ثواب سے محروم رہے گا۔ یہی بات یہاں پر بھی ہے کہ آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کر رہا ہے اگر اس میں اللہ کی رضا کو شامل کر لے تو ثواب مل جائیگا ورنہ مال خرچ کرنے سے اہل وعیال کی اگرچہ ضرورت پوری ہو جائیگی مگر یہ ثواب سے محروم رہے گا۔

"عَلٰی اَھْلِہٖ": علماء فرماتے ہیں کہ اس میں اپنی بیوی بھی داخل ہے اور قریبی رشتہ دار بھی [1] جیسے حدیث نمبر (۲۹۱) کے ضمن میں گذرا کہ بیوی کے سوا دوسرے قریبی رشتہ داروں کا بھی نفقہ آدمی پر ضروری ہے۔

نفقہ تو واجب ہے اس کو صدقہ کیوں کہا گیا ہے

فَھُوَ لَہٗ صَدَقَۃٌ: یہ اس کے لئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔

سوال: بیوی وغیرہ کا نفقہ تو واجب ہوتا ہے تو یہاں پر صدقہ کیوں کہا گیا؟

جواب: صدقہ کا لفظ عام ہے یہ نفل اور واجب سب کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً فقہاء فرماتے ہیں "صَدَقَۃُ الْبَقَرِ" وغیرہ صدقہ سے زکوٰۃ جو فرض ہے وہ مراد ہوتا ہے۔

علامہ مہلب رحمہ اللہ فرماتے ہیں بیوی کا نفقہ واجب ہے مگر صدقہ اس کے ثواب کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ اگر واجب کہتے تو آدمی سمجھتا کہ یہ تو واجب ہے لفظ صدقہ سے اشارہ ہو گیا کہ اس نفقہ میں صدقہ والا ثواب ملے گا۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب ما جاء ان الاعمال بالنیة و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فضل النفقة و الصدقة علی الاقربین و الزوج و الاولاد. و أحمد ٦/١٧٠٨١. و الترمذی و النسائی و ابن حبان ٤٢٣٩۔ والدارمی و هکذا فی البیهقی ٤/١٧٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود البدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۴/۲۱۹ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۳۶

گناہگار ہونے کیلئے یہ بات کافی ہے کہ آدمی اپنے ماتحت کی روزی کو ضائع کردے

(٢٩٤) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وسَلَّمَ: ''كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُّضَيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ﴾ (حديث صحيح رواه ابو داود وغيره)
ورواه مسلم في صحيحه بمعناه قال: ''كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْماً أَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهٗ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے لئے اتنا گناہ ہی کافی ہے کہ جن لوگوں کی روزی کا وہ ذمہ دار ہے اس کے حقوق کو ضائع کردے۔''

یہ حدیث صحیح ہے ابوداود وغیرہ نے ذکر کی ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے کہ آدمی کے لئے اس قدر ہی گناہ کافی ہے کہ جن لوگوں کی خوراک کا وہ ذمہ دار ہے ان سے خوراک کو روک دے۔

لغات: ❖ یقوت: قَاتَ يَقُوْتُ (ن) قُوْتاً وَقِيَاتاً الرَّجُلَ، روزی دینا، رزق دینا، کفالت کرنا، القوت خوراک۔

تشریح: كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْماً اَنْ يُّضِيِّعَ مَنْ يَّقُوْتُ: آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے کافی ہے کہ جن کے حقوق واجب ہیں اس کو ضائع کردے۔

جیسا کہ گذشتہ احادیث میں بیان ہوا کہ آدمی پر اپنے اہل وعیال کا نفقہ لازم ہے جس پر اس کو ثواب بھی ملتا ہے اسی کے برعکس اگر آدمی اس کفالت میں غفلت اور اعراض سے کام لے تو یہ گناہ بھی ہوگا۔

كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْماً: کافی ہے گناہ گار ہونے کے لئے۔

اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر آدمی کے نامۂ اعمال میں اس کوتاہی کے علاوہ اور کوئی گناہ بھی نہ ہو تب بھی نفقہ میں غفلت کرنے کا وبال اور اس پر مواخذہ اس کے لئے کافی ہوگا۔ (۱)

عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهٗ: جس کی خوراک کا وہ ذمہ دار ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ لفظ عام ہے اس میں اہل وعیال کے علاوہ خادم، نوکر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جس کی بھی یہ خوراک کا ذمہ دار ہوتا ہے سب کے لئے یہ حدیث محیط ہے۔ (۲) اس میں آدمی اپنے وقت کو ضائع نہ کرے۔ درقائل

الا الدين و الدنيا كميزان تاجر اذا غط منه كفة علت الاخرى

ترجمہ: ''خبردار! دین اور دنیا تاجر کے پلڑوں کی مانند ہیں جب ایک نیچے ہوجائے تو دوسرا بلند ہوجاتا ہے۔''

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد في اخر كتاب الزكاة و مسلم في كتاب الزكاة تحت باب فضل النفقة على العيال و المملوك. و أحمد ٢/٥٠٠٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزهة المتقين ۱/۲۴۳

(۲) نزهة المتقين ۱/۲۴۳

خرچ کرنے والوں کو فرشتے دعا دیتے ہیں

(۲۹۵) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقاً خلفاً، وَ يَقُوْلُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكاً تلفاً﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے انسان کو اس کا نعم البدل عطا فرما، دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کے مال کو تلف فرما۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تلفاً: تَلِفَ (س) تَلْفاً، ہلاک ہونا، فنا ہونا۔ اَتْلَفَهُ، ہلاک کرنا، برباد کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے جب بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں طرف دو فرشتے اعلان کرتے ہیں جس کو جن وانس کے سوا سب سنتے ہیں کہ اے لوگوں! اپنے رب کی طرف چلو تھوڑی چیز جو کفایت کا درجہ رکھتی ہو اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کردے۔

کنز العمال کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں جن کے متعلق صرف یہی کام ہے کوئی دوسرا کام نہیں ایک کہتا رہتا ہے یا اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما، دوسرا کہتا ہے یا اللہ! روک کر رکھنے والے کو ہلاک و برباد فرما۔ (۱)

"يُصْبِحُ الْعِبَادُ": صبح کے وقت۔

کنز کی روایت سے معلوم ہوا کہ صرف صبح یا شام مراد نہیں بلکہ ہمہ وقت فرشتے کی یہی دعا ہوتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقاً خَلَفاً: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما۔

جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے: "وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ."

تم جو کچھ بھی (اللہ کی رضا کے لئے) خرچ کرتے ہو اس کا بدلہ اللہ عطا فرما دیتا ہے۔ (۲)

اسی طرح بخاری ومسلم کی ایک روایت میں آتا ہے:

أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ: اے آدم کی اولاد! خرچ کرو میں تیرے اوپر خرچ کرونگا۔

مال خرچ نہ کرنے والوں کو فرشتے بد دعا دیتے ہیں

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفاً: اے اللہ! روکنے والے کا مال تباہ و برباد فرما۔

صاحب فتح الباری فرماتے ہیں کہ کبھی تو مال میں بربادی اسی مال کی ہوجاتی ہے۔ اور کبھی صاحب مال کی کہ مال موجود ہے مگر مال والے کا ہی انتقال ہوگیا۔ اور کبھی یہ بربادی نیک اعمال کے ضائع ہونے سے ہوتی ہے کہ اس مال میں پھنسنے کی وجہ

سے نیک اعمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب قوله تعالیٰ و أما من أعطی و اتقی. و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فی المنفق و الممسک. و أحمد و ابن حبان ۳۳۳۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) کنز العمال (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۸۴/۴ (۳) فتح الباری شرح بخاری

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے

(۲۹۶) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ مَاكَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ (یعنی خرچ کرنے والا) نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرو اور بہتر صدقہ وہ ہے جس میں نفس کا غنا موجود ہو۔ اللہ اس کو بچا لیتا ہے جو شخص سوال سے بچنا چاہتا ہے اور جو شخص غنا کا طالب ہے اللہ اس کو غنا دے دیتا ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ تعول: عال (ن) عَولاً عَيَالَةً، عُوُولاً الرَّجُلُ عَيَالَهٗ، آل واولاد کے معاش کی کفالت کرنا۔

تشریح: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا": اوپر والا ہاتھ اس سے مراد دوسری روایت میں "اَلْيَدُ الْمُنْفِقَةُ" کہ خرچ کرنے والا ہاتھ "اليَدُ السُّفْلٰى" سے مراد "اَلْيَدُ السَّائِلَةُ" ہے۔ (۱)

خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى: بہترین صدقہ وہ ہے جن میں نفس کا غنٰی موجود ہو۔

مطلب یہ ہے کہ سارا مال خرچ نہ کرو کہ خود ہی فقیر بن جاؤ۔ بلکہ اتنا خرچ کرو کہ اس کے بعد بھی غنٰی موجود رہے اور سب سے پہلے اپنے اہل وعیال سے خرچ کرنے کی ابتدا کی جائے کہ ان کا نفقہ تمہارے اوپر واجب اور ضروری ہے۔

سوال: حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اتنا خرچ کرے کہ کچھ اس کے پاس موجود ہو مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبوک کے موقع پر سب کچھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ ﷺ نے اس کو قبول بھی فرما لیا؟

جواب: اس کا جواب محدثین یہ فرماتے ہیں کہ اگر خرچ کرنے والے کو اللہ کی ذات پر اس درجہ اعتماد و توکل ہے کہ ہمیں خدا نے آج دیا ہے، وہ کل بھی ضرور دے گا تو ایسا شخص سب مال خرچ کر سکتا ہے جس کے ایمان و یقین میں کمی ہو تو وہ اپنے پاس

کچھ نہ کچھ مال رکھے تا کہ کل دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الزکاۃ تحت باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ (۲) مظاہر حق جدید ۳/ ۲۷۹ مرقاۃ شرح مشکوۃ ۴/ ۲۱۸

(۳۷) بَابُ الْاِنْفَاقِ مِمَّا يُحِبُّ وَ مِنَ الْجَيِّدِ

پسندیدہ اور عمدہ چیز کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (ال عمران: ۹۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیزوں سے کچھ۔“

تشریح: ”اَلْبِرَّ“ کا معنی انعام، جنت، بھلائی، احسان کی وسعت، سچائی، طاعت وغیرہ۔ مراد یہاں پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد وغیرہ کے نزدیک جنت ہے۔

مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک البر سے مراد یہاں پر تقوی ہے۔ بعض علماء کے نزدیک طاعت اور بعض کے نزدیک بھلائی، حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابرار ہونا ہے۔ (۱)

”تُنْفِقُوا“ خرچ کرو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ خرچ کرنے سے مراد صدقہ نافلہ اور واجبہ دونوں قسم کو شامل ہے۔

”مِما تُحِبُّوْن من“ عربی زبان میں تبعیض کیلئے آتا ہے یعنی بعض۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ سب کچھ ہی خرچ نہ کرو بلکہ جو کچھ تمہارے پاس تمہارے محبوب و پسندیدہ اشیاء ہیں ان میں سے بعض کو بھی خرچ کرو گے تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ صدقہ میں محبوب اور اچھی چیز دینی چاہئے۔ نہ یہ کہ جو خراب اور بیکار ہے اسی کا صدقہ میں انتخاب کرے اسی وجہ سے حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جو چیز اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے وہ اگرچہ کھجور کا ایک دانہ ہی ہو اس سے بھی انسان اس ثواب عظیم اور بر کامل کا مستحق ہو جاتا ہے جس کا اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے۔ (۲)

بقول شاعر

ہر چہ داری صرف کن در راہ او　　لن تنالوا البر حتی تنفقوا

(۱) تفسیر مظہری ۲/ ۲۹۱　(۲) معارف القرآن ۲/ ۱۰۹

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿یٰآیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ (بقرہ: ۲۶۷)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "مؤمنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کھاتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے خرچ کرو اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا۔"

تشریح: "مِنَ الطَّیِّبَاتِ" طیبات سے مراد یہاں حلال چیزیں ہیں جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ حرام مال کما کر خیرات کرتا ہے اس کی خیرات قبول نہیں ہوتی نہ حرام مال خرچ کرنے میں برکت ہوتی ہے اور جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ دوزخ تک جانے کے لئے اس کے لئے سامان ہو جاتا ہے وہ برے (عذاب) کو بری کمائی کی خیرات سے مٹا نہیں سکتا بلکہ برے کو بھلے سے مٹا سکتا ہے۔ ناپاک سے ناپاک دور نہیں ہوتا۔ [۱]

"مَا کَسَبْتُمْ" جو تم کماتے ہو۔ مال مراد ہے بعض علماء فرماتے ہیں اس سے اپنے بیٹے کی کمائی بھی مراد ہے جیسے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

﴿اَوْلَادُکُمْ مِنْ طَیِّبَاتِ اَکْسَابِکُمْ فَکُلُوْا مِنْ اَمْوَالِ اَوْلَادِکُمْ هَنِیْئًا﴾ [۲]

"تمہاری اولاد تمہاری کمائی کا ایک پاکیزہ حصہ ہے پس تم اپنی اولاد کی کمائی مزے سے کھاؤ"

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ: اس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ استدلال کرتے ہیں کہ عشری زمین میں عشر واجب ہے یعنی جو کچھ زمین سے نکلے اس کا دسواں حصہ دے۔ اخرجنا: اگر پیداوار نہ ہو تو پھر عشر نہیں ہوتا بخلاف اموال تجارت اور سونے چاندی کے اگر اس میں نفع نہ بھی ہو تب بھی سال کے پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔ [۳] "وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ: ناپاک چیز دینے کا قصد نہ کرو۔

حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے بدترین پھل عشر میں لا کر دیتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۴]

مگر یہ صرف عشر کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے کہ آدمی جب بھی خرچ کرے تو اچھا اور بہترین مال خرچ کرے جیسے کہ اس سے پہلی آیت میں ذکر کیا ہے "لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تُحِبُّوْنَ" [۵] کہ ہرگز تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی محبوب چیز کو خرچ نہ کرو۔

---

(۱) مسند احمد (۲) قرطبی (۳) معارف القرآن ۱/۶۴۰
(۴) مظہری اردو ۲/۶۹ (۵) آل عمران ۹۲

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا باغ وقف کردیا

(۲۹۷) ﴿عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الانْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَ كَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَ يَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" قَامَ ابُو طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ عَلَيْكَ: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" وَ إِنَّ أَحَبَّ مَالِيْ إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَ إِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى أَرْجُوْا بِرَّهَا وَ ذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَخٍ! ذَالِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الاقْرَبِيْنَ" فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه، فَقَسَّمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهٖ، وَ بَنِيْ عَمِّهٖ﴾ (متفق عليه)

قوله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَالٌ رَابِحٌ" رُوِيَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ "رَابِحٌ" و"رايح" بالباء الموحدة وبالياء المثناة، أي: رايح عليك نفعه، "بيرحاء" حديقة نخل وروى بكسر الباء و فتحها."

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تمام انصار سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے مالک تھے۔ اور اپنے تمام مال سے "بیرحاء" باغ زیادہ محبوب تھا اور یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا عمدہ پانی بھی نوش فرماتے تھے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم کبھی نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ ''تم نیکی کے کامل درجہ کو حاصل نہیں کرسکو گے۔ جب تک تم اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے'' میرا یہ باغ بیرحاء سب سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے۔ اور میں اس کو اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اس کے اجر و ثواب کا اللہ سے امیدوار ہوں لہٰذا یا رسول اللہ آپ اس باغ کو تقسیم فرمائیں جیسے اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ واہ! یہ مال بہت مفید ہے تیرا یہ مال بہت مفید ہے میں نے تمہاری تمام بات

سن لی۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں اس کو بانٹ دو۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اسی طرح کر لیتا ہوں۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔"

"مَالٌ رَابِحٌ" صحیح روایات میں باء موحدہ کے ساتھ ہے اور یاء مثناۃ کے ساتھ دونوں طرح مروی ہے یعنی اس کا فائدہ تم کو حاصل ہوگا۔

"بَیْرَحَاءَ" کھجوروں کے باغ کو کہتے ہیں با کے کسرہ اور فتح کے ساتھ مروی ہے۔

لغات: ❖ احبُّ: حبّہ(ض) حُبًّا و حِبًّا۔ محبت کرنا۔ الشئ رغبت کرنا۔

❖ رابِحٌ: ربح رِبْحًا(ف) نفع دینے والا۔ مال رابحٌ۔ نفع دینے والا مال۔

تشریح: صحابہ کرام کے دینی جذبات

اس حدیث میں صحابہ کے دینی جذبات اور کمال ایمان کا ذکر ہے جو اللہ و رسول کی اطاعت اور قیامت کے دن اعلیٰ درجات حاصل کرنے کا ان کے اندر تھا۔ کہ صرف ایک آیت کے سننے کے بعد حضرت طلحہ نے اپنے محبوب و پسندیدہ باغ کو ایک دم خرچ کر دیا۔ یہ صرف حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے نہیں کیا بلکہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد جس صحابی کو جو چیز محبوب تھی اس نے اس کو اللہ کے نام پر دے دی۔

مثلاً ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مجھے اس آیت شریفہ کے نزول کا علم ہوا تو میں نے ان سب چیزوں پر غور کیا جو اللہ جل شانہ نے مجھے عطا فرمائی تھیں میں نے دیکھا کہ مجھے ان میں سب سے زیادہ محبوب اپنی باندی تھی جس کا نام مرجانہ تھا میں نے فوراً اس کو آزاد کر دیا۔ میں آزاد کرنے کے بعد اس سے نکاح کر سکتا تھا مگر میں نے اس طرح کرنا بھی پسند نہیں کیا اس کا نکاح اپنے غلام حضرت نافع رحمہ اللہ سے کر دیا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کو جلولاء کی باندیوں میں سے ایک باندی میرے لئے خرید کر بھیجے۔ جب وہ باندی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور پھر یہ آیت: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ: پڑھی اور اس کو آزاد کر دیا۔

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب ان کا گھوڑا تھا اس آیت کے نزول کے بعد وہ اس گھوڑے کو آپ کے پاس لیکر حاضر ہوئے اور صدقہ کر دیا آپ نے یہ گھوڑا حضرت اسامہ کو دیدیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غرباء میں شکر تقسیم کیا کرتے تھے کسی خادم نے عرض کیا کہ شکر کے بجائے کھانا دیا کریں تو زیادہ اچھا ہے اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد ہے:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ: مجھے شکر زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ (۱)
اسی طرح صحابہ کے بہت سے واقعات ہیں جو اس آیت کے نزول کے بعد انہوں نے اس آیت پر عمل کرنے کے لئے کئے۔ بقول شاعر ؎

کہاں سے ابتداء کیجئے بڑی مشکل ہے درویشو کہانی عمر بھر کی اور ملبہ رات بھر کا ہے

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب الزکاة علی الاقارب. و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فضل النفقة و الصدقة علی الاقربین. و مالک و أحمد ۱۲٤٤۱/٤۔ و ابن حبان ۳۳٤۰۔ وابوداود و الترمذی و النسائی و ابن خزیمة و هکذا فی البیهقی ۱٦٤/٦۔

نوٹ. راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) درمنثور

(۳۸) بَابُ وُجُوۡبِ اَمۡرِهٖ اَهۡلَهٗ وَاَوۡلَادَهُ الۡمُمَيِّزِيۡنَ وَسَائِرَمَنۡ فِیۡ رَعِيَّتِهٖ بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَنَهۡيِهِمۡ عَنِ الۡمُخَالَفَةِ وَ تَأۡدِيۡبِهِمۡ وَمَنۡعِهِمۡ عَنۡ اِرۡتِكَابِ مَنۡهِیٍّ عَنۡهُ

اپنے اہل وعیال اور دیگر تمام متعلقین کو اللہ کی اطاعت کرنے کا حکم دینا اور ان کو اللہ کی مخالفت سے روکنے انہیں سزا دینے اور اللہ کی منع کردہ چیزوں کے ارتکاب سے انہیں باز رکھنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَأۡمُرۡ أَهۡلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا﴾ (طٰہٰ: ۱۳۲)
ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ”اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور خود اس پر قائم رہو۔“

تشریح: ”اَهۡلَهٗ“ اہل سے مراد بیوی، اولاد اور متعلقین ہیں بعض نے قوم قبیلہ، بعض کے نزدیک ہم مذہب (یعنی مسلمان) سب ہی داخل ہیں (۱) جس سے ماحول اور معاشرہ بنتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ روزانہ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف جاتے آواز لگاتے الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ۔ (۲)
اسی طرح صاحب قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب امراء وسلاطین کی دولت وحشمت پر ان کی نظر پڑتی تو اپنے گھر لوٹ جاتے اور گھر والوں کو نماز کی دعوت دیتے اور پھر اس آیت بالا کی تلاوت فرماتے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب رات کو تہجد کے لئے جاگتے تو اپنے گھر والوں کو بھی اٹھاتے اور آیت بالا ان کو سناتے۔ (۳)

---

(۱) تفسیر مظہری اردو ۷/۴۴۴ (۲) تفسیر قرطبی (۳) تفسیر قرطبی و معارف القرآن ۶/۱۶۵

وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيْكُمْ نَاراً﴾ (التحریم: ٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم سے بچاؤ۔"

تشریح: اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اپنے اہل وعیال کو کس طرح ہم جہنم سے بچائیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ان کو ایسے کاموں کا حکم کرتے رہو جن سے اللہ جل شانہ راضی ہوں اور ایسی چیزوں سے روکتے رہو جو اللہ تعالیٰ شانہ کو ناپسند ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے اہل کو خیر کی باتوں کی تعلیم اور تنبیہ کرتے رہو۔ (۱)

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات فقہاء نے اس آیت سے ثابت کیا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی، اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے۔ (۲)

---

(۱) درمنثور (۲) معارف القرآن ۸/۵۰۳

ہم صدقہ نہیں کھاتے

۲۹۸) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنَ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كِخْ كِخْ" اِرْمِ بِهَا، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ!؟﴾ (متفق عليه)

وفی رواية: "أَنَّالَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ" وقوله: "كِخْ كِخْ" يُقَالُ بِإِسْكَانِ الْخَاءِ، وَيُقَالُ بِكَسْرِهَا مَعَ التَّنْوِيْنِ وَهِیَ كَلِمَةُ زَجْرٍ لِلصَّبِيِّ عَنِ الْمُسْتَقْذَرَاتِ، وَكَانَ الْحَسَنُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ صَبِيًّا"

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور کو اٹھایا اور اس کو اپنے منہ میں ڈال لیا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "کخ کخ" کہ اس کو پھینک دو، کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔" (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

"کخ کخ" خا کے سکون کے ساتھ اور بعض نے خا پر کسرہ اور تنوین کے ساتھ کہا ہے یہ کلمہ زجر و توبیخ کا ہے بچوں کو قبیح چیزوں سے روکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور حضرت حسن بھی بچے تھے۔

لغات: ❖ لاتحل: حلَّ (ن ض) حُلُولاً. علیه اَمْرُاللّٰهِ۔ خداتعالیٰ کا حکم واجب ہونا۔ حلّ(ض) حِلاً. الشیٔ۔ کسی چیز کا حلال ہونا۔

تشریح: کَخْ کَخْ اِرْمِ بِهَا: کخ: کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کہ منہ میں بچہ کوئی ایسی چیز ڈال لے جس کا کھانا اس کے لئے مضر ہوتو اس صورت میں کہتے ہیں "کخ" کہ پھینک دو پھینک دو۔

أَمَاعَلِمْتَ اَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ: تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ نہ کھانے کی وجہ دوسری روایت میں آتی ہے کہ یہ اوساخ اموالی الناس ہے[1] کہ لوگوں کے مال کا میل کچیل ہے۔

بچے کی شروع ہی سے تربیت کرنی چاہئے

أَمَاعَلِمْتَ: یہ لفظ اس موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب مخاطب کسی واضح اور ظاہر امر کے خلاف کوئی بات یا عمل کر رہا ہو۔ خواہ مخاطب اس واضح امر سے لاعلم کیوں ہی نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ معاملہ اتنا واضح اور ظاہر ہونے کے باوجود تم پر پوشیدہ کیسے ہے اور تم اس سے لاعلم کیسے ہو۔[2]

اس سے علماء نے استدلال یہ بھی کیا ہے کہ والدین اور سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی غلط کاموں سے روکیں اور ان کو سمجھاتے رہیں۔[3]

بنو ہاشم سے پانچ خاندان مراد ہیں

لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ: کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔ "لنا" سے مراد بنو ہاشم ہیں اس میں پانچ قسم کے لوگ داخل ہیں: (۱) بنو ہاشم (۲) حضرت جعفر کی اولاد (۳) حضرت عقیل کی اولاد (۴) حضرت عباس کی اولاد (۵) حارث بن عبد المطلب کی اولاد۔ ان سب کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب ما یذکر فی الصدقة للنبی ﷺ و مسلم، فی کتاب الزکاة تحت باب تحریم الزکاة علی النبی ﷺ وعلی آله. وأحمد ۹۳۱۹/۳، وابوداؤد الطیالسی ۲٤۸۲، والدارمی و ابن حبان ۳۲۹٤۔ و عبدالرزاق ٦۹٤۰ و هکذا فی البیهقی ۲۹/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) مظاہر حق جدید۲/۲۲۱ (۳) مظاہر حق جدید۲/۲۲۱

بسم اللہ پڑھ کر اپنے سامنے سے کھاؤ

(۲۹۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَبْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْاَسَدِ رَبِیْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنْتُ غُلَاماً فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَكَانَتْ یَدِیْ تَطِیْشُ فِی الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَاغُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰی، وَ كُلْ بِیَمِیْنِكَ، وَكُلْ مِمَّایَلِیْكَ" فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِیْ بَعْدُ﴾ (متفق علیه)

"وتطیش" تدور فی نواحی الصحفة.

ترجمہ: ''حضرت ابوحفص عمر بن ابوسلمۃ عبد اللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پرورش میں تھے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی پرورش میں ابھی بچہ تھا اور میرا ہاتھ کھانا کھاتے وقت پیالے میں گھومتا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے بعد میرے کھانے کا طریقہ یہی رہا۔'' (بخاری ومسلم)

"یطیش" پیالے کے اطراف میں گھومتا تھا۔

لغات: ❖ تطیش: طَاشَ (ض) طَیْشاً اوچھا ہونا، عقل کھونا، تیر کا نشانہ پر نہ لگنا، الطَّیَّاشُ وَ الطَّائِشُ جو عقل کی کمزوری کی وجہ سے ایک طریقے پر نہ جمے۔

تشریح: یَاغُلَامُ: یہاں پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا یا غلام۔ اشارہ ہے کہ بچے کو بچپن سے ہی ادب و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

بسم اللہ پڑھنے کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ: یہ سنت ہے (۱) بعض کے نزدیک مستحب ہے جیسے کہ دوسری روایت میں آتا ہے۔

﴿اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَاماً فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَاِنْ نَسِیَ فِیْ اَوَّلِهٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ﴾ (۲)

کہ جب تم میں سے کوئی کھانا شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے، اگر وہ شروع میں بھول جائے تو جب یاد آئے تو بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ۔ پڑھ لے۔

بسم اللہ کی برکت سے کھانے میں برکت کے ساتھ شیطان دور ہو جاتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ بہتر ہے کہ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لے ورنہ صرف بسم اللہ بھی پڑھ لے تو بھی کافی ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم

"وَكُلْ بِیَمِیْنِكَ" دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اکثر کے نزدیک یہ "كُلْ" کا حکم وجوب کے لئے ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے "اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَأْکُلْ بِیَمِیْنِہٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْیَشْرَبْ بِیَمِیْنِہٖ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَأْکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشْرَبُ بِشِمَالِہٖ"[۳] جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ

بعض حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکو گے اس کے بعد سے اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جاتا تھا۔[۴]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو بد دعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مرگئی۔

اپنے سامنے سے کھانے کا حکم

"کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ" حافظ فرماتے ہیں کہ اگر ایک ہی نوع کا کھانا ہے تو اپنے سامنے سے کھائے اور اگر متعدد انواع و اقسام کے کھانے ہو تو پھر اپنے پسند کے کھانے دوسرے کے سامنے سے بھی کھانا حدیث سے ثابت ہے[۵] اپنے آگے سے کھانے کو حدیث بالا میں فرمایا گیا کیونکہ دوسری روایت میں اس کی علت یہ فرمائی گئی کہ درمیان میں برکت کا نزول ہوتا ہے کہ درمیانی حصہ آخر تک باقی رہے تا کہ برکت کا نزول آخر تک ہوتا رہے۔[۶]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الاطعمة تحت باب التسمية علی الطعام والاکل باليمين. و مسلم فی کتاب الاشربة فی باب آداب الطعام و الشراب و احکامهما. و ابوداؤد، و الترمذی و ابن حبان ۵۲۱۵۔

راوی حدیث حضرت عمرو بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

یہ حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے ہیں جو ان کے پہلے شوہر ابوسلمہ سے پیدا ہوئے۔ ہجرت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے جب کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابوسلمہ حبشہ میں تھے اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اس وقت یہ بچے تھے اس کے بعد یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں آئے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کرتے ہیں اور اپنی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایات نقل کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۸)

عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں انتقال ہوا (اسد الغابۃ)

ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۸)

---

(۱) عمدۃ القاری ۲۱/۲۸ (۲) رواہ الترمذی وابوداؤد وترغیب ۳/۱۲۴ (۳) رواہ مسلم وترغیب ۳/۱۲۸
(۴) مسلم ۲/۱۷۲ (۵) فتح الباری ۹/۵۲۳ (۶) کنز العمال وحاکم ۴/۱۱۶

ہر ایک اپنے ماتحت کا حاکم ہے

(۳۰۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "کُلُّکُمْ رَاعٍ، وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، اَلْاِمَامُ رَاعٍ، وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَمَسْؤُوْلَۃٌ عَنْ رَّعِیَّتِھَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ، فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے تم سب حاکم ہو اور تم سب سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا چنانچہ امام حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور آدمی اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور خادم اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ پس تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔''

لغات: ❖ مسؤول. سأل (ف) سُؤالاً و سَألَةً وسَآلَةً و مَسْألَةً و تسالاً مانگنا، چاہنا، درخواست کرنا، السائل مانگنے والا، المسؤلیة: ذمہ داری، مسؤول ذمہ دار۔

تشریح: اس حدیث کی پوری وضاحت حدیث نمبر (۲۸۵) میں گذر چکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الجمعة تحت باب الجمعة فی ا لقری و المدن و مسلم فی کتاب الامارة تحت باب فضیلة الامام العادل.

مزید تخریج کے لئے حدیث نمبر ۲۸۵ کو دیکھیں۔

سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دو

(۳۰۱) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مُرُوْا أَوْلَادَکُمْ بِالصَّلَاۃِ وَھُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ، وَ اضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا، وَھُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ﴾ (حدیث حسن رواہ ابوداود بأسناد حسن)

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے

بچوں کونماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور ان کو نماز کی وجہ سے سزا دو جب وہ دس سال کے ہوجائیں اور ان کے بستروں کو الگ الگ کرو، یہ حدیث حسن ہے ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

لغات: ❖مُروا: (امر) اَمَرَهُ (ن) اَمْراً و آمِرَةً اِمَاراً، حکم دینا، اَمِرَ (س) اَمْراً و اَمُرَ(ک) اَمْرَةً و امارةً، امیر ہونا، سردار ہونا، حاکم ہونا، علیہ والی ہونا۔

تشریح: مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ: ایک طرف اس جملہ میں نماز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ بچپن سے ہی اپنی اولاد کو نماز کا عادی بنایا جائے دوسرا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے بچوں کو دین سکھایا جائے اور ان کو تنبیہ کرتے رہیں کیونکہ بچپن کے علم کے بارے میں مشہور ہے اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ: وہ علم اتنا پختہ ہوتا ہے جیسے کہ پتھر پر لکیر [1] بقول شاعر

والطفل یحفظ ما یلقی الیه و لا ینساه اذ قلبه کالجوهر الصافی

بچہ اس بات کو یاد کرلیتا ہے جو اس کے سامنے کی جائے اور اسے بالکل نہیں بھولتا اس کا دل صاف شفاف جوہر کی طرح ہوتا ہے۔

بِالصَّلٰوةِ: نماز سکھائی جائے۔

علماء فرماتے ہیں کہ نماز کے علاوہ روزہ اور دینی احکام کا عادی بنانا شروع کر دیا جائے۔ [2]

وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ: ان کو مارو جب دس سال کو پہنچ جائیں۔

علماء فرماتے ہیں تہذیب وتربیت کے لئے مناسب سزا وتعزیر ضروری ہے۔

بچوں کے لئے بستر بھی الگ کردو

وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ: ان کے بستروں کو بھی الگ کردو۔

کہ جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو وہ ایک ساتھ نہ سوئیں اگرچہ سگے بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں ایک طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا اور دوسری طرف بستروں کو الگ کرنے کو فرمایا گیا اس کی علت یہ ہے کہ نماز سے حقوق اللہ اور بستروں کو الگ کرنے سے حقوق العباد کا تذکرہ آگیا اس طرح دو جملوں میں پورے دین کی بچوں کو تربیت کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ [3]

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد، فی کتاب الصلوٰة تحت باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰة؟ و أحمد ۲/۱۰۷۶۔

راوی حدیث عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عمرو، شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بیٹے ہیں انہوں نے عموماً اپنے والد اور سعید بن المسیب سے روایات سنی ہیں۔ یہ سند کتب حدیث میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔

"أبيه": کی ضمیر عمرو کی طرف راجع ہے اور ابیہ کے مصداق شعیب ہیں۔

"جده": اس کی ضمیر میں دو احتمال ہیں (۱) عمرو ہیں اس کے مصداق محمد ہیں یعنی شعیب عمرو کے دادا محمد سے روایت کرتے ہیں۔ (۲) دوسرا احتمال یہ ہے جدہ کا مرجع ابیہ ہے اب جدہ کا مصداق عبد اللہ بن عمرو ہوں گے جو کہ شعیب کے دادا ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ شعیب اپنے دادا عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان احتمالات کی وجہ سے اس سند میں اختلاف ہوگیا کہ یہ سند قابل احتجاج ہے یا نہیں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ یہ سند قابلِ احتجاج ہے کم از کم حسن کے درجہ پر ہے۔ اصحاب السنن اور امام احمد وغیرہ نے اس سند کو قبول کیا ہے (میزان الاعتدال ۳/۲۶۶۔ تدریب الراوی ۲/۲۵۷)

وفات: ۱۱۸ھ میں ہوا۔ بقول شاعر

زندگی کیا ہے تھرکتا ہوا ننھا سا دیا ایک ہی جھونکا جسے آ کے بجھا دیتا ہے

(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۴۵
(۲) روضۃ المتقین ۱/۳۴۵

بچوں کو نماز سکھاؤ

(۳۰۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ثُرَيَّةَ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ لِسَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا اِبْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ﴾ (حديث حسن رواه أبو داؤد، والترمذی و قال حديث حسن)

ولفظ أبی داؤد: "مُرُوا الصَّبِيَّ بالصلوٰة إذا بلغ سبع سنين."

ترجمہ: "حضرت ابوثریہ سبرۃ بن معبد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات برس کے بچے کو نماز کی تعلیم دو اور دس سال کے بچے کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے سزا دو۔"

یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ جب بچہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔

لغات: ❖ علموا: علّمه تعليماً و علاما. لِصَنْعَةِ غيرها، سکھانا علم (س) علماً. الرجل، حقیقت علم کو پالینا۔ الشیء پہچاننا یقین کرنا۔

تشریح: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ: پہلی روایت میں "مروا" کا لفظ تھا اور یہاں پر "علموا" کا لفظ ہے محدثین فرماتے ہیں مخاطب چونکہ سرپرست ہیں بچے نہیں ہیں اس لئے مختلف عنوانات سے بچوں کی تربیت کو بتایا جا رہا ہے۔

"اَلصَّبِيَّ": بچہ۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد صرف بچہ نہیں بلکہ بچی بھی مراد ہے۔ (۱)

"وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا اِبْنَ عَشْرَ سِنِيْنَ" بعض روایات میں ثلاثۃ عشر کا لفظ بھی آتا ہے مگر "عَشْرَ سِنِيْنَ" یہ کثرت سے وارد ہوا ہے اس لئے علماء اس کو ہی راجح قرار دیتے ہیں۔

بچوں کے لئے دعائیں بھی کرتے رہنا چاہئے

ظاہری نیت کے ساتھ ساتھ علماء فرماتے ہیں کہ دعاؤں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے جیسے کہ اسلاف کا معمول رہا ہے۔
حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنے بیٹے تمیم کے لئے فرمایا

تموا بتمام فصاروا عشرة یا رب واجعلهم کراما بررة

تمیم کے ذریعے یہ کامل و مکمل دس افراد بن گئے اے رب! ان سب کو نیک و شریف بنا دیجئے۔
یَارَبِّ زَکِّیهِمْ وَتَمِّ الثَّمرَةَ: اے رب ان کا تزکیہ فرما دیجئے اور پھل بڑھا دیجئے۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوٰة تحت باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰة؟ و الترمذی فی ابواب الصلوٰة تحت باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلوٰة. و أحمد ۱۵۳۳۹/۸۔ و الدارمی. و ابن ابی شیبة ۲٤۷/۱ و دار قطنی ۲۳۰/۱ و هکذا فی البیهقی ۱٤/۲۔

راوی حدیث حضرت ابوثریۃ سبرۃ بن معبد کے مختصر حالات:

نام: سبرہ، ابوربیع یا ابوثریۃ کنیت، والد کا نام معبد تھا۔ یہ کب مسلمان ہوئے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ھ کے قریب مسلمان ہوئے کیونکہ ''خندق'' میں ان کی شرکت ہوئی تھی (اصابہ۶۴/۳)
فتح مکہ میں ہمرکاب تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے متعہ کی اجازت دی تھی مگر نکلنے کے بعد اس کی مخالفت فرمادی (مسلم۳۶/۱)
حجۃ الوداع میں بھی شریک تھے مدینہ میں رہتے تھے ان کا مکان مدینہ کے محلّہ جہینہ میں تھا آخر عمر میں ذی المردہ میں منتقل ہوگئے۔
وفات: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ (ابن سعد۹۹/۲)
مرویات: ان سے ۱۹ احادیث منقول ہیں ان میں سے ایک تو مسلم شریف میں ہے اور باقی دوسری کتب احادیث میں ہیں۔

---

(۱) شرح مسلم للنووی

(۳۹) بَابُ حَقِّ الْجَارِ وَالْوَصِيَّةِ بِهٖ

پڑوسی کا حق اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡئًا وَ بِالۡوَالِدَيۡنِ إِحۡسَانًا وَ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡيَتٰمٰی وَ الۡمَسٰكِيۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِيۡلِ وَ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَانُكُمۡ﴾ (النساء: ٣٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قربت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور ساتھ بیٹھنے والے ساتھی اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو۔''

تشریح: وَاعْبُدُ واللّٰہَ: اللہ کی عبادت کرو۔ عبادت کہتے ہیں بندہ اپنی کمزوری اور عجز کا اظہار کرے۔

وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئاً: ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے درخواست کرنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ قرار دیں۔ (۱)

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

متعدد روایات میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ایک روایت میں یہاں تک فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (۲)

وَالْیَتَامٰی وَ الْمَسَاکِیْنِ: یتیموں اور مسکینوں سے اچھا سلوک کرو۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کی سرپرستی کرنے والا اور میں قیامت کے دن اس طرح ہوں گے۔ آپ نے شہادت اور بیچ کی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا۔ (۳)

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی: رشتہ دار پڑوسی سے بھی اچھا سلوک کیا جائے۔

''وَالْجَارِ الْجُنُبِ'' پڑوسی اجنبی۔

بعض مفسرین نے فرمایا: ''جَارِذِی الْقُرْبٰی'' سے مراد وہ پڑوسی جو گھر کے قریب ہے ''الجار الْجُنُبِ'' سے مراد جو تمہارے گھر سے دور ہو۔

دوسرا قول اس میں بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ''جار ذی القربٰی'' سے مراد وہ پڑوسی ہے جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو۔ اور ''الجار الجنب'' سے مراد صرف پڑوسی ہے مگر رشتہ دار نہیں۔

تیسرا قول بعض کے نزدیک ''جَارِذِی الْقُرْبٰی'' سے مراد وہ پڑوسی ہے جو مسلمان ہو اور ''جَارِ الْجُنُبِ'' سے مراد غیر مسلم پڑوسی ہے۔ (۴)

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ: ہم پہلو ساتھی۔ یہ عام ہے جو بھی تھوڑی دیر کے لئے ساتھ بیٹھا ہو وہ سب اس میں داخل ہیں مثلاً ریل یا جہاز، بس یا کسی مجلس میں، ان سب کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کرنے کو شریعت نے کہا ہے۔ (۵)

وَابْنِ السَّبِیْلِ: مسافر۔ جو بھی مسافر ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے۔

وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ: مراد غلام اور باندیاں ہیں۔ اس میں نوکر اور ملازمین بھی داخل ہیں کہ ان سب کو مقررہ وقت پر تنخواہ

دینا اور طاقت سے زیادہ کام نہ لینا اس میں داخل ہے۔ (۶)

(۱) بخاری ومسلم (۲) ترمذی (۳) بخاری (۴) معارف القرآن ۲/۴۱۱، ۴۱۲ (۵) معارف القرآن ۲/۴۱۲ (۶) معارف القرآن ۲/۴۱۲

حضرت جبرائیل نے پڑوسی کے حق میں بہت زیادہ تاکید فرمائی

(۳۰۳) ﴿وَ عَنِ ابنِ عُمَرَ وَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالاَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "مَازَالَ جِبرِيلُ يُوصِينِى بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل امین علیہ السلام ہمسائے کے متعلق ہمیشہ ہی مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ وہ اس کو وارث ہی بنا دیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ سیورثه: وَرَّث. الرَّجُلُ مَالاً، میراث قرار دینا، مِنْ فُلَانٍ وارث بنانا الرجل فلانا کسی کو اپنا وارث بنانا، وَرِثَ (س) وِرْثاً و وَرْثاً اِرْثَةً فلانا وارث ہونا۔

تشریح: مَازَالَ جِبْرَائِیلُ: اس جملہ سے کثرت کی طرف اشارہ ہے لفظ جبرائیل سے اشارہ ہے کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے آیا ہے۔

بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ: پڑوسی کے بارے میں مجھ کو خیال ہوا کہ وہ اس کو وارث بنا دیں گے۔

علماء نے لکھا ہے لفظ "جار" کا اطلاق کافر، مسلمان، نیک، فاسق، دشمن سب پر ہی ہوتا ہے۔ (۱)

ابن ماجہ کی روایت میں آتا ہے کہ ابن عمر کے گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی تو انہوں نے غلام کو بار بار تاکید کی کہ یہودی پڑوسی کو دو۔ (۲)

"سَيُوَرِّثُهُ" بار بار اتنی تاکید کے ساتھ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں حکم آیا کہ صرف اس کو وارث بنانا ہی باقی رہ گیا۔ باقی ہر طرح سے ان پر احسان کرنے کی تاکید آئی۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب الوصية بالجار و مسلم فی کتاب البر و الصلة باب الوصية بالجار و الاحسان اليه. وأحمد ۱۰/۲۶۰۷۲۔ و الترمذی، و ابن ماجه و ابن ابی شیبه ۸/۵۴۵، و ابن حبان ۵۱۱، و هکذا فی البيهقی ۶/۲۷۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حالات حدیث نمبر (۱۲) اور راویہ حدیث حضرت عائشہؓ کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۱۰/۳۶۲ (۲) ادب مفرد للبخاری

پڑوسی کو ہدیہ دینے کی تاکید

(۳۰۴) ﴿وَ عَنْ أَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً، فَأَكْثِرْ مَاءَ هَا، وَ تَعَاهَدْ جِیْرَانَکَ﴾ (رواه مسلم)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لَهُ عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: إِنَّ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِیْ: "إِذَا طَبَخْتَ مَرَقاً فَأَكْثِرْ مَاءَ هٗ، ثُمَّ انْظُرْ أَهْلَ بَیْتٍ مِنْ جِیْرَانِکَ، فَأَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اے ابوذر! جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ (مسلم)

ایک روایت میں ابوذر سے مروی ہے کہ میرے دوست رسول اللہ ﷺ نے مجھے تاکید فرمائی کہ جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی ڈال دو۔ پھر اپنے پڑوسیوں کے اہل بیت کا خیال کرو اور ان کو اس سے اچھے انداز کے ساتھ دیا کرو۔''

لغات: ❖ تعاهد: (امر) تَعَاهَدَ وَ تَعَهَّدَ، اِعْتَهَدَ. الشَّیْءَ حفاظت کرنا، دیکھ بھال کرنا، عہد کرنا، عهد (س) عَهْداً الامْرَ پہنچانا الشیءحفاظت کرنا، دیکھ بھال کرتے رہنا۔

❖ فاصبهم: اَصَابَ. السهم تیر کا ٹھیک نشانہ پر لگنا، مِنَ الشَّیْءِ لینا۔ صَابَ (ن) صَوْباً و مُصَاباً. اَلْمَطَرُ بارش برسنا۔ صَابَ (ض) صَیْباً. السَّهْمُ الْقِرْطَاسَ تیر کا نشانہ پر لگنا۔

تشریح: شوربہ بڑھا کر پڑوسی کو بھی دیدو

یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً: اے ابوذر جب تم شوربہ پکاؤ تو زیادہ کرلو۔

اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو چاہئے کہ پڑوسیوں کو ہدیہ دیتے رہا کریں۔ اگر تم بھی غریب ہو اور تم پڑوسی کو ہدیہ پیش نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو ضرور کر سکتے ہو کہ جو کھانا گھر پر پک رہا ہے اسی میں کچھ پانی ڈال دو اور پھر اس میں سے کچھ پڑوسی کو دے دو اور پڑوسی خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو تب بھی اس کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب الوصیة بالجار و الاحسان إلیه. و الترمذی و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

وہ مؤمن نہیں جس کی تکلیف سے پڑوسی محفوظ نہ ہو

(۳۰۵) ﴿وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ الله عَنْهُ، أَن النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "وَاللّٰهِ لا یُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لا یُؤْمِنُ، وَ اللّٰهِ لا یُؤْمِنُ!" قِیْلَ: مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "اَلَّذِیْ لا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾(متفق علیه)﴿وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِم: "لا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ﴾ "اَلْبَوَائِقُ:" اَلْغَوَائِل وَ الشُّرُوْرُ"

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اللہ پاک کی قسم مؤمن نہیں، اللہ کی قسم مؤمن نہیں، اللہ کی قسم مؤمن نہیں، سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ کون مؤمن نہیں؟ فرمایا وہ شخص کہ جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔'' (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہے۔

"البوائق" ہلاکتیں، شرارتیں وغیرہ۔

لغات: ❖ بوائقه: بائقة کی جمع مصیبت شر اور برائی۔ کہتے ہیں، رَفَعْتُ عَنْکَ بَائِقَةَ فُلَانٍ یعنی میں نے تجھ سے فلاں کی لائی ہوئی مصیبت کو ٹال دیا۔ باق (ن) بَوْقاً و بُؤُوقاً شر اور جھگڑا اٹھانا۔

تشریح: اَلَّذِیْ لا یَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ: کہ جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔

محدثین فرماتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جو دوسری روایت میں آتا ہے "فَلْیُکْرِمْ جَارَهُ" [1] یا "فَلْیُحْسِنْ إِلٰی جَارِه" [2] کہ پڑوسیوں کا اکرام کرو یا اس کی طرف احسان کرو اور اگر یہ اعلیٰ درجہ نہیں کر سکتے تو کم از کم ادنیٰ درجہ یہ ہے جو حدیث بالا میں فرمایا ہے کہ کم از کم پڑوسیوں پر ظلم نہ کرو۔ بقول شاعر

سب کی تکلیف ہے اپنی تکلیف ہر بدن اپنا بدن ہو جیسے

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ الخ: اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کو دکھ پہنچانا اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان اس جرم کی وجہ سے جنت سے محروم ہو جاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب باب اثم من لم یأمن جاره بوائقه. و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب تحریم ایذاء الجار و أحمد ۷۸۸۳/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ومسلم

(۲) بخاری ومسلم

کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے

(۳۰۶) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمان عورتوں! اپنی پڑوسن کے لئے کوئی چیز حقیر نہ سمجھو اگرچہ بکری کا ایک کھر ہی ہدیہ بھیجے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: یَانِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ: اصل میں "يَا اَيُّهَا النِّسَاءُ الْمُسْلِمَاتُ" ہے ایک دوسری روایت میں "یانساء الْمُؤْمِنِيْنَ" بھی آتا ہے۔[۲]

لَاتَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا: کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسی کو وقتاً فوقتاً اپنی حیثیت کے اعتبار سے ہدیہ دیتے رہنا چاہئے۔ امیر اپنے شایان شان ہدیہ دے۔ اور اگر غریب ہے تو یہ نہ سوچے کہ میں کیا ہدیہ دوں، مبالغہ کے طور سے کہا جارہا ہے کہ بکری کا کھر ہی دے دو۔

اس حدیث سے محدثین فرماتے ہیں ایک طرف تو اس میں دینے والوں کو ترغیب ہے کہ کچھ نہ کچھ دیا کریں۔ اور دوسری طرف لینے والوں کو بھی ترغیب دی جارہی ہے کہ کوئی بھی ہدیہ پہنچائے اس کا انکار نہ کیا جائے قبول کرلیا جائے۔

حدیث میں عورتوں کو کیوں مخاطب بنایا گیا؟

یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ: اے مسلمان عورتوں!

عورتوں میں عموماً یہ عادت زیادہ ہوتی ہے کہ ایسا ہدیہ کیوں دے دیا تو اس وجہ سے یہاں پر عورتوں کو مخاطب کیا جارہا ہے اگرچہ اس میں مرد بھی داخل ہیں۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے "یَانِسَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ" اے مسلمانوں کی عورتوں۔

وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ[۳] اے مسلمان عورتوں! ہدیہ دو اگرچہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری و مسلم. اس کی تخریج پہلے حدیث نمبر ۱۲۴ پر گذر چکی ہے۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) اس حدیث کی وضاحت پہلے حدیث نمبر ۱۲۴ میں بھی گذر چکی ہے۔

(۲) رواہ طبرانی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۳) طبرانی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کوئی پڑوسی اپنی دیوار پر لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے

(۳۰۷) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ"، ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْهُرَيْرَةَ: مَا لِيْ أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ! وَالله لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ﴾(متفق عليه)رُوِى"خَشَبَهُ" بِالْإِضَافَةِ وَالجَمْعِ. وَ رُوِى"خَشَبَةً" بِالتَّنْوِيْنِ عَلَى الْإِفْرَاد. وَقَوْلُهُ: مَا لِيْ أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ: يَعْنِي عَنْ هٰذِهِ السُّنَّةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ تم اس سے اعراض کرر ہے ہو اللہ کی قسم، میں اس مسئلہ کو تم پر مسلط کر کے رہوں گا۔'' (بخاری ومسلم)

''خَشَبَهُ'' اضافت اور جمع کے ساتھ مروی ہے نیز تنوین کے ساتھ بصورت افراد بھی مروی ہے۔

مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ: کا مطلب یہ ہے کہ تعجب ہے میں تمہیں اس سنت سے منہ پھیرنے والا دیکھ رہا ہوں۔

لغات: ❖ ان یغرز: غَرَزَهُ (ض) غَرْزاً. بِالْإِبْرَةِ وَ نَحْوِهَا سوئی وغیرہ چبھونا، غُوْداً بِالْاَرْضِ زمین میں لکڑی گاڑنا۔

تشریح: لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ: کہ کوئی اپنی دیوار پر لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔

''لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ'' یہ حکم بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ (۱)

یہ عموماً گاؤں، دیہاتوں میں ہوتا ہے کہ جہاں پر عموماً دو پڑوسیوں کے درمیان ایک ہی پختہ دیوار ہوتی ہے دونوں پڑوسیوں کی الگ الگ دیوار نہیں ہوتی۔ تو اب اس کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ اگر کوئی کیل یا لکڑی گاڑنا چاہے تو اس کو منع نہیں کرنا چاہئے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المظالم تحت باب لا یمنع جار جاره ان یغرز. و فی کتاب الاشربة. و مسلم فی کتب البیوع تحت باب غرز الخشب فی جدار الجار. و مالک و أحمد ۷۷۰۶/۳، و ابن ماجه و ابن حبان ۵۱۵ و هکذا فی البیهقی ۶۸/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین

پڑوسی کو تکلیف دینا منع ہے

(۳۰۸) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ، فَلَا

يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ" (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ فلا یؤذی: اٰذی اِیْذَاءً. الرَّجُلَ کسی کو دکھ اور تکلیف پہنچانا۔ اَذِیَ (س) اَذیً و اذاۃً تکلیف واذیت دینا۔

تشریح: جس نے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے آپ ﷺ کو تکلیف دی

"فَلاَ يُؤْذِ جَارَهُ" پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ ترغیب کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ جل شانہ کو تکلیف دی۔ (۱)

اسی وجہ سے برے پڑوسی سے پناہ مانگی گئی ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ جَارِالسُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمَقَامَةِ" اے اللہ! میں گھر کے برے پڑوسی سے پناہ مانگتا ہوں۔ (۲)

مہمانوں کا اکرام کریں

"فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ" حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مہمان کی ضیافت کا حکم فرماتے تھے۔ (۳)
مہمان کا اکرام یہ ہے کہ اس سے کشادہ روئی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور نرمی سے گفتگو کرے۔ (۴) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آدمی مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کے لئے جائے۔

اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے

فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ: چاہئے کہ کلمہ خیر کہے یا خاموش رہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے کہا کہ نجات کی کیا صورت ہے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو اور اپنے گھر میں رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں جو چیزیں داخل کرنے والی ہیں ان میں سے اہم منہ اور شرم گاہ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی كتاب الادب، تحت باب من كان يؤمن بالله. و مسلم فی كتاب الايمان تحت باب تحريم ايذاء الجار. وأحمد ۲/۷٦۳۰۔ و بن ابی شيبة ۸/۵٤٦۔ و ابن حبان ۵۰٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) ترغیب ۳/۳۵۴ (۲) صحیح ابن حبان ۲۵۵ (۳) مجمع الزوائد (۴) مظاہر حق جدید

ایمان والا پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے

(۳۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ الْخُزَاعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلٰی جَارِهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ﴾ (رواه مسلم بهذا اللفظ، و روى البخاری بعضه)

ترجمہ: حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی خاطر و مدارت کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے (مسلم کے الفاظ یہی ہیں بخاری نے بعض حصہ کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ فليحسن: احسن، نیکی کرنا، کام کو اچھی طرح کرنا۔ اليه و به۔ نیک سلوک کرنا، حَسُنَ و حَسَنَ (ک نَ) حسناً خوبصورت ہونا۔

تشریح: پڑوسیوں کے حقوق

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ": (۱) جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔

اس حدیث میں ترغیب ہے کہ پڑوسی ایک دوسرے کا اکرام اور ان کے حقوق کو ادا کرتے رہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں پڑسیوں کے چھ حقوق بیان کئے گئے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسیوں کے حقوق یہ ہیں

1. بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔
2. انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے کے پیچھے چلو۔
3. اگر قرض مانگے تو اسے قرض دو۔

❹ اگر کپڑے کی ضرورت ہوتو اسے کپڑے دو۔

❺ خوشی ہوتو اسے مبارک بادی دو۔

❻ اس پر کوئی مصیبت وحوادث آ جائے تو اس کی تعزیت کرو اپنا مکان ایسا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا رک جائے اور اپنی ہانڈی سے اسے تکلیف نہ دو۔ اس کے برتن میں بھی ڈال دو۔ (۲)

"فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ": مہمان کا اکرام کرو۔

مہمان رحمت ہوتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ سات دن سے کوئی مہمان نہیں آیا ہے اس کا ڈر ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے میری اہانت کا ارادہ تو نہیں کر لیا۔ (۳)

بہتر بات کرے ورنہ خاموش رہے

فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ: چاہئے کہ خیر کی بات کرے یا خاموش رہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اپنی زبان کو روکے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی عیب پوشی کرتے ہیں اور جو شخص اپنے غصہ کو قابو رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول فرمالیتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کلام چاندی ہے تو سکوت سونا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الادب تحت باب من کان یؤمن بالله. و مسلم فی کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضیف. و مالک و أحمد ۲۷۲۳۱/۱۰۔ و أبو داؤد والحاکم و ابن حبان ۵۲۸۷۔ و هکذا فی البیهقی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۷۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) اس حدیث کی وضاحت گذشتہ حدیث کے ضمن میں بھی ہو چکی ہے۔

(۲) فتح الباری ۳۶۶/۱۔ مجمع الزوائد ۱۶۵/۸، کنز العمال ۱۸۵/۹

(۳) احیاء العلوم

جس کا دروازہ قریب ہو وہ پڑوسی ہدیہ کا زیادہ مستحق ہے

(۳۱۰) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَاقَالَتْ: قُلْتُ يَارَسُولَ الله إِنَّ لِي جَارَيْنِ، فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِىْ؟ قَالَ: "إِلٰى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَاباً﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دو

پڑوسی ہیں میں کس کی طرف ہدیہ بھیجوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔" (بخاری)

لغات: ❖ اُهْدِی: مضارع اَهْدٰی اِهْدَاءً إلٰی فلانٍ كذا۔ تعظیم کے لئے تحفہ بھیجنا۔ هَدَاهُ هُدًی و هُدْيًا و هِدَايَة (ض) رہنمائی کرنا۔

تشریح: ## پڑوسی کی حد کہاں تک ہے

ترغیب کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑوسی کی حد چالیس گھر تک ہے۔ علامہ منذری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں محلے میں قیام کیا اور جو پڑوسی سب سے زیادہ قریب ہے وہی مجھے سخت تکلیف دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر وعمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا وہ مسجد آئے اور اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے اعلان کیا خبردار چالیس گھر تک پڑوسی ہے اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کا پڑوسی اس سے پریشان ہو۔ (۱)

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنے پڑوسیوں کو ہدیہ دیتا رہے اگر یہ استطاعت نہیں کہ سب کو دے تو اب وہ یہ ہدیہ کس پڑوسی کو دے اس کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جس کا دروازہ سب سے زیادہ قریب ہو اس کو دیا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الشفقة تحت باب ای الجوار اقرب؟ و فی کتاب الهبة تحت باب بمن یبدأ بالهدیة؟

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ترغیب ۳/۳۵۳

بہترین پڑوسی وہ ہے جو خیرخواہ ہو

(۳۱۱) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ، وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے یہاں بہترین دوست وہ ہیں جو اپنے دوست کے ساتھ خیرخواہی کریں اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے ہمسایہ کے ساتھ خیرخواہی کریں (ترمذی نے فرمایا حدیث حسن ہے)۔"

لغات: ❖ الاصحاب: جمع صاحب کی ساتھی صَحِبَہ (س) صُحْبَۃً وَ صَحَابَۃً صِحَابَۃً صَاحَبَۃً مُصَاحَبَۃً ساتھی ہونا، دوستی کرنا، ساتھ زندگی گذارنا۔

تشریح: خَیْرُھُمْ لصَاحِبِہٖ: بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

دوست کی خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ دوست اس کے دین کے کاموں میں مدد کرتا رہے اور غلط کاموں سے بچانے کی بھی کوشش کرتا رہے۔

وَخَیْرُ الجِیْرَانِ عِنْدَ اللہ تعالیٰ خَیْرُھُمْ لجَارِہٖ: اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ اچھا پڑوسی ہونا بھی خوش نصیبی کی بات ہے۔ ترغیب کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی خوش نصیبی میں سے یہ ہے کہ اس کا کشادہ گھر ہو اچھا پڑوسی ہو اور اچھی سواری ہو[1] حدیث میں خیر خواہی سے مراد پڑوسی کے حقوق ادا کرنا ہے جس کا تذکرہ حدیث نمبر (۳۱۱) میں گذر چکا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب البر و الصلة تحت باب ما جاء فی الاحسان إلی الخادم. و أحمد ۲/۶۵۷۷، والدارمی ۲/۲۱۵، الادب المفرد ۱۱۵، و ابن حبان ۵۱۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) ترغیب ۳/۴۷، احکام الخرائطی ۲۴۰

---

(۴۰) بَابُ بِرِّ الْوَالِدَیْنِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ

والدین کے ساتھ احسان کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَ بِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَانًا وَ بِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتَامٰی وَ الْمَسَاکِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ﴾ (النساء: ۳۶)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابتداروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور ساتھ بیٹھنے والے ساتھی اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو۔''(۱)

---

(۱) اس آیت کی وضاحت باب حق الجار والوصیۃ بہ کے شروع میں گذر چکی ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِی تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَ الْأَرْحَامَ﴾ (النساء: ۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور رشتہ داری کے قطع سے بچو۔''

تشریح: ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ'' اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرنا اس لئے کہ وہ ہمارا رب ہے اور اس لئے کہ اس نے انسان کو عجیب انداز میں پیدا فرمایا اور بہترین صورت عطا فرمائی اور اس لئے کہ اس کی تمام صفات کامل ہیں۔ (۱)

الَّذِی تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ: جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو (اپنے حقوق اور صلہ رحمی کا۔)

''وَالْأَرْحَامَ'' رشتہ داریوں کو قطع کرنے سے ڈرو۔ الارحام کا عطف لفظ اللہ پر ہے خواہ وہ رشتہ دار باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو اس کی نگہداشت اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے بچو۔

احادیث میں بہت زیادہ صلہ رحمی کو پورا کرنے کی تاکید آئی ہے جو آگے احادیث میں ملاحظہ فرمائیں۔ مراد ارحام سے یہی صلہ رحمی ہے۔ الارحام یہ رحم کی جمع ہے رحم اصل میں بچہ دانی کو کہتے ہیں کہ جس میں ولادت سے پہلے بچہ رہتا ہے ذریعہ قرابت یہ رحم ہی ہے اس لئے اس سلسلہ تعلقات کو پورا کرنے کو صلہ رحمی اور اس سے بے توجہی اور بے التفاتی کو قطع رحمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری ۲/۱۷۴ (۲) معارف القرآن ۲/۲۸۰

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ یُّوْصَلَ﴾ (الرعد: ۲۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جس رشتہ داری کے جوڑ کا اللہ نے حکم دیا اس کو جوڑے رکھتے ہیں۔''

تشریح: ایمان والوں کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن تعلقات کے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اس کو قائم رکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر جمہور مفسرین کے نزدیک رشتہ داری کے تعلقات قائم رکھنے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا اللہ کی طرف سے جو حکم ہے اس کو پورا کرنا ہے۔

صلہ رحمی کو قرآن میں متعدد مقامات پر بیان کیا اور احادیث میں بھی مختلف عنوانات سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ نسب کو جانو تاکہ رشتہ داری کو جوڑو۔ صلہ رحمی سے رشتہ داروں میں محبت مال میں وسعت اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ (۱)

بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو بھی جوڑتے ہیں اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ آپ ﷺ اور قرآن پر ایمان کے ساتھ پچھلے انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان کو جوڑتے ہیں۔ (۲)

(۱)رواہ الترمذی (۲)معارف القرآن ۵/۸۷۱، تفسیر مظہری ۶/۲۵۰

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً﴾ (العنکبوت: ۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔''

تشریح: ''وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ'' وصیت کہتے ہیں کسی شخص کو کسی عمل کی طرف بلانا جس بلانے میں سراسر نصیحت اور خیر خواہی ہو۔ (۱)

''بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا'' احساناً یہ مصدر ہے بمعنی خوبی اس جگہ مراد خوبی والے طرز عمل کو مبالغۃً احسان سے تعبیر کیا گیا ہے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ وصیت فرمائی کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے پھر ان کے آپس میں ماں کے ساتھ زیادہ اچھا معاملہ کرے جیسے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

بقول مولانا رومی رحمہ اللہ

خدمت مادر پدر کن صبح و شام تا کہ باشی در دو عالم نیک نام

(۱) تفسیر مظہری

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾ (بنی اسرائیل: ۲۴، ۲۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''حکم کر دیا تیرے رب نے کہ نہ پوجو اس کے سوا، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں تو نہ کہہ ان کو ہوں، اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی، اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر نیاز مندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا پالا۔''

تشریح: امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے۔ (۱)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں آیات بالا کا مطلب یہ ہے کہ اگر والدین بوڑھے ہو جائیں اور تمہیں ان کا پیشاب و پاخانہ دھونا پڑ جائے تو کبھی اف بھی نہ کرو جیسا کہ وہ بچپن میں تمہارا پیشاب پاخانہ دھوتے رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان آیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر بے ادبی میں اف کہنے سے کوئی کم درجہ ہوتا تو اللہ جل شانہ اس کو بھی حرام کر دیتے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ والدین کی نافرمانی کی حد کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے مال سے ان کو محروم رکھے اور ملنا چھوڑ دے اور ان کی طرف تیز نگاہ سے دیکھے۔

"قَوْلاً كَرِيماً" حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ ان کو اچھے لقب کے ساتھ پکارے ابا، اماں کہے ان کا نام نہ لے کہ جب وہ پکارے تو یہ کہے کہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ بقول حضرت قتادہ کہ نرمی سے بات کرے۔

(۲) تفسیر قرطبی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلٰى وَهْنٍ وَ فِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَ لِوَالِدَيْكَ﴾ (لقمان: ١٤)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اس کے ماں باپ کے واسطے، پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تھک تھک کر اور دودھ چھڑانا ہے اس کا دو برس میں میرا شکر ادا کرو اور ماں باپ کا۔"

تشریح: مفسرین فرماتے ہیں آیت بالا میں والدین کے حقوق اور ان کی شکر گذاری کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ اس کی ماں نے اس کے وجود کے لئے بڑی محنت اور مشقت برداشت کی ہے کہ نو مہینے تک اس کو اپنے پیٹ میں رکھ کر اس کی حفاظت کی، اس کی وجہ سے اس کی ماں کو ضعف پر ضعف اور تکلیف پر تکلیف بڑھتی گئی مگر ان سب کو اس نے برداشت کیا اور پھر اس کے پیدا ہونے کے بعد دو سال تک اس کو دودھ پلانے کی زحمت بھی برداشت کی۔ ماں کی مشقت زیادہ ہوتی ہے اس لئے شریعت نے ماں کا حق باپ سے مقدم رکھا ہے۔[1]

وَ فِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ: دودھ چھڑانا ہے اس کا دو برس میں۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے یہی بات احناف کے نزدیک بھی معتبر ہے۔

أَنِ اشْكُرْ لِي وَ لِوَالِدَيْكَ: میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ اس آیت کے مطلب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پانچویں آیت پڑھنے سے اللہ کا شکر ادا کر دیا اور ماں باپ کے لئے دعا خیر کرنے سے اس نے ماں باپ کا حق ادا کر دیا۔[2]

(۱) معارف القرآن ۴۷/۷ (۲) تفسیر مظہری اردو ۳۵۳/۹

سب سے زیادہ پسندیدہ عمل

(۳۱۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَیُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: "الصَّلاةُ عَلٰى وَقْتِهَا" قُلْتُ: ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" قُلْتُ: ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: "اَلْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کو، کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' (بخاری مسلم)

لغات: ❖ الجهاد: جهد (ف) فی الامر، بہت کوشش کرنا۔ جَاهَدَ. مُجَاهَدَةً وَجِهَادًا۔ پوری طاقت لگا دینا۔

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے سب سے اہم عمل نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا ہے کہ نماز ہی کافر اور مسلمان کے درمیان فرق کرتی ہے۔

والدین کے ساتھ نیکی کرنا عقلاً بھی ثابت ہے

ثُمَّ أَیٌّ؟ قَالَ: "بِرُّ الْوَالِدَيْنِ" والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔

فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ شانہ (اور اس کے رسول) والدین کے حق کا حکم (یعنی نیکی کا) نہ فرماتے تب بھی عقل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا حق ضروری ہے اور اہم ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سب کتابوں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید میں ان کے حق کا حکم فرمایا، تمام انبیاء کرام کو ان کے حق کے بارے میں وحی بھیجی اور تاکید فرمائی اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ وابستہ کیا، اور ان کی ناراضگی پر اپنی ناراضگی کو مرتب فرمایا[1] بقول شاعر ؎

خدمت مادر پدر کن صبح و شام — تا کہ باشی در دو عالم نیک نام

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المواقیت تحت باب فضل الصلوٰة لو قتها و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب بیان کون الایمان بالله تعالیٰ افضل الاعمال. و الترمذی والنسائی ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تنبیہ الغافلین

جب والد غلام ہو تو اس کو خرید کر آزاد کردے

(۳۱۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَجْزِیْ

وَلَدٌ وَالِداً اِلَّا أَنْ يَّجِدَهُ مَمْلُوكاً، فَيَشْتَرِيَهُ، فَيُعْتِقَهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ ہاں جب وہ اس کو غلام پائے تو اس کو خرید کر آزاد کر دے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ لا يجزی: جَزٰی (ض) جَزَاءَ الرَّجُلَ بِكَذَا وَ عَلٰی كَذَا کسی کو بدلہ دینا، جَزَاهُ الشَّیْءُ کسی چیز کا کسی کے لئے کافی ہونا۔

تشریح: بیٹے کا باپ کو خریدنے سے باپ خود بخود آزاد ہو جائے گا یا آزاد کرنا ہوگا؟

اگر بیٹے نے باپ کو خریدا تو اب باپ خریدنے کے ساتھ آزاد ہو جائیگا یا اس کو آزاد کرنا پڑیگا اس بارے میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: اصحاب ظواہر، ان کے نزدیک نفس خریدنے سے باپ آزاد نہیں ہوتا بلکہ آزاد کرنا ہوگا۔

دوسرا مذہب: جمہور علماء وفقہاء کا یہ ہے کہ بیٹے نے باپ (یعنی اصول اور فروع) کو خریدا، نفس خرید کے ساتھ باپ آزاد ہو جاتا ہے۔

استدلال اصحاب ظواہر

حدیث بالا میں ہے جس میں آتا ہے ''فَيَشْتَرِيَهُ، فَيُعْتِقَهُ'' کہ خریدے اور پھر اس کو آزاد کردے۔

استدلال جمہور

﴿عن رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: مَنْ مَّلَكَ ذَارَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ﴾ [۱] آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے ذی محرم کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

جواب اصحاب ظواہر کا

حدیث بالا میں ''فيعتقه'' میں فا سبب کے لئے ہے۔ اب حدیث بالا کا ترجمہ یہ ہوا کہ بیٹا باپ کو کسی کا غلام پائے تو اس کو آزاد کرنے کے لئے خریدے۔ مطلب یہ ہوا کہ خریدنے کے بعد بیٹے کو یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ میں نے تمہیں آزاد کیا بلکہ وہ محض بیٹے کے خرید لینے ہی سے آزاد ہو جائے گا۔ [۲]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب العتق تحت باب فضل عتق الولد، و الترمذی و ابن ماجه ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ الترمذی (۲) مظاہر حق جدید ۲/۴۷۳

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے

(٣١٤) ﴿وَعَنْهُ أَيْضاً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی اختیار کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن کو تسلیم کرتا ہو تو وہ بھلائی کی بات کہے یا خاموش رہے۔''

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ فليصل: (امر غائب) وَصَلَ (ض) وَصْلاً وَصِلَةً وُصْلَةً الشيء بالشيء، جوڑنا، جمع کرنا، وَصْلاً وَصِلَةً فُلاناً تعلق رکھنا۔

تشریح: یہ حدیث "باب الحث على اكرام الجار و الضيف" میں گذر چکی ہے خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بالا میں تین باتوں کو پورا کرنے کی اہمیت بیان کی جارہی ہے۔ ان میں پہلی مہمانوں کا اکرام کرنا کہ اس کو اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا سمجھنا اور اس کو اپنے لئے باعث رحمت سمجھنا۔

دوسرا رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا خواہ وہ قرابت دار قطع تعلق بھی کریں تب ان کے ساتھ تعلق کو جوڑے اسی کا نام صلہ رحمی ہے اور یہ رشتہ دار خواہ ننہیال کی طرف سے ہو یا ددھیال کی طرف سے ہو۔

تیسری بات حدیث بالا میں یہ بیان کی جارہی ہے کہ آدمی خیر کی بات کہے ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ آدمی فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخارى فى كتاب الادب تحت باب من كان يؤمن بالله و مسلم فى كتاب الايمان تحت باب الحث على اكرام الجار والضيف. تقدم تخريجه آنفاً برقم ٣١٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جو صلہ رحمی کرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں

(٣١٥) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى إِذَا فَرَغَ

مِنهُم قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هٰذَا مُقَامُ الْعَائِذِ بِکَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ، قَالَ: نَعَمْ أَمَا تَرْضَیْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَّصَلَکِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَکِ؟ قَالَتْ: بَلٰی، قَالَ: فَذَالِکَ لَکِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ: "فَهَلْ عَسَیْتُمْ إِنْ تَوَلَّیْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا أَرْحَامَکُمْ أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فَأَصَمَّهُمْ وَ أَعْمٰی أَبْصَارَهُمْ﴾ (متفق علیه)

و فی روایة للبخاری: فقال اللّٰہ تعالٰی: "مَنْ وَّصَلَکِ، وَصَلْتُهُ، مَنْ قَطَعَکِ قَطَعْتُهُ"

ترجمہ:"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے جب ان سے فارغ ہوئے تو صلہ رحمی کھڑی ہوئی اور اس نے کہا یہ مقام اس شخص کا ہے جو تیرے ساتھ قطع رحمی سے پناہ چاہے۔ فرمایا ہاں کیا تو پسند نہیں کرتی کہ میں اس شخص کے ساتھ انصاف کروں گا جو تجھے قائم رکھے گا اور اس شخص سے قطع تعلق کروں گا جو تجھ سے تعلق منقطع کرے گا۔ صلہ رحمی نے کہا ہاں بالکل درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا مقام ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کے ثبوت میں اس آیت کو پڑھو: "بہت ممکن ہے کہ اگر تم حکومت کرو گے تو زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور قطع رحمی کرو گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ تو ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔"

بخاری کی روایت میں ہے "جس نے تجھے قائم رکھا اس کے ساتھ احسان کروں گا اور جس نے تجھے ختم کیا میں اس سے نظر رحمت پھیر دوں گا۔"

لغات: ❖ العائذ:۔ اسم فاعل عَاذَ یَعُوْذُ (ن) عَوْذًا وَمَعَاذًا. عِیَاذًا مَعَاذَةً. تَعَوَّذَ. اِسْتَعَاذَ بفلانٍ من کذا۔ پناہ مانگنا عاذ بالشیئ۔ لازم ہونا۔

تشریح: ﴿فَهَلْ عَسَیْتُمْ إِنْ تَوَلَّیْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوا أَرْحَامَکُمْ أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فَأَصَمَّهُمْ وَ أَعْمٰی أَبْصَارَهُمْ﴾

اے منافقو! تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو علاقے میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تجھے ثابت رکھے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا میں اس سے قطع تعلق کرونگا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث بالا کا یہ مطلب ہے کہ قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی سے انکار اور ان سے تعلق برقرار رکھنے سے اعراض کرنا اللہ جل شانہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کا باعث ہے۔ ایک دوسری صحیح حدیث میں آتا

ہے کہ قرابت کے حق میں دوسری طرف سے برابری کا خیال نہ کرو اگر دوسرا بھائی قطع تعلق اور غلط سلوک بھی کرے تب بھی تمہیں حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے۔

ام ولد کو فروخت کرنا حرام ہے

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا: اے منافقو! تم سے عجب نہیں کہ اگر حاکم بن جاؤ تو فساد پھیلاؤ۔

اس آیت میں بھی قطع رحمی کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے اس آیت کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام الولد (وہ باندی جس سے آقا کی اولاد ہو) کے فروخت کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب اس کو فروخت کر دیا تو اس میں اور اس کی اولاد میں قطع رحمی ہو جائیگی جو موجب لعنت ہے۔ تو جہاں بھی قطع رحمی ہو وہ موجب لعنت ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب من وصل وصله الله. و مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها. و ابوداؤد و الترمذی، و احمد ۸۳۷۵/۳ و ابن حبان ٤٤١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ الحاکم بحوالہ معارف القرآن ۶/۴۳

احسان کی سب سے زیادہ مستحق والدہ ہے

(۳۱۶) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: "أُمُّکَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قال: "أُمُّکَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: "أُمُّکَ" قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قال: "أَبُوْکَ"﴾ (متفق علیه)

وفی روایةٍ: يَارَسولَ الله مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ؟ قَالَ: "أُمُّکَ" ثُمَّ أُمُّکَ" ثُمَّ أُمُّکَ" ثُمَّ أَبَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ"

"وَالصَحَابَةُ" بمعنی: الصُّحْبَةِ. وقوله: "ثُمَّ أباکَ" هکذاهومنصوب بفعل محذوفٍ، أی: ثم بِرَّ أباک. وفی روایةٍ: "ثُمَّ أَبُوکَ" و هذاواضح.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کون زیادہ حق دار ہے کہ میری رفاقت اس کے ساتھ بہتر ہو؟ فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: پھر تیری والدہ، عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: پھر تیری والدہ۔ اس نے پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔" (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے یا رسول اللہ کون زیادہ حق دار ہے کہ میں اس کے ساتھ احسان کروں فرمایا تیری ماں، پھر تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر تیرا قریبی رشتہ دار۔

اور لفظ صحابۃ اور صحبۃ یہ دونوں مترادف ہیں اور "ثم اباک" فعل محذوف کی بنا پر منصوب ہے یعنی پھر اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو اور ایک روایت میں ثم ابوک منقول ہے یہ حالت زیادہ واضح ہے۔

لغات: ❖ احق: اسم تفضیل حَقَّهُ(ن) حَقًّا۔ حق میں غالب آنا۔ هُوَ اَحَقُّ مِنْ فُلَانٍ۔ وہ اس سے زیادہ حق دار ہے۔

تشریح:

والدہ کا احسان والد سے تین درجہ زیادہ ہے

حدیث بالا سے بعض علماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا ہے کہ احسان اور حسن سلوک میں ماں کا تین حصہ ہے اور باپ کا ایک حصہ کیونکہ حدیث بالا میں آپ ﷺ نے تین مرتبہ ماں کو بتایا اور پھر چوتھی مرتبہ باپ کو بتایا۔

ماں کا تین گنا حق کیوں ہے؟

اس کی وجہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ ماں تین ایسی مشقتیں برداشت کرتی ہے جو باپ نہیں کرتا ① حمل کی مشقت ② بچہ جننے کی مشقت ③ دودھ پلانے کی مشقت۔

اسی وجہ سے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے ماں باپ دونوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کر سکتا تو وہ ماں کے ساتھ سلوک کرنے کو مقدم کرے۔ (۱)

کنز العمال کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتدا کرو۔ اس کے بعد باپ کے ساتھ پھر بہن کے ساتھ پھر بھائی کے ساتھ پھر الاقرب فالاقرب اور اپنے پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو نہ بھولنا۔ (۲)

فرصت زندگی کم ہے محبتوں کے لئے ۔۔۔ لاتے ہیں کہاں سے وقت لوگ نفرتوں کیلئے

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب من أحق الناس بحسن الصحبة؟ و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب بر الوالدین و أنهما أحق به. و أحمد ۸۳۵۲/۳ و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۵۰۸/۴

(۲) کنز العمال

اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، جو والدین کو بڑھاپے میں پائے اور جنت میں داخل نہ ہو

(٣١٧) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ، اَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا، فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے پھر اس شخص کی ناک غبار آلود ہو جائے، پھر اس شخص کی ناک غبار آلود ہو جائے جو اپنے ماں باپ میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور یہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائے۔''

لغات: ❖ رغم: رَغِمَ (س) ورَغَمَ (ن) رغمًا ورَغمًا. انفهُ لِلّٰهِ. ذلیل ہونا۔ فروتنی کرنا۔ صفت (راغم).

تشریح: "رَغِمَ": کا ترجمہ عموماً پوری ناک کا خاک آلود ہونے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کنایہ ہوتا ہے ذلت سے۔

والدین کے ساتھ بڑھاپے میں زیادہ حسن سلوک کیا جائے

مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ: کہ جو اپنے ماں باپ میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پائے۔

مطلب یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک تو ہر زمانے میں کیا جائے خاص کر کے جب وہ کبرسنی (بڑھاپے) کو پہنچ جائے تو اس صورت میں والدین خدمت اور نیکی کے زیادہ ضرورت مند ہوتے ہیں اس بڑھاپے میں اور ضعف میں وہ زیادہ محتاج ہوتے ہیں کہ ان کے حالات کی خیر وخبر رکھی جائے اور اس بڑھاپے کی حالت میں ان کو ان کے ہی رحم وکرم پر نہ چھوڑا جائے اس زمانے میں اگر یہ خدمت کرے تو ان کی دعا سے یہ آسانی سے جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس لئے حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ شخص نہایت ہی بدنصیب ہوگا جو ایسی آسان جنت سے محروم ہو جائے۔ (١)

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ   چلنے والوں سے راہ پیدا کر

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب البر و الصلة، تحت باب رغم انف من ادرک ابویه أو أحدهما.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (٧) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(١) نزهة المتقين ١/ ٢٥٧، روضة المتقين ١/ ٣٥٩۔ دلیل الفالحین ٢/ ١٥١

قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کرنے والے کی فضیلت

(٣١٨) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَ يَقْطَعُونِي، وَ أُحْسِنُ

إِلَيْهِمْ وَ يُسِيئُونَ إِلَيَّ وَ أَحْلُمُ عَنْهُمْ وَ يَجْهَلُونَ عَلَيَّ، فَقَالَ: "لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَ لَايَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَالِكَ﴾ (رواه مسلم)

"تُسِفُّهُم" بضم التاء و كسرالسين المهملة و تشديد الفاء، "والملُّ" بفتح الميم، وتشديد اللام وهو الرماد الحارُّ: أى كأنما تطعمهم الرماد الحار، وهو تشبيه لما يلحقهم من الإثم بما يلحق آكل الرماد الحارِّ من الألم، ولا شيء على هذا المحسن إليهم، لكن ينالهم إثمٌ عظيمٌ بتقصيرهم فى حقه، وإدخالهم الاذى عليه. والله أعلم.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے قریبی رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں تو ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ قطع رحمی کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرتا ہوں لیکن وہ بے مروتی کرتے ہیں اور میں بردباری اختیار کرتا ہوں لیکن وہ جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو کہتا ہے تو تو ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے اور اللہ کی طرف سے ہمیشہ ان کے خلاف تیرا مددگار تیرے ساتھ رہے گا جب تک تو اس حالت پر رہے گا۔

"تسفهم" تا کے ضمہ سین مہملہ کے کسرہ اور فا مشددہ کے ساتھ منقول ہے۔

"الملّ": میم کے فتح اور لام مشددہ کے ساتھ، گرم خاکستر کو کہتے ہیں گویا کہ تو ان کو گرم خاکستر کھلا رہا ہے دراصل ان کی اس حالت کو جو گناہ کی وجہ سے ہے اس انسان کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے جو گرم خاکستر منہ میں ڈالتا ہے۔ تو اس کو اس سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ شخص جو ان کے ساتھ احسان کے ساتھ پیش آ رہا ہے اس پر کچھ گناہ نہیں لیکن چونکہ وہ لوگ اس کے حقوق کی پامالی کر رہے ہیں اور اس کو نقصان پہنچا رہے ہیں اس لئے وہ بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ واللہ اعلم

لغات: ❖ تُسِفُّهُمْ: اَسَفَّ اِسْفَافًا. اِسْتَفَّ الدواء. دوا کو سفوف کی شکل میں کھانا۔ سَفَّ(س) سَفًّا۔ الدواء او السويق ونحوهما. دوا یا ستو وغیرہ کو سفوف کی شکل میں کھانا، پھنکی بنا کر پھانکنا۔

❖ اَلْمَلُّ: مَلَّ (ن س) مَلًّا ملال لاحق ہونا۔ غم یا بیماری سے تڑپنا۔ مَلّ(س) مَلَلًا و مَلًا لًا الشئ ومن الشئ۔ اکتانا۔ زچ ہونا۔ مَلّ(ن) مَلًّا الشئ فى الجمر۔ انگاروں پر رکھنا۔

تشریح: منہ میں گرم خاک ڈالنے کے چار مطلب

تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ: تم ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے قرابت دار ہیں اور وہ تمہارے نیک سلوک کے احسان مند نہیں ہوتے اور تمہارے احسان کا شکریہ ادا نہیں کرتے تو گویا کہ وہ یہ ناجائز کام کر رہے ہیں تو یہ تمہاری دی ہوئی چیز ان کے پیٹ میں گرم خاک کی طرح ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ تمہارے قرابت داروں نے قرابت داری کو

کاٹ کر ایک ناجائز کام کیا ہے اس گناہ کو حدیث بالا میں گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

بعض شارحین نے یہ فرمایا کہ تمہارا ان کے ساتھ اس حالت میں بھی احسان کرنا ان کو گرم راکھ میں جلا رہا ہے اور وہ اسی میں تباہ ہلاک ہو رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رشتہ توڑتے ہیں اور تم جوڑتے ہو تو ایسا کرنا ان کے نفس کے سامنے تم ان کو ذلیل اور رسوا کرتے ہو جیسے کہ کوئی گرم گرم راکھ کو کھائے تو اس کا نفس فوراً اس کو ملامت کرے گا اسی طرح یہاں پر بھی ہے۔

اور بعض شارحین نے حدیث کو مجاز پر رکھ کر یہ کہا کہ یہ کنایہ ہے کہ تمہارا احسان کرنا ان کے منہ کے کالا کرنے سے۔ جیسا کہ گرم راکھ کسی کے چہرے کو جلا کر سیاہ کردے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم، فی کتاب البر و الصلة. تحت باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۱۸

صلہ رحمی سے رزق میں فراخی ہوتی ہے

(۳۱۹) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ، وَ يُنْسَأَلَهُ فِيْ أَثَرِهٖ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ﴾ (متفق علیه)

ومعنی: "يُنْسَأَلَهُ فِي أَثَرِهِ" أي: يُؤخرله فی أجله وعُمُره"

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو رزق میں فراخی حاصل ہو اور اس کو لمبی عمر عطا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔" (بخاری ومسلم)

"يُنْسَأَلَهُ فِي أَثَرِهِ" یعنی اس کی عمر میں اضافہ ہو۔

لغات: ❖ یُنسأُ: (افعال) أنسأَہ. الشیءَ. کسی چیز کے چھوڑنے کا حکم دینا، نسا (ن) نَسوۃً۔ الرجل. کام چھوڑ دینا۔

تشریح: "فِي أَثَرِهِ": اثر پاؤں کے نشان کو کہتے ہیں۔ کہ وہ زندہ ہے تب ہی تو اس کے قدم نشان ہوں گے اسی وجہ سے اہل عرب کے نزدیک "اثر" یہ عمر سے کنایہ ہوتا ہے۔

آدمی کا وقت مقرر ہے تو عمر کی زیادتی سے کیا مراد ہے؟

يُبْسَطُ لَهُ فِي رِزْقِهِ، ويُنْسَأَلَهُ: رزق میں فراخی حاصل ہو۔ اور اس کی عمر لمبی ہو جائے۔

سوال: ہر شخص کی عمر اور روزی متعین ہے ہر ایک کو اتنی ہی ملے گی جو اس کے تقدیر میں لکھی ہوتی ہے اس میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی جیسے قرآن مجید میں موت کے بارے میں آتا ہے:

﴿اِذَاجَاءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ جب وہ میعاد ختم ہوگی اس وقت نہ ایک گھڑی پیچھے ہوں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔

جواب: اوقات میں برکت کی طرف اشارہ ہے عمر تو اتنی ہی ہوگی جو مقرر ہے مگر اس میں اتنی برکت ہو جاتی ہے کہ جو کام لوگ سالوں میں کرتے ہیں وہ مہینوں میں کر لیتے ہیں جیسے کہ بزرگوں کی زندگی میں غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ کم عمر میں انہوں نے کتنا زیادہ کام کیا۔

دوسرا جواب: اس کے کارنامے اور ذکر خیر کافی دنوں تک چلتا رہتا ہے۔

تیسرا جواب: اس کی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے جس سے اس کا سلسلہ مرنے کے بعد بھی دیر تک چلتا رہتا ہے۔

بہر حال حدیث بالا کا مطلب یہ ہوا کہ جو صلہ رحمی کرتا ہے ایک تو اس کے رزق میں بھی برکت ہوتی ہے اور اس کی عمر میں بھی برکت ہوتی ہے۔

کنز العمال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص چار باتوں کا ذمہ لے لے میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں[1] (۱) جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر دراز ہوتی ہے (۲) اعزہ اس کی عزت اور اس سے محبت کرتے ہیں (۳) رزق میں فراخی ہوتی ہے (۴) جنت میں داخل ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب من بسط له فی الرزق وفی کتاب البیوع تحت باب من احب البسط فی الرزق. و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها. و أحمد ۱۳۸۱۲/٤ ـ و ابن حبان ٤۳۸ ـ و هکذا فی البیهقی ۲۷/۷ من طرق عن أنس رضی الله عنه بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) کنز العمال

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے باغ کا واقعہ

(۳۲۰) ﴿عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ، وَ كَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَ يَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ

حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" قَامَ اَبُوطَلْحَةَ إِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَقَالَ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی أَنْزَلَ عَلَیْکَ: "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" وَ إِنَّ أَحَبَّ مَالِی إِلَیَّ بَیْرَحَاءَ، وَ إِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰی أَرْجُوا بِرَّهَا وَ ذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی، فَضَعْهَا یَا رَسُولَ الله حَیْثُ أَرَاکَ اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ "بَخٍ! ذَالِکَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِکَ مَالٌ رَابِحٌ، وَ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّی أَرٰی أَنْ تَجْعَلَهَا فِی الاَقْرَبِینَ" فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَفْعَلُ یَا رَسُولَ الله، فَقَسَّمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِی أَقَارِبِهِ، وَ بَنِی عَمِّهِ﴾ (متفق علیه)

و سبق بیان ألفاظه فی: باب الانفاق مما یحب.

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تمام انصار سے زیادہ کھجوروں کے باغ کے مالک تھے۔ اور اپنے تمام مال سے "بیرحاء" باغ زیادہ محبوب تھا اور یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا عمدہ پانی بھی نوش فرماتے تھے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم کبھی نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ تم نیکی کے کامل درجہ کو حاصل نہیں کرسکو گے۔ جب تک تم اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے" میرا یہ باغ بیرحاء میرے نزدیک سب سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے۔ اور میں اس کو اللہ کے لئے صدقہ کرتا ہوں اس کے اجر وثواب کا اللہ سے امیدوار ہوں۔ لہٰذا یا رسول اللہ آپ اس باغ کو تقسیم فرمائیں جیسے اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واہ واہ، یہ مال بہت مفید ہے تیرا یہ مال بہت مفید ہے میں نے تمہاری تمام بات سن لی۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم اس کو اپنے قریبی رشتہ داروں میں بانٹ دو۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اسی طرح کر لیتا ہوں۔ چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔"

لغات: ❖ فضعها: (امر) وَضَعَ (ف) وَضْعًا. مَوْضَعًاو مَوْضِعًا و مَوْضُوعًا۔ الشی رکھنا۔ الشَّیَٔ مِنْ یَدِہٖ۔ ہاتھ سے ڈال دینا۔

تشریح: اس حدیث کے الفاظ کی تشریح "باب الانفاق مما یحب" میں گذر چکی ہے۔

﴿فَقَسَّمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ، وَ بَنِي عَمِّهِ﴾ انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ یہ حدیث پہلے بھی گذری ہے۔

یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کو پھرلیکر آئے ہیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ اللہ کے راستہ میں جب آدمی صدقہ وخیرات کرے تو پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیکھے۔ اگر وہ مستحق ہیں تو ان کو مقدم رکھے جیسے حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے اپنے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کیا۔ (۱) مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

هرچه داری صرف کن در راه او　　لن تنالوا البر حتی تنفقوا

تخریج حدیث: سبق تخریجه في باب الانفاق مما يحب و من الجيد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) حدیث کی مزید وضاحت پہلے گذر چکی ہے دیکھیں حدیث نمبر ۲۹۹۔

والدین کی خدمت جہاد سے افضل ہے

(۳۲۱) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلٰى نَبِيِّ الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَ الْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ: فَهَلْ لَّكَ مِنْ وَّالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ؟" قَالَ: نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ: "فَتَبْتَغِي الاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ: فَارْجِعْ إِلٰى وَالِدَيْكَ، فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا﴾ (متفق عليه. وَ هٰذَا لَفْظُ مسلِم)

وَ فِي رِوَايَةٍ لَهُمَا: جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ: "أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ"

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنا چاہتا ہوں، اللہ سے اجر وثواب کا طلب گار ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! بلکہ دونوں بقید حیات ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اللہ سے اجر وثواب کا طلب گار ہے؟ اس نے پھر کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے والدین کی خدمت میں جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔“ (بخاری و مسلم)

مسلم کے لفظ ہیں۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص آیا اس نے آپ ﷺ سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پس

ان کی خدمت کرو اسی کو جہاد سمجھو۔

لغات: ❖ أُبَايِعُكَ: بايعهٗ مُبَايَعَةً (مفاعلہ) کسی سے خرید وفروخت کا معاملہ کرنا۔ باہم معاہدہ کرنا۔ باع (ض) بَيْعًا و مَبِيْعًا. فُلانًا كتابًا۔ کسی کو کتاب بیچنا۔

تشریح:

جہاد سے نفلی جہاد مراد ہے

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا حکم نفلی جہاد کے لئے ثابت ہوگا کہ جس شخص کے والدین مسلمان ہوں تو پھر اس صورت میں ان والدین کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں اپنے والدین کو چھوڑ کر جانا جائز نہیں ہے اگر جہاد فرض ہو تو پھر اس صورت میں والدین کی اجازت کی حاجت نہیں ہے بلکہ اگر وہ اس جہاد فرض میں جانے سے بھی روکے تب بھی شریک ہونا چاہئے۔ اور اگر والدین مسلمان نہ ہوں تو اب خواہ جہاد نفلی ہو یا فرض ہر دو صورت میں والدین سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے علماء نے فرمایا ہے کہ جس طرح نفلی جہاد میں والدین کی اجازت ضروری ہے تو اسی طرح تمام نفلی عبادات میں والدین کی اجازت لینی چاہئے۔ (۱)

خدمت مادر و پدر کن اختیار تا شوی از مال و دولت بختیار

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب الجهاد باذن الابوين. و مسلم، فی کتاب البر و الصلة تحت باب بر الوالدين و أنهما احق به. و أحمد ۲/۶۷۷۹۔ و ابوداؤد الطيالسی ۲۲۰۴ و الترمذی و النسائی و ابن حبان ۳۱۸ و هكذا فی البيهقی ۹/۲۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۳/۳۹ے

صلہ رحمی یہ ہے کہ جو قطع رحمی والے سے کی جائے

(۳۲۲) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي، وَ لٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا﴾ (رواه البخاری)

و "قَطَعَتْ" بفتح القاف والطاء و "رَحِمُهٗ" مرفوعٌ"

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما آپ ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: احسان کے بدلے احسان کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے

قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری)

''قَطَعَتْ'' قاف اور طا کے زبر کے ساتھ منقول ہے۔ ''رحِمُهُ'' پیش والا ہے۔

لغات: ❖ الْمُكَافِئِ: كَافَأَ (مفاعله) الرَّجُلَ عَلٰى مَاكَانَ مِنْهُ کسی آدمی کو اس کے کام میں مدد دینا۔ کفأ (ف) کَفْأً پھرنا۔ شکست کھانا۔ الرجل. کسی آدمی کو دھتکارنا۔

تشریح: صلہ رحمی والے سے صلہ رحمی کرنا تو بدلہ ہے

یہ بات واضح ہے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ اچھا معاملہ کرے پھر ویسا ہی تم اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو تو اس میں صلہ رحمی کیا ہوئی؟ یہ تو احسان کا بدلہ ہے۔ صلہ رحمی تو یہ ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی و بے نیازی اور قطع تعلق ہو تب بھی تم اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اچھا برتاؤ کرتے ہی رہو تو اس کا نام صلہ رحمی ہوگا ورنہ نہیں۔

اسی وجہ سے دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تم کو دنیا اور آخرت کے بہترین اخلاق بتاؤں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو تم پر ظلم کرے تو تم اس کو معاف کرو جو تمہیں اپنی عطا سے محروم رکھے تو تم اس کو عطا کرو جو تم سے تعلقات توڑے تو تم اس سے صلہ رحمی کرو۔

درمنثور کی ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت میں اس کے مکانات بلند ہوں۔ اور اس کو اونچے اونچے درجے ملیں۔ تو اس کو چاہئے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے وہ اس سے درگذر کرے جو اس کو اپنی عطا سے محروم رکھے اس پر احسان کرے اور جو اس سے تعلقات توڑے وہ اس سے تعلقات جوڑے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح البخارى، كتاب الادب باب فضل صلوٰة العشاء فى جماعة. و أحمد ۶۷۹۹/۲۔ و ابوداؤد و ترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) درمنثور

صلہ رحمی جو کرے گا اللہ اس کو ملائے گا

(۳۲۳) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِي، وَصَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا روایت نقل کرتی ہیں کہ رحم (رشتہ داری اور قرابت داری) عرش سے لٹکا ہوا کہہ رہا ہے کہ جو مجھے ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائیگا اور جو مجھے قطع کرے گا اللہ جل شانہ بھی اسے قطع

کرے گا۔"

لغات: ❖ مُعَلَّقَةٌ: عَلَّقَ الشَّیَٔ بِالشَّیِٔ وَعَلَیْهِ وَ مِنْهُ۔ لٹکانا۔ الامر چمٹنا۔

❖ عَلِقَ(س) عُلُوْقًاوَ عِلْقًاوَعَلَقًا وعَلاقَةً. فُلانًا وعَلِقَ بِهٖ۔ محبت کرنا۔

تشریح: اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌبِالْعَرْش: رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے۔

اس کا مطلب شراح حدیث یہ بیان کرتے ہیں کہ عرش رحمٰن کا رحم پکڑے ہوئے ہے اور توڑے جانے سے بارگاہ کبریائی سے پناہ مانگتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

﴿إِنَّ الرَّحِمَ اَخَذَتْ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي، وَصَلَهُ اللّٰهُ وَ مَنْ قَطَعَنِي، قَطَعَهُ اللّٰهُ﴾ (۱)

صلہ رحمی نے اپنے بارے میں جو اللہ تعالیٰ سے سنا وہ اس کو کہتی ہے کو جو مجھ کو جوڑے گا کہ میرے حقوق کو ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے ساتھ منسلک کرے گا اور اگر کوئی مجھ کو توڑے گا یعنی میرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کردے گا (۲) کیونکہ ناطے کو جوڑنا واجب ہے اور ناطے کو توڑنا حرام ہے۔

سوال: صلہ رحمی کا مکالمہ یہ کیسے ہوا اس میں بولنے کی طاقت نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ اس نے اس میں ادراک وشعور اور گویائی کی قوت پیدا کردی ہو اور اس نے یہ بات کرلی ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب من وصل وصله الله. و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها.

راویہ حدیث حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) مظاہر حق جدید ۴/ ۵۱۷

اگر تم اے میمونہ! وہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتی تو زیادہ ثواب تھا

(۳۲۴) ﴿وَ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِينَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الحَارِثِ رضى الله عنها أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيدَةً وَ لَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ يَومُهَا الَّذِىْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ، قَالَتْ: أَشَعَرْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنِّى أَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِي قَالَ: "أَوَ فَعَلْتِ؟" قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ "أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کئے

بغیر ایک لونڈی آزاد کردی تھی۔ جب حضرت میمونہ کی باری کا دن آیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کردیا ہے۔ فرمایا کیا تم نے واقعی آزاد کردیا؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: اگر تم اس کو اپنے ماموں کو دے دیتیں تو اس سے تمہارے ثواب میں اضافہ ہوتا۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ شعرت: شعرَ (ن) شعُرَ (ک) شِعْرًا و شَعْرًا و شعْرَى و شُعُورًا و مَشْعُورًا به۔ جاننا۔ محسوس کرنا۔ لہ۔ سمجھنا۔

تشریح: بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ دے سکتی ہے؟

وَ لَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِی ﷺ: آپ ﷺ سے اجازت نہیں لی۔

اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ اگر عورت کسی چیز کی مالکہ ہو تو وہ خاوند کی اجازت کے بغیر بھی اس چیز میں تصرف کرنے کا حق رکھتی ہے۔ (۱)

اسی طرح وہ چیز اگر خاوند کی ہو مگر اس نے اجازت دے رکھی ہو تب بھی عورت اس کو خرچ کرسکتی ہے۔

''أَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِي'': کہ میں نے ایک باندی آزاد کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور باندی کو آزاد کرنا دوسری چیز کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جہنم سے آزاد کرنے والا عمل غلام یا باندی کو آزاد کرنا ہے۔

ماموں کو دینے سے زیادہ ثواب کیوں؟

كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ: تمہارے لئے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔ کہ غیر رشتہ دار کو صدقہ دینا تو صرف صدقہ کا ثواب ملے گا اور رشتہ دار کو دینا اس میں دو اجر ہیں ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا۔ جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:

﴿اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَعَلٰى ذِى الرِّحِمِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ﴾ (۲)

کہ مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ اور صلہ رحمی دونوں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الهبة تحت باب بمن يبدا بالهبة؟ و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فضل النفقة و الصدقة علی الاقربين. و أحمد ۲۶۸۸۱/۱۰۔ و أبوداؤد و ابن حبان ۳۳۴۳ و هكذا فی البيهقی.

راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات:

نام: میمونہ، قبیلہ قریش سے تعلق تھا۔ والد کا نام حارث، والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا۔ حضرت میمونہ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا پھر ابورہم سے نکاح ہوا ۷ھ ابورہم کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا جب آپ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے ۷ھ اسی احرام کی حالت میں

نکاح ہوا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نکاح تھا تو یہ سب سے آخری بیوی تھی۔ ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "انھا کانت اتقانا للہ و اوصلنا للرحم" (اصابہ) کہ میمونہ ہم سب میں سے خدا سے بہت ڈرتی اور صلہ رحمی کرتی تھیں۔

وفات: یہ عجیب اتفاق تھا کہ جس جگہ یعنی مقام سرف میں نکاح ہوا تو اسی جگہ انتقال ہوا (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی صحیح قول کے مطابق انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔

مرویات: ان سے مرویات کی تعداد ۴۶ ہے۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۶۵ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۶۵

مشرک والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہئے

(۳۲۵) ﴿وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنت اَبی بَکرِ الصدیق رَضِیَ الله عَنْهُمَا قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّی وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فِیْ عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّی وَ هِیَ رَاغِبَةٌ أَفَاصِلُ اُمِّی؟ قَالَ "نَعَمْ صِلِیْ اُمَّکِ﴾ (متفق علیه)

وقولها "رَاغِبَةٌ" أی: طَامِعَةٌ عِنْدِیْ تَسْأَلُنِیْ شَیْئًا؛ قِیْلَ کَانَتْ اُمُّهَامِنَ النَّسَبِ، وَقِیْلَ: مِنَ الرَّضَاعَةِ وَالصَّحِیْحُ الاوَّلُ.

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ عہد رسالت میں میری والدہ شرک کی حالت میں میرے پاس آئیں تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ میری والدہ کسی کام کے لئے میرے پاس آئی ہیں کیا میں اس کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔" (بخاری و مسلم)

"رَاغِبَةٌ" میرے پاس کسی لالچ کے پیش نظر آتی اپنی ضرورت کی تکمیل کا مطالبہ کرتی تھی۔ بعض نے کہا کہ وہ ان کی حقیقی والدہ تھی اور بعض نے کہا کہ وہ رضاعی والدہ تھی لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

لغات: ❖ فاستفتیتُ: إستفتٰی إستفتاءً. العالم فی المسئلة۔ عالم سے فتویٰ طلب کرنا۔

❖ راغبة: رَغِبَ (س) رَغَبًا و رُغْبًا و رَغْبَةً. فیه۔ چاہنا خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ عنه، منه. پھیرنا۔ چھوڑنا۔

تشریح: "قَدِمَتْ عَلَیَّ": میری پاس آئی۔ یہ صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا۔

حضرت اسماء کی والدہ کا نام

"امی" والدہ آئی۔ ان کا نام قَتیلہ یا قُتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں تھیں اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی تھی۔ یہ مکہ سے اپنی بیٹی اسماء کے لئے کچھ گھی، پنیر وغیرہ لیکر بھی آئی تھیں۔

جب یہ آئی تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو گھر میں آنے نہیں دیا۔ دوسری طرف اپنی علاتی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف مسئلہ دریافت کرنے کے لئے ایک آدمی کو بھیجا کہ آپ ﷺ سے پوچھ کر بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دو۔ (۱)

حضرت اسماء کے سوال کرنے پر آیت قرآنی کا نزول

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی ضروری ہے جیسے کہ مسلمان رشتہ داروں کی۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آدمی بھیجا آپ ﷺ کے گھر تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ﴾ (۳)

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے انہوں نے نہیں نکالا۔

تخریج حدیث: أخرجه بخاری فی کتاب الهبة تحت باب الهدية للمشركين. و مسلم فی کتاب الزكاة تحت باب فضل النفقة و الصدقة علی الاقربين. و أحمد ۲۶۹۸۱/۱۰۔ ابوداؤد. و ابن حبان ۴۵۰۔

راویہ حدیث حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: اسماء، لقب ذات النطاقین۔ والد کا نام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، والدہ کا نام قتیلہ بنت عبد العزیٰ تھا۔ ہجرت کے ۲۷ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت زبیر بن العوام سے نکاح ہوا ایمان لانے والوں میں ان کا نمبر اٹھارواں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ساتھ میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو ابوبکر کے گھر تشریف لائے ہجرت کے ارادہ کا اظہار فرمایا۔ حضرت اسماء نے سامان سفر تیار کیا دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا، نطاق جس کو عورتیں کمر میں لپیٹتی ہیں اس کو پھاڑ کر حضرت اسماء نے ناشتہ دان کا منہ باندھا یہ وہ شرف تھا جس کی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین مشہور ہوگیا (بخاری ۵۵۳/۱)

حضرت اسماء نے کئی حج کئے پہلا حج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا (مسلم ۴۷۹/۱)

وفات: حضرت اسماء دعا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبد اللہ بن زبیر کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے (استیعاب ۳۶۶/۱)

چنانچہ حضرت عبد اللہ شہید ہوئے اس کے ایک ہفتہ کے بعد جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں سو سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام نیند بھر کر وہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

مرویات: ان سے ۵۶ احادیث روایت کی جاتی ہیں ان میں سے ۲۲ صحیحین میں ہیں ان میں سے ۱۳ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے پانچ بخاری میں چار مسلم میں منفرد ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۳۶۵/۱ (۲) فتح الباری شرح بخاری (۳) فتح الباری شرح بخاری

کیا بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے؟

(۳۲۶) ﴿وَعَنْ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ" قَالَتْ: فَرَجَعْتُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِوَانَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهِ، فَاسْأَلْهُ، فَإِنْ كَانَ ذَالِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَ إِلَّا صَرَفْتُهَا إِلٰى غَيْرِكُمْ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: بَلِ ائْتِيْهِ أَنْتِ، فَانْطَلَقْتُ، وَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ، فَقُلْنَالَهُ: ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ: أَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِيْ حُجُوْرِهِمَا؟، وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ، فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ هُمَا" قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الزَّيَانِبِ هِيَ؟" قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِاللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَ أَجْرُ الصَّدَقَةِ" (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی) بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو خواہ تم اپنے زیوروں سے کرو۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (اپنے شوہر) کے پاس گئی اور ان سے کہا آپ ایک غریب آدمی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معلوم کر لیجئے کہ اگر آپ کو صدقہ دینا جائز ہو سکتا ہے تو میں آپ کو ہی صدقہ دے دوں ورنہ کسی اور مستحق کو دے دوں گی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تم خود ہی جا کر معلوم کر لو۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں جب پہنچی تو آپ ﷺ کے دروازے پر ایک انصاری عورت موجود تھیں اس کا کام (مسئلہ) بھی میرے کام (مسئلہ) کی طرح تھا لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہیبت وعظمت ہم پر موجود تھی اس لئے ہم آپ کے پاس جانے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے ہم نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس

میں جا کر بتاؤ کہ دروازے پر دو عورتیں موجود ہیں وہ آپ سے یہ مسئلہ پوچھنے آئی ہیں کہ کیا ان کا صدقہ ان کے خاوندوں پر جائز ہے۔ اور ان یتیم بچوں پر جو ان کی پرورش میں رہتے ہیں لیکن آپ ﷺ کو یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے اس مسئلہ کے بارے میں جب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک انصاری عورت ہے دوسری زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کون سی زینب؟ اس نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو دوگنا ثواب ملے گا ایک قرابت داری کا دوسرا صدقہ کا۔ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تصدَّقْنَ: تَصَدَّقَ (تفعل) خیرات دینا، علی الفقیر بکذا۔ خیرات کے طور پر دینا۔

تشریح: اللہ نے آپ کو رعب دیا تھا

قَدْ أُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ: اس جملہ کا شراح حدیث یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کو ہیبت و عظمت کا ایسا پیکر بنایا گیا تھا کہ لوگ آپ ﷺ سے مرعوب اور ڈرتے تھے اور آپ ﷺ کی بے انتہا تعظیم کرتے تھے یہ نعمت خدا داد تھی اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی اس عظمت و ہیبت کو آپ ﷺ کی عزت و تعظیم کا سبب اور ذریعہ بنایا تھا۔ [1] در القائل:

یا رب صل و سلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلّھم

وَلَا تُخْبِرُهُ مَنْ نَحْنُ: کہ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع نہ کریں کہ ہم کون ہیں۔

سوال: جب ان صحابیات نے نام لینے سے منع کر دیا تھا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ان کا نام کیوں لیا۔ [2]

جواب: جب آپ ﷺ نے سوال کیا تو اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہو گیا۔

بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں اس میں اختلاف ائمہ

حضرت زینب اور ان انصاریہ رضی اللہ عنہما نے جو مسئلہ معلوم کیا کہ مرد اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے مرد کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں اس کی وضاحت فقہاء کے نزدیک کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خواہ مرد اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے یا بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے طرفین سے یہ ناجائز ہے کیونکہ دونوں عادتاً منافع میں شریک ہوتے ہیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مال سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مرد اپنی بیوی کو زکوۃ دے سکتا ہے اسی طرح بیوی بھی اپنے خاوند کو زکوۃ دے سکتی ہے۔ استدلال اس حدیث سے کرتے ہیں۔

جواب امام ابوحنیفہ کی طرف سے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث بالا کو نفلی صدقہ پر محمول کیا ہے صدقہ فرض اس سے مراد نہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب الزکاة علی الزوج و الایتام فی الحجر. و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فضل النفقة و الصدقة علی الاقربین. و الترمذی و ابن ماجه و أحمد ۱۶۰۸۲/۵۔ و ابن حبان ۴۲۴۸۔

راویہ حدیث حضرت زینب زوجۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات:

نام: زینب، رائطہ عرف، قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دستکاری کرتی تھیں اس لئے جو اس سے کمائی ہوتی اس کو اپنے شوہر اور اولاد پر خرچ کرتیں ایک موقع پر وہ کہنے لگیں میں جو کچھ کماتی ہوں تم کو کھلا دیتی ہوں اس میں میرا کیا فائدہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم اپنے فائدے کی صورت نکالو مجھ کو تمہارا نقصان منظور نہیں۔ اس کے لئے انہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات رکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر اور اولاد پر ہی خرچ کرو ثواب ملے گا۔ (مسلم)

وفات: کے بارے میں کوئی تحقیقی بات معلوم نہ ہوسکی۔

مرویات: ان سے آٹھ احادیث منقول ہیں ان میں سے دو بخاری و مسلم میں موجود ہیں ایک میں دونوں متفق ہیں ایک میں مسلم منفرد ہیں (مختصر التلقیح)

---

(۱) مظاہر حق جدید ۲۸۱/۲

(۲) مظاہر حق جدید ۲۸۱/۲

(۳) مظاہر حق جدید ۲۸۱/۲

ابوسفیان نے کہا: کہ نبی اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں منجملہ صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں

(۳۲۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ صَخْرِبْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هِرَقْلَ اِنَّ هِرَقْلَ قَالَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ: فَمَاذَا یَأْمُرُکُمْ بِهٖ؟ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُلْتُ: یَقُوْلُ: "اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ، وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ آبَاؤُکُمْ، وَ یَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ، وَ الصِّدْقِ وَ الْعَفَافِ، وَ الصِّلَةِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوسفیان اپنی لمبی روایت میں جس میں ہرقل کا واقعہ ہے روایت کرتے ہیں کہ ہرقل نے

ابوسفیان سے پوچھا کہ وہ پیغمبر تم کو کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور جو باتیں تمہارے آباء واجداد کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز ادا کرنے، سچ بولنے اور پاک دامنی اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ لاتشرکوا: (نہی کا صیغہ) اشرکه فی امره کسی کو اپنے کام میں شریک کرنا۔ اشرک باللّٰہ اللہ کے لئے شریک ٹھہرانا۔

تشریح: فِیْ حَدِیْثِهِ الطَّوِیْلِ فِیْ قِصَّةِ هرقل: یہ لمبی روایت بخاری کے شروع میں موجود ہے۔

''اعْبُدُوا الله وَحْدَهٗ'': اکیلے اللہ جل شانہ کی عبادت کی جائے اس کے ساتھ دوسرے کسی کو اللہ کی ذات یا صفات میں شریک نہ بنایا جائے۔

و یَأْمُرُنَا بِالصَّلاَةِ، وَ الصِّدْقِ وَ العَفَافِ، وَ الصِّلَةَ: ہم کو حکم دیتا ہے نماز کا اور سچ بولنے کا اور پاک دامنی کا اور صلہ رحمی کا۔

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ''یَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالصِّدْقِ'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ ان جملوں میں ایک طرف نماز کی تاکید ہے اور ساتھ ساتھ مکارم اخلاق کی بھی تعلیم ہے۔ مسلمان اسی کو کہتے ہیں جو توحید ورسالت کے اقرار کے بعد عبادات کی ادائیگی کا پابند ہونے کے ساتھ مکارم اخلاق کا نمونہ ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی باب بدء الوحی. و مسلم فی کتاب الجهاد تحت باب کتاب النبی ﷺ إلی هرقل یدعوه إلی الاسلام. و الترمذی، وابن حبان ٦٥٥٥۔ والبیهقی فی دلائل النبوة ٤/٣٨٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (٥٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ کی پیشین گوئی

(٣٢٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''إِنَّکُمْ سَتَفْتَحُوْنَ أَرْضاً یُذْکَرُ فِیْهَا الْقِیْرَاطُ﴾

وفی روایةٍ: ''سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِیَ أَرْضٌ یُسَمّٰی فِیْهَا الْقِیْرَاطُ، فَاسْتَوْصُوْا بِأَهْلِهَا خَیْراً، فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِماً''

وفی روایةٍ: فَإِذَا افْتَتَحْتُمُوْهَا، فَأَحْسِنُوْا إِلٰی اَهْلِهَا، فَإِنَّ لَهُمْ ذمّةً ورَحِمًا'' أوقال: ''ذِمَّةً وَصِهْراً''

رواه مسلم.

قال العلماء: اَلرَّحِمُ الَّتِیْ لَهُمْ كَوْنُ هَاجِرَ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ عليه السلام مِنْهُمْ "وَالصِّهْرُ" كَوْنُ مَارِيَةَ اُمِّ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم جلد ہی ایک ایسی زمین کو فتح کرو گے جس میں قیراط کا زیادہ چرچا ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تم جلد ہی مصر کو فتح کرو گے وہ ایسی زمین ہے جس میں قیراط کا زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ پس تم اس زمین کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اس لئے کہ ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ بھی ہے۔ اور رشتہ داری بھی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم مصر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو تو اس کے رہنے والوں کے ساتھ احسان کرنا اس لئے کہ ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے یا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے اور ہمارے سسرالی رشتہ دار ہیں۔''

علماء فرماتے ہیں کہ اہل مصر کے ساتھ رشتہ داری یہ تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پیغمبر کی والدہ حضرت ہاجرہ ان میں سے تھی اور سسرالی رشتہ یوں تھا کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا یہ مصر سے ہی تھیں۔''

لغات: ❖ ستفتحون: فتح (ف) فتحاً. الباب۔ دروازہ کھولنا۔

❖ القِيْرَاط. ایک سکہ، مخصوص وزن۔

❖ البلاد۔ ملک پر غلبہ حاصل ہونا۔ مالک ہونا۔ فتح کرنا۔

تشریح: يُذْكَرُ فِيْهَا الْقِيْرَاطُ: اس میں قیراط کا ذکر ہوتا ہے۔

عرب میں جہاں پر درہم و دینار چلتا تھا اسی طرح قیراط بھی ایک سکہ ہے یہ دانق کا نصف ہے اور دانق درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں قیراط کا استعمال زیادہ تر مصر میں ہوتا تھا۔

"سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ: عنقریب مصر کو فتح کرو گے۔

یہ نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی تھی جو بہت جلدی پوری ہوگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مصر فتح ہوگیا اور مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی۔

اہل مصر سے سسرالی رشتہ سے کیا مراد ہے؟

فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَصِهْرًا" وہاں پر ذمہ اور سسرالی تعلق ہے۔

"ذِمَّۃٌ" سے مراد حضرت اسماعیل کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کا ہونا ہے کیونکہ وہ بھی مصر سے تعلق رکھتی تھیں اور سسرالی

تعلق کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا یہ بھی مصر کی تھیں۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم. فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب وصية النبی ﷺ بأهل مصر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ

(۳۲۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْأَقْرَبِيْنَ" دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشاً، فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ، وَ خَصَّ وَقَالَ: "يَابَنِی عَبْدِ شَمْسٍ، يَا بَنِی كَعْبِ بنِ لُؤَیّ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَابَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَابَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ، أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَا بَنِیْ هَاشِمٍ أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يا بَنِی عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوْا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ، يَافَاطِمَةُ أَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، غَيْرَاَنَّ لَكُمْ رَحِماً سَأَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا﴾ (رواه مسلم)

قوله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِبِلَالِهَا" هوبفتح الباء الثانية وكسرها"والبلال" الماء ومعنى الحديث: سَأَصِلُهَا، شَبَّهَ قَطِيْعَتَهَا بِالْحَرَارَةِ تُطْفَأُبِالْمَاءِ وَهٰذِهِ تبرّدُ بِالصِّلَةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت "وَ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَکَ الْأَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی (کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے) تو آپ ﷺ نے قریش کو بلایا اور جب وہ سب اکھٹے ہوگئے۔ آپ نے عمومی انداز میں خاص خاص قبیلوں کے نام لیکر فرمایا کہ اے بنوعبد شمس! اے بنوکعب بن لوی! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ اے مرۃ بن کعب کی اولاد! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبدالمطلب کی اولاد! اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! تو اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالے اس لئے کہ میں تمہارے لئے اللہ سے کچھ بھی کرنے کا مالک نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے لہٰذا رشتہ داری کے لحاظ سے صلہ رحمی کروں گا۔'' (مسلم)

"ببلالها" البلال دوسری با کے زبر اور زیر کے ساتھ منقول ہے بمعنی پانی اور حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے قطع رحمی کو گرمی کے ساتھ تشبیہ دی جو پانی سے بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح صلہ رحمی کے ساتھ قطع رحمی کی حرارت کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔

لغات: ❖سأبلها: بَلَّهُ (ن) بَلًّا وَ بَلَّةً وَ بَلَلاً. بِالْمَاءِ پانی سے تر کرنا، بَلَّ يَدَهُ. دینا۔

تشریح:

کعب بن لوی کون ہے؟

كَعْبِ بنِ لُؤَيِّ، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ: کعب بن لوی یہ آپ ﷺ کے جد امجد کا نام ہے یہ غالب بن مہر کے بیٹے تھے۔ بعض کے نزدیک مہر کا ہی لقب قریش تھا بعض کے نزدیک نضر بن کنانۃ کا لقب قریش تھا۔ تو ایک قول کے اعتبار سے قریش کے سلسلہ نسب کی ابتدا گویا مہر کے نام سے ہی ہوئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس قبیلہ والوں کو بلا کر جہنم کی آگ سے بچنے کو فرمایا۔ (۱)

مرّة بن كعب، أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ: مرہ بن کعب بھی قریش کی ایک شاخ کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔

فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا: کہ میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

بعض محدثین فرماتے ہیں آپ ﷺ کا یہ فرمانا قرآن کے ارشاد کی بنا پر ہے:

❶ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ. (۲)

❷ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعاً. (۳)

دنیا میں صلہ رحمی ضرور کروں گا

اِنَّ لَكُمْ رَحِماً سَأَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا: تمہارے ساتھ میری رشتہ داری ہے اسی حساب سے میں تم سے صلہ رحمی کروں گا۔

"بِبلَالِهَا" شرعاً اس سے مراد قرابت داری کے تعلق کو قائم رکھنا ہے کہ دنیا میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ان کی امداد و تعاون کا معاملہ کرنا۔ ان کو غم ونقصان سے بچانا یہ سب کچھ میں کرونگا مگر آخرت کے عذاب سے میں تمہیں نہیں بچا سکوں گا۔

بعض کہتے ہیں "بِبلَالِهَا" یہ بلل کی جمع ہے بمعنی تری۔ اہل عرب احسان اور حسن سلوک کے لئے اس کو استعمال کرتے ہیں۔ (۴)

اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ رشتہ دار کافر اور مشرک بھی ہوں تب بھی ان کے حقوق اور صلہ رحمی کے تقاضے پورے کئے جائیں۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الايمان تحت باب في قوله تعالىٰ "وَ أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ" و ابن حبان ٦٤٦ـ و الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۸۸۶ (۲) سورۃ الاعراف (۳) ایضاً (۴) مظاہر حق جدید ۴/۸۸۶

میرے دوست اللہ اور نیک لوگ ہیں

(۳۳۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ جِهَارًا غَیْرَ سِرٍّ یَّقُوْلُ: "اِنَّ آلَ بَنِیْ فُلاَنٍ لَیْسُوا بِأَوْلِیَائِیْ، اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَلٰکِنْ لَّهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبِلاَلِهَا﴾ (متفق علیه) وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ.

ترجمہ: ''حضرت ابوعبد اللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے واضح الفاظ میں بغیر کسی اخفاء کے سنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فلاں کی اولاد میرے قریبی نہیں ہیں میرا دوست اور قریبی اللہ ہے اور نیک ایمان دار ہیں لیکن ان کے ساتھ قرابت داری ہے تو میں اس کو صلہ رحمی کے ساتھ تروتازہ رکھوں گا۔'' (بخاری و مسلم، لفظ بخاری کے ہیں)

لغات: ❖ جھاراً: جهر (ف) وجِهَاراً و جَهْرَةً. الامْرَ، و بِالْاَمْرِ، اعلان کرنا۔ بالقول آواز بلند کرنا۔

تشریح: جِهَاراً غَیْرَ سِرٍ: واضح الفاظ میں بغیر کسی اخفاء کے سنا۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ارشاد میں صراحت کے ساتھ نام لیا تھا مگر راوی نے نام کو حذف کر دیا بظاہر اس موقع پر نام کا ذکر کسی فتنہ یا کسی خوف کا باعث ہوگا۔

راوی نے جس نام کو چھوڑا وہ کیا ہے؟

بعض لوگوں نے اس جگہ ابولہب کا نام ذکر کیا ہے اور بعض شراح نے ابوسفیان اور بعض نے حکم بن ابی العاص کا نام لیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کوئی خاص فرد مراد نہیں بلکہ قبیلہ اور خاندان مراد ہے مثلاً قریش یا بنو ہاشم یا آپ ﷺ کے چچا زاد۔

لَیْسُوا بِأَوْلِیَائِیْ: آپ ﷺ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ میرا خاندان والوں کے ساتھ مالی امداد و معاونت کرنا اس لئے نہیں کہ مجھ کو ان سے کچھ زیادہ روحانی اور باطنی تعلق ہے میری امداد و معاونت صرف اس لئے ان سے ہے کہ وہ میرے رشتہ دار ہیں۔ جہاں تک باطنی و روحانی تعلق اور حمیت کا سوال ہے تو مجھے یہ سب سے زیادہ مؤمن صالح کے ساتھ ہے اگر چہ وہ میرے رشتہ دار بھی نہ ہو۔

صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ: اکثر شراح نے اس کو عام رکھا ہے بعض نے کہا اس سے مراد ابوبکر ہیں اور بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے۔

رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبِلاَلِهَا: اس جملہ کی پوری وضاحت گذشتہ حدیث نمبر ۳۲۹ میں گذر چکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری. فی کتاب الادب تحت باب یبل الرحم ببلالها. و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب موالاة المؤمنین و مقاطعة غیرهم. و أحمد ۱۷۸۲۰/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (١٣٨) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جنت میں داخل کروانے والے اعمال میں سے صلہ رحمی کرنا بھی ہے

(٣٣١) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدِ ٍالْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰه أَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ، وَ یُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ، وَلاَ تُشْرِکُ بِهٖ شَیْئاً، وَ تُقِیْمُ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِی الزَّکَاةَ، وَ تَصِلُ الرَّحِمَ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کروادے اور جہنم سے دور کردے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تعبد: عَبَدَ (ن) عِبَادَةً و عُبُوْدَةً و عُبُوْدِیَّةً وَمَعْبَداً وَمَعْبَدَةً۔ اللّٰہ، اللہ کو ایک جاننا، عبادت کرنا خدمت کرنا، ذلیل ہونا۔

تشریح: أَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ: مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کروادے۔

اس صحابی کے سوال کرنے پر آپ نے ان کو چند اعمال کی طرف رہنمائی فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت صرف محض آرزوؤں اور تمناؤں سے بغیر ایمان واعمال کے نہیں ملے گی۔

تُقِیْمُ الصَّلاَةَ: نماز قائم کرو خاص کر کے فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر پڑھنے کا اہتمام کیا جائے کیونکہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

وَ تُؤْتِی الزَّکَاةَ: زکوۃ کو ادا کرو۔ زکوۃ کا ادا کرنا بھی فرض ہے اس کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے اور فرض ہونے کے بعد ادا نہ کرنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔

وَ تَصِلُ الرَّحِمَ: اور صلہ رحمی کرو۔

پانچ اعمال جن کے کرنے سے پہاڑوں جیسا ثواب ملے گا

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر دوام اور استقلال سے اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی نیکیاں ملتی ہیں جیسے کہ اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی وجہ سے رزق میں بھی وسعت ہوتی ہے۔

❶ صدقہ کی مداومت اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

❷ صلہ رحمی پر مداومت چاہے قلیل ہو۔

❸ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

❹ ہمیشہ باوضو رہنا۔

❺ والدین کی فرمانبرداری پر مداومت کرنا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری. کتاب الزکاۃ. تحت باب وجوب الزکاۃ و مسلم فی کتاب الایمان. تحت باب بیان الایمان الذی یدخل به الجنة. و أحمد ۲۳۶۰۹/۹، و ابن حبان ۳۲۴٦۔

راوی حدیث حضرت ابوایوب خالد بن زید کے مختصر حالات:

نام: خالد، کنیت ابوایوب، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ پورا سلسلہ نسب اس طرح ہے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف خزرجی۔ بیعت العقبہ میں مسلمان ہونے والوں میں سے تھے۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں قیام فرمایا آپ کے ساتھ ہمیشہ غزوات میں شریک رہے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فقہاء صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے آپس کے اختلاف کی صورت میں صحابہ ان کی ہی طرف رجوع کرتے۔ (اسد الغابۃ)

ان میں تین باتیں نمایاں تھیں (۱) حب رسول (۲) جوش ایمانی (۳) حق گوئی۔ اس سلسلہ میں بہت سے واقعات ان کی زندگی میں ملتے ہیں۔ حیاو شرم بہت زیادہ تھی بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ جب یہ کنویں پر نہاتے تو چاروں طرف سے کپڑے کو تان لیتے۔ (بخاری ۲۴۸/۲)

وفات: قسطنطنیہ (ترکی) پر حملہ کے لئے ۵۳ھ میں یزید بن معاویہ کے زیر امارت تشریف لے جا رہے تھے۔ سفر میں عام وباء پھیلی بہت سے لوگ شہید ہوئے ان میں ان کا بھی انتقال ہوا ان کو دیوار قسطنطنیہ کے قریب دفن کیا گیا جو آج تک زیارت خلائق ہے۔

مرویات: ان سے ۱۵۰ھ روایات منقول ہیں سات پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ بخاری میں ایک اور مسلم بھی ایک میں منفرد ہیں۔

(۱) تنبیہ الغافلین

افطار کھجور سے کرنا سنت ہے

(۳۳۲) ﴿وَعَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ، فَلْيُفْطِرْ عَلٰى تَمْرٍ، فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ تَمْراً، فَالْمَاءُ، فَإِنَّهُ طَهُورٌ" وَقَالَ: "الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ: صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ﴾ (رواه الترمذی و قال: حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو وہ کھجور سے افطار کرے اس لئے کہ اس میں برکت ہے لیکن اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی پاکیزہ ہے اور فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا دگنا ثواب ہے ایک صدقہ کا دوسرا صلہ رحمی کا۔“ (ترمذی اور صاحب ترمذی نے کہا: یہ

حدیث حسن ہے)۔

لغات: ❖ أفطر: افطر کھانا اور پینا۔ فَطَرَ (ن ض) فَطْراً و فِطْراً و فُطُوراً. الصَّائِمُ روزہ دار کا افطار کرنا۔

تشریح: کھجور سے افطار کرنے کی وجہ بقول ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ

فَلْيُفْطِرْ عَلىٰ تَمْرٍ: جو شخص روزہ افطار کرے تو وہ کھجور سے افطار کرے اگر کچھ نہ ملے تو اب پانی سے افطار کرے اس کی وجہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی مشہور و معروف کتاب طب النبوی میں فرماتے ہیں:

﴿و فی فطر النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من الصوم علی التمر أو الماء تدبیر لطیف جداً فان الصوم یخلی المعدة من الغذاء فلا یجد الکبد فیها ما یجذ به و ترسله الی القویٰ و الا عضاء والحلو اسرع شیء وصولاً الی الکبد وأحبه الیها ولا سیما ان کان رطباً قبولها له. فنفع به هی والقویٰ فان لم یکن التمر محلاً انه و توذیته فان لم یکن محسرات الماء تطفی لهیب المعدة و حَرَارَة الصوم فتنة المعدة للطعام و ما جده بشهوة﴾ (1)

ترجمہ: افطار کرتے وقت آپ ﷺ کا کھجور کھانا یا پانی پینا ایک قسم کی لطیف تدبیر ہے کیونکہ روزے کی حالت میں معدہ غذا سے خالی ہوتا ہے اور جگر کو ایسی غذا نہیں ملتی کہ وہ اسے جذب کرے اور اعضاء کی طرف بھیج سکے ایسے وقت میں شیرینی تیزی سے جگر کی طرف پہنچتی ہے اور جگر بھی اسے محبوب رکھتا ہے۔ خصوصاً جب تر کھجور ہو تو جگر کا شوق قبولیت بھی تیز ہو جائیگا چنانچہ دوسرے قویٰ کو اس سے خوب فائدہ حاصل ہوگا لیکن اگر یہ نہ ہو تو پانی کے چند گھونٹ جو التہاب معدہ اور روزے کی حرارت کو بجھا دیں تاکہ اس کے بعد انسان کھانا کھانے کے لئے تیار ہو جائے اور کھانے کی اشتہاء پیدا ہو جائے۔

﴿الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ، وَعَلىٰ ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ﴾ مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔

اس کی بار بار احادیث میں ترغیب آئی ہے کہ آدمی اگر زیادہ ثواب کا طالب ہے تو رشتہ داروں کو صدقہ دے تو اس سے ایک طرف صدقہ کا بھی ثواب اور دوسری طرف صلہ رحمی کا بھی اجر ملے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الزکاة تحت باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرابة. و أبو داؤد. و ابن ماجه. و أحمد ۱۶۲۳۱/۵۔ و عبد الرزاق ۷۵۸۷۔ و ابن حبان ۳۵۱۵۔

راوی حدیث حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: سلمان، والد کا نام عامر بن اوس بن جعد قبیلہ ضبی سے تھے۔ ان کو بصریوں میں شمار کیا جاتا ہے بعض اسماء الرجال والوں کا خیال یہ ہے کہ ضبی میں ان کے علاوہ اور کوئی صحابی روایت کرنے والا نہیں ہے۔

مرویات: ان سے ۱۳ روایات منقول ہیں ان میں سے ایک بخاری میں ہے۔

---

(۱) الطب النبوی ۲۴۱

والدین کے مطالبہ پر بیوی کو طلاق

(۳۳۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَاقَالَ: كَانَتْ تَحْتِي امْرَأَةٌ، وَ كُنْتُ أُحِبُّهَا، وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِي: طَلِّقْهَا، فَأَبَيْتُ، فَأَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "طَلِّقْهَا﴾ (رَوَاهُ أَبُو داؤد، والترمذی و قال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی اور میں اس کو محبوب رکھتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا اس پر نبی کریم ﷺ نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو طلاق دے دو۔''
(ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)

لغات: ❖ یکرھھا: كَرِهَ (س) كَرْهاً و كُرْهاً و كَرَاهةً و كَرَاهِيَةًومَكْرَهَةً و مَكْرُهَةً۔ الشیء ناپسند کرنا اسم فاعل كَارِهٌ۔

تشریح: کوئی شرعی وجہ ہو تو بیوی کو طلاق دے سکتے ہیں ورنہ نہیں

﴿وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا، فَقَالَ لِي طَلِّقْهَا﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو پسند نہیں کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو طلاق دے دو۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس عورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تکلیف و ایذا پہنچتی ہوگی اور کوئی معقول وجہ ہوگی اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق کو کہا اور آپ ﷺ نے بھی فرمایا کہ طلاق دے دو بخلاف اس کے اگر والدین کو کوئی تکلیف نہیں ویسے ہی ضد میں کہتے ہیں کہ طلاق دے دو تو اب اس صورت میں والدین کی بات ماننا ضروری نہیں۔ اس صورت میں اگر اس نے طلاق دی تو گناہگار بھی ہوگا کیونکہ طلاق خواہ مخواہ دینا مکروہ تحریمی ہے نکاح کا مقصد تو اتصال ہے نہ کہ فراق۔

حضرت ابن عمر نے والد کی بات کیوں نہ مانی؟

سوال: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد کی بات کیوں نہ مانی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ سے کہنے کی نوبت آئی؟

جواب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس تردد میں مبتلا رہتے کہ ایک طرف والد کا حکم اور دوسری طرف طلاق کے مبغوض ہونے کے بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات۔ حضرت عمر فاروق جس حیثیت سے طلاق کو فرما رہے تھے وہ وجہ ان کی نگاہ میں اہلیہ کی محبت کی بنا پر اوجھل تھی مگر جب آپ ﷺ نے فرما دیا تو پھر فوراً طلاق دے دی۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الطلاق تحت باب ما جاء فی الرجل یسأله أبوه ان یطلق زوجته و ابوداؤد فی کتاب الادب. تحت باب برالوالدین. وأحمد ۴۷۱۱/۱ـ و ابن ماجه و ابن حبان ۴۲۶ـ

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے

(۳۳۴) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً اَتَاهُ فَقَالَ: إِن لِیُ امْرَأَةً وَإِنَّ أُمِّی تَأْمُرُنِی بِطَلَاقِهَا؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ الله صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ "اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ، فَأَضِعْ ذٰلِکَ البَابَ، أَوِاحْفَظْهُ﴾ (رواه الترمذی و قال: حدیث حسنٌ صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی اس کے پاس آیا اور کہا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری والدہ مجھے کہتی ہے کہ اس کو طلاق دے دو اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے پس اگر تم چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو یا اس کی حفاظت کرو۔'' (ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ فأضع: (امر) ضاع (ض) ضَیْعاً وضِیْعاً و ضَیْعَةً و ضِیَاعَا۔ ضائع ہونا، ہلاک ہونا، تلف ہونا، بیکار ہونا۔

تشریح: **والدین کی اطاعت کی حد**

وَ إِنَّ أُمِّی تَأْمُرُنِی بِطَلَاقِهَا: کہ میری والدہ کہتی ہے کہ اس کو طلاق دے دو۔

علماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے کہ جو امور شرعاً واجب ہوں تو والدین اس سے منع کریں تو اس صورت میں ان کی اطاعت جائز نہیں مثلاً والدین حج فرض یا طلب علم بقدر فرض کے لئے جانے نہ دیں تو اب اطاعت نہیں ہوگی۔

اسی طرح جو امور شرعاً ناجائز ہوں اور والدین اس کو کرنے کا حکم دیں تو اب اس میں بھی اطاعت نہیں ہوگی۔ بیوی کو طلاق دینا بلا عذر ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اس لئے والدین کی صرف ضد کی بناء پر بیوی کو طلاق نہیں دی جا سکتی جب تک کہ شرعاً کوئی وجہ نہ ہو۔

یَقُولُ: "اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: والد جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔

اس جملہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ شرعی طور سے تمہاری بیوی کے اندر شرعاً وہ باتیں موجود ہیں جن کی بناء پر طلاق دی جاسکتی ہے تو اب اس کو طلاق دے دو اور اپنے والد کو بھی خوش کردو۔ اگر تم طلاق نہیں دیتے تو اب والد بھی ناراض ہوتے ہیں اور والد کی ناراضگی سے تمہارا جنت کا دروازہ بھی بند ہو جائیگا۔

اس حدیث میں علماء فرماتے ہیں بیوی کی محبت پر والدین کی اطاعت و رضامندی کو ترجیح دینے کی تاکید ہے۔ (۱)

لفظ والد میں والدہ بھی داخل ہے

"یَقُوْلُ "اَلْوَالِدُ" یہاں پر والد میں والدہ بھی داخل ہے یہاں پر لغوی معنی مراد ہے بمعنی جننے والا، تو اب اس کے معنی کے اعتبار سے والد کا اطلاق ماں اور باپ دونوں پر ہوتا ہے۔ (۲) جس طرح والدین صیغہ تثنیہ سے ماں اور باپ دونوں مراد ہوتے ہیں اسی طرح والد کا اطلاق بھی دونوں پر ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب البر و الصلة تحت باب الفضل فی رضاء الوالدین. و أحمد ۱۰/۲۷۵۸۔ و ابوداؤد الطیالسی ۹۸۱۔ و ابن ماجه و ابن حبان ۴۲۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۷۲ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۷۲

والدہ کے بعد خالہ کا درجہ ہے

(۳۳۵) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ"﴾ (رواه الترمذی و قال: حدیث حسن صحیح)

وَفِی الْبَابِ أَحَادِیْثُ كَثِیْرَةٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْهُوْرَةٌ؛ مِنْهَا حَدِیْثُ أَصْحَابِ الْغَارِ، وَحَدِیْثُ جُرَیْجٍ وَقَدْ سَبَقَا، وَأَحَادِیْثُ مَشْهُوْرَةٌ فِی الصَّحِیْحِ حَذَفْتُهَا اِخْتِصَاراً، وَمِنْ أَهَمِّهَا حَدِیْثُ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ الطَّوِیْلُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰی جُمَلٍ كَثِیْرَةٍ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَآدَابِهٖ، وَسَأَذْكُرُهٗ بِتَمَامِهٖ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ بَابِ الرَّجَاءِ، قَالَ فِیْهِ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ بِمَكَّةَ، یَعْنِی فِیْ أَوَّلِ النُّبُوَّةِ، فَقُلْتُ لَهٗ: مَاأَنْتَ؟ قَالَ: "نَبِیٌّ" فَقُلْتُ وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ: "أَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی:"، فَقُلْتُ: بِأَیِّ شَیْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: أَرْسَلَنِیْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِالْاَوْثَانِ، وَأَنْ یُّوَحَّدَ اللّٰهُ لَا یُشْرَكُ بِهٖ شَیْءٌ" وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ. والله أعلم.

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے۔ (ترمذی) صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔''

اس باب میں کثرت کے ساتھ حدیثیں صحیح بخاری میں موجود ہیں اور معروف ومشہور ہیں۔ ان حدیثوں سے اصحاب الغار کی حدیث اور جریج راہب کی احادیث گذر چکی ہیں۔ اور کئی مشہور حدیثوں کو بطور اختصار کے حذف کر دیا ہے۔ ان حدیثوں میں زیادہ اہمیت کی حامل عمرو بن عبسہ کی حدیث ہے جو بہت طویل ہے اور اسلام کے قواعد اور آداب کے لحاظ سے بہت سے جملوں پر مشتمل ہے عنقریب میں اس کو ''باب الرجاء'' میں مکمل طور پر ذکر کروں گا۔ انشاء اللہ۔

جس حدیث میں عمرو بن عبسہ نے بیان کیا کہ میں نبوت کے ابتدائی دنوں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مکہ حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا آپ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نبی ہوں۔ میں نے پوچھا نبی کون ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے میں نے عرض کیا، کیا چیز دے کر آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھے بھیجا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے اور بتوں کو توڑا جائے اور اللہ کو ایک سمجھا جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ مکمل حدیث کو ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

لغات: ❖ منزلة: اترنے کی جگہ، گھر، مرتبہ، نَزَلَ (ض) نُزُوْلاً اترنا، بِہٖ۔ اتارنا۔ بِهِ الْاَمْرُ واقع ہونا۔

تشریح: خالہ کا درجہ بھی ماں کی طرح ہے کہ ایک درخت کے تنے کی دو شاخیں ہوں ایک شاخ والدہ کی صورت میں ہے اور دوسری شاخ خالہ کی صورت میں ہے تو جس طرح آدمی اپنی والدہ کا اکرام واحترام کرتا ہے تو خالہ کا بھی احترام کرے خاص کر کے والدہ کے انتقال کے بعد زیادہ خیال رکھے۔

مکمل حدیث

یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے وہ تفصیلی حدیث یہ ہے:

و عن البراء رضی الله عنه قال اعتمر النبی ﷺ فی ذی القعدة فأبی اهل مكة ان يَّدَعُوْهُ يدخل مكة حتى قاضاهم على ان يقيم بها ثلاثة ايام فلما كتبوا الكتاب كتبوا. هذا ماقاضى عليه محمد رسول الله ﷺ فقالوا لا نُقِرُّ بها فلو نعلم انک رسول الله ما منعناک، لكن انت محمد بن عبد الله قال اَنَا رسول الله و انا محمد بن عبد الله ثم قال لِعَلِيٍّ امح رسول الله قال لا والله لا امحوک ابدًا فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس

يحسن يكتب فكتب هذا ما قاضى عليه محمد بن عبدالله لا يدخل مكة سلاح الا فى القراب. و ان لا يخرج من أهلها بأحد إن أراد ان يتبعه، و ان لا يمنع احدا من اصحابه أراد ان يقيم بها. فلما دخلها و مضى الأجل آتوا عليا فقالوا: قل لصاحبك اخرج عنا فقد مضى الاجل فخرج النبى ﷺ ابنة حمزه يا عم يا عم فتنا لَهَا على فأخذ بيدها. وقال لفاطمة دونك ابنة عمك اجمليها فاختصم فيها على و زيد و جعفر فقال على أنا أحق بها و هى ابنة عمى و خالتها تحتى وقال زيد ابنة اختى.[1]

منها حديث اصحاب الغار: یہ باب اخلاص میں گذر چکی ہے کہ اس میں صلہ رحمی کی برکت سے مصیبت سے اللہ نے نجات دی۔

اسی طرح سے حدیث جریج "باب فضل ضعفة المسلمين" میں گذری ہے۔

اسی طرح ایک حدیث عمرو بن عبسہ کی آگے باب الرجاء میں تفصیلی آ رہی ہے۔ اس میں بھی یہ آ رہا ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو کیا دے کر بھیجا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے صلہ رحمی اور بتوں کو توڑنے کا حکم دے کر بھیجا ہے۔

تخريج حديث: أخرجه الترمذى فى ابواب البر والصلة تحت باب ما جاء فى بر الخالة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) بخاری و مسلم

(٤١) بَابُ تَحْرِيمِ الْعُقُوقِ وَ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ
والدین کی نافرمانی اور قطع رحمی کی حرمت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَ أَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ﴾ (محمد: ٢٢، ٢٣)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "اے منافقو! تم سے عجیب نہیں کہ تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ اور ان کے کانوں کو بہرا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔"

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْأَرْضِ: "توليتم" تولی اس کے دو معنی آتے ہیں ① اعراض ② اقتدار

حکومت۔

بعض مفسرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن میں ابوحیان رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ بھی ہیں پہلا والا معنی مراد لیکر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر تم احکام شرعیہ سے اعراض کرو گے جس میں حکم جہاد بھی ہے تو اعراض کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم جاہلیت کے برے طریقوں پر پڑ جاؤ گے پھر زمین میں فساد اور قطع رحمی ہونے لگے گی جیسے کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا۔

بعض مفسرین جن میں صاحب روح المعانی اور صاحب قرطبی وغیرہ بھی ہیں انہوں نے دوسرا معنی مراد لیکر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر تم کو حکومت اور اقتدار مل جائے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہوگا کہ تم زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور رشتوں اور قرابتوں کو توڑ ڈالو گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں قطع رحمی پر وعید بیان کی جارہی ہے کہ اس کی وجہ سے زمین میں فساد آئے گا۔

أُولٰئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ الله: یعنی جو لوگ زمین میں فساد پھیلائیں اور رشتہ داریوں کو قطع کریں تو اللہ ان پر لعنت فرماتے ہیں یعنی اپنی رحمت سے ان کو دور کردیتے ہیں۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ أَنْ یُّوصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْأَرْضِ، أُولٰئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَ لَھُمْ سُوْءُ الدَّارِ﴾ (الرعد: ۲۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ”اور جو لوگ خدا سے عہد واثق کر کے اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور جن رشتہ ہائے قرابت کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کردیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔“

تشریح: ”وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ“ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اس سے مراد جو اللہ جل شانہ نے روحوں سے عالم ارواح میں ”الست بربکم“ کے ساتھ لیا تھا کہ میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے اقرار اور عہد کیا تھا (کہ کیوں نہیں) مگر پھر دنیا میں آکر کفار اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں رب اور معبود بنالئے۔ (۱)

وَ یَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللہ بِہٖ أَنْ یُوصَلَ: یہ لوگ ان تعلقات کو قطع کرتے ہیں جن کو قائم رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس میں مفسرین فرماتے ہیں اس سے وہ تعلق بھی مراد ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہے یا بندے اور اس کے رسول سے متعلق ہے کہ ان کی اطاعت کریں گے مگر اس کو بندے توڑ دیتے ہیں اور اس سے وہ تعلق بھی مراد ہے جو رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ قطع رحمی کا وبال آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی پہنچتا ہے۔ ایک روایت میں آتا

ہے کہ کوئی نیکی جس کا ثواب بہت جلد ملتا ہو وہ صلہ رحمی سے بڑھ کر نہیں ہے اور کوئی گناہ جس کا وبال دنیا میں اس کے علاوہ ملے جو آخرت میں ملے گا وہ قطع رحمی اور ظلم سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (۲)

وَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ: یعنی اوپر کی جو باتیں نہیں مانتے تو اس کی وجہ سے دنیا میں برائی جھگڑے، قتل وقتال کے بازار گرم ہوں گے اسی کا نام زمین کا فساد ہے۔

أُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ: لعنت کہتے ہیں اللہ کی رحمت سے دور اور محروم ہونا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ کی رحمت سے دور ہوگا تو یہ سب عذابوں سے بڑا عذاب اور ساری مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے۔

---

(۱) معارف القرآن ۱۸۴/۵ (۲) تنبیہ الغافلین

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾ ()

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ”تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا اور عجز و نیاز سے ان کے حق میں دعا کرو اے پروردگار! جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پرورش کی ہے تو بھی ان پر رحمت نازل فرما۔“ (۱)

---

(۱) اس آیت کی وضاحت (باب بر الوالدین و صلة الارحام) میں گذر چکی ہے۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

(۳۳۶) ﴿وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟" ثَلَاثاً قُلْنَا: بَلٰى يَارَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: "اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ" وَكَانَ مُتَّكِئاً فَجَلَسَ، فَقَالَ: "أَلَا وَ قَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں بہت

بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ ہم نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا ① اللہ کے ساتھ شریک بنانا ② والدین کی نافرمانی کرنا اس دوران آپ ﷺ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا بھی بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ آپ بار بار یہ جملہ دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل ہی دل میں) کہا کاش آپ خاموش ہو جائیں۔"

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ أنبئكم: نَبَّأ تَنبِئَةً وَ تَنبِيئاً و اَنبأَ فُلاناً الخبر و بالخبر۔ خبر دینا۔ أنبأ ہٹانا۔

تشریح: اَلَا اُنَبِّئُكُم بِأَكبَرِ الكَبَائِرِ؟ ثَلَاثاً: سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔

یہاں پر کبیرہ گناہوں میں سے تین کبیرہ گناہ کو بیان فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کبائر گناہ کسی مقدار میں منحصر نہیں ہیں۔ جہاں اس خاص عدد کا ذکر بھی ہے وہاں پر بھی حصر مقصود نہیں ہے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں پر لوگوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

کبیرہ گناہ کس کو کہیں گے؟

علماء نے کبیرہ گناہ میں ان پانچ قسم کے گناہوں کو شمار کیا ہے ① جس پر قرآن و حدیث میں وعید آئی ہو ② جس پر لعنت آئی ہو ③ جس پر حد مقرر کی گئی ہو مثلاً حد زنا، سرقہ، قذف وغیرہ ④ وہ گناہ اگرچہ تین قسم میں داخل نہیں مگر اس گناہ کے اندر خرابی اور مضرت زیادہ پائی جاتی ہو مثلاً کوئی فوجی مسلمانوں کی فوج کے راز دشمنوں کو بتائے۔ ⑤ صغیرہ گناہ کو بار بار اور معمولی سمجھ کر کرتا ہو۔

سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے

اَلِاشرَاکُ بِاللّٰہِ: اللہ کی ذات یا اللہ کی صفات میں کسی کو شریک کرنا یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس کے بارے میں قرآن میں آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغفِرُ اَن یُّشرَکَ بِہٖ وَ یَغفِرُ مَادُونَ ذٰلِکَ لِمَن یَّشَاءُ: کہ اللہ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

عُقُوقُ الوَالِدَینِ: والدین کی نافرمانی بھی کبیرہ گناہ ہے مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ ان کی اطاعت مباحات کے دائرے میں واجب ہے اور معاصی میں ان کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

"شَھَادَۃُ الزُّورِ" جھوٹی گواہی دینا۔ یہ بھی کبیرہ گناہ میں سے ہے کہ جھوٹی گواہی میں ایک طرف تو جھوٹ ہوتا ہے یہ خود حرام ہے اور اس کے ذریعہ سے کسی کا مال ناحق لیا جاتا ہے یا حلال کو حرام یا حرام کو حلال ثابت کیا جاتا ہے ان وجوہات کی بناء پر اس کو اکبر الکبائر میں شمار کرتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الشهادات تحت باب ما قیل فی شهادة الزور. و مسلم، فی کتاب الایمان تحت باب بیان الکبائر و اکبرها. و الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۷۶

جھوٹی قسم کھانا بھی کبیرہ گناہ ہے

(۳۳۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ قَالَ: "اَلْکَبَائِرُ" اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَ الْیَمِیْنُ الْغُمُوْسُ﴾ (رواہ البخاری)

"الیمین الغموس" التی یحلفها کاذباً عامداً، سُمِّیَتْ غموساً، لأنها تغمس الحالف فی الإثم.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی نفس کو قتل کر دینا اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہوں سے ہے۔" (بخاری)

"الیمین الغموس" جو قسم آدمی جان بوجھ کر جھوٹی اٹھاتا ہے اس کا نام غموس اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ قسم کھانے والے کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے اور غموس کا معنی ڈبونا ہے۔

لغات: ❖ الیمین: اس کی جمع ایمن و ایمان، قسم۔ یَمَنَ و یَمِنَ و یَمُنَ یُمْناً (ف س ک) لِقَوْمِهٖ وَ عَلٰی قَوْمِهٖ بابرکت ہونا، خوش قسمت ہونا۔

تشریح: اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ اصول ایمانیات میں اصل اول ایمان باللہ ہے پھر اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے شرک کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ① پہلا شرک اکبر باطل معبودوں کو رب العالمین کے ساتھ برابر کرنا یہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ ② دوسرا شرک اصغر: ریا کاری، کسی کو دکھانے کے لئے عمل کرنا اللہ کے غیر کی قسم کھانا وغیرہ [1] یہاں مراد پہلی قسم والا شرک ہے۔

"عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ" والدین کے ساتھ احسان اور اچھا معاملہ کرنے کی قرآن نے بار بار ترغیب دی ہے اس لئے والدین کی نافرمانی بالاتفاق کبیرہ گناہ میں سے ہے۔

وَقَتْلُ النَّفْسِ: کسی کو ناحق قتل کرنا۔ جب کسی کو ناحق قتل کیا جاتا ہے تو اللہ جل شانہ غضبناک ہو جاتے ہیں اور اس شخص پر لعنت ہوتی ہے قیامت کے دن مقتول، قاتل کو اللہ کے دربار میں لا کر پوچھے گا کہ اس سے پوچھو کہ اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا تھا۔

قسم کی تین قسمیں

فقہاء فرماتے ہیں کہ یمین کی تین قسمیں ہیں: (۱) یمین لغو (۲) یمین منعقدہ (۳) یمین غموس

یمین لغو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ماضی کے کسی امر پر خلاف واقعہ قسم کھائے یہ سمجھ کر کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یمین لغو میں نہ کفارہ ہے اور نہ ہی گناہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لغو سے مراد وہ ہے جو بلا مقصد منہ سے نکل جائے۔

یَمِین منعقدہ: مستقبل کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اس میں حانث ہونے کی صورت میں بالاتفاق کفارہ ہے۔

یمین غموس: ماضی کے کسی واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔ غموس کے معنی غوطہ دینا یہ قسم کھانے والا بھی گناہ میں غوطہ کھاتا ہے دینا و آخرت میں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس قسم میں بھی کفارہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ نہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الایمان والنذور تحت باب الیمین الغموس. و فی کتاب المرتدین. و أخرجه أحمد ۲/۶۹۰۱۔ الترمذی و الدارمی. و ابن حبان و هکذا فی البیهقی ۱۰/۳۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مدارج السالکین (۲) کتب الفقہ

دوسرے کے ماں باپ کو برا مت کہو کہ وہ تمہارے ماں باپ کو برا کہے

(۳۳۸) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟! قَالَ: "نَعَمْ، يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ اَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ﴾ (متفق عليه)

وفی روایة: "إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ!" قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ! قَالَ: "يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ اَبَاهُ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ، فَيَسُبُّ أُمَّهُ"

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں کی فہرست میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے دے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کیا آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو

گالی دیتا ہے اور یہ اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اِس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ بہت بڑے کبیرہ گناہوں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیسے کوئی شخص اپنے والدین کو لعنت کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ کسی آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اُس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اِس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

لغات: ❖ شتم: شتمةً (ن ض) شَتماً و مَشْتَمَةً و مشتِمة و مُشتمةً و تشاماً گالی دینا۔ شتما گالی دینے میں غالب ہونا۔

❖ یسب: سبّہ(ن) سباً وسبیبی. سخت گالی دینا۔ مقعد میں نیزہ مارنا، سباً. الحبل۔ رسی کاٹنا۔

تشریح: يَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ: وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

حدیث بالا سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ① اپنے ماں باپ کو خود گالی دینا اور ان کو برا کہنا گناہ کبیرہ ہے ② اسی طرح کوئی کسی کے ماں باپ کو گالی دے اس کے بدلے میں مخاطب پھر اس کے ماں باپ کو گالی دے تو یہ بھی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ کیونکہ یہ اگر اس کے ماں باپ کو گالی نہ دیتا تو وہ شخص بھی اس کے ماں باپ کو گالی نہ دیتا لہٰذا جب وہ اپنے ماں باپ کو گالی دلوانے کا باعث خود بنا ہے تو گویا کہ اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دی ہے۔ (۱)

بعض علماء نے حدیث بالا سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا سبب و ذریعہ بنے تو وہ بھی اس گناہ میں شریک ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الادب تحت باب لا یسب الرجل والدیه. و مسلم فی کتاب الایمان. تحت باب بیان الکبائر وأکبرها. وأحمد ۲/ ۷۰۵۰۔ وابوداؤد. والترمذی وابن حبان ۴۱۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۱۲ (۲) مظاہر حق جدید ۴/۵۱۲

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

(۳۳۹) ﴿وَعَنْ اَبِی مُحَمَّدٍ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ'' قَالَ سُفْيَانُ فِیْ رِوَايَتِهٖ يعنی: قَاطِعُ رَحِمٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سفیان راوی نے اپنی روایت میں کہا اس سے مراد وہ شخص ہے جو رشتوں کو توڑنے والا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖قاطع: قطع (ف) قَطْعاً، مَقْطَعاً و تَقْطَاعاً. الشَّیءَ کاٹنا۔ علیحدہ وجدا کرنا، قَطَعَهُ عَنْ حَقِّهٖ حق سے روکنا۔

تشریح: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

سوال: قطع رحمی کرنا تو کبیرہ گناہ ہوگا مگر ایمان والا تو جنت میں داخل ہوگا قطع رحمی سے آدمی کافر تو نہیں ہوتا؟

جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا اس شخص کے لئے ہوگی جو قطع رحمی کو حلال سمجھ کر کرے۔(۱)

یا مراد یہ ہے کہ قطع رحمی کرنے والا اولین نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب اثم القاطع. و مسلم فی کتاب البر و الصلة، تحت باب صلة الرحم و تحریم قطیعتها. و أحمد ٥/١٦٧٣٢۔ و عبد الرزاق ٢٠٣٢٨، و ابوداؤد و الترمذی، و ابن حبان و هكذا فی البیهقی ٧/٢٧۔

راوی حدیث حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: جبیر، کنیت ابومحمد، والد کا نام مطعم قریشی تھا۔ صحیح قول کے مطابق جبیر صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں مسلمان ہوئے (اصابہ) حنین کے غزوہ میں شریک ہوئے واپسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (مسند احمد ۴/۸۴)

یہ علم الانساب کے بڑے عالم تھے اور اس میں بڑے ماہر تھے یہ علم انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب نسب کی تحقیقات کی ضرورت پیش آتی تو ان ہی سے تحقیقات کیا کرتے تھے۔ یہ اگرچہ اپنی قوم کے سردار تھے مگر ان میں تکبر نامی کوئی چیز نہ تھی۔ قریش کے حکیم ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ (اسد الغابۃ ۱/۲۷۳)

وفات: ۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں ہی وفات پائی (استیعاب) بقول شاعر

موت سے کس کو رستگاری نہیں ہے؟ آج وہ کل ہماری باری ہے

مرویات: ان سے ساٹھ احادیث منقول ہیں ان میں سے چھ متفق علیہ ہیں۔ بخاری اور مسلم ایک ایک میں منفرد بھی ہیں۔

---

(۱) شرح مسلم للنووی (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ

اللہ نے ان چھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے

(٣٤٠) ﴿وَعَنْ أَبِیْ عِیْسٰی الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعاً وَهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَکَرِهَ لَکُمْ قِیْلَ وَ قَالَ وَکَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ﴾ (متفق علیه)

قوله: "منعاً" معناه: منع ما وجب علیه، و "هات": طلب ما لیس له. و "وأدالبنات" معناه: دفنهن فی الحیاة، و "قیل وقال" معناه: الحدیث بکلِ ما یسمعه، فیقول: قیل کذا، وقال فلان کذا مما لا یعلم صحته، ولا یظنها، وکفی بالمرء کذباً أن یحدّث بکل ماسمع. و "إضاعة المال" تبذیره وصرفه فی غیر الوُجوه

المأذون فيها من مقاصد الآخرة والدنيا، و ترک حفظه مع إمکان الحفظ. و "کثرة السوال" الإلحاح فيما لا حاجة إليه.

وفي الباب أحاديث سبقت في الباب قبله كحديث: "وأقطع من قطعک" وحديث: "من قطعني قطعه اللّٰه"

ترجمہ: ''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے تم پر ① ماں باپ کی نافرمانی کرنا ② اور اپنے مال کو روک کر رکھنا اور دوسروں کے مال کو ناجائز قبضے میں کرنا ③ اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو حرام قرار دیا ہے ④ اور تمہارے لئے حرام کردیا ہے بے مقصد گفتگو کرنا ⑤ زیادہ سوال کرنا ⑥ اور مال کو ضائع کرنا۔'' (بخاری و مسلم)

"منعا" جو مال دینا ضروری ہے اس کو نہ دینا۔ "و ھات:" جس مال پر کچھ حق نہ ہو اس کو طلب کرنا۔

"ووأد البنات" لڑکیوں کو زندہ گاڑ دینا "قيل و قال" جس بات کو سنا اس کو بیان کردینا کہ فلاں بات کہی گئی ہے اور فلاں نے فلاں بات کہی ہے۔ جب تک اس بات کی صحت کا علم نہیں ہو اور آدمی کے لئے اتنا جھوٹ ہی کافی ہے کہ وہ جو بات سنے اس کو بیان کردے۔

اضاعة المال: فضول خرچی کرنا اور جن راستوں پر مال خرچ کرنے کی اجازت ہے ان راستوں میں خرچ کرنا یعنی جن میں آخرت اور دنیا کے مقاصد موجود ہیں اس کے غیر میں مال کو خرچ کرنا اور مال کی حفاظت نہ کرنا جب کہ اس کے لئے حفاظت کرنا ممکن تھا یہ سب صورتیں مال کو ضائع کرنے کے مترادف ہیں۔

کثرة السؤال: بلاضرورت مبالغہ سے سوال کرنا۔

اس باب کی بہت سی حدیثیں اس سے پہلے باب میں گذر چکی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تجھ کو قطع کرے گا اس سے میں تعلق منقطع کرلونگا اور یہ حدیث کہ صلہ رحمی کہتی ہے کہ جو مجھے قطع کرے گا اللہ اس کو قطع کرے گا۔

لغات: ❖ وأد: وأد (ض) وأداً. البنت لڑکی کو زندہ درگور کرنا۔ وئيدةً و مووُودةً۔ فلانا. بوجھل کرنا۔

تشریح: یہ حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اخلاق کے بارے میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اور جوامع الکلم میں سے ہے۔ (۱)

﴿إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ﴾ علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں چھ کاموں سے روکا گیا ہے پہلا ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ اس میں ماں کے ساتھ باپ بھی داخل ہے ماں کا ذکر بطور خاص اس لئے کیا کہ ماں، باپ سے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے اور وہ معمولی سی پریشانی بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ (۲)

دوسرا: "وَوَأْدُ الْبَنَاتِ" لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی جس کو شریعت نے حرام قرار دیا اور لڑکیوں کی پرورش پر جنت کا وعدہ کیا۔

تیسرا: "ومنع وھات" مال کو صحیح خرچ کرنا۔ ہر وہ چیز جس کو شریعت نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو خرچ نہ کرنا خواہ وہ مال ہو یا علم ہو یا لوگوں کے حقوق ہوں سب اس میں داخل ہیں۔

چوتھا: "قیل و قال" عربی زبان میں قیل وقال لغو اور فضول بات کرنے کو کہتے ہیں جس کا نہ دنیا کا فائدہ ہو نہ آخرت کا۔

پانچواں: "کَثْرَۃُ السُّوَالِ" کثرت سے سوال کرنا۔ اصل خطاب صحابہ کو تھا کہ تم نبی کریم ﷺ سے بہت زیادہ سوال مت کرو جس سے آپ کو تکلیف ہو اس کی ممانعت قرآن میں بھی کی گئی ہے:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ الخ﴾ اے ایمان والوں! مت پوچھو بہت سی ان چیزوں کے بارے میں اگر وہ تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں۔ (۳)

چھٹا: وَاِضَاعَۃُ الْمَالِ: مال کو ضائع کرنا۔ خواہ آدمی مال کو آگ میں ڈال دے یا پانی میں ڈال کر ضائع کرے یا فضول خرچی کرے گناہوں کے کام میں لگائے سب ہی مراد ہو سکتا ہے۔ (۴) ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آدمی سے اس بات کا بھی سوال ہوگا کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب الادب تحت باب عقوق الوالدین من الکبائر. و مسلم فی کتاب الاقضیة تحت باب النھی عن کثرة السائل من غیر حاجة و أحمد ۱۸۱۸۲/۶ و ابوداؤد و النسائی.

راوی حدیث حضرت ابوعیسیٰ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حالات:

نام: مغیرہ، کنیت ابوعبداللہ، والد کا نام شعبہ بن ابی عامر تھا۔ (ابن اثیر ۳۱۶/۲)

غزوہ خندق کے سال یعنی ۵ھ میں مسلمان ہوئے اور اسی سال ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ (استیعاب ۲۵۸/۱)

حدیبیہ اور پھر اس کے بعد متعدد غزوات میں شرکت کرنے کا شرف حاصل کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص سریہ میں ان کو اور ابوسفیان کو طائف بھیجا تھا اس میں انہوں نے بہت بہادری سے دشمنوں کو شکست دی۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو قبر انور میں رکھتے وقت اپنی انگوٹھی گرادی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو نکالو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو مس کیا اور باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے والے یہ آخری صحابی تھے۔ (طبقات ابن سعد)

بہت ہی زیادہ سمجھ دار تھے حضرت قبیصہ بن جابر کا بیان ہے کہ میں عرصہ تک مغیرہ کے ساتھ رہا وہ اس تدبر و سیاست کے آدمی تھے۔ اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوں اور ان میں سے ایک سے بھی گذرنا مشکل ہو مگر مغیرہ رضی اللہ عنہ ان آٹھوں سے نکل جائیں گے۔ (تہذیب التہذیب ۲۰۲/۱)

وفات: ۵۰ھ میں جب کوفہ میں طاعون کی وبا پھیلی تو اس میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ (ابن اثیر ۱۸۲/۳)

مرویات: ان سے مرویات کی تعداد ۱۳۳ ہے ان میں سے ۹ متفق علیہ ہیں ایک میں امام بخاری رحمہ اللہ اور ۲ میں امام مسلم رحمہ اللہ متفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال ۳۸۵)

---

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱۹۱/۹ (۲) مرقاۃ ۱۹۱/۹ (۳) مظاہر حق ۵۱۱/۴ (۴) مظاہر ۵۱۱/۴

(٤٢) بَابُ فَضْلِ بِرِّ أَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَالْاُمِّ وَالْاَقَارِبِ وَالزَّوْجَةِ وَسَائِرِ مَنْ يَنْدُبُ إِكْرَامُهُ

والد اور والدہ کے دوستوں اور رشتہ داروں اور بیوی اور وہ تمام لوگ جن کے ساتھ حسن سلوک مستحب ہے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی فضیلت کا بیان

(٣٤١) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبَرَّا لبِرِّ أَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيْهِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔''

لغات: ❖ وُدٌّ: الوُدُّ، دوستی۔ اُوُدُّ اَنْ يَّكُوْنَ كَذَا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔ وَدَّہ یودُّہ (ن) وَدًّا و وُدًّا و مَوَدَّۃً محبت کرنا۔

تشریح: والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا جائے

أَنْ يَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّأَبِيْهِ: مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس کے بعد ''أن یولی'' کا لفظ بھی ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد۔

مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کا بھی احترام واکرام کرے اور ساتھ ساتھ ان کی وجہ سے ان کے دوستوں کا بھی احترام واکرام کرے خاص کر کے جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو اب ان کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (۱)

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس میں ''ودّ أبیه'' یعنی باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک میں ماں کی سہیلیاں بدرجہ اولیٰ داخل ہوں گی کہ ان کے ساتھ بھی آدمی حسن سلوک کرے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب صلة اصدقاء الاب والام و نحوهما. و ابو داؤد و الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۱۳ (۲) مظاہر حق جدید ۴/۵۱۳

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے والد کے دوست کے بیٹے کو گدھا اور عمامہ ہدیہ دینا

(۳۴۲) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، وَحَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ، وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَأْسِهِ، قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ: فَقُلْنَا لَهُ: اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَاِنَّ اَبَاهٰذَا كَانَ وُدًّالِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن دینار، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی اس مکہ کے راستہ میں عبد اللہ بن عمر کو ملا۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو سلام کیا اور اس کو اس گدھے پر سوار کیا جس پر وہ سوار ہوا کرتے تھے اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کو عطا فرمایا۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اللہ تجھے صالحیت سے نوازتا رہے یہ لوگ تو دیہاتی ہیں اور یہ تو تھوڑے سے عطیہ پر خوش ہو جاتے ہیں اس پر عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: اس کے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست تھے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔" (مسلم)

لغات: ❖ وُدّ: الوُدُّ، دوستی۔ اَوُدُّ ان یکون کذا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو محبت کرنے والا۔ وَدَّہ یودُّہ (ن) وَدًّا و وُدًّا و مؤدَّۃً محبت کرنا۔

تشریح: جیسے کہ گذشتہ حدیث میں گذرا کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اس پر یہ مثال دی جارہی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دیہاتی آدمی کو اپنا گدھا اور عمامہ صرف اس وجہ سے عنایت فرمایا کہ اس کے والد میرے والد کے دوستوں میں سے تھے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ علامہ منذری نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ملنے گئے اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں آیا ہوں؟ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں صلہ رحمی کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمہارے والد میں دوستی تھی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم، فی کتاب البر والصلة تحت باب صلة أصدقاء الاب والام و نحوهما. و ابو داود و الترمذی.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن دینار کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، کنیت ابوعبدالرحمٰن، قبیلہ القرشی العدوی سے تعلق تھا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام تھے۔ انہوں نے عموماً حضرت عبداللہ بن عمر اور انس بن مالک سے روایات نقل کی ہیں اور ان سے عموماً ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور یحیی الانصاری و سہیل اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ روایات نقل کرتے ہیں یہ بالاتفاق ثقہ راویوں میں سے ہیں۔

وفات: ان کا انتقال ۱۲۷ھ میں ہوا

کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں　　قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر

(۱) ترغیب وترہیب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے والد کے دوست کے بیٹے کو ہدیہ دینا

﴿عَنِ ابْنِ دِیْنَارٍعَنِ ابْنِ عُمَرَأَنَّہٗ کَانَ إِذَاخَرَجَ إِلٰی مَکَّةَ کَانَ لَہٗ حِمَارٌ یَتَرَوَّحُ عَلَیْہِ إِذَا مَلَّ رُکُوْبَ الرَّاحِلَةِ، وَعِمَامَةٌ یَشُدُّ بِھَارَاْسَہٗ، فَبَیْنَا ھُوَ یَوْمًا عَلٰی ذٰلِکَ الْحِمَارِ إِذْمَرَّبِہٖ أَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ؟ قَالَ: بَلٰی. فَاَعْطَاہُ الْحِمَارَ، فَقَالَ اِرْکَبْ ھٰذَا، وَاَعْطَاہُ الْعِمَامَةَ وَ قَالَ: اُشْدُدْ بِھَا رَأْسَکَ، فَقَالَ لَہٗ بَعْضُ أَصْحَابِہٖ: غَفَرَاللّٰہُ لَکَ أَعْطَیْتَ ھٰذَا الْاَعْرَابِیَّ حِمَارًا کُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَیْہِ، وَعِمَامَةً کُنْتَ تَشُدُّ بِھَا رَأْسَکَ؟ فَقَالَ: إِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ اَبَرِالْبِرِّ أَنْ یَصِلَ الرَّجُلُ اَھْلَ وُدِّ أَبِیْہِ بَعْدَ أَنْ یُوَلِّیَ" (۴) وَإِنَّ أَبَاہُ کَانَ صَدِیْقًا لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، رَوٰی ھٰذِہِ الرِّوَایَاتِ کُلَّھَا مُسْلِمٌ﴾ (۵)

ترجمہ: ”عبداللہ بن دینار، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر جب مکہ کی طرف جاتے تو جب اونٹنی کی سواری سے اکتا جاتے تو ان کے ساتھ ایک گدھا ہوتا تھا اس پر سوار ہو جایا کرتے تھے اور ایک پگڑی ہوتی تھی جس کو اپنے سر پر باندھتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ اس گدھے پر سوار تھے کہ ان کے پاس سے ایک اعرابی گذرا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کیا تو فلان بن فلان ہے؟ اس نے کہا: ہاں! اس پر عبداللہ بن عمر نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا اس پر سواری کرو اور اپنی پگڑی بھی اس کو دے دی کہ اس کو اپنے سر پر باندھو۔ عبداللہ بن عمر کے بعض دوستوں نے اس وقت کہا کہ اللہ پاک تجھے معاف کرے تم

نے اپنا گدھا اس اعرابی کو دے دیا جس پر تم آرام کیا کرتے تھے اور پگڑی عطا کردی جس کو تم اپنے سر پر باندھتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ بہتر نیک کام یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے حسن سلوک سے پیش آئے جب والد منہ پھیر جائے (یعنی انتقال ہو جائے یا سفر پر چلا جائے) اور اس کے والد (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست تھے۔
ان تمام روایات کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔

لغات: ❖ يتروّح: تَرَوَّحَ بمعنی اِسْتَرَاحَ، اِسْتِرَاحَةً۔ آرام پانا۔ اِلَيْهِ۔ تسلی وسکون پانا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی گذشتہ حدیث کا ہی مفہوم ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو گدھا اور عمامہ اپنے والد اور اس کے والد کی دوستی کی بنا پر دیا۔

ایک واقعہ اسی قسم کا ابوداؤد شریف میں بھی آتا ہے کہ حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے قبیلہ بنوسلمہ کے ایک صاحب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے والدین کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کچھ ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! ہاں! ان کے لئے دعائیں کرنا، ان کی مغفرت کی دعا کرنا اور ان کے عہد کو جو انہوں نے کسی سے کر رکھا ہو اس کو پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا (۱) ترغیب نے اس کے آگے یہ بھی نقل کیا ہے: یہ سن کر وہ آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ! کیسی ہی اچھی بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس پر عمل کرو۔ (۲)

والد کے منہ پھیرنے سے کیا مراد ہے

بَعْدَانْ يُوَلِّي: جب کہ والد منہ پھیر جائے علماء فرماتے ہیں اس میں عارضی چلا جانا بھی مراد ہوسکتا ہے یعنی سفر وغیرہ پر چلے جائیں اور مستقل چلا جانا بھی مراد ہوسکتا ہے کہ انتقال ہوجائے۔ زندگی میں ممکن ہے کہ اس حسن سلوک کے ذریعہ سے آدمی کوئی اپنا ذاتی کام نکلوائے اور اگر وہ نہ ہو تو اب اخلاص کرنا ہوگا اور کوئی اغراض کا شائبہ بھی نہ رہے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب صلة اصدقاء الاب والام و نحوهما و ابوداؤد و الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن دینار کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ابوداؤد شریف

والدین کی وفات کے بعد ان کے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

(۳۴۳) ﴿وَعَنْ أَبِيْ أُسَيْدٍ (بضم الهمزة وفتح السين) مَالِكِ بْنِ رَبِيْعَةَ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْجَاءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلَمَةَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّ هُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ فَقَالَ: "نَعَمْ، اَلصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا، وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا، وَ إِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِ هِمَا، وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا تُوْصَلُ إِلَّا بِهِمَا، وَإِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا﴾ (رواه أبوداود)

ترجمہ: "حضرت ابواسید (ہمزہ کے پیش اور سین کے زبر کے ساتھ) مالک بن ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے کہ بنوسلمہ قبیلہ کا ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے والدین کے فوت ہوجانے کے بعد کوئی ایسی نیکی بھی باقی ہے کہ میں اس کے ساتھ کرسکوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! اس کے لئے دعا مانگنا اور ان کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا اور ان کی وفات کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔" (ابوداود)

لغات: ❖ إنفاذ: نَفَّذَ و أَنْفَذَ. السَّهْمُ الرَّمِيةَ تیر کو شکار کے پار کردینا۔ أنفذه عہدہ عمل میں لانا۔

تشریح: امام سیوطی رحمہ اللہ نے حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے استغفار کرے اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرمانبرداروں میں شمار ہو جاتا ہے اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا ہے ان کے لئے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔ (۱)

کنز العمال کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفلی صدقہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کا ثواب اپنے والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں کہ اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (۲)

جس نے یہ دعا پڑھی اس نے والدین کا حق ادا کردیا

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے

﴿الحمد للّٰہ رب العالمین، رب السماوات رب الارض، رب العالمین وله الکبریاء فی السماوات والارض، و هو العزیز الحکیم للّٰہ الحمد رب السماوات، رب الارض رب العالمین، وله العظمة فی السموات والارض و هو العزیز الحکیم ط هو الملک رب السماوات و رب الارض و رب العالمین ط و له النور فی السماوات والارض و هو العزیز الحکیم ط﴾ (۳)

اس کے بعد یہ دعا کرے کہ "یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچادے، اس نے والدین کا حق ادا کردیا۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداود فی کتاب الادب تحت باب بر الوالدین، و إسناده ضعیف، و أحمد ٥/١٦٠٥٩۔ و ابن ماجه، و ابن حبان ٤١٨۔

راوی حدیث حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ کے مختصر حالات:

نام: مالک، ابواسید کنیت، قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ نسب نامہ: مالک بن ربیعہ بن بدن بن عامر بن عوف بن حارث۔ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے تمام ہی غزوات میں شرکت کی بدر کی شرکت کا تذکرہ تو بخاری میں بھی مذکور ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر بنو ساعدہ کا جھنڈا ان کے ہی ہاتھ میں تھا۔ انتقال سے پہلے آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی تھی۔

وفات: ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ بدری صحابہ میں سب سے آخری صحابی یہی فوت ہوئے انتقال کے وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۲۸ ہے ان میں سے چار بخاری ومسلم میں ہیں ایک پر دونوں کا اتفاق ہے۔

---

(۱) درمنثور (۲) کنزالعمال (۳) عینی شرح بخاری بحوالہ فضائل الصدقات ۲۶۸

آپ ﷺ بکری ذبح کروا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے تھے

(٣٤٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ: مَاغِرْتُ عَلٰی أَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مَاغِرْتُ عَلٰی خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا، وَمَا رَأَيْتُهَا قَطُّ، وَلٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ، فَرُبَّمَا قَالَتْ لَهُ: كَانَ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا إِلَّا خَدِيْجَةُ! فَيَقُوْلُ: "إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ﴾

"متفق علیه وفی روایة وإن کان لیذبح الشاة، فیهدی فی خلائلها منها مایسعهن"

(وفی روایة کان إذا ذبح الشاة، یقول: "أرسلوا بها إلى أصدقاء خدیجة وفی روایة قالت: استأذنت هالة بنت خویلد أخت خدیجة علی رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ، فعرف استئذان خدیجة، فارتاح لذلک فقال: "اللهم هالة بنت خویلد"

"قولها: "فارتاح" هو بالحاء وفي الجمع بين الصحيحين للحميدی: "فارتاع" بالعين ومعناه: اهتم به"

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عورتوں میں سے کسی پر اتنا رشک مجھ کو نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا میں نے اس کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کثرت کے ساتھ ان کا تذکرہ فرماتے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے اعضاء علیحدہ علیحدہ کر کے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کی طرف بھیجتے۔ اس پر میں اکثر کہہ دیا کرتی یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں حضرت خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں آپ فرماتے کہ وہ ایسی ایسی تھی یعنی تعریف کے کلمات فرماتے اور فرماتے کہ اس سے میری اولاد بھی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بکری ذبح فرما کر اس کی سہیلیوں میں مناسب گنجائش کے مطابق ہر ایک کی طرف ہدیہ بھیجتے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب بکری ذبح فرماتے تو فرماتے کہ اس کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیاری سہیلیوں کی طرف بھیج دو۔ ایک اور روایت میں آتا ہے ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اجازت لینا یاد آ گیا۔ آپ ﷺ اس پر جھوم گئے اور فرمایا کہ اے اللہ! ہالہ بنت خویلد ہے۔

"فارتاح" حا کے ساتھ منقول ہے اور حمیدی کی کتاب میں یہ لفظ عین کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں کہ آپ اس کے اجازت مانگنے پر فکر میں پڑ گئے۔

لغات: ❖ غرت: غَارَ يَغَارُ (س) غَيْرَةً و غَيْراً و غَاراً. الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ مِنْ فُلَانٍ وَ هِيَ عَلَيْهِ مِنْ فُلَانَةٍ۔ غیرت کرنا۔

تشریح: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

مَاغِرْتُ عَلَى اَحَدٍ: مجھ کو اتنا رشک کبھی کسی پر نہیں آیا کہ آپ ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی ان کی صفات حمیدہ کی وجہ سے کہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی عابدہ، زاہدہ تھیں، شب بیداری کرتی تھیں اور نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والیوں میں سے تھیں۔ اور دین پر انہوں نے اپنا مال خرچ کیا۔

"وَرُبَّمَا ذَبَحَ شَاةً" آپ ﷺ بکری ذبح کرواتے اور اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے تھے یہ آپ ﷺ کی محبت کی علامت تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ ان کے انتقال کے بعد بھی آپ ﷺ ان کی سہیلیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے رہے۔

"وَكَانَ لِيْ مِنهَا وَلَدٌ": ان سے میری اولاد بھی ہے اس جملہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ ہے جو دوسری بیویوں میں نہیں وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہی بطن سے تھی۔ سوائے حضرت ابراہیم جو کہ آپ کی باندی ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔

آپ ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رفاقت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ ۲۴ سال چھ یا پانچ ماہ رہیں۔ ان کی موجودگی میں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب فضائل الصحابة، تحت باب تزویج النبی ﷺ خدیجة و فضلها. و کتاب النکاح، و فی کتاب الادب و فی کتاب التوحید و مسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب فضائل خدیجة رضی الله عنها و الترمذی.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پورے سفر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی ہے

(۳۴۵) ﴿وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ سَفَرٍ، فَكَانَ يَخْدِمُنِيْ فَقُلْتُ لَهُ: لَاتَفْعَلْ فَقَالَ: إِنِّيْ قَدْرَأَيْتُ الْاَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ أَنْ لَّا أَصْحَبَ أَحَدًا مِّنْهُمْ إِلَّا خَدَمْتُهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ میری خدمت کیا کرتے تھے میں ان سے کہتا کہ ایسا نہ کرو، وہ جواب دیتا کہ میں نے دیکھا کہ انصار رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا ہی کرتے تھے تو میں نے قسم اٹھائی کہ میں انصار میں سے جس کی رفاقت میں جاؤں گا تو اس کی خدمت میں کیا کرونگا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ آلیت: اٰلی إِيْلَاءً و تَأَلّٰی و إِئْتَلٰی۔ قسم کھانا۔ الَالُو عطیه۔ بکری کی مینگنی۔ الاَلُوُّ والاَلُوَّة والالية۔ اگر کی لکڑی۔ جمع الاوية۔

تشریح: فَكَانَ يَخْدِمُنِيْ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ میری خدمت کرتے اگرچہ میں ان سے عمر میں چھوٹا تھا۔

چاہئے یہ کہ میں ان کی خدمت کرتا۔

علماء نے لکھا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں نبی کریم ﷺ کی محبت اس قدر تھی کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے خادموں کی خدمت کرنے کو بھی اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔[1] بقول شاعر

یا رب صل و سلم دائما ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

"لا تفعل" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ سے کہا کہ آپ میری خدمت نہ کریں۔ میں چھوٹا ہوں میں آپ کی خدمت کرونگا۔

اس جملہ میں صحابہ کے تواضع کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹے کی تعظیم و خدمت کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔[2]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب فی حسن صحبة الانصار. هذا حديث لم أجده فی صحیح البخاری. واللہ اعلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۳۸۳ نزھۃ المتقین ۱/۲۷۳ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۸۳ نزھۃ المتقین ۱/۲۷۳

(٤٣) بَابُ إِكْرَامِ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيَانِ فَضْلِهِمْ

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی عزت کرنے اور ان کے فضائل کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً﴾

(الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: کہ اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا کہ تم سے ناپاکی دور کردے اور تمہیں بالکل صاف کردے۔"

تشریح: آیت کے مفہوم سے پہلے لفظ "رجس" اور لفظ "اھل البیت" اور لفظ "تطھیراً" کا مفہوم جاننا ضروری ہے۔

"رجس" عربی زبان میں اس کے متعدد معانی آئے ہیں مثلاً عذاب، بت، مطلقاً گناہ، نجاست، گندگی آیت شریفہ میں آخری معنی مراد ہے کہ ہر وہ چیز جو شرعاً یا طبعاً قابل نفرت ہو وہ رجس ہے۔

"وَيُطَهِّرُ": دنیا میں گناہوں کی نجاست سے پاک کرنا اور آخرت میں مغفرت فرمانا۔

"اَهْلَ الْبَيْتِ" حضرت عکرمہ، مقاتل رحمہم اللہ تعالیٰ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کے نزدیک ازواج مطہرات مراد

ہیں کیونکہ ماقبل اور مابعد دونوں جگہ ازواج مطہرات کو خطاب ہے۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ تو بازار میں اعلان کرتے تھے اس آیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں کیونکہ یہ آیت انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور میں اس پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ (۱)

بعض مفسرین کے نزدیک جن میں مجاہد، قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہیں وہ فرماتے ہیں مراد اہل بیت سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں اس قول کو ثابت کرنے کے لئے ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ (۲)

محققین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات بھی ہیں اور حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ہیں۔

وَيُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيراً: یہاں پر پاکی سے مراد تطہیر تشریعی ہے تکوینی مراد نہیں ہے، تکوینی تو انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے تو گناہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ صاف فرمائے گا۔

اہل روافض نے اس آیت میں جمہور امت سے اختلاف کرتے ہوئے ایک طرف تو یہ کہا کہ اہل بیت سے صرف آپ ﷺ کی اولاد و عصبات رسول مراد ہیں اور دوسرا تطہیر سے مراد وہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں (۳) یہ دونوں باتیں خلاف مفسرین ومحدثین وفقہاء ہیں۔

(۱) معارف القرآن ۷/۱۳۹ (۲) تفسیر ابن کثیر (۳) معارف القرآن ۷/۱۴۱ و تفسیر مظہری ۹/۳۷۳

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج: ۳۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ”جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔“

تشریح: ”شَعَائِر“ یہ جمع شعیرہ کی ہے جس کے معنی علامت کے ہیں۔ جو کسی خاص مذہب یا جماعت کی علامت سمجھی جاتی ہوں۔ شعائر اسلام ان خاص احکام کا نام ہے جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہیں حج کے اکثر احکام اس میں داخل ہیں۔ (۱)

”مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ“: اللہ کے شعائر کی تعظیم وہی کرے گا جس کے دل میں تقویٰ اور اللہ کا خوف ہو اس سے علماء فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا اصل تعلق انسان کے دل سے ہے جب دل میں اللہ کا خوف آتا ہے تو اس کا اثر سب اعمال وافعال میں دیکھا جاتا ہے۔ (۲)

(۱) معارف القرآن ۶/۲۶۳ (۲) معارف القرآن ۶/۲۶۳

آپ ﷺ نے اپنے بعد دو چیزیں چھوڑیں کتاب اللہ اور اہل بیت

(۳۴٦) ﴿وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: قَدْ لَقِيْتَ يَازَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا، رَأَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِيْثَهُ، وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ، لَقَدْ لَقِيْتَ يَازَيْدُ خَيْرًا كَثِيْرًا، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا ابْنَ أَخِيْ وَ اللّٰهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ، وَ قَدُمَ عَهْدِيْ، وَنَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِيْ كُنْتُ أَعِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ، فَاقْبَلُوْا، وَمَالَا فَلَا تُكَلِّفُوْنِيْهِ. ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِيْنَا خَطِيْبًا بِمَاءٍ يُدْعٰى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ، فَحَمِدَاللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَ وَعَظَ، وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ: أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَّأْتِيَ رَسُوْلُ رَبِّيْ فَأُجِيْبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوْا بِهِ. فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ "وَأَهْلُ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَازَيْدُ، أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ، وَآلُ عَقِيْلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ﴾ (رواہ مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "أَلَا وَإِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ، مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلٰى ضَلَالَةٍ."

ترجمہ: ''حضرت یزید بن حیان رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں حصین بن سبرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور عمرو بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ، زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے جب ہم وہاں بیٹھے تو حصین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا اے زید بن ارقم! تو نے خیر کثیر کو پایا ہے۔ آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ ﷺ سے احادیث سنیں، آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی یقیناً آپ خیر کثیر کی باریابی سے ہم کنار ہوئے۔ اے زید بن ارقم! جو باتیں آپ ﷺ سے آپ نے سنی ہیں ان میں سے ہمیں

بھی بتاؤ۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور آپ ﷺ سے میری ملاقات کا زمانہ بہت پرانا ہے اور مجھ سے کچھ باتیں بھول بھی گئی ہیں جن کو نبی کریم ﷺ سے محفوظ کی تھی پس جو حدیثیں میں تم سے بیان کروں اسے تم تسلیم کرو اور جو نہ بیان کروں تو تم مجھے اس کے بیان کرنے کی زحمت میں نہ ڈالو۔ پھر زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ایک روز آپ ﷺ نے مکہ، مدینہ کے درمیان ''خم'' نامی پانی کے چشمہ پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد وثنا، وعظ وتذکر کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اما بعد! خبردار اے لوگوں! میں ایک انسان ہوں جلد ہی میرے رب کا فرشتہ میرے پاس حاضر ہو جائے گا۔ تو میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں گا اور میں تم میں دو عظیم بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک اللہ کی کتاب جس میں نور ہدایت موجود ہے پس اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اس کے ساتھ تمسک اختیار کرو اس طرح آپ ﷺ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی ترغیب دی اور زور صرف فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔

یہ سن کر حصین نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں کیا آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں؟ زید نے اس کو جواب دیا کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں اور آپ ﷺ کے اہل بیت پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔

حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ کون ہیں زید نے فرمایا کہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر، آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اہل بیت ہیں حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا ان پر صدقہ حرام ہے تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں! (مسلم)

ایک روایت میں ہے خبردار میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور وہ اللہ کی رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اس کو چھوڑ یا وہ گمراہی پر ہے۔

لغات: ❖ أعي: وَعیٰ (ض) وعياً. الشیء جمع کرنا۔ الحدیث قبول کرنا، غور کرنا، یاد کرنا۔ الأذن سننا القیح فی الجرح زخم میں پیپ جمع ہونا۔

ثقلین: الثقل مسافر کا سامان اور اس کے نوکر چاکر۔ کہتے ہیں للمسافر ثقل کثیر۔ ہر چیز نفیس وقیمتی ہے جمع اثقال، ثقل (ک) ثقلاً و ثقالةً۔ بھاری ہونا۔ بوجھل ہونا۔

تشریح: نَسِيْتُ بَعْضَ الَّذِيْ: کہ بعض اس میں سے میں بھول گیا اس سے معلوم ہوتا ہے جو جتنا بھی یاد کرے تو بھول

جاتا ہے نہ بھولنے والی ذات اللہ کی ہی ہے۔

بِمَاءٍ یُدْعٰی خُمًّا: ''خم'' نامی چشمہ کے پاس۔ اس کو غدیر خم بھی کہا جاتا ہے۔ اصل میں غدیر حوض کے پانی کو کہتے ہیں وہاں پر کوئی حوض یا تالاب ہوگا اس کی مناسبت سے کہا جاتا ہوگا۔ (۱)

فِینَاخَطِیباً: یہ بیان بعض محدثین کے نزدیک حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ کی واپسی پر ہوا جب کہ غدیر خم پر پڑاؤ ڈالا تھا۔

وَاَنَاتَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ: ثقل بھاری اور بوجھ کو کہتے ہیں۔ ثقلین سے مراد دو عظیم بھاری چیز اس سے کتاب اللہ اور اہل بیت مراد ہیں اس کو ثقلین عظیم المرتبت کی وجہ سے فرمایا گیا۔ یا اس پر عمل کرنا مشکل اور بھاری ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ثقلین یعنی کتاب اللہ اور اہل بیت دین کا متاع ہے اس کے ذریعہ دین کی اصلاح و درستی ہوتی ہے۔ (۲)

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

فِیهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ: اس میں ہدایت اور نور ہے۔ کہ اس پر عمل کرنے سے راہ حق روشن ہو جاتی ہے جو آدمی کو منزل مقصود تک پہنچا دیگی اور یہی قیامت کے دن اس کو اس کی منزل یعنی جنت تک پہنچانے کے لئے معاون ہوگا (۳) بشرطیکہ کوئی طلب کرنے والا تو ہو۔ بقول شاعر ؎

انہیں کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

هُوَ حَبْلُ اللّٰهِ مَنِ اتَّبَعَهُ: یہ رسی ہے جس نے اس کی اتباع کی۔ رسی سے مراد عہد و امان اور ہر وہ عہد جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے اور یہ قرآن ہی اللہ کا عہد و امان ہے جیسے کہ حدیث میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَکَ اَوْعَلَیْکَ: یعنی قرآن مجید تمہارے لئے سند ہے اور یا تیرے مقابلے میں سند بنے گا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پر عمل کرنے سے تم کو نجات ملے گی اور اگر عمل نہ کیا ہو تو پھر یہ قرآن اس کے خلاف حجت قائم کرے گا ؎

یا الٰہی تو ہمیں عامل قرآن کردے
پھر سرے سے مسلمان کو مسلمان کردے

وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ: ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول بنو ہاشم کے لئے صدقہ مفروضہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور اگر نفلی صدقہ ہو تو اکثر احناف اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک آل نبی ﷺ کے لئے حلال ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں آل نبی کے لئے صدقہ فرض اور نفل دونوں حرام ہوگا یہی ایک روایت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہے اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، تحت باب فضائل علي رضي الله عنه.

راوی حدیث حضرت یزید بن حیان کے مختصر حالات:

نام: یزید، والد کا نام حیان تھا قبیلہ تیمی سے تعلق رکھتے تھے کوفہ کے رہنے والے تھے یہ تابعی ہیں اکثر اسماء الرجال والوں نے ثقہ کہا ہے۔ مسلم، ابوداؤد، اور نسائی کے راوی ہیں ان سب نے ان سے روایات نقل کی ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید (اردو) ۵/۶۶۷

اہل بیت کی عزت کرنے کا حکم

(۳۴۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْقُوْفًا عَلَيْهِ أَنَّهُ قَالَ: اِرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِهِ﴾ (رواه البخاری)

معنی: "ارقبوا" رَاعُوْهُ وَاحْتَرِمُوْهُ وَأَكْرِمُوْهُ. واللّٰه أعلم.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کے اکرام واحترام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت کی عزت کرو۔'' (بخاری)

"ارقبوا" بمعنی خیال رکھو۔ احترام کرو، عزت کرو۔

لغات: ❖ اِرقبوا: رقبه (ن) رُقُوْباً و رقوباً و رقابةً و رقباناً۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا، انتظار کرنا، ڈرانا۔

تشریح: اِرْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ أَهْلِ بَيْتِهِ: نبی کے اکرام کرنے کا مطلب یہ کہ آپ ﷺ کے اہل بیت کا اکرام کرو۔

مطلب یہ ہے کہ میری نسبت کا خیال رکھتے ہوئے اہل بیت کے حقوق کا بھی خیال رکھنا اور جو اہل بیت کی عزت کرے گا وہ گویا نبی ﷺ کی قدر ومنزلت کرنے والا شمار ہوگا۔ بعض علماء کے بقول مطلب یہی ہے جیسے کہ کوئی شفیق باپ مرتے وقت اپنی اولاد کے بارے میں کسی کو وصیت کرتا ہے کہ میں اپنی اولاد چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ان کا خوب دیکھ بھال کرنا اور ان کے حقوق ومفادات کا تحفظ کرنا۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه البخاری، فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب مناقب الحسن و الحسین رضی اللّٰه عنهما.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۵/۴۷۶

(۴۴) بَابُ تَوْقِيْرِ الْعُلَمَاءِ وَالْكِبَارِ وَاَهْلِ الْفَضْلِ وَتَقْدِيْمِهِمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَرَفْعِ مَجَالِسِهِمْ وَاِظْهَارِ مَرْتَبَتِهِمْ

علماء، بزرگوں اور اہل فضل لوگوں کی عزت کرنا اور ان کو ان کے غیر پر مقدم کرنا اور ان کی مجالس کی قدر ومرتبت کو بڑھانے اور ان کے مرتبے کو نمایاں کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (الزمر: ۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ ''اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہوں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل مند لوگ ہی پکڑتے ہیں۔''

تشریح: علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس آیت میں استفہام انکاری ہے جیسے کوئی سچا آدمی یوں کہے کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا جھوٹ نہ بولنا بالکل ظاہر ہے اسی لئے آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کیا علم والے اور جاہل دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعض نے کہا ''اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ'' سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مراد ہیں ''اَلَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ'' سے ابوحذیفہ مخزومی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت اگرچہ کسی کے بارے میں نازل ہو مگر اس کا مفہوم عام ہوتا ہے۔

امامت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

(۳۴۸) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍ والْبَدْرِیِّ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، فَإِنْ كَانُوْا فِی الْقِراءَةِ سَوَاءً، فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنْ كَانُوْا فِی السُّنَّةِ سَوَاءً، فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَاِنْ كَانُوْا فِی الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِیْ سُلْطَانِهٖ، وَلَا يَقْعُدُ فِیْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ إِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (رواه مسلم)

وفی رواية له: "فأقدمهم سلما" بدل "سنا": أو إسلاما.

وفی رواية: يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ، وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَاِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَيَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِی الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَيَؤُمُّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا."

وَالْمُرَادُ "بِسُلْطَانِهٖ" مَحَلُّ وِلَايَتِهٖ، أَوَّلُ الْمَوَاضِعِ الَّذِیْ يَخْتَصُّ بِهٖ "وَتَكْرِمَتُهُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَكَسْرِ الرَّاءِ: وَهِیَ مَا يَنْفَرِدُ بِهٖ مِنْ فِرَاشٍ وَسَرِيْرٍ وَنَحْوِهِمَا.

ترجمہ: ''عقبہ بن عمرو بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ شخص بنے جو اللہ پاک کی کتاب کو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو اگر پڑھنے میں تمام برابر ہوں تو وہ انسان جو سنت کو زیادہ جاننے والا ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص جو ہجرت کرنے میں دوسروں سے مقدم ہو، اور کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کی حکومت میں امامت نہ کرے اور نہ کسی آدمی کے گھر میں اس کی عزت والی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔'' (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ''سِنًّا'' کے بدلے میں ''سلماً'' کا لفظ مروی ہے یعنی وہ آدمی جس کا اسلام قدیم ہے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والا ہو اور قرأت میں زیادہ تجربہ رکھتا ہو اور اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے جو ہجرت میں مقدم ہو اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امام بنے۔

''سلطانہ'': اس سے مراد کسی شخص کی حکومت کی جگہ یا وہ مقام جو اس کے ساتھ خاص ہے۔

''وتکرمته'' تا کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ بستر اور چارپائی اور اس قسم کی دوسری چیزوں کو کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ خاص ہوں۔

لغات: ❖ یؤمُّ: امَّ (ن) اَمّاً و امّم و تامَّم و ائتمَّ قصد کرنا۔ و امّاہ دماغ پر صدمہ پہنچانا۔ امامةً و اماً و اماماً. القوم و بالقوم۔ قوم کا امام بننا۔

تشریح:

مستحقین امامت کی ترتیب

﴿یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِکِتَابِ اللّٰهِ وَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ﴾

قوم کی امامت وہ کرے جو قرآن کو زیادہ اچھا پڑھنے والا ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو اب سنت کو زیادہ جاننے والے کو مقدم کریں۔ سب سے زیادہ امامت کا کون مستحق ہے؟ اس میں دو مذہب ہیں۔

❶ امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول امام محمد، امام ابو یوسف، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک قرآن کا قاری مقدم ہوگا قرآن کے عالم پر۔

❷ دوسرا مذہب: امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں عالم بالسنة یہ مقدم ہوگا قاری سے بشرطیکہ وہ اتنا قرآن صحیح پڑھ سکتا ہو جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔[1]

مذہب اول کی دلیل

حدیث میں آتا ہے ''یؤم القوم اقرأهم لکتاب اللّٰهِ.''

دوسرے مذہب کی دلیل

حدیث میں آتا ہے ''یؤم القوم اقرأهم لکتاب اللّٰهِ'' یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قرأت کی ضرورت تو ایک رکن میں ہے بخلاف علم کے اس کی ضرورت تمام ارکان میں ہوتی ہے اور نقلی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے فرمایا تھا جو اعلم بالسنة تھے۔ اگرچہ ان میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔

فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مراد اس سے احادیث کا علم ہے۔[2]

دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں جو قاری ہوتا تھا وہ عالم بھی ہوتا تھا آج کل معاملہ برعکس ہے کہ قاری ہوتے ہیں

عالم نہیں ہوتے۔ (۳)

فَاقْدَمُهُمْ هِجْرَةً: اگر سب برابر ہوں اب ہجرت میں جس نے پہل کی ہو اس کو مقدم کریں گے ابن ملک کے نزدیک یہ صحابہ کے دور میں تھا آج کل مراد ہجرت عن المعاصی ہوگا کہ جو گناہوں کو چھوڑ چکا ہو اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو اب جو زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ اولیٰ ہوگا جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کروائے اور بعض روایات میں "سنا" کی جگہ پر "اسلاماً" ہے کہ اسلام جس کا پرانا ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہوگا۔ (۴)

وَلَايُؤُمَّنَّ الرَّجُلَ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهِ: کوئی شخص کسی دوسرے کی حکومت میں امامت نہ کرائے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر امام متعین ہے تو اب وہی مقدم ہوگا اگر چہ آنے والا اس سے اچھا ہو یا خراب ہو اگر اچھا ہوگا تو اب لوگوں کے دلوں میں اپنے پرانے امام کی نفرت آئے گی اگر آنے والا خراب ہے تو خراب کو امام بنانا اچھا نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلے والے کو اختیار ہے کہ خود امامت کرے یا دوسرے سے کروائے اگر آنے والا زیادہ بڑا عالم ہے تو اب مستحب ہے کہ اس کو آگے کر دے۔ (۵)

وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرِمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ: گھر میں اس کی مخصوص عزت والی جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی کے پاس جائے خواہ اس کے گھر میں یا ادارے میں تو اب اس کی مخصوص جگہ پر خود جا کر نہ بیٹھ جائے الّا یہ کہ وہ خود اجازت دے دے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم، فی كتاب الصلٰوة تحت باب من أحق بالامامة و الترمذی و النسائی و هكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو البدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح القدیر شرح ہدایہ (۲) طیبی شرح مشکوٰۃ (۳) معارف السنن (۴) فتح القدیر شرح ہدایہ (۵) شرح مسلم للنووی

نماز میں صفوں کی درستگی اور عاقل بالغ کو مقدم کرنے کا حکم

(۳۴۹) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُوْلُ: "اِسْتَوُوْا وَلَا تَخْتَلِفُوْا، فَتَخْتَلِفُ قُلُوْبُكُمْ، لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ أُولُوا الْاَحْلَامِ وَ النُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ﴾

(رواه مسلم)

وقوله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ليلنى" هو بتخفيف النونُ وليس قبلها ياء، وروى بتشديد النون مع ياء قبلها. "وَالنُّهٰى": العقول: "واولو الأ حلام" هم البالغون، وقيل: أهل الحلم والفضل.

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز میں صفوں کو درست کرتے ہوئے ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اور فرماتے سیدھے ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو کہ اس سے تمہارے دلوں میں اختلاف ہو جائے گا میرے قریب تم میں سے ان لوگوں کو ہونا چاہئے جو بالغ ہیں اور عقل مند ہیں پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ جوان سے قریب ہیں۔'' (مسلم)

''لِيَلِنِیْ'' تخفیف نون کے ساتھ اور اس سے پہلے یا نہیں ہے اور یہ ''لِيَلِيَنِّی'' بھی مروی ہے یعنی نون مشدد اور اس سے پہلے یا۔ ''نھی'' بمعنی عقول۔ ''اُولُوا الْاَحْلَامِ'' سے مراد بالغ ہیں اور بعض کے نزدیک اہل علم و اہل فضل مراد ہیں۔

لغات: ❖ یمسح: مَسَحَ (ف) مَسْحاً. الشیء، پونچھنا۔ مَسَحَ اللّٰهُ مَا بِکَ مِنْ عِلَّةٍ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری بیمار کو دور کر کے تم کو صحت بخشے۔

❖ لِيَلِنِیْ: وَلِیَ و وَلِیَ (ض س) وَلْياً. فلاناً قریب و نزدیک ہونا، متصل ہونا، بغیر فاصلے کے پیچھے پیچھے جانا۔

تشریح: یَمْسَحُ مَنَاکِبَنَا فِی الصَّلَاةِ: آپ ﷺ ہمارے کندھوں کو چھوتے اور فرماتے کہ برابر ہو جاؤ۔

اس جملے میں صفوں کے سیدھے کرنے کی تاکید کو بیان کیا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ بذات خود صفوں کو درست کرواتے تھے۔ اسی وجہ سے علامہ ابن حزم وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر صفیں درست نہ ہوں تو نماز ہی فاسد ہو جائیگی۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ شرائط صلاۃ میں داخل تو نہیں ہے نماز تو ہو جائیگی مگر اس کی تاکید متعدد روایات میں بیان کی گئی ہے اس لئے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

لِيَلِنِیْ مِنْکُمْ اُولُوا الْاَحْلَامِ وَ النُّهٰی: میرے قریب تم میں سے وہ لوگ کھڑے ہوں جو سمجھ دار اور عقلمند ہو۔

اس بارے میں علماء نے کئی حکمتیں بیان کی ہیں

1. اگر امام کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑے تو بنا سکتا ہے۔
2. امام بھول جائے تو یہ پیچھے والا لقمہ دے سکتا ہے۔
3. آپ ﷺ نے اپنے لئے فرمایا تھا تا کہ آپ ﷺ کی نماز کو یہ لوگ صحیح دیکھ لیں اور سمجھ لیں تا کہ دوسرے لوگوں کو صحیح صحیح پہنچادیں۔ (۱)

پہلی دو حکمتوں کی بناء پر علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الصلوٰة تحت باب تسویة الصفوف و أقامتها وابوداؤد والنسائی وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

عاقل بالغ امام کے قریب رہیں

(۳۵۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ أُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ثَلَاثًا "وَإِيَّاكُمْ وَ هَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے قریب تم میں سے وہ لوگ رہیں جو کہ بالغ ہو چکے ہیں اور عقل مند ہیں پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں آپ ﷺ نے اس جملہ کو تین بار دھرایا اور کہا تم اپنے آپ کو بازار کے شور وشغب سے بچاؤ۔''

لغات: ❖ هيشات: هَوشات وهَوَشات. هوشة کی جمع، مخلوط گروہ، فتنہ، اضطراب۔ اياكم و هُوَشات الليل۔ رات کے حوادثات سے بچو۔ هَوِش (س) هوشاً۔ مضطرب ہونا، دبلے پن سے چھوٹے پیٹ والا ہونا۔

تشریح: لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ أُولُوا الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى: احلام یہ حلم کی جمع ہے حا کے زبر اور پیش دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔

"النهى" عقل۔ نہی منع کرنے کو کہتے ہیں تو صاحب عقل بھی عقل کی وجہ سے غلط کاموں سے رک جاتا ہے جس کو غلط اور صحیح کی تمیز ہی نہ ہو تو اس کو پاگل کہا جاتا ہے۔ یہ آپ نے حکم کیوں دیا اس کی وجہ گذشتہ حدیث میں گذر چکی ہے۔

"وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ" تم اپنے آپ کو بازار کے شور وشغب سے بچاؤ۔

هيشات، هيشةٌ کی جمع ہے بمعنی شور وشغب، بعض محدثین کے نزدیک اس جملہ کا ماقبل سے کوئی ربط نہیں وہ الگ حکم تھا اور یہ الگ حکم فرمایا کہ کثرت سے بازار جانے سے روکا گیا ہے مگر بعض محدثین کے نزدیک یہ جملہ ماقبل کے ساتھ مربوط ہے مطلب یہ ہے کہ مسجد میں ایسا شور وشغب نہ کیا کرو جیسا شور بازار میں ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الصلوٰة تحت باب تسوية الصفوف و إقامتها، و ابوداؤد و الترمذي.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر(۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف السنن

مجلس میں گفتگو کرنے کا حق بڑے آدمی کو ہے

(۳۵۱) ﴿وَعَنْ أَبِیْ یَحْیٰ وَقِیْلَ: اَبِیْ مُحَمَّدٍ سَھْلِ بْنِ أَبِیْ حَثْمَۃَ. (بِفَتْحِ الْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ وَإِسْکَانِ الثاء الْمُثَلَّثَۃِ) الأَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنْطَلَقَ عَبْدُاللّٰہِ بْنِ سَھْلٍ وَمُحَیِّصَۃُ بْنُ مَسْعُوْدٍ إِلٰی خَیْبَرَ وَھِیَ یَوْمَئِذٍ صُلْحٌ، فَتَفَرَّقَا، فَأَتٰی مُحَیِّصَۃُ إِلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ سَھْلٍ وَھُوَ یَتَشَحَّطُ فِیْ دَمِہٖ قَتِیْلًا، فَدَفَنَہٗ، ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَانْطَلَقَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَھْلٍ و مُحَیِّصَۃُ وَحُوَیِّصَۃُ ابْنَامَسْعُوْدٍ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَذَھَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ "کَبِّرْ کَبِّرْ" وَھُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ، فَسَکَتَ، فَتَکَلَّمَا فَقَالَ: "أَتَحْلِفُوْنَ وَ تَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَکُمْ؟ وَذَکَرَ تَمَامَ الْحَدِیْثِ﴾ (متفق علیه)

وقوله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "کبر کبر" معناہ: یتکلم الأکبر.

ترجمہ: "حضرت ابو یحیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا ابو محمد سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ (حاء مہملہ کے زبر اور ثاء مثلثہ کے سکون کے ساتھ) سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اور محیصۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے ان دنوں (خیبر والوں کی مسلمانوں سے) صلح ہو چکی تھی (وہاں پہنچ کر اپنی اپنی ضرورت کے مطابق) دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے پھر حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (تو دیکھا کہ) انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ اور وہ خون میں لت پت تڑپ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے انہیں دفن کیا پھر مدینہ آئے اور عبد الرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ اور محیصۃ رضی اللہ عنہ اور حویصۃ رضی اللہ عنہ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے)، تینوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ گفتگو کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بڑا آدمی بات کرے اس لئے کہ عبد الرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ ان تینوں میں سب سے چھوٹی عمر کے تھے چنانچہ وہ خاموش ہو گئے پھر ان دونوں نے بات شروع کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم قسم اٹھا کر اپنے قاتل کا حق مانگتے ہو۔ اور مکمل حدیث بیان کی۔"

"کبر کبر" اس کے معنی ہیں کہ بڑا آدمی بات کرے۔

لغات: ❖ یتشحّط: شحط (ف) شحطاً و شحطاً و شحوطاً، مشحطاً. الاناء. برتن بھرنا۔ شحط. بالدم۔ خون میں لتھڑنا۔ آلودہ ہونا۔

تشریح: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قسامت کی وضاحت

اس حدیث میں مسئلہ قسامت کو بیان کیا جا رہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی محلے میں کوئی مقتول ملے اور قاتل کا کوئی

پتہ نہ چلے تو اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس محلّہ والوں میں سے پچاس لوگوں سے قسمیں لی جائیں گی اور وہ یوں کہیں گے کہ ''اللہ کی قسم نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ مجھے قاتل کا علم ہے'' یہ پچاس کا انتخاب ولی مقتول کریں گے۔ اگر پچاس کے پچاس نے قسم کھالی تو اب اہل محلّہ پر دیت واجب ہو جائیگی اس صورت میں قصاص نہیں آتا۔ اور جو قسم کھانے سے انکار کردیں تو اس کو امام ابوحنیفہ کے مسلک میں جیل میں بند کر دیا جائے گا تا وقتیکہ وہ قتل کا اقرار کرلیں یا وہ بھی قسم کھالیں۔ (۱)

قسامت میں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اولیاء مقتول قسم کھائیں گے وہ یہ کہیں گے کہ فلاں قاتل ہے اور پھر اولیاء مقتول قسم کھانے سے انکار کریں تو پھر اہل محلّہ کے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی اور اگر پھر اہل محلّہ کے پچاس آدمیوں نے قسمیں کھالیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہم کو اس کا علم ہے تو اب یہ سب بری ہو جائیں گے۔ نہ ان پر دیت آئے گی نہ قصاص۔ اور اگر یہ قسمیں کھانے سے انکار کریں تب ان پر دیت آئے گی۔ ''کَبِّرْ کَبِّرْ'' بڑا آدمی بات کرے۔

حدیث بالا میں امام نووی رحمہ اللہ صاحب کتاب نے حدیث کا صرف اتنا ہی حصہ نقل کیا ہے جو باب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کہ مجلس میں گفتگو کا حق بڑے آدمی کو ہے اس میں یہ وضاحت ضروری ہے جب کہ فضل وشرف اور عقل میں سب برابر ہوں اور اگر چھوٹی عمر والا سمجھ دار ہے اور شرف وفضل والا ہے تو یہی مقدم ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الدیات تحت باب القسامة. و مسلم، فی کتاب القسامة تحت الباب الاول و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ، ابو محمد سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: سہل، کنیت ابو محمد یا ابو یحییٰ تھی۔ والد کا نام ابو حثمہ عبد اللہ بن ساعدہ تھا۔ ۳ھ: میں پیدا ہوئے شروع میں مدینہ منورہ میں رہے پھر کوفہ منتقل ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال بتائی جاتی ہے۔

وفات: مصعب بن زبیر کے زمانے میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے تقریباً ۲۵ احادیث منقول ہیں جن پر بخاری ومسلم نے اتفاق کیا ہے۔

---

(۱) ہدایہ ۴/۶۳۱ باب القسامۃ

حافظ قرآن کی فضیلت اور ترجیح

(۳۵۲) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ يَعْنِي فِي الْقَبْرِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟ فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ﴾

(رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ایک قبر میں اکٹھا دفن فرمایا۔ اس وقت پوچھتے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب آپ کو ان میں سے کسی ایک طرف اشارہ کر کے بتایا جاتا تو آپ ﷺ قبر میں پہلے اس کو اتارتے۔''

لغات: ❖أُشير: اَشَارَ (افعال) اَشَارَ اِلَیْهِ وَاَشَارَ بِیَدِهٖ۔ اشارہ کرنا۔ عَلَیْهِ۔ حکم کرنا۔

تشریح: قَدَّمَهُ فِي اللَّحدِ: قبر بنانے کی دو قسمیں ہوتی ہیں ① ''لحد'': قبر کھودنے کے بعد پھر مغربی جانب اندر کی طرف مزید کھودی جاتی ہے۔ ② شق قبر کھود لی جائے کسی جانب اندر کی طرف مزید نہ کھودی جائے۔

اس حدیث میں حافظ قرآن کی ترجیح اور فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے اسی پر اہل علم، اہل زہد وتقویٰ اور دوسرے صاحب فضیلت کو مقدم رکھنے پر قیاس کیا جاتا ہے [1] یہی قرآن کی خدمت دنیا میں بھی کام آئیگی اور آخرت میں بھی اور قبر میں بھی۔ مرنے کے بعد دنیاوی کوئی چیز نفع نہیں دیگی بقول شاعر

مال واولاد تیری قبر میں جانے کو نہیں تجھ کو دوزخ کی مصیبت سے چھڑانے کو نہیں

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الجنائز تحت باب دفن الرجلین والثلاثة فی قبر. و فی کتاب المغازی و ابوداود و الترمذی والنسائی و ابن ماجه و ابن حبان ۳۱۹۷ و ابن شیبه ۲۵۳/۳ و هکذا فی البیهقی ۳٤/٤۔

راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری

ہر معاملہ میں بڑے کو مقدم کیا جائے

(۳۵۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ، فَجَاءَ نِي رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ، فَقِيلَ لِيْ: كَبِّرْ، فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا﴾ (رواه مسلم مسندا والبخاری تعلیقا)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں پس میرے پاس دو آدمی آئے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی تو مجھے کہا گیا بڑے کو دیں تو میں نے وہ ان میں سے بڑے کو دے دی۔'' (اس حدیث کو مسلم نے مسنداً اور بخاری نے تعلیقاً نقل کیا ہے)

لغات: ❖ أتسوک: تَسَوَّکَ تَسَوُّکاً و اسْتَاکَ اِسْتِیَاکاً۔ مسواک کرنا، سَاکَ (ن) سَوْکاً، و سَوَّکَ. الشّیءَ ملنا رگڑنا۔

تشریح: اَرَانِیْ فِی الْمَنَامِ اَتَسَوَّکُ: میں نے اپنے آپ کوخواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔

بخاری کی دوسری روایت میں "اَرَانِیْ اَتَسَوَّکُ"(۱) کا لفظ ہے اس میں "فی المنام" کا لفظ نہیں ہے۔

فَجَائَنِیْ رَجُلَا ن: میرے پاس دو آدمی آئے مسلم کی ایک روایت میں "فجذبنی رجلان" کا لفظ ہے۔(۲)

"فَقِیْلَ لِیْ": مجھ سے کہا گیا ایک دوسری روایت میں اس جگہ پر یہ زیادتی ہے اَمَرَنِیْ جِبْرَائِیْلُ اَنْ اُکَبِّر(۳) کہ مجھ کو جبرائیل نے بڑے کو دینے کو کہا۔

اس حدیث سے بھی مصنف یہی مسئلہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر معاملے میں بڑے کو مقدم کیا جائے گا الا یہ کہ چھوٹے میں کوئی خاص فضیلت و امتیاز موجود ہو۔

رواہ مسلم مسنداً: امام مسلم نے اس حدیث کو مسنداً نقل کیا ہے مسند اس کو کہتے ہیں کہ سلسلہ سند میں تمام روات موجود ہوں کوئی بھی درمیان میں غائب نہ ہو۔

"والبخاری تعلیقاً": امام بخاری نے تعلیقاً نقل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے جس روایت میں ایک یا دو یا اس سے زائد یا سب ہی روات حذف کر دیئے گئے ہوں۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الوضوء تحت باب دفع السواک الی الاکبر. و مسلم فی کتاب الرؤیا تحت باب رویا النبی ﷺ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری (۲) مسلم (۳) طبرانی بحوالہ روضۃ المتقین ۱/۳۹۰

حافظ قرآن، بوڑھا مسلمان اور سلطان عادل کی عزت کا حکم

(٣٥٤) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی: إِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ، وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ، وَالْجَافِیْ عَنْهُ وَإِکْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ﴾ (حدیث حسن رواہ أبوداود)

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ① بوڑھا مسلمان ② اور حافظ قرآن۔ جو قرآن میں حد سے تجاوز نہ کرنے والا ہو ③ اور منصف بادشاہ کی عزت کرنا، اللہ کی تعظیم اور بزرگی میں سے ہے۔ ابوداؤد یہ حدیث حسن ہے۔"

لغات: ❖ الجافی: جَفَا (ن) جَفَاءً و جَفَائَۃً، ایک جگہ قرار نہ پکڑنا، جَنْبُہٗ عَنِ الْفِرَاشِ، قرار نہ پانا۔

المُقسط: قَسَطَ قِسْطًا (ن ض) واقسط الوالی۔ عادل ہونا۔ اقسط فی حکمہ واقسط بینھم و الیھم۔ انصاف کیا۔

تشریح: حدیث بالا میں تین اشخاص کی عزت کو اللہ نے اپنی عزت کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

"ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ": بوڑھا مسلمان: بعض کہتے ہیں کہ وہ بوڑھا مسلمان مراد ہے جو جوانی سے عبادت اور پاک دامنی والی زندگی گذارتے گذارتے بوڑھا ہوگیا ہے۔ بعض نے اس کو عام رکھا ہے۔

"حَامِلِ الْقُرْآنِ" اس میں قرآن کا حافظ، عالم سب داخل ہیں۔ بشرطیکہ وہ قرآن سے اعراض وگریز کرنے والا نہ ہو تلاوت کے اعتبار سے یا عمل کے اعتبار سے۔

"ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ": عدل وانصاف کرنے والا بادشاہ۔ کہ آدمی کے پاس جب مال یا عہدہ آتا ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے تو فرمایا گیا کہ بادشاہ بننے کے بعد بھی وہ صحیح فیصلہ کرے تو اس کی عزت کرو۔

تخریج حدیث: أخرجہ ابوداؤد فی کتاب الادب تحت باب فی تنزیل الناس منازلھم والبخاری فی الادب المفرد الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) میں گذر چکے ہیں۔

چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت کا حکم

(۳۵۵) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ مِنَّامَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا، وَیَعْرِفْ شَرَفَ کَبِیْرِنَا﴾

"حدیث صحیح رواہ أبوداودوالترمذی، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح. "وفی روایۃ أبی داود "حق کبیرنا"

ترجمہ: "حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے شرف وفضل کو نہیں پہچانتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ابوداود کی روایت میں ہے ہمارے بڑے کے حق کو نہیں پہچانتا۔" (ابوداود اور ترمذی، یہ حدیث صحیح ہے امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔)

لغات: ❖ شرف: شرف (ک) شَرَافَۃً و شَرَفًا۔ دین یا دنیا میں بلند رتبہ والا ہونا، شریف ہونا۔

تشریح: مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا: جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی

صحابی موجود تھے آپ ﷺ کسی بچے کو پیار کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ میرے اتنے بچے ہیں میں تو پیار نہیں کرتا تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کیا کروں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم کو نکال دیا۔

وَلَمْ يَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا: ہمارے بڑوں کے شرف وفضل کو نہیں پہچانتا۔ شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کا اکرام واحترام کرنے کو بتایا ہے چھوٹوں کو کہا گیا ہے کہ بڑوں کا اکرام کرو اور بڑوں کو کہا گیا ہے کہ تم چھوٹوں پر شفقت کرو ہر ایک دوسرے کا خیال رکھے گا تو اس سے ایک پاکیزہ معاشرہ بنتا ہے۔

لَيْسَ مِنَّا: کہ مسلمانوں کے طریقے پر یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کا طریقہ چھوٹوں پر شفقت کرنا اور بڑوں کا ادب کرنا ہے یہ اس کے خلاف کرتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب تحت باب فی الرحمة و الترمذی فی ابواب البر والصلة تحت باب ما جاء فی رحمة الصبيان. والبخاری فی الادب المفرد و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۰۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

لوگوں سے ان کے مرتبہ کے حساب سے معاملہ کرو

(٣٥٦) ﴿وَعَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ أَبِيْ شَبِيْبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرَّبِهَاسَائِلٌ، فَأَعْطَتْهُ كِسْرَةً، وَمَرَّبِهَارَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهَيْئَةٌ، فَأَقْعَدَتْهُ، فَأَكَلَ، فَقِيْلَ لَهَافِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْزِلُواالنَّاسَ مَنَازِلَهُمْ﴾(رواه أبوداود. لكن قال: ميمون لم يدرك عائشة)

وقد ذكره مسلم في أول صحيحه تعليقًافقال: وذكرعن عائشه رضى الله عنها قالت: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ، وَذَكَرَهُ الحاكم أبوعبد الله في كتابه "معرفة علوم الحديث" وقال: هو حديث صحيح.

ترجمہ: ”حضرت میمون بن ابی شبیب رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گذرا آپ نے اس کو ایک روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔ پھر ایک اور آدمی گذرا جس پر اچھے کپڑے اور اچھی حالت تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو بٹھایا اور پھر کھلایا پس اس نے کھایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتارو۔“

اسے ابوداؤد نے روایت کیا لیکن یہ بھی کہا کہ میمون نے حضرت عائشہ کو نہیں پایا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح کے شروع میں تعلیقاً ذکر کیا ہے اور کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ

ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر اتاریں۔ اور اسے امام حاکم ابوعبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں بھی ذکر کیا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

لغات: ❖مر: مَرَّ يَمُرُّ (ن) مَرّاً و مِراً. لفلان۔صفرا کا کرنا، زمین پر پھیلانا۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے مراتب اور اس کے مقام و منصب کی رعایت کرنا اور اسی اعتبار سے ان کے ساتھ سلوک کرنا ضروری ہے۔ کسی عالی مرتبہ والے کو اس کے مرتبے سے نہ گراؤ اور نہ کسی نیچے مرتبہ والے کو بہت اوپر لے جاؤ۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فرشتوں کے بارے میں اللہ جل شانہ خود ارشاد فرماتے ہیں "وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُوْمٌ" ہر ایک فرشتہ کا ہمارے یہاں مقام مخصوص ہے۔ اسی طرح قرآن میں دوسری جگہ فرمایا گیا "وَرَفَعْنَابَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ" کہ ہم نے بعض کے بعض پر درجے بلند کر دیئے۔ ہر ایک کو اسی درجہ پر رکھنا چاہئے اگر آفیسر کو چپڑاسی کی جگہ پر اور چپڑاسی کو آفیسر کی جگہ پر بٹھا دیا جائے تو سارا نظام خراب ہو جائے گا۔ [1] اور یہی بات ایک حدیث میں فرمائی گئی جب معاملات غیر اہل کے سپرد کر دیئے جائیں تو اب قیامت کا انتظار کرو۔

فی اول صحیحه تعلیقا: امام مسلم نے اپنی صحیح کے شروع میں اس حدیث کو "تعلیقاً" ذکر کیا ہے تعلیق کی تعریف حدیث نمبر ۳۵۶ میں گذر چکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداود فی کتاب الادب تحت باب فی تنزیل الناس منازلهم. قال السخاوی فی الجواهر هذا حدیث حسن.

راوی حدیث حضرت میمون بن ابی شبیب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: میمون، والد کا نام شبیب بروزن حبیب تھا۔ تابعی ہیں اکثر لوگوں نے ان کو ثقہ کہا ہے ان کا انتقال ۸۳ سال کی عمر میں ہوا۔

---

(۱) مرقاۃ ۹/۲۳۹

مجلس شوریٰ کے ارکان اہل علم وفضل وتقویٰ ہوں

(۳۵۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَكَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَ مُشَاوَرَتِهِ، كُهُوْلاً كَانُوْا أَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْأَمِيْرِ، فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ، فَاسْتَأْذَنَ لَهُ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا دَخَلَ: قَالَ هِيَ يَاابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ

مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ، وَلَاتَحْكُمُ فِيْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تعالىٰ عَنْهُ حَتّٰى هَمَّ أَنْ يُّوْقِعَ بِهٖ، فَقَالَ لَهُ الحُرُّ: يَاأَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالىٰ: قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ" وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ. وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالىٰ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ (مدینہ) آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرے اور حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر اپنے قریب جگہ دیتے تھے۔ قراء حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس اور ان کی مشاورتی کمیٹی کے ارکان تھے وہ بوڑھے ہوں یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا اے برادر زادے! تمہیں امیر المؤمنین کے ہاں خاص مقام حاصل ہے مجھے ان سے ملنے کی اجازت لے دیں، انہوں نے اس کے لئے اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی۔ جب وہ اندر داخل ہوئے تو کہنے لگے اے عمر بن الخطاب! اللہ کی قسم، تم ہمیں زیادہ عطیے نہیں دیتے اور نہ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے دست درازی کا ارادہ کیا۔ تو حر بن قیس نے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے ”عفو اختیار کرو، نیکی کا حکم دو اور جہالت کا کام کرنے والوں سے روگردانی کرو اور یہ شخص تو جاہلوں میں سے ہے۔

(ابن عباس کہتے ہیں) کہ جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آیت خداوندی کو پڑھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے آگے نہیں بڑھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتاب اللہ کے سننے کے بعد بہت زیادہ رک جانے والے تھے۔“ (بخاری)

لغات: ❖ یدنیهم: أدنی ادناءً۔ تنگ زندگی گذارنا، قریب ہونا، قریب کرنا، کسی کو کسی کے نزدیک کرنا، الستر۔ پردہ لٹکانا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ”باب الصبر“ میں بھی گذر چکی ہے۔ (۱)

وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے ایک طرف یہ سبق ملتا ہے کہ اہل اقتدار اور ارباب اختیار کو چاہئے کہ وہ اپنے مشیر اور معاون ایسے لوگوں کو بنائیں جو علم و فضل، زہد و تقویٰ میں ممتاز ہوں۔

”فَغَضِبَ عُمَرُ“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا مگر جب حر بن قیس نے قرآن کی آیت: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پڑھا تو ان کا غصہ ختم ہو گیا۔

علماء نے فرمایا کہ یہ آیت مکارم اخلاق کی جامع آیت ہے کیونکہ آدمیوں کی دو قسمیں ہیں ① ایک محسن یعنی اچھے کام کرنے والے ② دوسرے بدکار، ظالم۔ اس آیت میں دونوں طبقوں کے ساتھ کریمانہ اخلاق برتنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ نیک لوگ جو نیک کام کر رہے ہیں اس کی ظاہری نیکی کو قبول کر لو زیادہ تفتیش و تجسس میں نہ پڑو۔ اور بدکار کے معاملہ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ان کو نیک کام سکھاؤ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو بہت اچھا اگر قبول نہ کریں تو اب ان سے جاہلانہ گفتگو نہ کرو۔ بلکہ ان سے الگ ہو جاؤ۔ (۲) ان کی برائی کا بدلہ برائی کے بجائے اچھائی کا ساتھ دو۔

بقول شاعر

مجھ کو جی بھر کے ستالیں شوق سے　　　میں نہ کھولوں گا خلاف حق زبان

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب التفسیر تحت سورة الاعراف و فی کتاب الاعتصام تحت باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه (تقدم تخریجه فی باب الصبر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) باقی وضاحت اس حدیث کی حدیث نمبر ۵۰ پر گذر چکی ہے

(۲) معارف القرآن ۴/ ۱۵۸

بڑا عالم یا محدث حدیث بیان کرے

(۳۵۸) ﴿وَعَنْ أَبِی سَعِیْدٍ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ كُنْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا، فَكُنْتُ أَحْفَظُ عَنْهُ، فَمَا یَمْنَعُنِیْ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا أَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ أَسَنُّ مِنِّیْ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بچہ تھا اور میں آپ کی باتوں کو یاد کرتا تھا مجھے ان باتوں سے بیان کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بڑے ہیں۔'' (بخاری)

لغات: ❖ اسن: اَسَنَّ. الرجل، بوڑھا ہونا سَنَّ (ن) سِنًّا. السِّکِّیْنَ، چھری کو تیز کرنا۔ اِسْتَسَنَّ۔ عمر رسیدہ ہونا۔

تشریح: ''رِجَالاً هُمْ اَسَنُّ مِنِّیْ'' کچھ لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بڑے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر کسی علاقے میں کوئی بڑا عالم محدث ہو تو اس سے کم تر شخص کو وہاں حدیث بیان نہیں کرنا چاہئے لوگوں کو بڑے عالم کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ ہاں حدیث کے علاوہ دوسرے علوم کو بیان کر سکتا ہے کوئی حرج نہیں۔ اس میں اگر استاد یا محدث اجازت دیں تو اب بیان کر سکتا ہے۔ اسی سے یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ اگر کسی مجلس میں

کوئی محدث یا کوئی عالم ہو تو اب ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اسی سے حدیث سنی جائے اور پھر اسی پر اکتفا کر لی جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الفضائل. و مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب این یقوم الامام من المیت للصلوٰة علیه؟ وأحمد ۷/۲۰۲۳۷، وابوداود، والترمذی والنسائی و ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت ابوسعید سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: سمرہ، کنیت ابوسعید، والد کا نام جندب بن بلال تھا۔ والد کا انتقال صغرسنی میں ہوگیا۔ والدہ ان کو لیکر مدینہ منورہ آگئیں اور انصار میں نکاح کا پیغام دیا اس شرط کے ساتھ کہ جو نکاح کرے گا وہ میری اور میرے بیٹے سمرہ دونوں کی کفالت کرے گا اس شرط پر مرلی بن شیبان بن ثعلبہ سے نکاح ہوگیا۔

سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے احد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اجازت دی تو انہوں نے کہا کہ میں اس سے طاقت ور ہوں کشتی میں حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ہرا دیا تو احد میں اور پھر بعد کے غزوات سب میں شرکت ہوتی رہی۔ عہد نبوی میں مدینہ ہی میں رہے۔

وفات: ۵۴ھ میں انتقال ہوا واقعہ انتقال کا یہ ہوا کہ ان کے جسم میں سردی جم گئی علاج کے لئے گرم پانی کی دیگ پر بیٹھتے اسی میں ایک مرتبہ کھولتے ہوئے پانی میں گر کر انتقال فرما گئے۔

طبقات ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک موقع پر جب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سمرہ یہ تینوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ایک آگ میں جل کر مرے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشینگوئی سمرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوری ہوئی۔ (طبقات ابن سعد ۶/۲۲، اسد الغابہ ۲/۳۵۵)

مرویات: ان سے ۱۲۳ احادیث مروی ہیں بخاری اور مسلم میں ۲ روایات میں اتفاق ہے بخاری میں ایک اور مسلم میں چار روایات منفرد ہیں۔

جو بوڑھے کی عزت کرے گا بڑھاپے میں اس کی عزت کی جائے گی

(۳۵۹) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ: مَااَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّهٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰهُ لَهٗ مَنْ یُّکْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ﴾ (وراه الترمذی وقال: حدیث غریب)

ترجمہ: ''حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی نوجوان جب بوڑھے انسان کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بڑھاپے کے وقت ایسے شخص کو پیدا فرما دیتے ہیں جو اس کی عزت کرتا ہے۔'' (ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے)

لغات: ❖ قیّض: قیّض (تفعیل) اللّٰه له کذا، قادر بنانا، مقدمہ کرنا، اللّٰه فلاناً لفلان، خدا کا کسی کو کسی کے پاس لانا۔

تشریح: مَنْ یُّکْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ: جو اس کی عزت کرتا ہے اس کے بڑھاپے میں۔ جو کسی بڑے بوڑھے کی عزت واکرام کرتا ہے تو جب یہ بوڑھا ہوگا تو اللہ کسی سے اس کا اکرام کروائیں گے کہ بدلہ اسی کے جنس سے دے دیا جائے گا جیسے کہ قرآن میں آتا ہے ''هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ'' کہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ جو آج جس طرح کرے گا کل اسی طرح اس کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں بوڑھے لوگوں کے ساتھ اکرام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے نیز اس میں اس خدمت کرنے والوں کی لمبی عمر اور اس میں برکت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب البر والصلة تحت باب ما جاء فی اجلال الکبیر و فی اسناده مقال کثیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(٤٥) بَابُ زِيَارَةِ أَهْلِ الْخَيْرِ وَمُجَالَسَتِهِمْ وَصُحْبَتِهِمْ وَ مُحَبَّتِهِمْ وَطَلَبِ زِيَارَتِهِمْ وَالدُّعَاءِ مِنْهُمْ وَزِيَارَةِالْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ

نیک لوگوں کی زیارت کرنا اوران کے ساتھ ہم نشینی، ان کی صحبت اٹھانا، محبت کرنا، ان سے ملاقات کر کے ان سے دعا کرانے اور متبرک مقامات کی زیارت کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتّٰی أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْاَمْضِيَ حُقُبًاإِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی: قَالَ لَهٗ مُوْسٰی: هَلْ أَتَّبِعُکَ عَلٰی أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور جب موسی علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک میں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں ہٹنے کا ارادہ نہیں خواہ برسوں چلتا رہوں۔ (اس آیت تک) کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا کہ جو علم خدا کی طرف سے آپ کو سکھایا گیا ہے اگر آپ اس میں سے مجھے کچھ بھلائی کی باتیں سکھائیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔

تشریح: حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا واقعہ

ان آیات میں حضرت موسی علیہ السلام جو اللہ کے حکم سے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں اس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰی لِفَتَاهُ: فتیً: بمعنی نوجوان اگر اس کی نسبت کسی خاص شخص کی طرف کی جائے جیسے یہاں پر ہے تو مراد خادم ہوتا ہے یہ خادم حضرت یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام تھے۔ یہ رشتہ میں حضرت موسی علیہ السلام کے بھانجے بھی تھے۔ (۱)

لَا اَبۡرَحُ حَتّٰی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ: "مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ" کے لفظی معنی دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ۔ مجمع البحرین سے کونسے دو دریا مراد ہیں بقول قتادہ کے فارس اور روم میں جہاں دو دریا ملتے ہیں۔ ابن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول آذر بائیجان کے قریب جگہ ہے۔ بقول بعض ایران اور بحر قلزم کے ملنے کی جگہ، بقول بعض طنجہ میں ہے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مطابق یہ افریقہ میں ہے۔ بقول سدی آرمینیہ میں ہے۔ بعض نے کہا بحر اندلس مراد ہے۔ صاحب قرطبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متعین جگہ بتائی تھی۔ (۲)

اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُباً: یہ حقبہ کی جمع ہے یہ کتنی مدت کو کہتے ہیں اہل لغت کا اختلاف ہے اس کے اصل معنی تو زمانہ دراز کے آتے ہیں اکثر لوگوں کے نزدیک اسی سال کو کہتے ہیں۔

خلاصہ آیت

بہرحال موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ خضر علیہ السلام کے پاس جاؤ جو مجمع البحرین کے پاس ملیں گے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام تیار ہو گئے اور کہا کہ میں ان کو تلاش کروں گا خواہ کتنا زمانہ گذر جائے۔

اِلٰی قَوۡلِهٖ تَعَالٰی قَالَ لَهٗ مُوۡسٰی هَلۡ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنۡ تُعَلِّمَنِ:

درمیان میں امام نووی رحمہ اللہ نے پانچ آیات ذکر نہیں کیں اور چھٹی آیت ذکر کی ہے شروع اور آخر آیت بیان کر دی ہے درمیان کی آیات یہ ہیں۔

وہ پانچ آیات یہ ہیں

❶ ﴿فلما بلغا مجمع بینهما نسیا حوتهما فاتخذ سبیله فی البحر سرباً ۝﴾

❷ ﴿فلما جاوزا قال لفتاه آتنا غداء نا لقد لقینا من سفرنا هذا نصباً ۝﴾

❸ ﴿قال ارایت اذ اوینا الی الصخرة فانی نسیت الحوت و ما انسنیه الا الشیطن ان اذکره واتخذ سبیله فی البحر عجباً ۝﴾

❹ ﴿قال ذلک ما کنا نبغ فارتدا علی آثارهما قصصاً ۝﴾

❺ ﴿فوجدا عبداً من عبادنا آتیناه رحمة من عندنا و علمناه من لدنا علما ۝﴾

ترجمہ: پھر جب پہنچے دونوں دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ کر لی دریا میں سرنگ بنا کر۔ پھر آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا۔ ہم نے پائی اپنے اس سفر میں تکلیف، بولا وہ، دیکھا جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے کہ اس کا تذکرہ کروں اور اس نے کر لیا اپنا راستہ دریا میں عجیب طرح۔ کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے پھر الٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے۔ پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جس کو دی تھی ہم نے رحمت اپنے پاس سے اور سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم۔ (۳)

هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا:

اگرچہ موسیٰ علیہ السلام اُولوا العزم نبی تھے اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی حضرت خضر علیہ السلام سے کہ میں آپ سے آپ کا علم سیکھنے کے لئے ساتھ چلنا چاہتا ہوں۔

اس سے علماء یہ فرماتے ہیں کہ تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاذ کی تعظیم وتکریم اور اتباع کرے اگرچہ فی نفسہٖ شاگرد اپنے استاذ سے افضل واعلیٰ کیوں نہ ہو۔ (۴)

---

(۱) تفسیر قرطبی
(۲) تفسیر قرطبی
(۳) معارف القرآن ۵/۵۹۰
(۴) تفسیر قرطبی

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾

(الکهف: ۲۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ”جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اس کی خوشنودگی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔“

تشریح:

شانِ نزول

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصین فزاری جو مکہ کا رئیس تھا اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ کے پاس جو فقراء صحابہ جمع ہوتے ہیں ان خستہ حال لوگوں کے پاس ہم نہیں بیٹھ سکتے آپ ان کو اپنی مجلس سے ہٹا دیں یا کم از کم ہمارے لئے علیحدہ مجلس بنا دیں تو ہم بات سننے کے لئے تیار ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

اس آیت میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ ان فقراء صحابہ سے وابستہ رہیں معاملات میں ان سے مشورہ لیں ان کی امداد واعانت سے کام کریں یہ مطلب نہیں کہ چوبیس گھنٹے ساتھ ساتھ رہیں۔

”یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ“ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ لوگ صبح وشام اللہ کو پکارتے ہیں اور ان میں اخلاص ہے یہ باتیں اللہ کی مدد ونصرت کو کھینچنے والی ہوتی ہیں اور آدمی کا کام اللہ کی مدد ونصرت ہی سے چلتا ہے۔ (۲)

---

(۱) بحوالہ معارف القرآن ۵/۵۷۵
(۲) معارف القرآن ۵/۵۷۵

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی رونے پر مجبور کر دیا

(۳۶۰) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُوْبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا إِلٰى أُمِّ أَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَيْهَا، بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا: مَا يُبْكِيْكِ أَمَا تَعْلَمِيْنَ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ: إِنِّيْ لَا أَبْكِيْ إِنِّيْ لَا أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ أَبْكِيْ أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو ہم حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کریں جیسا کہ آپ ﷺ ان کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ پس جب ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگی۔ ان دونوں نے ان سے کہا کہ تم کیوں روتی ہو کیا تم نہیں جانتیں اللہ پاک کے ہاں آپ ﷺ کے لئے بہتر مقام ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس لئے نہیں روتی کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ اللہ کے پاس آپ ﷺ کے لئے بہتر مقام ہے لیکن میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے پس حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا (کی اس بات) نے ان دونوں کو بھی رونے پر بھڑکا دیا وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ فهيَّجتهما: هيّج، تَهْيِيْجاً. الشیء برانگیختہ کرنا، اٹھانا، هَاجَ (ض) هَيْجاً، و هِيَاجاً و هَيَجَاناً. الشیء۔ جوش وحرکت میں آنا، چڑھنا۔

تشریح: حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مختصر سا تعارف

اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى أُمِّ اَيْمَنَ: آؤ ہم ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلیں۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی باندی تھیں، ان کا تعلق حبشہ سے تھا جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی پرورش اور نگہداشت بڑے ذوق وشوق سے کی آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا تھا۔ [1]

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہو اس کے انتقال کے بعد اس کے ملنے جلنے والوں سے بھی تعلق رکھے جیسے کہ آپ ﷺ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تھے تو آپ ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ بھی ان کے گھر تشریف لے گئے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة تحت باب فضل ام ايمن رضي الله عنها و ابن ماجه، وابونعيم في حلية الاولياء ۲/۶۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۲/۲۲۵ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۹۵

جو کسی سے اللہ کے لئے محبت کرے تو اللہ بھی اس سے محبت کرتے ہیں

(۳۶۱) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ رَجُلاً زَارَأَخَالَهُ فِیْ قَرْيَةٍ أُخْرٰی، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتٰی عَلَيْهِ قَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أُرِيْدُ أَخَالِیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ. قَالَ: هَلْ لَکَ عَلَيْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، غَيْرَأَنِّیْ أَحْبَبْتُهُ فِی اللّٰهِ تَعَالٰی، قَالَ فَإِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْکَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّکَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ﴾ (رواه مسلم)

يقال: "أَرْصَدَهُ" لِكَذَا: إِذَا وَكَلَّهُ بِحِفْظِهِ، و"المدرجة" بفتح الميم والراء: الطريق، ومعنى "تربها": تقوم بها، وتسعى في صلاحها.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا جو اس کا انتظار کر رہا تھا جب وہ شخص اس فرشتے کے پاس سے گذرا تو فرشتے نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا اس بستی میں میرا بھائی رہتا ہے اس کے پاس جا رہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا اس کا تم پر کوئی احسان ہے؟ اس کی وجہ سے تم یہ تکلیف اٹھا رہے ہو؟ اور اس کا بدلہ اتارنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا نہیں صرف اس لئے جا رہا ہوں کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تیری طرف اللہ کا پیغام لیکر آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے بھی ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسے کہ تو اپنے دوست کو محبوب جانتا ہے۔''

"ارصده لكذا" یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کی حفاظت کے لئے کسی کو مقرر کرے۔

"مدرجة" میم اور را پر زبر بمعنی راستہ۔

"تربھا" اس کی حفاظت کرتا اور اس کی دوستی کے لئے کوشش کرتا ہے۔

لغات: ❖ مدرجتہ: جمع مدارج. افضل یا اعلیٰ تک رسائی کا واسطہ اور ذریعہ۔ درج (س) درجاً اپنے راستہ پر چلنا۔ ترقی کے مدارج طے کرنا، کلام یا دین میں سچائی کے راستہ پر جمع رہنا۔

تربھا: رباً(ن) رباً. القوم۔ قوم پر برتری حاصل کر کے اس پر سیاست دانی کرنا۔ الامر کسی کام کو درست کرنا، اس کی اصلاح کرنا۔

تشریح: اِنَّ رَجُلًا زَارَ اَخاً لَهُ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى: ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے گیا۔

ایک دوسری روایت میں "خَرَجَ رَجُلٌ يَزُوْرُ اَخاً لَهُ فِي اللهِ عَزَّوَجَلَّ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى"[1] کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ ایک آدمی اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے نکلا جو دوسری بستی میں رہتا تھا اللہ جل جلالہ کی محبت میں۔

اس میں محض اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے جانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے[2] اسی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے بقول شاعر

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ ملنے والوں سے راہ پیدا کر

فَاَرْصَدَ اللهُ فِيْ مَدْرَجَتِهٖ مَلَكاً: اللہ جل شانہ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو بٹھا دیا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کبھی کبھار اللہ اپنے نیک اور صالح بندے کے پاس فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس سے کلام بھی کرتا ہے جیسے کہ اس فرشتے نے بات کی۔

بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ یا اس قسم کے کلام کا واقعہ پچھلی امتوں کے ساتھ مخصوص تھا اب فرشتوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی كتاب البر والصلة والاداب تحت باب فضل الحب فی الله و أحمد ٣/٧٩٢٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسند احمد ۳/۷۹۲۴ (۲) روضۃ المتقین ۱/۳۹۷ (۳) مرقاۃ ۹/۲۴۸

مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے جانے والے کو جنت میں محل ملتا ہے

(٣٦٢) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَادَ مَرِيْضًا أَوْزَارَأَخاً لَهُ فِي اللهِ، نَادَاهُ مُنَادٍ: بِاَنْ طِبْتَ، وَطَابَ مَمْشَاکَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن وفی بعض النسخ غريب)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کرے یا محض اللہ کے لئے اپنے بھائی کی زیارت کرے تو ایک پکارنے والا یہ آواز بلند کرتا ہے کہ تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا خوش گوار ہو تجھے جنت میں ٹھکانا نصیب ہو۔ ترمذی اور صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخوں میں غریب ہے۔''

لغات: ❖ طبت: طاب (ض) طَیْباً. وطَاباً وطَیْبَةً و تَطْیَاباً، مزیدار، میٹھا، عمدہ ہونا۔ طَابَتِ النفس بکذا اس کا دل اس سے خوش ہوا۔

❖ تبوَّأت: تبوّأ. الْمَکَانُ وَ بِہٖ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ بَاءَ (ن) بَوْأً. اِلَیْہِ۔ لوٹنا۔

تشریح: مَنْ عَادَ مَرِیْضاً اَوْ زَارَ أَخاً لَهُ فِي اللّٰهِ: جو شخص کسی بیمار کی عیادت یا اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے جائے اس جملہ میں ''او'' شک کے لئے ہے کہ نبی ﷺ نے ''عَادَ مَرِیْضاً'' فرمایا یا ''زَارَ أَخاً لَهُ فِي اللّٰهِ'' فرمایا تھا راوی کو شک ہوگیا۔ محدثین فرماتے ہیں اس حدیث میں مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے جانا بشرطیکہ خاص اللہ کی رضا کے لئے ہو کوئی دوسرا مقصد نہ ہو اس کی فضیلت کا ذکر ہے کہ اس کو ہر قدم پر نیکی ملتی ہے۔ (۱)

یہ جملہ دعائیہ ہے یا خبریہ دونوں احتمال ہیں

طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا:

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تجھے مبارک ہو تیرا چلنا خوش گوار ہو اور جنت میں ٹھکانہ نصیب ہو ان تینوں جملوں کے بارے میں یہ بطور خبر کے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ چیزوں کے حاصل ہو جانے کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ تینوں جملے بطور دعائیہ کے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تیری زندگی کو خوشی و راحت اور چلنا مبارک ثابت ہو اور اللہ تجھے جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب البر و الصلة تحت باب ما جاء فی زیارة الاخوان. و أحمد ۸۵۴۴/۳ ابن حبان ۲۹۶۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۹۷/۱ (۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۵۵/۵ وہکذا فی مظاہر حق جدید ۵۷۰/۴

نیک اور بری صحبت میں بیٹھنے والے کی مثال

(۳۶۳) وَعَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''إِنَّمَا مَثَلُ

الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسِ السُّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ، إِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيْرِ، إِمَّا أَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهَا رِيْحًا مُنْتِنَةً﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ نیک ساتھی کی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے مشک رکھنے والا اور آگ کی بھٹی پھونکنے والا۔ پس مشک والا تجھے مشک دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لیگا (یا کم ازکم) خوشبو آئے گی اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا کم ازکم اس سے بدبو ہی ملے گی۔''

"یحذیک" بمعنی تجھ کو عطیہ دے گا۔

لغات: ❖ أن يحذيك: اَحْذَاهُ. اِحْذَاءً۔ مال غنیمت کا حصہ دینا۔ و الحُذيًا۔ بشارت سنانے والے کو دیا جانے والا ہدیہ۔ مبشر کا تحفہ۔

❖ منتنةً: نَتَّنَ. الشَّيْءَ۔ بدبودار کرنا۔ نَتَنَ (ض) و نَتِنَ (س) نَتْناً و نَتُنَ (ک) نَتَانَةً و نُتُنةً و اِنْتَنَّ بدبودار ہونا۔ صفت نَتِنٌ و مُنْتِنٌ۔

تشریح: مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں اچھے لوگوں کی محبت و ہم نشینی اور برے لوگوں کی محبت و ہم نشینی کو مثال کے ذریعہ سے واضح کیا گیا ہے۔ مثال کے ذریعہ سے بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لئے مثال دے دی گئی ہے۔

مزید ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں تنبیہ ہے کہ اچھے لوگوں سے محبت وتعلق پیدا کرو اور ان کی صحبت و ہم نشینی کو اختیار کرو اور برے لوگوں کی صحبت اور ان کی ہم نشینی سے اجتناب کرو۔ (۱)

نیک لوگوں کی صحبت دنیا و آخرت دونوں جگہ نفع دینے والی ہے

میسر چوں مرا صحبت بجان عاشقاں آید ہمیں بینم کہ جنت بر زمین از آسماں آید

یعنی جب مجھے اللہ والوں کی صحبت حاصل ہوتی ہے تو اتنا لطف آتا ہے کہ جیسے جنت آسماں سے زمیں پر آگئی ہے۔

نیز حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نیک اور صالح لوگوں کے ساتھ ہم نشینی دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچانے والی ہے اور برے لوگوں کی صحبت دنیا و آخرت میں نقصان پہنچانے والی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه البخاري في كتاب الذبائح تحت باب المسك. و مسلم في كتاب البر و الصلة تحت باب استحباب مجالسة الصالحين. و ابن حبان ٥٦١، و أحمد ١٩٦٨٠/٧ بلفظ قريب.

نوٹ: راوی حدیث ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ۹/۲۵۱ وھٰکذافی مظاہر حق ۴/۵۶۷ (۲) مرقاۃ ۹/۲۵۱ وھٰکذافی مظاہر حق ۴/۵۶۷ روضۃ المتقین ۱/۳۹۷

عورت سے چار وجوہ کی بناء پر شادی کی جاتی ہے

(٣٦٤) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاکَ﴾ (متفق علیه)

ومعناه: أَنَّ النَّاسَ يَقْصُدُوْنَ فِي الْعَادَةِ مِنَ الْمَرْأَةِ هٰذِهِ الْخِصَالَ الْاَرْبَعَ، فَاحْرِصْ أَنْتَ عَلٰى ذَاتِ الدِّيْنِ، وَاظْفَرْ بِهَا، وَاحْرِصْ عَلٰى صُحْبَتِهَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کسی عورت سے چار وجوہ کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے۔ ① اس کے مال کی بناء پر ② اس کے حسن و جمال کی بناء پر ③ اس کے حسب ونسب کی بناء پر ④ اس کے دین کی بناء پر۔ پس تو دین دار عورت کو حاصل کر۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگ عام طور پر نکاح کرتے وقت ان چار چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہیں پس تم دین دار عورت سے نکاح کرو اسی کی کوشش بھی ہو اور اسی کی رفاقت اختیار کرنے کی خواہش ہو۔

لغات: ❖ فاظفر: امر ظَفِرَ (س) ظَفْراً و اَظْفَرَ. اَلْمَطْلُوْبُ وَ بِهٖ عَلَيْهِ مقصد میں کامل ہونا۔ غالب ہونا۔

تشریح: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ: عورت سے ان چار وجوہ کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے یہ چار وجوہ عمومی طور سے ہیں کبھی کبھار اس کے علاوہ کسی وجہ سے بھی نکاح ہوسکتا ہے مگر اکثر وہی وجوہات ہوتی ہیں جو حدیث بالا میں فرمائی گئی ہیں کہ کبھی آدمی مال دیکھتا ہے کہ اس کے مال سے مجھے بھی فائدہ پہنچ جائے گا یا حسب نسب کہ اس کی خاندانی شرافت وعزت کا کہ اس سے ہونے والی اولاد کو بھی یہ شرف اور بلندی حاصل ہو جائے۔ اور کبھی عورت کے جمال اور حسن کی وجہ سے اس کی چاہت ہوتی ہے کہ یہ میری رفیقہ حیات بن جائے۔

فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاکَ: بعض دین داری کو دیکھتے ہیں یہ مقصد نہیں کہ دینداری ہی صرف دیکھی جائے اگر دین داری کے ساتھ باقی چیزیں بھی حاصل ہوں تو نور علی نور ہے اور اگر ایک میں دین داری ہے اور دوسری میں دوسری چیزیں ہیں۔ مگر دین داری نہیں ہے تو اب دین داری والی کو مقدم کرنے کی حدیث بالا میں ترغیب دی گئی ہے [1] اسی کی طرف ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے:

﴿لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ فَعَسٰى حُسْنُهُنَّ اَنْ يُّوْدِيَهُنَّ وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِاَمْوَالِهِنَّ فَعَسٰى اَمْوَالُهُنَّ اَنْ يُّطْغِيَهُنَّ وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَى الدِّيْنِ وَلَاَمَرْأَةٌ جُذْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ﴾ [2]

"تَرِبَتْ یَدَاکَ" کا مطلب

خاک آلود ہو تیرے دونوں ہاتھ۔ کہ اگر تم نے دین داری کو چھوڑ کر باقی چیزوں کو پسند کیا تو اب تمہارے لئے اچھا نہیں ہے اس جملہ کے اگرچہ لغوی معنی ذلت، خواری، ہلاکت کے ہے مگر مراد اس جملہ سے بد دعاء نہیں ہے بلکہ یہاں پر تو دین دار عورت سے نکاح کی ترغیب ہے۔(۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب النکاح تحت باب الأکفاء فی الدین. و مسلم فی کتاب النکاح تحت باب استحباب نکاح ذات الدین. وابوداؤد والنسائی و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وکذا مظاہر حق ۲۵۲/۳

(۲) رواہ ابن ماجہ

(۳) مرقاۃ وکذا دلیل الفالحین ۲/۲۳۱ ومظاہر حق ۲۵۲/۳

حضرت جبرائیل بھی اللہ کے حکم کے پابند ہیں

(۳۶۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِیْلَ: مَا یَمْنَعُکَ أَنْ تَزُوْرَنَا أَکْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا؟" فَنَزَلَتْ وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ لَهُ مَابَیْنَ أَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمایا: تمہیں کیا رکاوٹ ہے کہ تم ہماری ملاقات کے لئے زیادہ نہیں آتے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ"(۱) کہ ہم تمہارے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ اسی کے لئے ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے۔"

لغات: ❖ تزورنا: زَارَهُ (ن) زِیَارَةً ومَزَاراً و زَوْراً وزُوَارَةً وازْدَارَهُ ملاقات کرنے کے لئے جانا، صفت: زائر۔

تشریح: شان ورود

ایک مرتبہ چالیس دن تک حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں نہیں آئے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل! بہت دن کر دیئے جلدی آیا کرو۔ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَانَتَنَزَّلُ اِلَّا بِأَمْرِرَبِّکَ: اے جبرائیل! نبی سے کہہ دو کہ میرا اترنا یہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اللہ کے حکم کے بغیر میں نہیں آ سکتا۔(۲)

"مَابَيْنَ اَيْدِيْنَا" جو ہمارے سامنے ہیں۔ اس سے مراد آخرت ہے اور "وَمَاخَلْفَنَا" سے مراد دنیا ہے اور "وَمَا بَيْنَ ذَالِكَ" سے مراد دونوں نفخوں کی درمیانی حالت ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب التفسیر تحت تفسیر سورة مریم آیت "و ما نتنزل الا بامر ربک الخ و کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر(۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ مریم آیت ۶۳ (۲) قرطبی، معالم التنزیل وغیرہ (۳) روضۃ المتقین ۱/۳۹۹

دوستی مؤمن سے اور کھانا متقی کو کھلاؤ

(۳۶۶) ﴿وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تُصَاحِبْ إِلَّامُؤْمِنًا، وَلَایَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِیٌّ﴾(رواه أبوداود، و الترمذی بإسنادلابأس به)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صرف مؤمن ہی سے دوستی کرو اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ ہی کھائیں۔ ابوداؤد اور ترمذی نے ایسی سند کے ساتھ روایت کی ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔"

لغات: ❖ تقی: پرہیز گار، تَقٰی (ض) تُقًی و تُقَاءً و تَقِیَّةً پرہیز گار ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں دو آداب بتائے جارہے ہیں:

❶ لَاتُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا: دوستی مت کرو مگر مؤمن سے۔ اس میں بھی دین داروں سے دوستی کرنے کی ترغیب اور غیر دین داروں سے بچنے کی ترغیب اور تاکید کی جارہی ہے اگر غلط لوگوں سے دوستی کرلی تو کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ان کی صحبت اور ہم نشینی کی وجہ سے وہ کفر یا شرک یا کم از کم گناہوں کے دلدل میں پھنس جائے۔ (۱)

کھانا کھلانے سے مراد، دعوت وضیافت کرنا ہے

❷ وَ لَا یَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ: تمہارا کھانا صرف نیک لوگ ہی کھائیں۔

اس حدیث بالا کا مضمون متعدد روایات میں آتا ہے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہاں پر کھانا کھلانے سے مراد تقریب اور دعوت کا کھانا ہے ورنہ ضرورت کے وقت تو غیر متقی کے علاوہ کافر کو بھی کھانا کھلانا جائز ہے جیسے کہ قرآن میں تعریف فرمائی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں:

﴿وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًاوَ یَتِیْمًاوَ اَسِیْرًا﴾ (۲)

مفسرین فرماتے ہیں آیت میں جس قیدی کا ذکر ہے وہ کافر تھا رفع حاجت یعنی بھوک سے بچانے کے لئے کافر کو بھی کھانا کھلانا جائز ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے ایک کتے کو پانی پلایا تھا اسی پر اللہ نے اس کی مغفرت کردی۔ (۳)

اور بعض علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ متقیوں کو کھانا کھلانا طاعت اور نیکیوں پر اعانت کرنا ہے اور فاسقوں کو کھانا کھلانا فسق و فجور پر اعانت کرنا ہے۔ (۴)

تخريج حديث: أخرجه ابوداود فى كتاب الادب تحت باب من يؤمر ان يجالس؟ و الترمذى فى كتاب الزهد تحت باب ما جاء فى صحبة المؤمن و أحمد ٤/١١٣٣٦، و ابن حبان ٥٥٤، والدارمى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۷۱ (۲) مرقاۃ ۹/۲۵۷ روضۃ المتقین ۱/۳۹۹

(۳) مشکوٰۃ (۴) احیاء العلوم۔ روضۃ المتقین ۱/۳۹۹

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے

(٣٦٧) ﴿وَعَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ﴾(رواه أبوداود، والترمذى بإسناد صحيح، وقال الترمذى: حديث حسن)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس ہر آدمی دیکھ بھال کر دوست بنائے۔‘‘ (ابوداود، ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

لغات: ❖ یخالل: خَالَلَهُ، مخالَلَةً، وخلالاً و فلاناً۔ دوستی کرنا، بھائی بندی کرنا۔ الخَلِيْلُ خالص دوست۔

تشریح: اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهِ: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ دوستی کرنے سے پہلے دیکھ لو کہ کیسا آدمی ہے جیسا وہ ہوگا تم بھی اس جیسے ہو جاؤ گے کیونکہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

دوستی سے پہلے پانچ باتیں اس میں دیکھے

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ آدمی جس سے دوستی کرنا چاہے تو اس میں پانچ باتوں کو دیکھ لے۔

❶ صاحب عقل ہو بے وقوف کی دوستی سے کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ بے وقوف کی صورت دیکھنا بھی گناہ ہے۔

❷ اخلاق اچھے ہوں۔

❸ وہ فاسق نہ ہو کیونکہ جو اللہ جل شانہ سے جوڑ نہ رکھتا ہو تو وہ کسی اور کے ساتھ کیا وفا کرے گا۔

❹ بدعتی نہ ہو۔ بدعتی سے تعلقات کو ختم کرنے کا حکم ہے نہ کہ تعلقات بنانے کا۔

❺ دنیا کا حریص نہ ہو۔ (۱)

ان صفات کے ساتھ دوستی کر کے اس کو نبھائے بقول شاعر

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن — محبت نہیں جس میں شدت نہیں

بہر حال حدیث بالا میں غلط دوستوں کے ساتھ رہنے کو منع کیا گیا ہے۔ کہ ان کے ساتھ رہنے سے آہستہ آہستہ وہ چیز اس میں بھی سرایت کر جائے گی یہاں تک کہ آدمی اپنے دوست کے طور طریقہ کو اختیار کر لیتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه ابو داود و الترمذی وأحمد ۸۰۳۴/۳ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) احیاء العلوم

جس سے آدمی محبت کرتا ہے قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا

(۳۶۸) ﴿وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ﴾ (متفق علیه)

وفی روایة قَالَ: قِيْلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: اَلرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ؟ قَالَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ"

ترجمہ: ''حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ (قیامت کے دن) ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پوچھا گیا کہ آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ اس سے نہیں ملا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی (قیامت کے دن) ان کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

لغات: ❖ أحب: اَحَبَّهُ بِمَعْنٰى حَبَّهُ (ض) حُبّاً و حِبّاً، محبت کرنا۔ الشَّیْءَ رغبت کرنا۔

تشریح: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی عالم یا بزرگ سے عقیدت و

محبت رکھتا ہے تو وہ آخرت میں بھی اسی عالم اور بزرگ کے ساتھ ہوگا اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے بشارت ہے جو علماء، صلحاء اور بزرگان دین سے مخلصانہ عقیدت ومحبت اور دوستی رکھتے ہیں انشاء اللہ قیامت میں بھی ان کو ان کی معیت حاصل ہو جائے گی جیسے کہ حدیث بالا سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۱) بقول خواجہ صاحب

میرے باغ دل میں وہ گلکاریاں ہیں　　میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا

ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث کا ظاہری مفہوم عمومیت پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہے۔ ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کی تائید اس دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ: "اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ" کہ دنیا میں بھی ان کے مذہب پر آدمی آجائے اور قیامت کے دن بھی ان کے ساتھ حشر ہوگا۔

نیک لوگوں سے محبت کرنے سے ایمان پر خاتمہ کی امید ہے

نیز اس حدیث میں ایک بڑی بشارت یہ بھی ہے کہ جو نیک اور صالح لوگوں سے محبت کرتے ہیں ان کا ایمان پر خاتمہ ہوگا کہ ان کے ساتھ حشر تو اسی وقت ممکن ہے کہ جب کہ ایمان پر خاتمہ ہو۔ (۳)

ایک دوسری جگہ پر ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَادَخَلَتْ قَلْبًالَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَداً فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ" (۴)

ترجمہ: وارد ہے کہ جب ایمان کی حلاوت ایک مرتبہ مؤمن کے دل کو عطا فرمادی جاتی ہے تو پھر وہ کریم مالک اس کو نہیں واپس لیتے اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب علامة الحب فی الله، و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب المرء مع من أحب و أحمد ۱۹۵۴۳/۷، و ابن حبان ۵۵۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۵۶۴/۴　(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۲۵۰/۹　(۳) مظاہر حق ۵۶۴/۴　(۴) مرقاۃ ۷۴/۱

صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوال کہ قیامت کب آئے گی؟

(۳۶۹) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَعْدَدْتَّ لَهَا؟ قَالَ: حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ: "أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (متفق علیه، وهذا لفظ مسلم)

وفی روایة لهما: مَاأَعْدَدْتُ لَهَامِنْ كَثِيرِ صَوْمٍ، وَلَاصَلَاةٍ، وَلَا صَدَقَةٍ، وَ لٰكِنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے؟ اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول سے محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان کے ہی ساتھ ہوگے جن کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ یہ الفاظ مسلم شریف کے ہیں اور ان دونوں کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس کے لئے نہ زیادہ روزے اور نہ زیادہ نماز اور نہ زیادہ صدقہ تیار کر رکھا ہے البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔“

لغات: ❖ أعددتَ: اعده للامر۔ تیار کرنا، حاضر کرنا۔ عدَّ (ن) عَداً و تَعْدَاداً. الشيء شمار کرنا، گننا، گمان کرنا۔

تشریح: محبت کے ساتھ اطاعت خود آجاتی ہے

قَالَ حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ اس صحابی کی یہ دل کی بات تھی محض زبان کے حد تک نہیں تھی اور جب محبت ہوگی تو اطاعت اور فرماں برداری اس کے ساتھ خود آجاتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جس کو اللہ سے محبت ہو جائے تو پھر اللہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ جس کی گواہی قرآن مجید نے دی ہے:

”يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ“ دوسری جگہ پر ارشاد خداوندی ہے:

”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. آپ کہہ دیجئے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب رکھے گا۔ (۱)

اور جس بندے کو ایسی محبت کی دولت نصیب ہوگی تو اس کی دنیاوی اور اخروی فلاح و نجات میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ اور آدمی جس سے محبت کرتا ہے تو آہستہ آہستہ وہ محبت اس کے مال و دولت اہل و عیال سب پر غالب آجاتی ہے اور پھر وہ کوئی کام بھی اپنے محبوب کی مرضی کے خلاف نہیں کرتا۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کے اشعار

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان اشعار کو حضرت رابعہ بصریہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

تعصی الاله و انت تظهر حبه   هذا لعمری فی القیاس بدیع (۲)

تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو درآنحالیکہ تم اس کی محبت کا دم بھرتے ہو اپنی جان کی قسم یہ چیز قیاس میں بھی نہیں آسکتی

لو کان حبک صادقاً لاطعته   ان المحب لمن یحب مطیع

اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو یقیناً تم اس کی اطاعت کرتے۔ (کیونکہ) محبت کرنے والا درحقیقت اپنے محبوب کا

فرمانبردار ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب مناقب عمر رضی اللّٰہ عنه و فی کتاب الادب، و مسلم فی کتاب البر و الصلة تحت باب المرء مع من احب. و أحمد ١٢٩٩٢/٤ ـ و الترمذی و ابن حبان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ آل عمران آیت ۳۰ (۲) مرقاۃ

آدمی قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اگرچہ اس جیسے عمل نہیں کر پاتا

(٣٧٠) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًاوَلَمْ یَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت تو رکھتا ہے جب کہ عمل وغیرہ میں ان جیسا نہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی ان کے ساتھ (قیامت کے دن) ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یلحق: لَحِقَ (س) لَحقاً و لِحَاقاً فُلَاناًو بِفُلَان، آملنا، آپہنچنا۔ اِلٰی قَوْمٍ کَذا، چمٹنا۔

تشریح: "وَ لَمْ یَلْحَقْ بِهِمْ": مگر وہ عمل صالح میں ان سے نہیں ملا یعنی وہ آدمی نیک لوگوں کی طرح عمل تو نہیں کرتا مگر نیک لوگوں سے دل سے محبت کرتا ہے۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں محبت کرتا ہے۔

قیامت کے دن ساتھ ہونے کا مطلب

سوال: آدمی کسی نیک آدمی سے محبت کرے تو کیا اس جیسی جنت اس کو بھی ملے گی؟

جواب: ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ''قیامت میں ساتھ ہوگا'' اس کا مطلب یہ ہے اعلیٰ محبت والے

ان لوگوں کے پاس آتے جاتے رہیں گے جو نیچے کی جنت والے ہیں پھر یہ دونوں جنت کے باغات وغیرہ میں ایک ساتھ بھی ہوں گے وہاں ایک دوسرے کی ملاقات ہوگی نیچے کے درجات والے اوپر کے درجات والوں کی ضیافت اور خاطر و تواضع بھی کریں گے ان سب وقتوں میں یہ ساتھ ساتھ رہے گے یہ مطلب نہیں ہے کہ محبت کی وجہ سے آدمی کو وہی جنت مل جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب علامة الحب فی الله، و مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب المرء مع من احب.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۹/۲۵۱ ومظاہر حق جدید ۴/۵۶۶

روحیں مختلف لشکر ہیں

(۳۷۱) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِی الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا، اِئْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا، اِخْتَلَفَ﴾ (رواہ مسلم)

وروی البخاری قوله: "الارواح" إلخ من رواية عائشة رضی الله عنها.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ سونے چاندی کی طرح کانیں ہیں ان میں سے جو زمانہ جاہلیت کے بہتر لوگ تھے وہ اسلام کے زمانے میں بہتر ہوں گے جب وہ دین کی سمجھ رکھتے ہوں اور روحیں مختلف قسم کے لشکر ہیں پس ان روحوں میں سے جن روحوں میں ایک دوسرے سے (عالم ارواح) جان پہچان ہوگی وہ دنیا میں بھی آپس میں مانوس ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے انجان رہے تو وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے انجان ہیں۔ مسلم، اور بخاری نے نبی کریم ﷺ کا فرمان الارواح تا آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔''

لغات: ❖ فَقِهوا: فقُه (ک) فَقهاً. الرجل، علم میں غالب ہونا، فَقِهَ (س) فقهاً و تفقهَ الشیء او الکلام۔ سمجھنا۔ و تَفَقَّهَ۔ الرجل، علم فقہ سیکھنا، اور حاصل کرنا۔

ائتلف: اِئْتَلَفُوْا وَ تَاَلَّفُوْا جمع ہونا، الاِلْفُ و الاُلْفَةُ۔ دوستی، انس ومحبت۔

تشریح:

لوگ معادن کی طرح ہیں

اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ: لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں۔

معادن زمین کے اندر سے نکلنے والی چیز کو کہتے ہیں تو جس طرح زمین کے اندر سے بعض اچھی اور صاف چیزیں ہوتی ہیں اور بعض گندی اور خراب۔ اسی طرح دنیا میں بعض لوگ اخلاق و اعمال کے اعتبار سے بہت اچھے اور بعض اخلاق واعمال کے اعتبار سے برے ہوتے ہیں۔ (۱)

خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا:
زمانہ جاہلیت کے بہتر لوگ اسلام میں بھی اچھے شمار ہوں گے جب کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔
اس کے اندر کفار اور مشرکین کے سرداروں کو خطاب ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہماری سرداری ختم ہوجائے گی ان کا شرف وفضیلت اسلامی معاشرے میں بھی چلے گا بشرطیکہ وہ دین کو سیکھ لیں۔ (۲)

روحیں مختلف لشکر ہونے کا مطلب

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ: ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ عالم ارواح میں اللہ جل شانہ نے اقرار ربوبیت کے لئے جب تمام انسانی روحوں کو چیونٹیوں کی صورت میں جمع کیا تو اب وہاں پر جن روحوں کا تعارف ہوا اور موانست ومناسبت ہوئی تھی تو اب دنیا میں وہ ارواح اجسام میں آنے کے بعد بھی ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور وہاں جن ارواح کی اجنبیت اور انجانیت رہی تو دنیا میں بھی ان کی اجنبیت رہتی ہے۔
باالفاظ دیگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں جن لوگوں کی آپس میں تعلق ومحبت ہے یہ علامت اس بات کی ہے کہ ان کی روحوں کا عالم ارواح میں تعلق ہوا تھا اور دنیا میں جن لوگوں کی آپس میں دشمنی اور عناد ہے یہ علامت ہے کہ عالم ارواح میں بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔ (۳)

تخريج حديث: أخرجه البخاری فی کتاب الانبياء تحت باب الارواح جنود مجندة، و مسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب خيار الناس و أحمد ۳/۷۹٤۰ و ابوداود.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۰۲ (۲) دلیل الطالبین (۳) مرقاۃ ۹/۲۴۶

حضرت اویس قرنی کا تذکرہ بزبان رسول اللہ ﷺ

(۳۷۲) ﴿وَعَنْ أُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَيُقَالُ ابْنُ جَابِرٍ وَهُوَ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَفَتْحِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ" قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ: أَفِيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ؟ حَتّٰى أَتٰى عَلٰى أُوَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ أُوَيْسُ ابْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ؟

قَالَ: نعم، قَالَ: فكَانَ بِکَ بَرَصٌ، فبَرَأْتَ مِنهُ إلَّا مَوْضِعُ دِرهَمٍ؟ قَالَ: نَعَم قَالَ: لَکَ وَالِدَةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُوْلُ: "يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ، فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعُ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْأَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَّسْتَغْفِرَلَکَ فَافْعَلْ" فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَلَهٗ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: اَلْكُوْفَةَ، قَالَ: اَلَا اَكْتُبُ لَکَ إِلٰى عَامِلِهَا؟ قَالَ: أَكُوْنُ فِيْ غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ، فَوَافٰى عُمَرَ، فَسَالَهٗ عَنْ أُوَيْسٍ، فَقَالَ: تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُوْلُ: "يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ اَمْدَادٍ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ، كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعُ دِرْهَمٍ، لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْأَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَّسْتَغْفِرَلَکَ، فَافْعَلْ" فَأَتٰى أُوَيْسًا، فَقَالَ: اِسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ: أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: لَقِيْتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاسْتَغْفَرَلَهٗ، فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ. (رواه مسلم)

وفی رواية لمسلم أيضا عن أُسَيرِبْنِ جَابِرٍ رَضی الله عنه أَنَّ أَهْلَ الْكُوْفَةِ وَفَدُوْا عَلٰى عُمَرَ رضی الله عنه، وَفِيْهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ، فَقَالَ عُمَرُ: هَلْ هُنَا أَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّيْنَ؟ فَجَاءَ ذٰلِکَ الرَّجُلُ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَدْقَالَ: "إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ: أُوَيْسٌ، لَايَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهٗ، قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى، فَأَذْهَبَهٗ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ، فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ، فَلْيَسْتَغْفِرْلَكُمْ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ يَقُوْلُ: "إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ: أُوَيْسٌ وَلَهٗ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ، فَمُرُوْهُ، فَلْيَسْتَغْفِرْلَكُمْ"

قوله: "غبراء الناس" بفتح الغين المعجمة، وإسكان الباء وبالمد وهم فقراؤهم وصعاليكهم ومن لايعرف عينه من أخلاطهيم"والا مداد" جمع مدد وهم الا عوان والناصرون الذين كانوا يمدون المسلمين فی الجهاد.

ترجمہ: ''حضرت اسیر بن عمرو (ہمزہ کے پیش اور سین مہملہ پر زبر) اور بعض کے نزدیک اسیر بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی اہل یمان میں سے غازیان اسلام آتے تو ان سے پوچھتے، کیا تمہارے اندر وہ اویس بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں؟ حتیٰ کہ (ایک وفد میں) اویس رحمہ اللہ تعالیٰ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم اویس بن عامر ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ نے پوچھا، مراد کے

گھرانے اور قرن (قبیلے) سے تمہارا تعلق ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تمہارے جسم پر برص کے داغ تھے، وہ صحیح ہوگئے ہیں سوائے ایک درہم جتنے حصے کے؟ انہوں نے کہا، ہاں! آپ نے پوچھا، تمہاری والدہ (زندہ) ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "تمہارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامر رحمہ اللہ تعالیٰ اہل یمن کے ان غازیوں کے ساتھ آئے گا جو جہاد میں لشکر اسلام کی مدد کرتے ہیں، اس کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے جو سوائے درہم جتنی جگہ کے صحیح ہوگئے ہوں گے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والا ہو گا، اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالے تو یقیناً اللہ اس کی قسم کو پورا فرمادے گا، پس اگر تم (اے عمر!) ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا۔ اس لئے تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو! چنانچہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بخشش کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر نے ان سے پوچھا، اب کدھر جانے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں کوفے کے گورنر کو تمہارے لئے لکھ کر نہ دے دوں؟ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، میں ان لوگوں میں رہنا (یا شمار کرانا) زیادہ پسند کرتا ہوں جو غریب مسکین قسم کے ہیں، جنہیں کوئی جانتا ہے نہ ان کی کوئی پرواہ کی جاتی ہے۔ جب آئندہ سال آیا تو یمن کے معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج پر آیا اور اس کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے حضرت اویس کی بابت پوچھا، تو انہوں نے بتلایا کہ میں انہیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کی زندگی نہایت سادہ ہے اور دنیا کا سامان بہت کم رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے پاس مراد (گھرانے) اور قرن قبیلے کا اویس بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے رہنے والوں میں سے مجاہدین کے امدادی فوجی گروہ کے ساتھ آئے گا، اس کو برص کی تکلیف ہوگی، جو درست ہو چکی ہوگی سوائے ایک درہم جتنی جگہ کے۔ اس کی والدہ (زندہ) ہوگی جس کے ساتھ وہ بہت اچھا سلوک کرنے والا ہوگا، اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری فرمادے گا، پس اگر تم ان سے مغفرت کی دعا کرواسکو تو ضرور کروانا۔ پس یہ (یمنی) شخص حج سے فراغت کے بعد حضرت اویسؒ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی، میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، ایک نیک سفر سے تو تم نئے آئے ہو، تم میرے لئے بخشش کی دعا کرو۔ نیز انہوں نے کہا، کیا تم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے؟ انہوں نے کہا،

ہاں۔ پس اویس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، تب لوگوں نے ان کے مقام کو سمجھا اور وہ (اویس) اپنے سامنے (کی طرف) چل پڑے۔ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ہے کہ کوفے کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت اویس کا استہزاء کرنے والوں میں سے تھا (کیونکہ وہ ان کی فضیلت سے ناواقف تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا یہاں قرنیوں میں سے بھی کوئی ہے؟ پس یہ شخص آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا، اسے اویس کہا جاتا ہوگا، وہ یمن میں صرف اپنی والدہ کو چھوڑ کر آئے گا، اس کو برص کی بیماری تھی، پس اس نے اللہ سے دعا کی، جس پر اللہ نے اس سے وہ بیماری دور کردی اور اب (وہ برص کا داغ) صرف ایک دینار یا درہم جتنا باقی رہ گیا ہے، پس تم میں سے جو بھی اسے ملے، اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کروائے۔

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ تابعین میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جسے اویس کہا جاتا ہے، اس کی والدہ (زندہ) ہے اور اس کے جسم میں (برص کے) سفید داغ ہیں، تم اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے بخشش کی دعا کرے۔

"غبراء الناس": غین پر زبر، با ساکن اور اس کے بعد الف۔ علاقے کے غریب، مفلس اور ان کے درمیان غیر معروف۔ امداد مدد کی جمع ہے، وہ اعوان وانصار جو جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتے تھے۔

لغات: ❖ ان یستغفر: اِسْتَغْفَرَ. اللّٰهَ الذَّنْبَ و مِنَ الذَّنْبِ، گناہ کی بخشش مانگنا، غَفَرَ (ض س) غَفْراً و غَفَرَ الْمَرِيْضُ، بیمار کا دوبارہ مریض ہونا۔

یسخر: سَخِرَ (س) سَخْراً وسِخْراً و سُخْراً و مُسْخَراً به و منه ٹھٹھا کرنا۔

غبراء: بنو الغبراء و بنو غبراء، فقراء مفلسین۔ غبر (ن) غبوراً، گذر جانا، ٹھہر جانا، گرد آلود ہونا۔

تشریح: لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَابَرٌّ: اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اہل وعیال میں سے اس کی صرف ایک والدہ ہے اس کے سوا یمن میں کوئی اور نہیں ہے اسی ماں کے حسن سلوک کی وجہ سے وہ نبی کریم ﷺ کی زیارت کو نہ آسکے اگر ان کی والدہ کی خدمت کرنا نہ ہوتی تو وہ ملاقات کے لئے ضرور آتے۔ (۱)

فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ: برص کی بیماری ختم ہوگئی سوائے دینار یا درہم کے برابر جگہ کے۔

راوی کو شک ہوگیا کہ آپ نے درہم فرمایا تھا یا دینار فرمایا تھا، ایک روایت میں آتا ہے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

نے خود دعا کی تھی ”اے اللہ! میرے برص کے مرض میں سے تھوڑا سا نشان باقی رکھیئے تا کہ اس کو دیکھ کر میں تیری نعمتوں کو یاد رکھ سکوں اور اس کا شکر ادا کرتا رہوں۔[۲]

افضل تابعی کون ہیں اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ یا سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ؟

خَيْرُ التَّابِعِيْنَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ: بہترین تابعی ہیں جن کو اویس کہا جاتا ہے۔

سوال: اس حدیث میں سب سے بہتر اور افضل تابعی حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ معلوم ہوتے ہیں جب کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں سب سے بہتر اور افضل تابعی سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

جواب: یہ دونوں افضل ہیں تمام تابعین سے الگ الگ جہت کے اعتبار سے، علوم دین، احکام شرائع کی معرفت کے اعتبار سے تمام تابعین میں افضل ترین سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ کے نزدیک ثواب کی کثرت کے اعتبار سے حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ بہتر و افضل ہیں۔[۳]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب من فضائل اویس القرنی.

راوی حدیث حضرت اسیر بن عمرو، یا ابن جابر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: اسیر کے والد کے نام میں اختلاف ہے بعض نے والد کا نام عمرو اور بعض نے جابر بتایا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بصرہ والے اسیر بن جابر کہتے ہیں اور کوفہ والے اسیر بن عمرو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اسیر بن عمرو الگ ہیں اور اسیر بن جابر الگ ہیں (واللہ اعلم)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ان کی عمر (۱۰) سال کی تھی اور بعض نے (۱۱) سال بتائی ہے۔

وفات: حجاج بن یوسف کے زمانے میں انتقال ہوا۔

مرویات: دو حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

---

(۱) مظاہر حق جدید ۸۹۲/۵ (۲) مظاہر حق جدید ۸۹/۵ (۳) مظاہر حق جدید ۸۹۲/۵

عمر! دعا میں یاد رکھنا

(۳۷۳) ﴿وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْرَةِ، فَأَذِنَ لِيْ وَقَالَ: "لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ" فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ لِيْ بِهَا الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: "أَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ﴾ (حديث صحيح رواه أبوداود، والترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ”حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرے پر جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے مجھے اجازت عنایت فرمادی اور ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں بھی اپنی دعا میں فراموش نہ

کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کے اس ارشاد کے بدلے میں پوری دنیا مل جائے تب بھی مجھے پسند نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔" (ابوداؤد و ترمذی یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

لغات: ❖ یسر: سَرَّہ (ن) سُرُوْراً، و مَسَرَّۃً و سُراً و سَرّی و تسرّۃً خوش کرنا۔

تشریح: لَا تَنْسَانَا یَاأُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ: اے میرے بھائی دعا میں فراموش نہ کرنا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے حج یا دینی سفر میں جانے والے سے دعا کی درخواست کرنا مستحب ہے کیونکہ اب وہ غائبانہ طور سے دعا کرے گا اور غائبانہ دعا جلدی قبول ہوتی ہے اور خاص کر کے اگر حج یا عمرہ کا سفر ہو تو اب مقامات اجابت پر دعا کرنے سے بھی دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اس میں یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ سے جب بھی دعا مانگے خاص کر کے مقامات اجابت پر تو صرف اپنی ذات کے لئے نہ مانگے بلکہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اپنی دعاؤں میں شریک کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس وقت کچھ کیفیت ایسی ہے جس کو شاعر کہتا ہے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوق فراواں کر دیا ۔۔۔ پہلے جاں پھر جان جاں پھر جان جاناں کردیا

دوسرے شاعر کا شعر ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رخ بھی بدل گئے ۔۔۔ تیرا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلوٰۃ تحت باب الدعاء. و الترمذی فی ابواب الدعوات تحت باب احادیث شتی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر(۱) پر گذر چکے ہیں۔

مسجد قباء کی فضیلت

(۳۷۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُقُبَاءَ رَاكِبًا وَمَاشِيًا، فَيُصَلِّي فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ﴾ (متفق علیه)

وَفِیْ رِوَايَةٍ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا وَمَا شِيًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهٗ.

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (مسجد) قباء تشریف لے جاتے تھے کبھی

سوار ہو کر اور کبھی پیدل وہاں پہنچ کر آپ دو رکعت ادا فرماتے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتے قباء تشریف لے جایا کرتے کبھی سواری پر اور کبھی پیدل اور حضرت ابن عمر بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں ایسا کرتے تھے۔''

لغات: ❖ فیصلی: صَلّٰی. صَلاۃً۔ دعا کرنا، نماز پڑھنا، اللہ علیہ، برکت دینا، اچھی تعریف کرنا۔

تشریح: ''مَسْجِدَ قُبَاءَ'' یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے جس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ﴾ (۱)

(بے شک جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقوی (واخلاص) پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں (نماز کے لئے) کھڑے ہوں۔) نازل ہوئی۔

یہاں پر مسجد سے مراد حضرت ابن عباس، عروہ بن الزبیر، سعید بن جبیر، قتادہ وغیرہ کی رائے میں مسجد قباء ہے۔

مسجد قباء میں دو رکعت پڑھنے کا ثواب

فَیُصَلِّیْ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ: اس میں دو رکعت کا ثواب عمرہ کرنے کے برابر ہے جیسے کہ احادیث میں اس کی تصریح وارد ہوتی ہے مثلاً:

﴿مَنْ تَطَهَّرَ فِیْ بَیْتِهٖ ثُمَّ اَتٰی مَسْجِدَ قُبَاءَ فَصَلّٰی فِیْهِ صَلَاۃً فَاِنَّهٗ کَاَجْرِ عُمْرَۃٍ﴾ (۲) جس شخص نے اپنے گھر میں وضوء کیا پھر وہ مسجد قباء میں آیا اور اس نے نماز پڑھی تو اس کو عمرہ ادا کرنے کا اجر ملتا ہے۔

آپ ﷺ کو اس مسجد قباء سے بہت پیار تھا اس لئے آپ یہاں آنے کا اہتمام فرماتے اور نماز بھی ادا فرماتے تھے آپ ﷺ کے بعد حضرات شیخین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی اسی طرح اہتمام رہا۔

موجودہ کیفیت مسجد قباء

مسجد قباء کی جدید تعمیر ۱۳۸۹ھ میں شاہ فیصل کے زمانے میں ہوئی اس میں ۲۹ ستون ہیں جس پر تین دالانوں کی چھتیں ہیں مسجد کے درمیان میں ایک خوب صورت محراب ہے ایک پتھر پر قدیم کوفی خط میں یہ عبارت منقوش ہے۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم: انما یعمر مساجد اللہ. الایة امر بعمارۃ مسجد قباء الشریف ابویعلی احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن رضی اللہ عنه ابتغاء ثواب اللہ و جزیل عطائه. علی ید الشریف حسن المسلم ابن عبد اللہ فی سنة خمس و ثلاثین و اربعمائة.

مسجد قباء کا فاصلہ مسجد نبوی ﷺ سے کتنا ہے؟

تین کلومیٹر یعنی دو میل سے کچھ زائد ہے اور معتدل رفتار سے چلنے والا آدمی تقریباً ۴۰ منٹ میں وہاں پہنچ جاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه احمد ۲/۴٤۸۵، و البخاری فی کتاب التفسیر تحت باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد قباء و مسلم فی کتاب الحج تحت باب فضل مسجد قباء.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ التوبۃ آیت ۱۰۸ (۲) رواہ ابن ماجہ وابن ابی شیبۃ

(٤٦) بَابُ فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللهِ وَالْحِثِّ عَلَيْهِ وَإِعْلَامِ الرَّجُلِ مَنْ يُّحِبُّهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ، وَمَاذَا يَقُوْلُ لَهُ إِذَا أَعْلَمَهُ

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی فضیلت اور اس کی ترغیب دینے کا بیان، نیز یہ کہ آدمی جس سے محبت رکھے اسے بتلا دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے اور آگاہ ہونے والے کے جوابی کلمات کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ إِلٰى آخِرِ السُّوْرَةِ﴾ (الفتح: ۲۹)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ”محمد (ﷺ) خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔“ (سورت کے آخر تک)

تشریح: امام نووی رحمہ اللہ نے پوری آیت کا حوالہ دیا ہے پوری آیت اس طرح ہے:

﴿محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعاً سجداً يبتغون فضلاً من الله و رضواناً سيماهم فی وجوههم من اثر السجود، ذلک مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجيل كزرعٍ أخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوىٰ على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار وعد الله الذين آمنوا و عملوا الصالحات منهم مغفرة و اجراً عظيماً﴾

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہاں پر آپ ﷺ کا نام لیا گیا ہے اور پورے قرآن میں صرف چار ہی مقام پر آپ ﷺ کا نام ذکر کیا گیا ہے منجملہ ان میں سے ایک جگہ یہی ہے ورنہ عموماً آپ کو آپ کے اوصاف و القاب کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے مثلاً: ”یاأیُّها الْمُزَّمِّلُ، یاأیُّها النَّبِیُّ وَغَیْرُہٗ.“ بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ قرآن میں ان کو ان کے نام ہی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے مثلاً یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ۔ یہ بھی آپ ﷺ کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

بعض مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہاں پر آپ کے نام کے ذکر کرنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ صلح حدیبیہ کے صلح نامہ میں آپ کا نام مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھا گیا جو صحابہ پر شاق گذرا، اس پر اللہ نے یہاں پر آپ کا نام ذکر کر دیا گیا جو کفار کے مٹانے سے مٹا نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے اب قرآن میں ذکر کر دیا گیا۔ (۱)

﴿وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾

یہاں سے صحابہ کے اوصاف وفضائل کو ذکر کیا جا رہا ہے کہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں وہ کافروں پر سختی کرنے والے ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں وہ آپس میں نرمی اور دوستی کا معاملہ رکھتے ہیں کہ محبوب کا دوست بھی محبوب ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن میں یہ دوسری آیت بھی ہے:

﴿أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾

﴿تَرٰهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾

صحابہ کی دوسری خصلت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ رکوع، سجدہ یعنی نماز میں عموماً مشغول رہتے ہیں۔

﴿سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾: کہ نماز کے آثار ان کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں۔

''سیما'' سے وہ نشان مراد نہیں جو سجدہ کے جگہ پر پڑ جاتا ہے بلکہ مراد وہ انوار ہیں جو متقی اور عبادت گذار بندے کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ روایت میں آتا ہے: ''مَنْ کَثُرَ صَلَاتَهٗ بِاللَّیْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ: کہ جو شخص رات کو کثرت سے نماز ادا کرتا ہے تو دن میں اس کا چہرہ حسین و پرنور نظر آتا ہے یہی بات حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ (۳)

ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرَاةِ: صحابہ کی یہ علامت نماز والی اس کا تذکرہ تورات وانجیل میں بھی ہے۔

''لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْکُفَّارَ'' پھر آگے فرمایا کہ صحابہ شروع میں کمزور تھے مگر رفتہ رفتہ ان میں قوت آتی گئی یہاں تک کہ اب کفار ان کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے ہیں۔ اس سے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو صحابہ سے جلے اور حسد کرے ان کو یہ وعید یعنی کافر والی ملے گی۔ یعنی وہ کافر ہو جائے گا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾: یہاں پر ''منهم'' میں ''من'' بالاتفاق مفسرین بیانیہ ہے یعنی اللہ کی طرف سے ایمان عمل صالح والے کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے اس آیت کے پہلے مصداق صحابہ ہیں کیونکہ تمام صحابہ عدول تھے ان میں کوئی بھی فاسق اور غیر صالح نہیں تھا اس لئے وہ سب مغفرت یافتہ ہوں گے انشاء اللہ۔

---

(۱) معارف القرآن ۹۲/۸

(۲) تفسیر مظہری ۵۶۸/۱۰

(۳) معارف القرآن ۹۳/۸

فضائل انصار

وَقَالَ اللّٰهُ تَعالٰی: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ﴾ (الحشر: ۹)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے۔ وہ محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر آتے ہیں ان کے پاس۔''

تشریح: تَبَوَّؤُوا: کے معنی ٹھکانے کے آتے ہیں۔ ''دار'' سے مراد یہاں پر دار ایمان یعنی مدینہ منورہ ہے۔

اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر ایمان کو ایک محفوظ مکان کے ساتھ تشبیہ دے کر اس میں پناہ گزین ہو جانے کو بیان فرمایا۔ اور ''من قبلھم'' یعنی مہاجرین سے پہلے، مدینہ جو دار الہجرت اور دار الایمان بننے والا تھا اس میں انصار کا قیام وقرار مہاجرین سے پہلے ہو چکا تھا۔ (۱)

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ: یہ انصار کی دوسری صفت بیان کی جا رہی ہے کہ جو لوگ ہجرت کر کے مکہ سے ان کے پاس آئے ہیں یہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان انصار مدینہ نے ان مہاجرین مکہ کا ایسا اکرام واستقبال کیا کہ ایک ایک مہاجر کو اپنے پاس جگہ دینے کے لئے کئی کئی انصاری حضرات نے درخواست کی یہاں تک کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا گیا۔ (۲)

(۱) معارف القرآن ۳/۳/۳۷۳ (۲) تفسیر مظہری

جس شخص میں تین باتیں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی

(۳۷۵) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ: أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت کو محسوس کرے گا۔ (۱) یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اسے ان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) اور یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت رکھے۔ (۳) اور یہ کہ وہ دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اتنا ہی ناپسند سمجھے جتنا کہ آگ میں جانے کو وہ ناپسند سمجھتا ہے۔''

لغات: ❖أنقذه: نَقَذَ (ن) نَقَذاً و نَقَّذَ و أَنْقَذَ فُلاناً مِنْ كَذا۔ نجات دلانا، خلاصی دلانا أن يقذف: قذف (ض) قذفاً، قے کرنا۔

تشریح: حَلاوَةَ الْإِيْمَان: حلاوت سے مراد طاعات میں لذت محسوس ہونا اور اللہ اور رسول کی رضامندی کے لئے بڑی سے بڑی تکالیف کو برداشت کرنا[1] اور بعض کے نزدیک اغراض دنیا پر دینی معاملہ کو ترجیح دینا اور پھر یہ حلاوت حسی ہے یا معنوی دونوں طرف علماء رحمہ اللہ تعالیٰ گئے ہیں۔

﴿اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا﴾ اللہ جل شانہ کی محبت تو اس لئے کہ وہ رب الارباب اور منعم حقیقی ہے ساری نعمتیں اسی کے فضل وکرم سے وابستہ ہیں۔[2]

نبی کریم ﷺ سے محبت اس لئے کہ وہ روحانی انعامات علوم الٰہیہ کے لئے واسطہ ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاري في كتاب الايمان تحت باب حلاوة الايمان و في كتاب الادب و مسلم في كتاب الايمان تحت باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الايمان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) انوار الباری ۱۲۳/۳ تعلیق الصبیح، فتح الملہم (۲) انوار الباری ۱۲۳/۳

سات آدمی عرش کے نیچے ہوں گے

(۳۷۶) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ إِلَّاظِلُّهٗ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ. وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَ تَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتَ حُسْنٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّیْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں ایسے دن جگہ عنایت فرمائے گا جس دن کہ اللہ کے سایہ کے علاوہ دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ ① امام عادل ② وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت جوانی میں کرتا ہو ③ وہ آدمی جس کا دل مسجد کے ساتھ اٹکا ہو ④ وہ دو آدمی جن کی آپس میں محبت اللہ کے لئے ہی ہو اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر وہ جدا ہوتے ہوں۔ ⑤ وہ آدمی جس کو کوئی حسن و جمال والی عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ یہ کہہ دے مجھے اللہ کا خوف

مانع ہے ⑥ وہ آدمی جواس طرح صدقہ دے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ⑦ وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔''

لغات: ❖ نشأ: نَشَاءَ (ف) و نَشُوَ (ک) نشاءً و نشواءً و نشأۃً و نشاءً و نشائۃً. الشیء پیدا ہونا۔ زندہ ہونا۔ الطفل بچہ کا جوانی کو پہنچنا۔

❖ فاضت: فاض (ض) فَیْضاً و فَیَضَاناً وفُیُوْضاً. السَّیْلُ، کثرت سے ہونا اور وادی کے کنارہ سے بہنا۔ فاض کل سائلٍ جاری ہونا، کہا جاتا ہے فَاضَتْ عَیْنُہٗ یعنی آنسو بہہ پڑے۔

تشریح: سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ: یہ سات قسم کے لوگ خوش نصیب ہیں جو اپنے اعمال و کردار کی بناء پر قیامت کے دن میدان حشر میں خدا کے سایہ میں ہوں گے یعنی خداوند قدوس اس قسم کے لوگوں کو قیامت میں اپنے دامن رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا اور ان کو قیامت کی سختیوں سے بچائے گا۔

عرش کے نیچے ۸۲ قسم کے لوگ ہوں گے

اس حدیث میں ہے کہ سات قسم کے لوگوں کو عرش کا سایہ نصیب ہوگا دوسری احادیث میں کچھ اور قسموں کے لوگوں کو بھی یہ سایہ نصیب ہوگا ان سب کو جمع کیا جائے تو ان کی تعداد بیاسی (۸۲) بنتی ہے۔ [۱]

اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کے فضائل

رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ: وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے صرف اللہ کے لئے محبت کریں۔

تو منجملہ وہ اشخاص جو اللہ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے ان میں سے آپس میں محبت اللہ کے لئے کرنے والے بھی ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے جس پر وہ سیر و تفریح کریں گے اور ان پر انبیاء و شہداء رشک کریں گے۔ [۲] اور ایک روایت میں آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کو عطیہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کسی کو نہ دے۔ یہ اعمال کرنے والے اپنے ایمان کی تکمیل کرنے والے ہوتے ہیں۔ [۳] ایک اور روایت میں آتا ہے جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سے اعمال پسند ہیں؟ تو فرمایا:

﴿اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ﴾ [۴]

ترجمہ: سب سے بہترین اعمال میں سے یہ ہے کہ اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے۔ بقول شاعر ؎

آدمی آدمی سے ملتا ہے | دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

تخریج حدیث: أخرجہ البخاری فی کتاب الاذان تحت باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ و فی

کتاب الزکاۃ و مسلم فی کتاب الزکاۃ تحت باب فضل اخفاء الصدقۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) یہ ۸۲ قسموں کو اتحاف شرح احیاء العلوم میں جمع کیا گیا ہے۔ (۲) رواہ الترمذی (۳) رواہ مشکوٰۃ (۴) رواہ احمد وابوداؤد

اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کو عرش کا سایہ ملے گا

(۳۷۷) ﴿وَعَنْهُ: قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کے پیش نظر آپس میں محبت کرتے تھے؟ آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ عطا کرونگا جب کہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ بجلالی: جَلَّ (ض) جَلَالاً وَجَلَالَةً بڑی شان والا ہونا، جسم میں بڑا ہونا، عمر میں بڑا ہونا، کہتے ہیں جَلَّ فُلَانٌ فِیْ عَیْنِیْ یعنی فلاں میری نظر میں بڑے مرتبہ والا ہوگیا۔ صفت: جلیل۔

تشریح: اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ: آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ عطا کرونگا جب کہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

محدثین نے یہاں بحث کی ہے کہ ''ظل'' سایہ سے کیا مراد ہے۔

اس سایہ کے بارے میں تین اقوال مشہور ہیں:

۱ ''ظل'' سے اللہ کے عرش کا سایہ مراد ہے جیسے کہ بعض روایت میں عرش کا ذکر بھی ہے۔

''اللہ کا سایہ'' اللہ کی طرف سایہ کی نسبت بطور عظمت و تکریم کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

۲ دوسرا قول سایہ سے مراد حفاظت خداوندی اور رحمت الٰہی ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سایہ سلطان ہوتا ہے یعنی بادشاہ کے ذریعہ سے حفاظت ہوتی ہے۔

۳ تیسرا قول یہ کنایہ ہے راحتوں اور نعمتوں سے جیسے کہ عربی زبان میں ''عَیْشٌ ظَلِیْلٌ'' خوشی راحت کے ساتھ گذارنے والی زندگی کو کہتے ہیں تو اسی طرح یہاں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو وہاں کی راحتیں و نعمتیں بھرپور ملی گی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب البر والصلۃ تحت باب فضل الحب فی اللہ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/۵۶۳

ایمان کے بغیر آدمی جنت میں نہیں جاسکے گا

(۳۷۸) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوْا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جب تک ایمان دار نہیں ہوسکو گے جنت میں داخل نہیں ہوسکو گے اور جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے ایمان دار نہیں ہوسکو گے، کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ تم جب اس کو کرو تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو عام کر کے پھیلاؤ۔'' (مسلم)

لغات: ❖ أفشوا: اَفْشٰی اِفْشَاءً. الشَّیْءَ۔ پھیلانا، شہرت دینا۔ سرہ لفلان بھید ظاہر کرنا۔

تشریح: لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا: جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم ایمان دار نہ بنو۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بات واضح ہے کہ جنت میں کافر داخل نہیں ہوگا ایمان دار ہی جنت میں جائے گا۔ (۱)

یہ اللہ کا فیصلہ ہے اگر کافروں کو جنت میں جانا ہے تو ایمان کو قبول کرلیں بقول مولانا محمد احمد صاحب

خدا کے فیصلے سے کیوں ہو ناراض جہنم کی طرف کیوں چل رہے ہو

اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ: آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

سلام کو پھیلانا یہ ہے کہ جیسے کہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ہر ایک کو سلام کیا جائے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو سلام کرنے سے آدمی نے شریعت کے حکم کو تسلیم کیا ہے اور اسلام پر عمل کرنے سے ہی اللہ راضی ہو کر جنت مرحمت فرمائیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۱۰ (۲) روضۃ المتقین ۱/۴۱۰

اللہ کے لئے ملاقات کرنے والے سے اللہ محبت کرتے ہیں

(۳۷۹) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَّ رَجُلاً زَارَ أَخاً لَهٗ فِيْ قَرْيَةٍ أُخْرٰى، فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ

عَلٰی مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا" وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ إِلٰی قَوْلِهٖ: "إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيْهِ﴾(رواہ مسلم. وقد سبق فی الباب قبله)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے بھائی کی ملاقات کرنے دوسری بستی میں پہنچا پس اللہ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ کو مقرر فرمایا۔ (اور تمام حدیث کو نقل کیا اس بات تک) کہ اللہ تجھے محبوب جانتا ہے جیسا کہ تو رضائے الٰہی کے لئے اس سے محبت کرتا ہے یہ حدیث اس سے پہلے باب میں گذر چکی ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ أرصد: اَرْصَدَ. الرقیب. رقیب کو راستہ میں گھات لگانے کے لئے کھڑا کرنا، رصده (ن) رصداً و رصداً. انتظار کرنا، گھات میں بیٹھنا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی اللہ کے لئے محبت کرنے والے کی فضیلت بیان کی جارہی ہے کہ اس محبت کی وجہ سے جو وہ اپنے بھائی سے کرتا ہے اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس بناء پر اللہ جل شانہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

حدیث کی وضاحت پہلے حدیث نمبر ۳۶۴ کے ضمن میں گذر چکی ہے۔ بعض بزرگوں سے یہ دعا منقول ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مَحَبَّةَ اَوْلِيَائِكَ فِيْ قُلُوْبِنَا بِمَنِّكَ وَ فَضْلِكَ﴾

اے اللہ! اپنے اولیاء کی محبت ہمارے دلوں میں اپنی مہربانی اور فضل سے عطا فرمادے (آمین)

محبت دل سے ہو صرف زبان سے نہ ہو بقول شاعر

دل مگر کم کسی سے ملتا ہے　　آدمی آدمی سے ملتا ہے

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب زیارة اهل الخیر الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

انصار سے مؤمن ہی محبت کرے گا

(۳۸۰) ﴿وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ: "لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان سے محبت مؤمن ہی کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا جو انصار سے محبت

کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ بھی ان سے بغض رکھے گا"۔

لغات: ❖ لایبغضهم: بغضه، دشمنی کرنا، نفرت کرنا، بغض (ن ک) و بغض (س) بغاضةً، دشمنی کرنا نفرت کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

﴿آية الايمان حب الانصار و آية النفاق بغض الانصار﴾ (۱)

ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔

بہرحال حدیث بالا کی طرح اور کتب احادیث میں بھی متعدد روایات میں انصار سے محبت کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

انصار مدینہ کی مختصر تاریخ

انصار کا اطلاق مدینہ کے رہنے والوں پر کیا جاتا ہے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مدینہ میں دو مشہور قبیلے آباد تھے ایک کے مورث اعلیٰ کا نام اوس اور دوسرے کا نام خزرج تھا۔ اوس اور خزرج دونوں بھائی تھے ان دونوں کی نسلوں نے بعد میں بڑے بڑے قبیلوں کی صورت اختیار کر لی۔ مدینہ میں یہی دو قبیلے آباد تھے اس لئے عموماً انصار کا اطلاق ان پر کیا جاتا ہے۔

انصار نے آپ ﷺ اور مہاجرین اور دین اسلام کی معاونت کر کے تمام عرب و عجم کے دشمنان دین کی عداوت مول لی اس میں ایسا اخلاص تھا جو اللہ کو بہت پسند ہوا اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ ضروری ہوا کہ ان کی محبت کو ایمان کی محبت اور ان کی عداوت کو کفر و نفاق کی علامت کہا گیا ہے۔ (۲)

اور ان سے محبت کرنے والے سے اللہ محبت کریں گے اور ان سے بغض رکھنے والے سے اللہ بغض رکھیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب مناقب الانصار. و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان حب الانصار رضی اللہ عنهم من الایمان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ البخاری و مسلم (۲) مرقاۃ۔ مظاہر حق جدید ۵/۸۲۶

اللہ کے لئے محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبر پر ہوں گے

(۳۸۱) ﴿وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ، لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَ الشُّهَدَاءُ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ جل

شانہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جلال وعظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔"

لغات: ❖ یغبطھم: غَبَطَ (ض) و غَبِطَهُ (س) غَبْطاً وغِبْطَةً. کسی چیز کا نظروں میں چڑھ جانا۔ دوسرے کی نعمت وغیرہ کے مثل اپنے لئے بھی چاہنا مگر اس سے زوال کی خواہش نہ ہو یعنی کسی کے حال پر رشک کرنا، **الغابط** رشک کرنے والا۔

تشریح: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ: میری جلالت کی عظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں۔

اس حدیث میں بھی اللہ کے لئے محبت کرنے والوں کی فضیلت کا بیان ہے اللہ کے لئے محبت کا مطلب علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی بندے کے ساتھ تعلق ومحبت کا جو رشتہ قائم کیا جائے وہ محض اللہ ہی کی خاطر ہو اس میں کوئی دنیاوی غرض اور لالچ کی وجہ نہ ہو صرف اللہ کی رضا وخوشنودی مقصود ہو۔ (۱)

لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ: ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے: ﴿اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ عَلَى كَرَاسِيِّ مِنْ يَاقُوْتٍ حَوْلَ الْعَرْشِ﴾ اللہ کے لئے محبت کرنے والے عرش کے کنارے یاقوت کی کرسیوں پر ہوں گے بقول ملا علی قاری رحمہ اللہ کے یہ ممکن ہے کہ یہ نعمت ان کو میدان محشر میں ہی نصیب ہو۔ (۲) بقول شاعر

محبت کیلئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں یہ وہ نغمہ ہے کہ ہر ساز پر چھیڑا نہیں جاتا

انبیاء کیوں رشک کریں گے جب کہ وہ اس سے اونچے مقام پر ہوں گے

يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ: ان پر انبیاء وشہداء رشک کریں گے۔

سوال: انبیاء تو علی الاطلاق سب لوگوں سے افضل ہیں ان کا مقام تو بہت اونچا ہوگا تو ان پر رشک کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ①: مقصود رشک کرنے سے انبیاء کا ان لوگوں کے اجر وانعام پر خوشی ومسرت کا اظہار کرنا ہے حقیقی رشک مراد نہیں ہے، مراد خوشی ہے۔

جواب ②: بالفرض وتقدیرا اگر انبیاء وشہداء کو کسی مرتبہ ومقام پر رشک آتا تو یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان پر ان کو رشک آتا۔

جواب ③: انبیاء اور شہداء تو تمام صفات میں افضل ہوں گے اور ان کو اعلی مقامات ملیں گے اس کے باوجود وہ اس بڑی فضیلت پر رشک کریں گے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی الحب فی الله.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۴/ ۵۶۱ (۲) مرقاۃ ۹/ ۲۵۲ (۳) مظاہر حق جدید ۴/ ۵۶۷

اللہ جل شانہ کے لئے محبت کرنے والوں پر اللہ جل شانہ کی محبت واجب ہوجاتی ہے

(۳۸۲) ﴿وَعَنْ أَبِىْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ، فَإِذَا فَتًى بَرَّاقُ الثَّنَايَا وَإِذَا النَّاسُ مَعَهُ، فَإِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ، أَسْنَدُوْهُ، إِلَيْهِ، وَصَدَرُوْا عَنْ رَّأْيِهِ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيْلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، هَجَّرْتُ، فَوَجَدْتُّهُ قَدْسَبَقَنِىْ بِالتَّهْجِيْرِ، وَوَجَدْتُّهُ يُصَلِّىْ، فَانْتَظَرْتُهُ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهُ، ثُمَّ جِئْتُهُ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ: وَاللّٰهِ إِنِّىْ لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ: آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: أَللّٰهِ، فَقَالَ: آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: أَللّٰهِ، فَأَخَذَنِىْ بِحَبْوَةِ رِدَائِىْ، فَجَبَذَنِىْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ فَإِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَجَبَتْ مَحَبَّتِىْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَ الْمُتَجَا لِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ﴾ (حديث صحيح رواه مالك في المؤطا باسناده الصحيح)

قوله: "هَجَّرْتُ": أي بَكَّرْتُ، وهو بتشديد الجيم قوله: آللّٰهِ فَقُلْتُ: أَللّٰهِ" الأول بهمزه ممدودة للاستفهام، والثاني بلا مد.

ترجمہ: ''حضرت ابوادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک نوجوان تھا جس کے دانت چمکدار تھے اور لوگ اس کے اردگرد بیٹھے تھے جب وہ آپس میں کسی چیز کی بابت اختلاف کرتے ہیں تو وہ اس کی رائے معلوم کر کے اس پر عمل کرتے ہیں چنانچہ میں نے اس نوجوان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں جب دوسرا دن ہوا تو صبح سویرے ہی مسجد میں آ گیا لیکن میں نے دیکھا جلدی آنے میں بھی وہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور میں نے انہیں وہاں نماز پڑھتے پایا پس میں ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہوگئے میں ان کے سامنے کی طرف سے ان کے پاس آیا۔ انہیں سلام عرض کیا اور کہا اللہ کی قسم میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ انہوں نے کہا کیا واقعی؟ میں نے کہا واقعی اللہ کی قسم۔ پس انہوں نے مجھے میری چادر کے کنارے سے پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا خوش ہوجاؤ کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری محبت واجب ہوگئی اس کے لئے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے سے ہم نشینی اختیار کرتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میرے لئے ایک

دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔ امام مالک نے اسے موطا میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔''

''ھَجَّرْتُ'' جیم پر شد صبح سویرے جلدی آنا۔

''آللہ اور اللہ میں'' پہلا استفہام کے لئے ہے ہمزہ ممدودہ یعنی مد کے ساتھ اور دوسرا بغیر مد کے ہے۔

لغات: ❖ ھجرتُ: ھجّر. القوم۔ قوم کا دوپہر کو سفر کرنا۔ النھار. دن کی گرمی کا تیز ہونا۔ الی الشیء سویرے جانا، سبقت کرنا۔

❖ حَبْوَةً: الحَبوَة و الحُبوَةُ. وہ کپڑا جس سے بیٹھنے کے وقت پیٹھ اور ٹانگوں کو باندھ کر سہارا لیا جاتا ہے، حَبَا (ن) حَبْوًا نزدیک ہونا۔

❖ جَبَذَنِیْ: جَبَذَہٗ (ض) جَبْذاً وَ اجْتَبَذَہٗ، کھینچنا جَبَذَ العِنَبُ. چھوٹا اور خشک ہونا۔

تشریح: فَإِذَافتیً بَرَّاقُ الثَّنَایَا: ان کے دانت بہت چمکیلے ہیں۔

محدثین فرماتے ہیں مراد اس جملہ سے یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ صفائی کا خیال رکھنے والے تھے تو دوسری طرف بہت مسکرانے والے بھی تھے۔

﴿وَوَجَدْتُّہٗ یُصَلِّیْ فَا نْتَظَرْتُہٗ حَتّٰی قَضٰی صَلَاتَہٗ﴾ میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں پس میں ان کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہوگئے۔

اس سے علماء فرماتے ہیں جب کوئی عبادت میں مشغول ہو اس کے قریب نہیں جانا چاہئے تا کہ اس کے اس انہاک، خشوع وخضوع میں فرق نہ آئے بلکہ اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہے۔

وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ: میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لئے جو میرے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اس جملہ میں بھی اللہ کی رضا کے لئے ایسا کرنے والی کی فضیلت بیان ہو رہی ہے اور ان کے لئے اللہ کی محبت واجب ہوتی ہے۔ بقول شاعر ؎

مقدر سے ملی جس کو محبت کی فراوانی اسی کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

تخریج حدیث: أخرجه الامام مالک فی کتاب الشعر تحت باب ما جاء فی المتحابین فی اللّٰہ.

راوی حدیث حضرت ابوادریس الخولانی رحمہ اللہ کے مختصر حالات:

ان کا نام عائذ اللہ، ہے کنیت ابوادریس، نسبت خولان کی طرف ہے۔

ولادت: حنین کے سال پیدا ہوئے یہ کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں اور شام میں حضرت ابوالدرداء کے بعد سب سے بڑے عالم یہی تھے۔

وفات: ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

جس سے محبت ہو اس کو خبر بھی کر دو

(۳۸۳) ﴿عَنْ أَبِیْ كَرِيْمَةَ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَاأَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ، فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ﴾ (رواه أبو داود، والترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوکریمہ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔''

اس روایت کو ابوداود، ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

لغات: ❖ فلیخبرہ: خَبَّرَ وَ اَخْبَرَهُ. الشَّیْءَ وَ بِالشَّیْءِ. کسی کو کسی شی سے آگاہ کرنا۔ خبردار کرنا، کہتے ہیں: أخبر خبورہ یعنی جو چیز اس کے پاس تھی اس کی اس نے اطلاع وخبر دی۔

تشریح: فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهُ يُحِبُّهُ: اس کو خبر دے دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اطلاع کرنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب اس شخص کو یہ معلوم ہوگا کہ فلاں آدمی مجھ سے دوستی یا محبت رکھتا ہے تو وہ بھی اس سے دوستی ومحبت رکھے گا اور وہ اس کے بعد وہ دوستی کے حقوق کو بھی ادا کر سکے گا اور اس کے حق میں دعا گو اور خیر خواہ بھی رہے گا۔ (۱)

اور اس کی دینی راہنمائی کا بھی اہتمام کرے گا اور پھر دونوں ایک دوسرے کی دینی اعتبار سے مدد کریں گے۔ بقول شاعر

ہم سفر مجھ کو سمجھتا تھا کہ میں ہوں راہنما
اور خود اس کے سہارے میں چلا جاتا ہوں

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ما جاء فی اعلام الحب. و ابوداود فی کتاب الادب تحت باب اخبار الرجل الرجل بمحبته اياه.

راوی حدیث حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: مقداد، کنیت ابوکریمۃ، بروزن حلیمۃ یا ابویحیٰ تھی۔ والد کا نام معدی ابن سناد بن عبداللہ بن وہب بن ربیعہ بن الحارث بن معاویہ۔ یہ وفد کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے شام سے، اور مسلمان ہوئے شام میں ہی زندگی گذاری۔

وفات: ۸۷ھ میں جب کہ ان کی عمر ۹۱ سال تھی۔

مرویات: ان سے ۴۷ روایات منقول ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/ ۵۷۰

اے معاذ! مجھے تجھ سے محبت ہے

(۳۸۴) ﴿وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ، اَخَذَ بِیَدِهٖ وَقَالَ: "یَا مُعَاذُ، وَاللّٰهِ، اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ، ثُمَّ اُوْصِیْکَ یَامُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ﴾ (حدیث صحیح، رواہ ابو داود والنسائی بإسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں پھر میں اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہنا ہرگز نہ چھوڑنا: "اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک" اے اللہ میری مدد فرما اس بات پر کہ میں تیرا ذکر، شکر اور تیری عبادت اچھی طرح کروں۔''

(یہ حدیث صحیح ہے ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے)

لغات: ❖ لا تَدَعَنَّ: وَدَعَ (ف) وَدْعاً. الشَّیْءَ چھوڑنا۔ مالاً عندہ۔ مال ودیعت کے طور پر رکھنا۔ الشی ٹھہرنا۔

تشریح: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ: اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ کی قسم، تم سے محبت کرتا ہوں۔

علماء فرماتے ہیں یہاں پر آپ ﷺ نے اپنی بات کی تاکید کے لئے قسم کھائی۔

سوال: بظاہر قسم کھانے کی ضرورت نہیں تھی تو علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قسم کھانا جائز ہے اگرچہ زیادہ ضرورت بھی نہ ہو۔[1]

لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ: کہ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو کہنا نہ چھوڑنا۔

ایک دوسری روایت میں: "فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِیْ کُلِّ صَلٰوةٍ"[2] کا لفظ بھی وارد ہوا ہے دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی جیسا ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ﴾ یہ بہت ہی جامع دعا ہے اس کو ہر ایک کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے کیونکہ آپ ﷺ نے بڑے اہتمام کے ساتھ حضرت معاذ کو اس کی تعلیم دی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد فی کتاب الوتر تحت باب فی الاستغفار و النسائی فی کتاب الصلوٰة تحت باب الذکر بعد الدعاء.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۱۴ (۲) رواہ نسائی بحوالہ روضۃ المتقین ۱/۴۱۴

جو کہے مجھے تم سے محبت ہے تو وہ اس کے جواب میں اَحَبَّکَ اللّٰہُ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ کہے

(۳۸۵) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَرَّ رَجُلٌ بِهٖ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّ هٰذَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَأَعْلَمْتَهُ؟" قَالَ: لَا: قَالَ: "أَعْلِمْهُ" فَلَحِقَهُ، فَقَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ: أَحَبَّكَ الَّذِيْ أَحْبَبْتَنِيْ لَهُ﴾ (رواه أبوداؤد. بإسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو اس کے پاس سے ایک اور آدمی گذرا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے اپنی محبت کے بارے میں بتا دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بتادو چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا اور کہا میں محض اللہ کی محبت کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں تو اس نے کہا اللہ تجھ سے محبت رکھے جس کی رضا کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔''

اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے صحیح سند کے ساتھ۔

لغات: ❖ اعلمته: اعلمه. الامروبالامر. جتانا۔ اطلاع دینا۔ اعلم الفرس۔ لڑائی میں رنگی اون کا نشان گھوڑے پر لگانا۔

تشریح: اس حدیث بالا کا مضمون ابھی گذشتہ حدیث میں گذرا ہے کہ جس سے آدمی کو محبت ہو اس کو اطلاع کر دینا چاہئے یہاں اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس پر اپنے سامنے عمل کروایا تا کہ یہ محبت یک طرفہ نہ رہے بلکہ دوطرفہ ہو جائے پھر جو دوستی کے بعد حقوق لازم ہوتے ہیں ان کو یہ دونوں ہی ادا کریں تا کہ دوستی کو دوام حاصل ہو جائے۔ بقول خواجہ مجذوب کے۔

دونوں جانب سے اشارے ہوگئے   ہم تمہارے تم ہمارے ہو گئے
اشارے ہوئے ہیں نظارے ہوئے ہیں   ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

فَقَالَ اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی کو اپنی محبت کے بارے میں خبردار کرے تو وہ اس کے جواب میں یہ کہے "اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ" کہ اللہ تم سے بھی محبت کرے جس کے لئے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه ابوداؤد فی کتاب الادب تحت باب اخبار الرجل بمحبته اياه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۴۷) بَابُ عَلامَاتِ حُبِّ اللّٰهِ تَعَالَى الْعَبْدَ وَالْحَثِّ عَلَى التَّخَلُّقِ بِهَا وَالسَّعْيِ فِيْ تَحْصِيْلِهَا

اللہ جل شانہ کے بندے کے ساتھ محبت کرنے کی علامات اور اس سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی رغبت دلانے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے: ''اے نبی! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، خدا بھی تم کو اپنا دوست بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔''

تشریح: شان نزول

کچھ لوگوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا خدا کی قسم ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محبت ایک پوشیدہ چیز ہے اس کا کوئی پیمانہ نہیں جس سے اندازہ لگایا جائے کہ اس میں کتنی محبت ہے۔ مگر محبت کے کچھ آثار و علامات ہوتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کو کتنی محبت ہے تو اب جو لوگ حق تعالیٰ شانہ سے محبت کے دعویدار ہیں ان کو اتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر آزما کر دیکھا جائے گا کہ ان کو نبی کریم ﷺ کی اتباع اور محبت کا کس قدر اہتمام ہے وہ اپنے دعویٰ میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی آپ ﷺ کی اتباع کا زیادہ اہتمام ہوگا اور جتنا اپنے دعویٰ میں کمزور ہوگا اسی قدر آپ ﷺ کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری ۲/۲۱۸ (۲) تفسیر معارف القرآن ۲/۵۵

وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (المائدہ: ۵۴)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ پیدا کرے گا جن کو وہ دوست رکھے گا اور جسے وہ دوست رکھیں گے اور جو مؤمنوں کے حق میں نرمی کریں گے اور کافروں پر سخت ہوں گے خدا کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والی کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اور دیتا ہے اور خدا بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔''

تشریح: یاایُّھَاالَّذِینَ آمَنُوا مَنْ یَّرتَدَّ مِنکُمْ: حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کے وفات کے بعد کچھ لوگ اسلام سے پھر جائیں گے یعنی مرتد ہو جائیں گے اس لئے اللہ نے پہلے سے اس آیت میں اس کی خبر دے دی۔ (۱)

فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ: قوم سے بعض حضرات یعنی حضرت علی اور حسن، قتادہ وغیرہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی مراد لیتے ہیں جنہوں نے مرتدین سے جہاد کیا تھا۔ (۲)

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ: ''اَذِلَّۃٍ'' سے مراد یہاں نرم ہے۔ ''اَعِزَّۃٍ'' بمعنی غالب، سخت۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ (صحابہ) ان کی محبت و عداوت اپنی ذات اور ذاتی حقوق کے بجائے صرف اللہ اور اس کے رسول اور دین کے خاطر ہوگی۔ تو یہ مسلمانوں پر مہربان ہوں گے اور کفار پر سخت جیسا کہ قرآن کی دوسری آیت بھی اس کے معنی پر شاہد ہے ''اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ'' کہ وہ کفار پر سخت ہیں مگر وہ آپس میں مہربان ہیں۔ (۳)

وَلَایَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہیں کرتے۔

''وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ'' وہ اللہ بڑی وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے کہ اپنی قدرت کا استعمال کہاں کہاں کرتا ہے اور وہ بغیر حکمت کے قدرت کا استعمال نہیں کرتا۔

---

(۱) تفسیر مظہری ۳/ ۵۱۵ (۲) تفسیر مظہری ۳/ ۵۱۶ (۳) معارف القرآن

اللہ اپنے ولی کا کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہے

(۳۸۶) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا، فَقَدْ آذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهٗ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهٗ، کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِیْ، أَعْطَیْتُهٗ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ، لَأُعِیْذَنَّهٗ﴾ (رواہ البخاری)

معنا "آذنته" اعلمته بِانّیْ مُحَارِبٌ لَهٗ وقوله: "اِسْتَعَاذَنِیْ" رُوِیَ بالباء ورُوِیَ بالنون.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص میرے دوست سے دشمنی کرے یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتے کسی عمل کے ساتھ جو مجھے زیادہ محبوب ہو اس عمل سے جس کے ادا کرنے کو میں نے ان پر فرض کیا ہے۔ میرا بندہ ہمیشہ میرا قرب نوافل کے ساتھ حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پناہ چاہے تو میں اس کو پناہ دے دیتا ہوں۔"

اٰذنته: یعنی میں اس کو بتلا دیتا ہوں کہ میں اس کی وجہ سے لڑائی کرنے والا ہوں۔

استعاذنی: با کے ساتھ یا نون کے ساتھ دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔

لغات: ❖ اٰذنته: اٰذَنَ اِیْذَاناً فُلَاناً اَلْاَمْرَ وَ بِالْاَمْرِ۔ اطلاع دینا، آگاہ کرنا۔ الرَّجُلَ کسی کے کان پر مارنا، العشب۔ گھاس کا سوکھنے لگنا۔

❖ یبطش: بَطَشَ (ن ض) بَطْشاً۔ به: یک بیک کسی کی سخت گرفت کرنا۔ علیه۔ کسی پر حملہ کرنا، ٹوٹ پڑنا، صفت بَاطِشٌ. بَطَّاشٌ وَ بَطِیْشٌ۔

تشریح: فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ: میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اس جملہ کے کئی مطالب بیان کئے گئے ہیں۔

1. ولی کو تکلیف پہنچانا اللہ جل شانہ کو اتنا برا لگتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ اعلان جنگ فرماتے ہیں۔
2. بعض علماء فرماتے ہیں اسلام میں دو مقام ایسے ہیں جہاں پر اللہ کی طرف سے اعلان جنگ فرمایا گیا ہے ایک ولی کو ایذا دینے والے سے اللہ اعلان جنگ کرتے ہیں دوسرا سود کھانے والے کے بارے میں "فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ."

اللہ کا کان، آنکھ، ہاتھ بن جانے کے سلسلہ میں محدثین کے تین اقوال

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی فرائض کے علاوہ نوافل کا اہتمام کرے تو رحمت الٰہی اور نور الٰہی اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ تو اس کے تمام اعمال اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں اور پھر اعمال کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے جیسے کہ حدیث بالا میں اور قرآن میں بھی نبی کریم ﷺ کے عمل کو کیا گیا۔

"وَمَارَمَيْتَ اِذْرَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى." [1]

اس حدیث کے بارے میں حافظ تورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نوافل کے ذریعہ سے اس کے دل میں اللہ کی ایسی محبت آجاتی ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے سوا کوئی نہیں رہتا اس کے بعد وہ جو چیز اللہ کے نزدیک محبوب ہے وہ اسی کو دیکھتا ہے، اسی کو سنتا ہے، پھر اس دیکھنے اور سننے کو اللہ جل شانہ نے اس کے ہاتھ کان اور آنکھ بن جانے سے تعبیر کیا ہے۔ (۲)

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نوافل کے ذریعہ بندہ اللہ کا قرب حاصل کرتے کرتے اتنا اللہ سے تعلق و محبت ہوجاتی ہے کہ گویا کہ وہ اللہ کی آنکھ، کان اور ہاتھ سے دیکھتا، سنتا اور عمل کرتا ہے۔ (۳)

تخريج حديث: أخرجه البخاري في كتاب الرقاق تحت باب التواضع.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ (۲) مرقاۃ، التعلیق الصبیح (۳) التعلیق الصبیح ۳/۶۳

نیک آدمی کی قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے

(۳۸۷) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللّٰهَ تعالٰى يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوْهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ﴾ (متفق عليه)

وفي رواية لمسلم: قال رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ، فَقَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَاءِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ، فَيَقُوْلُ: إِنِّيْ أُبْغِضُ فُلَانًا، فَأَبْغِضْهُ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ، ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا، فَأَبْغِضُوْهُ، فَيُبْغِضُهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ."

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ جل شانہ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو حضرت جبرائیل امین کو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے محبت کرتے ہیں تو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبرائیل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر جبرائیل آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی محبت کرو پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر اس شخص کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔" (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو حضرت

جبرائیل کو بلاتے ہیں اوران سے فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس جبرائیل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر حضرت جبرائیل آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے دشمنی کرتے ہیں تو حضرت جبرائیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے بغض کرتا ہوں تو تم بھی اس سے بغض کرو پس جبرائیل بھی اس سے بغض کرنے لگ جاتے ہیں پھر حضرت جبرائیل آسمان پر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے بغض رکھتے ہیں تم بھی اس سے بغض کرو پھر آسمان والے اس سے بغض کرنے لگتے ہیں، پھر اس کے لئے زمین میں دشمنی رکھ دی جاتی ہے۔ (یعنی زمین والے اس سے بغض وعناد کرنے لگ جاتے ہیں)

لغات: ❖ نادی: نَادٰی مُنَادَاةً و نِدَاءً. الرَّجُلَ و بِالرَّجُلِ۔ پکارنا۔ فلاناً کسی کو مجلس میں اپنا ہم نشین بنانا مفاخرت کرنا۔

تشریح: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَاناً: اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں کہ یہ بندہ اہل آسمان اور اہل زمین سب کا ہی محبوب بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے ہاں مبغوض اور ناپسندیدہ افراد کو زمین والے اور آسمان والے سبھی ناپسند کرتے ہیں۔ (۱)

فرشتوں کے محبت کرنے سے کیا مراد ہے

فَاَحِبُّوْهُ: تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دو قول نقل کئے ہیں کہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی محبت سے مراد ان کا اس بندے کے حق میں استغفار کرنا ہے نیز فرشتے اس کی مدح وتعریف کرتے ہیں اور اس کے حق میں اللہ کے دربار میں دعا گو ہوتے ہیں۔

بعض محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محبت سے مراد ظاہری محبت ہے جو کہ فرشتوں کے دل اس شخص کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور فرشتے اس سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسرا معنی زیادہ راجح ہے کہ اس میں محبت کو اس کے حقیقی معنی میں لیا گیا ہے اور دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ جب فرشتو کی محبت مراد لینگے تو پہلا معنی کہ فرشتوں کا دعا واستغفار مدح وتعریف کرنا ضمنی طور سے اس میں خود داخل ہوجائے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب بدء الخلق تحت باب ذکر الملائکة و مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب اذا احب الله عبداً احبه لعباده.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۱۷ (۲) مرقاۃ۔ مظاہر حق جدید ۴/۵۶۳، ۵۶۲

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی سورہ اخلاص سے محبت

(۳۸۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ، فَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ، فَيَخْتِمُ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" فَلَمَّا رَجَعُوْا، ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ؟" فَسَأَلُوْهُ، فَقَالَ: لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَبِهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخْبِرُوْهُ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهٗ﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو لشکر پر (امیر بنا کر) بھیجا وہ شخص جب اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو وہ اپنی قراءت کو "قل هو الله احد" پر ختم کرتے۔ جب وہ لشکر واپس آیا تو آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا بھی ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے دریافت کرو کہ وہ اس طرح کیوں کرتا تھا؟ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سورت میں اللہ کی صفت ہے پس میں اس کے پڑھنے کو محبوب جانتا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بتا دو کہ اللہ پاک بھی اس کو محبوب جانتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ يَخْتِمُ: خَتَمَ (ض) خَتْماً و خِتَاماً. الشَّيْءَ وَعَلَيْهِ مہر لگانا۔ العمل کسی کام سے فراغت حاصل کرنا۔ الکتاب۔ پوری کتاب پڑھ جانا۔

تشریح:

قرأت کو سورہ اخلاص پر ختم کرنے کے دو مطالب

فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ: کہ وہ اپنی قرأت کو "قل هو الله احد" پر ختم کرتے۔ اس جملہ کے محدثین نے دو مطلب بیان فرمائے ہیں۔

❶ ہر نماز کی آخری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ "قل هو الله احد" پڑھا کرتے تھے۔

❷ اور دوسرا مطلب ابن جریر کے نزدیک یہ ہے کہ وہ شخص ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد "قل هو الله احد" پڑھا کرتے تھے۔ (۱)

اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُحِبُّهٗ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سورت سے محبت کرنے کی وجہ سے اللہ جل شانہ بھی اس سے محبت فرماتے ہیں کیونکہ اس سورت میں توحید باری تعالیٰ ہے جو اللہ جل شانہ کو بہت پسند ہے

تو واحد ہے مگر لاکھوں دلوں میں ہے تیرا مسکن تیری وحدت کا کیا کہنا تیری کثرت کا کیا کہنا

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب التوحید تحت باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ امته إلی توحید اللہ تبارک و تعالیٰ. و مسلم فی کتاب الصلوٰۃ تحت باب قرأۃ "قل ھو اللہ احد"

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۴۰۵

(٤٨) بَابُ التَّحْذِيرِ مِنْ اِيْذَاءِ الصَّالِحِيْنَ وَالضَّعَفَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ

نیک لوگوں، کمزوروں، اور مسکینوں کو ایذا پہنچانے سے ڈرانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب: ۵۸)

ترجمہ: "ارشاد خداوندی ہے: اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایسے کام کی نسبت سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔"

تشریح: شان نزول

جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگائی ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اور مقاتل رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوا تھا کہ جب ان کو کسی نے گالی دی اس سے آپ کو دکھ ہوا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مفسرین فرماتے ہیں سبب نزول خواہ خاص بھی ہو مگر جب الفاظ عام ہیں لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی بھی مسلمان مرد یا عورت کو بلا وجہ اذیت پہنچائے وہ اس آیت کے تحت داخل ہے۔ [1]

اسی مفہوم میں یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان (ایذا سے) محفوظ رہیں۔ [2]

(۱) تفسیر مظہری ۹/۴۳۰ (۲) رواہ الترمذی والنسائی

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ﴾ (الضحیٰ ۹، ۱۰)

ترجمہ: "ارشاد خداوندی ہے: یتیم پر ظلم نہ کرو اور مانگنے والوں کو نہ جھڑکو۔"

تشریح: "تقھر" بمعنی غلبہ کے آتا ہے، مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی یتیم کو ضعیف اور بے وارث سمجھ کر اس کے اموال وحقوق پر اس طرح مسلط نہ ہو جائیں کہ اس کا حق ضائع ہو جائے۔ اسی وجہ سے احادیث میں آپ ﷺ نے بار بار یتیم پر شفقت کرنے کا حکم فرمایا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے کہ بہترین مسلمانوں کا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان ومحبت کا سلوک کیا جاتا ہو۔ (۱)

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ: تنھر کے معنی جھڑکنے کے ہیں خواہ مال کے سوال کرنے والے کو جھڑکا جائے یا علمی سوال کرنے والے کو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سائل کو کچھ نہ کچھ دے دو اور کچھ نہ ہو تو نرمی سے عذر کر دو۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت میں طالب علم کو بھی مراد لیا ہے کہ جب وہ کوئی علمی سوال کرے تو اس کو مت جھڑکو۔ (۲)

(۱) رواہ البخاری (۲) تفسیر مظہری ۱۲/۴۴۸

وَأَمَّا الْأَ حَادِيْثُ فَكَثِيْرَةٌ مِنْهَا: ﴿حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْبَابِ قَبْلَ هٰذَا: مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ﴾

"وَمِنْهَا حَدِيْثُ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ السَّابِقُ فِيْ "بَابِ مُلَاطَفَةِ الْيَتِيْمِ" وَقَوْلُهُ ﷺ: "يَا أَبَابَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ أَغْضَبْتَهُمْ، لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّكَ"

ترجمہ: اس باب کے متعلق احادیث کثرت سے ہیں ان میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اس سے پہلے باب میں گذری ہے کہ جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہو میرا اس سے اعلان جنگ ہے (۱) اور ان حدیثوں میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جو "باب ملاطفة اليتيم" میں گذر چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اے ابوبکر اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو تو نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا۔ (۲)

(۱) یہ حدیث "باب علامات حب الله تعالىٰ العبد و الحث الخ" میں گذر چکی ہے۔
(۲) یہ حدیث "باب ملاطفة اليتيم" میں گذر چکی ہے۔

صبح کی نماز پڑھنے سے آدمی اللہ کے ذمہ میں آجاتا ہے

(۳۸۹) ﴿وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَّطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبُّهُ عَلٰى وَجْهِهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے پس اللہ جل شانہ کی ضمانت میں آجاتا ہے پس اللہ جل شانہ تم کو اپنی ضمانت کی وجہ سے کچھ باز پرس نہ کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص سے اپنے ذمہ کو کسی وجہ سے طلب کرے گا تو وہ پکڑا جائے گا اور اس کو منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینک دے گا۔“

لغات: ❖ یکبّہ: کبَّ (ن) کَبّاً. الانَاءَ۔ برتن کو اوندھا کر دینا۔ الرَّجُلَ عَلٰی وَجْھِہٖ۔ پچھاڑ دینا۔ الغزل کاتتے ہوئے سوت کا گولہ بنانا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ”باب تعظیم حرمات المسلمین وبیان حقوقھم والشفقۃ علیھم ورحمتھم“ میں گذر چکی ہے۔

من صلی صلوٰۃ الصبح: صبح کی نماز پڑھ لے اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔

”ذمۃ اللّٰہ“ اللہ کے ذمہ میں ہے۔

اللہ کے ذمہ میں آجانے میں محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے تین اقوال ہیں

❶ اس کا پہلا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اب جو شخص ایسے نمازی کو ایذا دے گا جو فجر کی نماز پڑھ کر اللہ کے عہد میں داخل ہو جائے تو وہ اللہ کے عہد کو توڑتا ہے پھر اللہ اس سے خود اس کا مواخذہ فرمائے گا۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر مسلمان اللہ سے عہد کر لیتا ہے کہ اب وہ سارا دن اللہ کے احکامات کو پورا کرے گا اگر وہ اب ایسا نہیں کرتا اور فجر کی نماز پڑھنے کے بعد دن بھر من مانی کرتا ہے تو اب اس نے جو اللہ سے عہد کیا تھا اس کو وہ توڑ دیتا ہے اس کا اللہ جل شانہ مواخذہ فرمائیں گے گویا کہ ایک مسلمان کے لئے تنبیہ ہے کہ اس نے دن کی ابتداء نماز کے ساتھ کر کے عہد وفا کیا ہے تو اب دن بھر اس عہد کو نبھانا اور نقض عہد سے اجتناب کرنا چاہئے۔

❸ یا تیسرا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے اس نمازی کو دنیا و آخرت میں امن دینے کا وعدہ کر لیا ہے تو اب فجر کی نماز کا اہتمام باقی نمازوں سے زیادہ کرنا ہے کہ اگر وہ قضاء ہوں گی تو اب اللہ کا عہد ٹوٹ جائے گا اللہ پھر مواخذہ فرمائے گا اللہ کے مواخذہ سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب المساجد تحت باب فضل صلاة العشاء والصبح فی جماعة و تقدم تخریجه فی باب تعظیم حرمات المسلمین و بیان حقوقهم والشفقة علیهم و رحمتهم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۳۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۴۵۴ مرقاۃ

(۴۹) بَابُ إِجْرَاءِ أَحْكَامِ النَّاسِ عَلَى الظَّاهِرِ وَسَرَائِرُهِمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

لوگوں کے ظاہری حالات پر احکام نافذ کرنا اور ان کے باطنی احوال کا معاملہ اللہ کے سپرد کرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾ (التوبہ: ۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔''

تشریح: آیت بالا کا مطلب مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کفر وشرک سے توبہ کر کے مسلمان ہوجائے اور پھر ظاہری لحاظ سے احکام وفرائض اسلام نماز، زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کرے تو اب اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ نفاق کے طور ہی سے کر رہا ہو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا کیونکہ دلوں کے حالات سے اللہ ہی واقف ہے مسلمانوں کو تو ظاہر کے دیکھنے کا مکلّف بنایا گیا ہے۔

ہاں اگر وہ ضروریات دین کا انکار کریں اور ان میں کوئی علامت اسلام کی بھی نہ پائی جائے تو ان کو مسلمان نہیں کہا جائے گا۔

مجھے حکم ہے کہ لوگوں سے قتال کرو یہاں تک کہ ایمان قبول کرلیں

(۳۹۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال کو محفوظ کرلیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ عصموا: عصم (ض) عصماً۔ الرجل کمائی کرنا۔ الشیء روک لینا۔ الله فلاناً من المکروہ محفوظ رکھنا۔ بچانا۔

تشریح: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کرتا رہوں۔ زمین کی ملکیت اللہ کی ہے اس پر اللہ کا نظام قائم ہوتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے اللہ نے انبیاء علیہ السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ انبیاء کا فریضہ یہی ہوتا تھا کہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے ایک اسلامی معاشرہ بنائیں۔ جو شریعت پر پورا کا پورا عمل کرنے والا ہو اور پھر جو لوگ اس اسلامی معاشرہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو اب ان کے ساتھ جہاد کیا جائے کہ سب کے سب اللہ کی بڑائی وعظمت کو تسلیم کر کے نماز کا اہتمام اور زکوٰۃ کو ادا کرنے والے بن جائیں۔

اگر لوگ ایسا نہ کریں تو پھر دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جزیہ ادا کریں اس کے بدلے اسلامی ریاست میں ان کے مال و جان، عزت کا تحفظ حکومت کی طرف سے ملے گا۔ اگر وہ اسلام کو بھی قبول نہ کریں اور جزیہ بھی ادا نہ کریں تو اب ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔ (۱)

﴿عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَا لَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الإِ سْلَامِ وَحِسَا بُهُمْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى﴾

وہ اپنے خون اور مال کو محفوظ کر لیں گے۔ کہ کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو اب اس کی جان و مال کی حفاظت کی جائیگی۔

علماء فرماتے ہیں اگر چہ وہ ظاہراً مسلمان ہوا ہو دل میں کفر و نفاق رکھتا ہو تب بھی اس کی جان مال کی حفاظت کی جائے گی کیونکہ شریعت ظاہر پر فیصلہ کرے گی باطن کا حال تو اللہ جانتے ہیں اللہ خود ہی ایسے لوگوں کا مواخذہ کریں گے۔ (۲)

الا بحق الاسلام: سوائے حق اسلام کے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد اب وہ زکوٰۃ بھی دیں گے اگر وہ ناجائز قتل کریں تو قصاص بھی آئے گا اس صورت میں ان کی جان و مال کی ضمانت نہیں ہوگی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب "فان تابوا واقاموا الصلوٰة. و مسلم، فی کتاب الایمان تحت باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا. و ابوداود و الترمذی والنسائی و هکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۱/۸۱ مظاہر حق ۱/۱۰۶ (۲) مرقاۃ ۱/۸۱ مظاہر حق ۱/۱۰۶ (۳) فتح الباری فتح الملہم

جو کلمہ توحید پڑھ لے، اس کی جان و مال کی حفاظت ضروری ہوگی

(۳۹۱) ﴿وَعَنْ أَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ

تَعَالٰی﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوعبداللہ طارقِ بن اشیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون حرام ہوگیا اور اس کے باطن کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ کفر: کفر (ن) کُفراً و کفراً. الشَّیءَ کسی چیز کو چھپانا۔ کہتے ہیں۔ کَفَرَ دِرْعَهُ بِثَوْبِهِ، اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا۔ کَفُوراً و کُفْرَاناً. نعم الله و بنعمه. خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنا۔ خدا کو نہ ماننا۔ ایمان نہ لانا، انکار کرنا، بکذا. کسی چیز سے بیزاری ظاہر کرنا۔

تشریح: جن مشرکین و کفار نے جب کلمہ اسلام کو پڑھ لیا تو وہ اب مسلمان بھائی بن گئے اب ان کے جان و مال محفوظ ہوگئے۔ [1] جو بھی ان کا مال لیگا تو اس سے مال کو واپس دلایا جائیگا یا قتل کرے گا تو اس کے بدلہ میں اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔

حِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى: اس کے باطن کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے کلمہ پڑھ کر اسلام کو ظاہر کیا اس پر وہ مخلص ہے یا نہیں اس کی تحقیق نہیں کی جائیگی۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الايمان تحت باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله.

راوی حدیث حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: طارق، کنیت ابوعبداللہ اور والد کا نام اشیم تھا یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان سے کتنی احادیث منقول ہیں اس کے بارے میں اسماء الرجال والوں کا اختلاف ہے علامہ برقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سے چار احادیث منقول ہیں اور بعض نے اس سے کچھ کم اور بعض نے کچھ زیادہ بتائی ہیں۔ (واللہ اعلم)

(۱) امداد الباری۔۴/۴۸۸ (۲) طیبی شرح مشکوٰۃ

میدان جنگ میں بھی کلمہ پڑھنے والا مسلمان سمجھا جائے گا

(۳۹۲) ﴿وَعَنْ أَبِي مَعْبَدِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيْتُ رَجُلاً مِنَ الْكُفَّارِ، فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَأَقْتُلُهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَأَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ: "لَاتَقْتُلْهُ" فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَطَعَ إِحْدٰى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَمَا قَطَعَهَا؟! فَقَالَ: "لَاتَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ، فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَّقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ﴾ (متفق علیه)

ومعنی "أنه بمنزلتک" أی: مَعْصُومُ الدَّمِ مَحْكُومٌ بِإِسْلَامِهِ، ومعنی "أنک بمنزلته" أی: مُبَاحُ الدَّمِ بِالْقِصَاصِ لِوَرَثَتِهِ، لَا أَنَّهُ بِمَنْزِلَتِهِ فِي الْكُفْرِ، والله أعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابومعبد مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ فرمائیں اگر میری ملاقات کسی کافر سے ہوجائے اور ہم آپس میں لڑیں وہ میرے ہاتھ کو تلوار سے کاٹ دے پھر وہ میرے وار سے بچنے کے لئے ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے میں اللہ کے لئے مسلمان ہوگیا ہوں۔ یا رسول اللہ اس کے اس لفظ کہنے کے بعد میں اس کو قتل کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے نہ قتل کر۔ اس پر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور اس کے بعد اس نے اسلام لانے کے کلمات کہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسے قتل نہیں کرسکتا اگر اس کو قتل کرے گا تو وہ تیرے اس مرتبے پر ہوجائے گا جس پر تم اس کے قتل سے پہلے تھے۔ اور تم اس کے اس مرتبے پر ہو جاؤ گے جس پر وہ اس کلمے کے کہنے سے پہلے تھا جو اس نے کہا۔''

"أَنَّهُ بِمَنْزِلَتِکَ" یعنی اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کا خون محفوظ ہوگیا۔

"اِنَّکَ بِمَنْزِلَتِهِ" یعنی قصاصاً اس کے وارثوں کے لئے تجھے قتل کرنا درست ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ تم کافر ہوجاؤ گے۔ (واللہ اعلم)

لغات: ❖ کفر: کَفَرَ (ن) کُفْراً و کفراً. الشیء کسی چیز کو چھپانا۔ کہتے ہیں۔ کفر درعه بثوبه اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا۔ کفوراً و کفراناً. نعم الله و بنعمه۔ خدا کی نعمتوں کی ناشکری کرنا۔ خدا کو نہ ماننا۔ ایمان نہ لانا، انکار کرنا، بکذا۔ کسی چیز سے بیزاری ظاہر کرنا۔

تشریح: لَقِيتُ رَجُلاً مِنَ الْكُفَّارِ: اگر میری کافروں میں سے کسی سے لڑائی ہوجائے اور وہ میرے ہاتھ کو کاٹ دے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اسلام جو ایک بلند اخلاق مذہب ہے اس کی فیاضی میدان جنگ میں بھی ہوتی ہے کہ اگر کوئی کسی کو مار کر میدان جنگ میں کلمہ پڑھ لیتا ہے تو اب اسلام اس کو مسلمان تسلیم کرلے گا۔ (۱)

اگر کوئی کلمہ پڑھنے والے کو قتل کردے؟

فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهُ: یعنی اس کو قتل کرنے سے پہلے تم ایک معصوم الدم مسلمان تھے تم کو قتل کرنا جائز نہیں تھا مگر جب تم نے اس کو قتل کردیا تو اب تم مباح الدم بن گئے جیسے کہ وہ کلمہ اسلام سے پہلے ایک مباح الدم کافر تھا، اس کا قتل کرنا جائز تھا کلمہ کے بعد وہ ایک معصوم الدم مسلمان بن گیا تھا۔ (۲)

قاضی عیاض رحمہ اللہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ حق کی ممانعت اور گناہ کے ارتکاب میں تم اس کے مثل ہوگے

اگرچہ دونوں کے گناہ کی تو حیثیت الگ ہے اسلام لانے سے قبل اس آدمی کا گناہ کفر کا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد قتل کرنے کی وجہ سے تمہارا گناہ کفر والا نہیں بلکہ فسق والا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المغازی تحت باب شهودا لملائکة بدرا، و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا اله الا الله، وأحمد و ابوداؤدو عبد الرزاق ۱۸۷۱۹ و ابن ابی شیبه ۱۰/۱۲٦، و ابن حبان ١٦٤ و هکذا فی البیهقی ۸/۱۹۵۔

راوی حدیث حضرت ابومعبد مقداد بن الاسود کے مختصر حالات:

نام: مقداد، ابوالاسود کنیت، والد کا نام عمرو تھا۔ اسود مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خاندان نے اسود بن عبد یغوث خاندان سے حلیفانہ تعلق پیدا کرلیا اس کی وجہ سے مقداد بن عمرو کے بجائے مقداد بن الاسود مشہور ہوگئے۔ (اسد الغابہ)

ابتداء اسلام میں ہی انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں بھی یہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں بھی شریک ہوئے (مستدرک حاکم ۳/۳۴۸)

حق بات کہنے میں وہ کسی سے ڈرتے نہیں تھے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک تابعی نے کہا کہ کاش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا اس پر مقداد ناراض ہوئے فرمایا کہ بہت سے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے تھے جن کو ایمان لانے کی توفیق نہ ملی معلوم نہیں تمہارا شمار کن میں ہوتا تم لوگوں کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ بغیر امتحان و آزمائش کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے تم لوگ مستفیض ہوئے۔ (مسند احمد ۶/۴)

وفات: ان کا پیٹ بہت بڑا تھا ایک رومی غلام نے ان کا عمل جراحی (آپریشن) کیا مگر وہ ناکام ہوا اسی میں ۳۳ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مقام سَرِف میں انتقال ہوا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ (اصابہ ۳/۴۵۵)

مرویات: ان سے ۴۲ احادیث منقول ہیں ایک میں بخاری اور مسلم دونوں متفق ہیں۔ امام مسلم تین میں منفرد ہیں۔

---

(۱) نفع المسلم (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ ۷/۵۰

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کاش آج سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا

(۳۹۳) ﴿وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰى مِيَاهِهِمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَكَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِيُّ، وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ، بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيْ: "يَا أُسَامَةُ! أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟" قُلْتُ:

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، فَقَالَ: "أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟!" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ﴾ (متفق علیه)

وفی روایة: فقال رسول الله، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهُ؟! قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِّنَ السَّلَاحِ، قَالَ: "أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟! قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ(أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟!" فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

"الْحُرَقَة" بِضَمِّ الْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ وَفَتْحِ الرَّاءِ: بَطْنٌ مِنْ جُهَيْنَةَ الْقَبِيْلَةُ الْمَعْرُوْفَةُ، وقوله: "مُتَعَوِّذًا." أَيْ: مُعْتَصِمًا بِهَا مِنَ الْقَتْلِ لَا مُعْتَقِدًا لَّهَا.

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلے کی ایک شاخ حرقہ کی طرف بھیجا تو ہم صبح کے وقت ان کے پانی کے چشموں پر حملہ آور ہو گئے میری اور ایک انصاری کی دشمن قوم کے ایک آدمی سے مڈبھیڑ ہوگئی جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا۔ چنانچہ انصاری نے اپنے ہاتھ کو دور کیا لیکن میں نے اپنا نیزہ اس کو مارا اور اس کو قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے تو یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے اسامہ! کیا تم نے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ آپ ﷺ یہی فقرہ میرے سامنے بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔'' (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا اس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اس نے ہتھیار کے خوف سے یہ کلمہ پڑھا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ کہ تمہیں علم ہو گیا کہ اس نے یہ کلمہ دل سے کہا ہے یا نہیں؟ پس آپ ﷺ یہ جملہ بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے آرزو ہوئی کہ میں آج ہی مسلمان ہوتا۔

"الحرقة'' حا مہملہ پر پیش اور را پر زبر مشہور قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔

"متعوذا'' بمعنی قتل سے بچاؤ کے لئے اس نے کلمہ پڑھا تھا اس لئے نہیں کہ وہ دل سے اللہ کی توحید کا اعتقاد رکھتا تھا۔

لغات: ❖ صبَّحنا: صبحه۔ صبح کے وقت آنا۔ صبح کی شراب پلانا۔ صَبَّحَ الْقَوْمُ الْمَاءَ۔ قوم کو چلا کر صبح کو پانی میں اتارنا۔ الرجل صبح کو سلام کرنا۔

لاذمنی: لَاذَ يَلُوْذُ (ن) لَوْذاً و لَوَاذاً و لواذاً و لِيَاذاً. بالجبل پہاڑ میں چھپنا، قلعه بند ہونا۔ پناہ لینا۔

تشریح: إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ: عرب کا ایک قبیلہ جہینہ تھا اس کا ایک خاندان حرقہ تھا۔ حرقہ یہ آدمی کا نام ہے جس کا

اصلی نام جحش بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ تھا حرقہ اصل میں جلانے کو کہتے ہیں اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے بھی ایک قوم کو قتل کر کے جلا دیا تھا۔ (۱)

طَعَنْتُهٗ بِرُمْحِیْ حَتّٰی قَتَلْتُهٗ: ایک دوسری روایت میں ہے "فَلَمَّا رَجَعَ عَلَیْهِ السَّیْفَ قَالَ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلْتُهٗ" مطلب یہ ہے پہلے میں نے نیزے سے مارا اور دوسری روایت میں ہے تلوار سے مارا۔ ان دونوں میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تطبیق یہ دی ہے کہ پہلے تلوار کے ذریعہ مارنا چاہا لیکن تلوار سے وار نہ کر سکے تو پھر نیزہ سے مار ڈالا۔ (۲)

حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ اَسْلَمْتُ یَوْمَئِذٍ: مجھ کو یہ آرزو ہوئی کہ میں آج ہی مسلمان ہوتا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ جب وہ زبان سے کلمہ پڑھ رہا ہے تو اس کا اس پڑھنے پر اعتبار کر لینا چاہئے تھا رہی یہ بات کہ وہ دل سے پڑھ رہا تھا یا نہیں اس معاملے کو اللہ کے حوالے کر دینا چاہئے تھا ؎

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

میدان جنگ میں نئے مسلمان کو قتل کرنے سے قصاص نہیں آتا

سوال: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص کیوں نہیں آیا جب کہ انہوں نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔

جواب: شبہ تھا کہ یہ کافر ہے تو مارنا جائز تھا مسلمان ہے تو مارنا جائز نہیں تو اس شبہ کی وجہ سے قصاص تو ساقط ہو گیا رہی دیت، دیت تو واجب ہوگی حضرت اسامہ نے اس کو ادا کر دیا ہوگا یا بیت المال سے ادا کر دیا گیا ہوگا دونوں ہی صورتیں جائز ہیں۔

حدیث بالا میں کفارہ اور دیت کا بیان نہ ہونا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کا حکم فی الفور بیان کرنا ضروری نہیں تاخیر کے ساتھ بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ (۳)

اس واقعہ کے بعد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے قتال نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اسی وجہ سے وہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک نہیں ہوئے۔ (۴) بقول شاعر ؎

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے ایک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب المغازی تحت باب بعث النبی ﷺ اسامه رضی الله عنه. و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال "لا اله الا الله" و أحمد ۲۱۸۰۴/۸، و ابوداؤد و ابن حبان ۴۷۵۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۲۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری (۲) فتح الباری (۳) نفع المسلم ۲۸۸/۱ (۴) نفع المسلم

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت بہادر آدمی کو قتل کیا

(۳۹۴) ﴿وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَ بَعْثًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَأَنَّهُمُ الْتَقَوْا، فَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَّقْصُدُوا إِلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ وَإِنَّ رَجُلاً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ، وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَلَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ، قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ، فَقَتَلَهُ، فَجَاءَ الْبَشِيْرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ، وَأَخْبَرَهُ، حَتّٰى أَخْبَرَهُ خَبَرَالرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ، فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهُ؟ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَتَلَ فُلَانًا وَ فُلَانًا وَسَمّٰى لَهُ نَفَرًا وَإِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى السَّيْفَ قَالَ: لَااِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَقَتَلْتَهُ؟" قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: "فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، إِذَاجَاءَ تْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: "وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَاجَاءَ تْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟" فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى أَنْ يَّقُوْلَ: "كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَاجَاءَ تْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ایک اسلامی لشکر کو مشرکوں کی ایک جماعت کی طرف بھیجا چنانچہ ان دونوں کا مقابلہ ہوا مشرکین میں ایک آدمی تھا جب وہ کسی مسلمان کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا تو اس کو قتل کر دیتا (یہ صورت حال دیکھ کر) مسلمانوں میں سے ایک آدمی اس کی غفلت کی تاک میں رہنے لگا (کہ اس کو قتل کردیں) اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ وہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔تو جب انہوں نے اس پر تلوار بلند کی تو وہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے لگا لیکن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل ہی کر دیا جب خوشخبری دینے والا آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا اس نے آپ کو اس آدمی کا واقعہ بھی سنایا تو آپ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا کہ تم نے اسے کیوں قتل کر دیا۔اسامہ نے جواب دیا یا رسول اللہ اس نے مسلمانوں کو بڑی تکلیف دی۔اور ہمارے فلاں، فلاں آدمیوں کو اس نے قتل کیا، چند مسلمانوں کا نام لیا گیا۔تو میں نے اس پر حملہ کر دیا جب اس نے تلوار دیکھی تو اس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ اسامہ نے جواب دیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: جب کہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' قیامت کے دن آئے گا تو تم کیا

کروگے؟ اسامہ نے جواب دیا کہ آپ میرے لئے استغفار کریں پس آپ ﷺ یہ فقرہ دہراتے رہے اور اس پر کوئی زیادہ نہ فرماتے کہ جب کلمہ "لا الہ الا اللہ" قیامت کے دن آئے گا تو تم کیا کرو گے؟۔" (مسلم)

لغات: ❖ التقوا: اِلْتَقٰی. الشَّیْءَ ملنا. و تَـلاقَی الْقَوْمُ۔ بعض کا بعض سے ملنا۔ تلَقَّوْا: آپس میں جھگڑا کرنا۔

واقعہ کی وضاحت گزشتہ حدیث میں ہو چکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا اله الا الله.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۳۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آدمی کے ظاہری اعمال پر فیصلہ ہوگا

(۳۹۵) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَبْنِ مَسْعُوْدٍقَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُوْلُ: "إِنَّ نَاسًاكَانُوْايُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ عَهْدِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْوَحْیَ قَدِانْقَطَعَ، وَإِنَّمَانَأْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَاظَهَرَلَنَا مِنْ إِعْمَالِكُمْ، فَمَنْ أَظْهَرَلَنَاخَيْرًا، أَمَنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ لَنَامِنْ سَرِيْرَتِهٖ شَیْءٌ، اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِیْ سَرِيْرَتِهٖ، وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءً، لَمْ نَأْمَنْهُ، وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ: سَرِيْرَتُهٗ حَسَنَةٌ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کچھ لوگوں کا مواخذہ وحی کے ذریعہ ہوجاتا تھا لیکن اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اب تو ہم تمہارے ظاہری اعمال پر مواخذہ کریں گے جس آدمی کے ہمارے سامنے اچھے اعمال ہوں گے تو ہم اس کو امن دیں گے اور اپنے قریب کریں گے اور ہمیں اس کے پوشیدہ اعمال سے کچھ واسطہ نہیں ہے اس کے پوشیدہ اعمال کا محاسبہ اس سے اللہ کرے گا اور جو شخص ہمارے سامنے ظاہر برے اعمال کرے گا تو ہم اسے امن نہیں دیں گے اور نہ اس کی بات مانیں گے اگرچہ وہ کہے کہ اس کی باطنی کیفیت اچھی ہے۔"

(بخاری)

لغات: ❖ أمناه: اَمِنَ (س) اَمْناً وَ اَمْناً و اَمَاناً و اَمَنَةً۔ مطمئن ہونا۔ صفت اَمِنٌ اَمِیْنٌ و آمِنٌ. الاسد منه۔ شیر سے محفوظ رہنا اور بچنا۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دنیا سے رخصت ہونے کے

بعد اب دو ہی صورتیں باقی ہیں جو اسلام کو قبول کرتا ہے وہ مسلمان اور جو قبول نہ کرے وہ کافر ہے نفاق کی پہچان تو وحی کے ذریعہ ہوتی تھی کہ وحی کے ذریعہ سے اطلاع ہوجاتی تھی کہ فلاں کے دل میں نفاق اور کفر ہے مگر آپ ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد انقطاع وحی کے سبب نہیں جانا جاسکتا کہ اس کے دل میں کیا ہے کیونکہ غیب کا علم تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِي سَرِيْرَتِهِ: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کا محاسبہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے کرے گا کہ اگر وہ اسلام کو زبان سے ظاہر کر رہا ہے دل میں ہے یا نہیں، ہم اس کی تحقیق و تفتیش نہیں کریں گے اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الشهادات تحت باب الشهداء العدول.

راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عتبہ، والد کا نام مسعود۔ یہ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود کے حقیقی بھائی تھے۔ (طبقات ابن سعد)

شروع میں ہی مسلمان ہوگئے اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ (طبقات ابن سعد)

جس طرح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ "حبر الامۃ" کہلاتے اسی طرح ان کے بھائی کے اندر صلاحتیں تھیں مگر کم عمری میں دنیا سے رخصت ہونے کی وجہ سے ان کے جوہر نہ چمکنے پائے۔ (مستدرک حاکم ۳/۲۵۸)

وفات: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی (مستدرک حاکم ۳/۲۵۸)

ان کے انتقال پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہت افسوس ہوا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد)

اور فرماتے کہ عمر بن الخطاب کے علاوہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب تھا۔ (مستدرک حاکم ۳/۲۵۸)

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

---

(۱) شرح مسلم للنووی

(۵۰) بَابُ الْخَوْفِ

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾ (البقرة: ٤٠)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ "اور مجھ سے ہی ڈرو۔"

تشریح: آیت بالا میں بنی اسرائیل مخاطب ہیں اس لئے فرمایا کیونکہ رہبت اس خوف کو کہتے ہیں جو تقویٰ کے ابتدائی مرحلے میں ہوتا ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرما رہے ہیں کہ مجھ سے عہد شکنی نہ کرو اور میرے تمام اوامر کو پورا کرو اور نواہی سے بچو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِيْدٌ﴾ (البروج: ۱۲)

ترجمہ: ارشاد خداوندی ہے۔ ”بے شک تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔“

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهٗٓ أَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۞ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۞ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ إِلَّا لِأَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۞ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۞ فَأَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ (هود آيت: ۱۰۲، ۱۰۶)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ”تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے۔ بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور سخت ہے ان (قصوں) میں اس شخص کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے عبرت ہے یہ وہ دن ہوگا جس میں اکھٹے کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں (خدا کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت متعین تک تاخیر کرتے ہیں جس دن وہ آئیگا تو کوئی جان دار خدا کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت، بد بخت جہنم میں ہوں گے اس میں ان کا چلانا اور دھاڑنا ہوگا۔“

تشریح: وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ: کہ اللہ جل شانہ جب تک ظالم کو ڈھیل دیتا ہے دیتا رہتا ہے مگر جب پکڑتا ہے تو پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک اللہ ظالم کو مہلت دیتے ہیں، دیتے ہیں مگر جب اس کی گرفت کرتے ہیں تو پھر اس کو نہیں چھوڑتے اس فرمان کے بعد آپنے پھر آیت بالا کی تلاوت فرمائی یعنی ﴿وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ (۱)

﴿إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ﴾ جب اللہ ظالموں کو پکڑتے ہیں تو اس پکڑ میں عبرت ہوتی ہے ان لوگوں کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اصل عذاب تو آخرت میں آئے گا یہ تو صرف ایک نمونہ ہے یا ان واقعات کو دیکھ کر وہ اللہ جل شانہ کی نافرمانی کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ: قیامت کے دن میں سب کو جمع کیا جائے گا اور پھر وہاں حساب کتاب ہوگا۔

﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهٖ﴾ یہی مضمون کئی جگہ آتا ہے مثلاً: لَا يَتَكَلَّمُوْنَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ“ کہ کوئی بات نہیں کر سکے گا مگر رحمٰن کی اجازت کے ساتھ۔

”يَأْتِ“ کا فاعل لفظ اللہ ہے یعنی جس دن اللہ آجائیں گے۔

فَمِنۡهُمۡ شَقِىٌّ وَ سَعِيۡدٌ: بعض بدبخت ہوں گے اور بعض خوش بخت یعنی بعض جنت میں چلے جائیں گے اور بعض جہنم میں جائیں گے۔

﴿لَهُمۡ فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَ شَهِيۡقٌ﴾: جہنم میں ان کے لئے چیخ و پکار ہوگی "زفیر" کے کئی معنی مفسرین کرتے ہیں مثلاً: سخت آواز گدھے کی ابتدائی آواز، سانس کا باہر نکلنا، اسی طرح "شھیق" کے بھی کئی معنی کئے گئے ہیں مثلاً: پست آواز، گدھے کی انتہائی آواز، سانس کا لوٹ کر اندر جانا وغیرہ۔ سب ہی مراد ہوسکتا ہے۔ ﴿اللهم احفظنا من نار جهنم﴾

(۱) تفسیر مظہری ۶/۸۸، ۸۷

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ﴾ (آل عمران: ۲۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے۔"

تشریح: اس آیت کی شرح کرتے ہوئے مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات عظیم سے ڈراتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ چند روزہ اغراض و مقاصد دنیا کی خاطر تم اللہ کو ناراض کر بیٹھو۔ (۱) اس لئے صرف زبانی طور سے اللہ سے نہیں ڈرنا ہے بلکہ دلوں میں بھی اس کا خوف ہو کیونکہ وہ ذات تو ایسی ہے کہ اس کے سامنے تو دل کی حالت بھی ظاہر ہے اس سے کوئی دل کی حالت چھپا نہیں سکتا ہے۔

(۱) معارف القرآن ۲/۵۳

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيۡهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيۡهِ لِكُلِّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ﴾ (عبس: ۳۸ تا ۳۴)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا۔ جو دوسرے سے بے نیاز و بے پروا کر دے گی۔"

تشریح: اس آیت کریمہ میں میدان محشر کا منظر بتایا جا رہا ہے کہ وہاں ہر شخص اپنی اپنی فکر میں اور نفسا نفسی کے عالم میں ہوگا پریشانی کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ رشتہ جس پر دنیا میں آدمی اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے مثلاً بھائی، ماں، باپ، شوہر، بیوی، بیٹا وغیرہ ان کو بھی دیکھ کر آدمی بھاگے گا تو اس دن کی تیاری کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۱)

لِكُلِّ امۡرِءٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ: کہ اس دن ہر ایک کا حال اس کو دوسرے کے حال سے لاپروا کر دے گا۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں آتا ہے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ برہنہ پاؤں برہنہ بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائیگا اور منہ پر پسینہ کی لگام لگی ہوئی ہوگی۔ آپ ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ شرم وحیا نہیں ہوگی کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس روز لوگوں کا معاملہ اس سے زیادہ سخت ہوگا یعنی کسی کو کسی کے دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہوگی۔ (۲)

---

(۱) معارف القرآن ۱۲/۷۷ ۲۷۷ (۲) معنی روایت بخاری و مسلم

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ. يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ (الحج: ۱، ۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: لوگوں اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثہ عظیم ہے جس دن تو اس کو دیکھے گا کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تم کو نشہ میں نظر آئیں گے مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ کے سخت عذاب میں ہوں گے۔

تشریح: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ: اے ایمان والوں! اپنے رب سے ڈرو۔

صحابہ کہتے ہیں ان آیات بالا کو نبی کریم ﷺ نے ایک سفر کے دوران باآواز بلند پڑھا اس کو سن کر صحابہ آپ ﷺ کے قریب جمع ہوگئے پھر آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس آیت میں جو زلزلہ قیامت کا تذکرہ ہے تم جانتے بھی ہو یہ کون سا دن ہوگا۔ صحابہ نے فوراً ''اللہ و رسولہ اعلم'' کہا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمائیں گے کہ لوگوں کو جہنم میں جانے کو بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام دریافت کریں گے جہنم میں جانے والے کون لوگ ہیں۔ تو اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ ہر ایک ہزار میں نوسوننانوے یہ وہ پریشانی کا وقت ہوگا جب کہ سارے بچے خوف سے بوڑھے ہوجائیں گے اور حمل والی عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے۔ صحابہ یہ سن کر سہم گئے پھر صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم میں سے پھر کون بچے گا فرمایا تم بے فکر رہو جہنم میں جانے والے یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار اور تم میں سے ایک ہوگا۔ (۱)

زلزلہ کب آئے گا؟

اس میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں:

❶ قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ہوگا قیامت کی آخری علامات میں سے ہوگا جیسے قرآن میں آتا ہے۔

﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اور اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ بعض کہتے ہیں کہ قیامت قائم ہونے اور لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد یہ ہوگا۔

سوال: "کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا": حمل والی عورت حمل ساقط کر دیگی۔ قیامت کے دن حمل کیا ہوگا؟

جواب: یہ جس حالت میں مریں گے اسی حالت میں اٹھایا جائے گا اگر حمل والی دنیا میں تھی تو اسی حال میں اٹھایا جائے گا اور جس کا دودھ پلانے کے زمانے میں انتقال ہوا تو وہ اسی طرح بچے کے ساتھ اٹھائی جائیگی۔ (۲)

اور اگر پہلی توجیہ مراد لی جائے کہ قیامت سے پہلے کا واقعہ ہے تو کوئی اشکال بھی وارد نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) تفسیر قرطبی بحوالہ مسلم شریف (۲) تفسیر قرطبی

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾ (الرحمن: ٤٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں۔

تشریح: "مَقَامَ رَبِّهٖ جنتان": جمہور صحابہ مفسرین فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حساب کتاب کے لئے حاضر ہونا ہے مسلمان اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ کے سامنے ہر ایک چیز کا حساب ہوگا تو وہاں میرا کیا بنے گا۔ اس خوف کی وجہ سے وہ گناہ سے بچتے ہیں۔ (۱)

بعض مفسرین جن میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں "مقام ربہ" دنیاوی اعتبار سے ہے کہ دنیا میں مسلمان ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عمل وقول کو دیکھ رہا ہے اس خوف سے وہ گناہوں سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۲)

"جنتان" دو جنتیں ملیں گی حضرت مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ڈرنے والے کو ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم ملیں گی۔ (۳)

---

(۱) معارف القرآن ۲۶۱/۷ (۲) تفسیر قرطبی (۳) مظہری ۳۴۱/۱۱

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُوْنَ ۞ قَالُوْا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۞ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۞ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ إِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۞﴾

(الطور: ٢٥ تا ٢٨)

(وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ جِدّاً مَعْلُوْمَاتٌ وَالْغَرَضُ الْاِشَارَۃُ اِلٰی بَعْضِھَا وَقَدْ حَصَلَ)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات کریں گے کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر میں خدا سے ڈرتے تھے تو خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ اس سے پہلے ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے بے شک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔''

اس مضمون کی آیات کثرت کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، مشہور ہیں۔ ہمارا مقصد بعض آیات کی طرف اشارہ کرنا ہے سو ہم نے وہ اشارہ کر دیا۔

تشریح: ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَتَسَاءَ لُوْنَ﴾: ''أقبل'' صیغہ ماضی کا ہے مگر مراد مستقبل کے معنی ہیں کہ ایک دوسرے سے گذشتہ دنیوی احوال اور واقعات پوچھیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دنیا میں جو خوف اور دکھ برداشت کیا تھا باہم اس کا تذکرہ کریں گے۔

اِنَّا کُنَّا قَبْلُ فِیْ اَھْلِنَا مُشْفِقِیْنَ: کہ ہم اپنے گھر میں خدا سے ڈرتے تھے کہ دنیا میں اللہ کے خوف کے ساتھ زندگی گذارتے تھے اس لئے قیامت میں اللہ نے ان کو راحت دی کیونکہ اللہ دو خوف اور دو امن ایک آدمی پر جمع نہیں کرتے اگر دنیا میں خوف کے ساتھ زندگی گذاری ہے تو آخرت میں خوف نہیں ہوگا بلکہ امن ہوگا۔ اگر دنیا میں امن کے ساتھ رہا تو اب قیامت کے دن اس کو خوف ہوگا۔

فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْمِ: ''سموم'' پوری طرح مسامات کے اندر گھسنے والی آگ۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''سموم'' یہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔[۱]

اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْہُ: دنیا میں دعا کرتے تھے۔ دعا سے مراد عبادت بھی ہو سکتی ہے کہ دنیا میں ہم نے اللہ کی عبادت کے ساتھ وقت گذارا، یا دعا کے معنی میں لیا جائے کہ دنیا میں ہم عذاب جہنم سے بچنے کی دعا کرتے تھے۔[۲]

اِنَّہٗ ھُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ: ''البر'' احسان کرنے والا۔ ابن عباس نے مہربانی کا ترجمہ کیا ہے۔ علامہ ضحاک رحمہ اللہ نے وعدہ پورا کرنے والا کا ترجمہ کیا ہے۔[۳]

---

(۱) تفسیر مظہری ۱۱/۱۳۱ (۲) تفسیر مظہری (۳) تفسیر مظہری

﴿وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَۃٌ جِدًّا، فَنَذْکُرُ مِنْھَا طَرَفاً وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ﴾

ترجمہ: اس موضوع پر احادیث کثرت سے وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند بیان کی جاتی ہیں۔

و باللہ التوفیق۔

ایک سو بیس دن کے بعد بچہ میں روح ڈال دی جاتی ہے

(٣٩٦) ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: حَدَّثَنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ: "إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِیْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ، وَ يُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَ شَقِیٌّ أَوْ سَعِيْدٌ. فَوَالَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰی مَايَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰی مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں صادق و مصدوق ﷺ نے بتایا کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اس کی مثل منجمد خون بنا رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے (پھر ۱۲۰ دن کے بعد) فرشتہ بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونکتا ہے پھر فرشتے کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کی روزی، اس کی موت، اس کا عمل اور وہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ بعض لوگ تم میں سے اہل جنت جیسے عمل کریں گے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے کہ لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جہنمیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور بے شک تم میں سے ایک شخص جہنمیوں والے کام کرتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں والے کام کرنے لگ جاتا ہے پس اس میں داخل ہو جاتا ہے۔“

لغات: ❖ فینفخ: نَفَخَ (ن) نَفخاً و نَفَّخ بِفَمِهِ پھونک مارنا، نفخ الضحیٰ دن چڑھنا۔ نفخت الریح۔ ہوا کا اچانک چلنا۔

تشریح: اس حدیث میں انسان کی خلقت کو بیان کیا گیا ہے کہ کن مراتب سے گذر کر آدمی کو یہ موجودہ شکل وصورت اللہ نے عطا فرمائی۔

شَقِیٌّ أَوْ سَعِيْدٌ: اس بچہ کا بد بخت ہونا یا سعید ہونا بھی لکھ دیا جاتا ہے۔

سوال: جب ماں کے پیٹ میں سعید یا شقی ہونا لکھ دیا جاتا ہے تو اب عمل کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: اللہ جل شانہ نے اگرچہ لکھوادیا اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے اس کو اختیار بھی دیا ہے اور اس کے لئے نیک راستہ اور برا راستہ دونوں کھول دیئے اور دونوں کے انجام کو بھی بتا دیا ہے۔

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ اس میں ہی اس انسان کی آزمائش ہے کہ یہ کون سے راستہ کو اختیار کرتا ہے۔ صاحب ریاض الصالحین کا اس حدیث کو "باب الخوف" میں لانے کا مقصود بھی یہی ہے کہ آدمی ڈرتا رہے اور اپنے حسن خاتمہ کی دعا مانگتا رہے اور اللہ سے مدد طلب کرتا رہے اور اسباب خیر یعنی ایمان، تقویٰ، وغیرہ کو اپناتا رہے یہ آدمی کے ذمہ ہے باقی انجام کیا ہے اس کو اللہ کے سپرد کردے۔ اللہ جل شانہ نے انجام کو پوشیدہ رکھا اس میں بھی وجہ یہ ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ کسی کے اعمال بد کو دیکھ کر جہنمی اور کسی کے اچھے اعمال کو دیکھ کر جنتی کا فیصلہ نہ کر دیا جائے بلکہ ہر آدمی آخری وقت تک اللہ کی اطاعت میں لگا رہے اور ڈرتا رہے کہ نہ معلوم میرا انجام کیا ہوگا کسی حال میں مطمئن نہ ہو جائے۔ [1]

علامہ سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعر ہے

ہم ایسے رہے کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب بدء الخلق تحت باب ذکر الملائکة. و مسلم فی کتاب القدر تحت باب کیفیة خلق الادمی و الترمذی و هکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ۔ مظاہر حق جدید ۱/۱۵۹

قیامت کے دن جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے کھینچ رہے ہوں گے

(۳۹۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دن (قیامت والے دن) جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔"

لغات: ❖ زمام: جس سے کوئی چیز باندھی جائے، باگ، لگام، نکیل، مہار، جمع ازمّة. زَمَّهُ (ن) زماً کس کر باندھنا۔ القربة مشک بھرنا و زمّم الجمال اونٹوں کے نکیل ڈالنا۔

❖یجر: جر (ن) جراً وجربہ۔ کھینچنا، گھسیٹنا، مجرور بنانا، ہانکنا، جر الابل۔ اونٹ کو آہستہ ہانکنا۔

تشریح: حدیث بالا کو محدثین نے متشابہات میں شمار کیا ہے کہ اس کا تعلق امور غیب سے ہے ایمان رکھنا ضروری ہے اس کی کیفیت کو ہم نہیں جانتے۔ بظاہر حدیث بالا کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ قیامت کے دن لاکھوں فرشتے جہنم کو کھینچ کر میدان محشر میں لائیں گے اور پھر جہنم کو اسی جگہ یہ رکھ دیں گے کہ اہل محشر اور جنت کے درمیان یہ حائل ہو جائے اور پھر جنت تک جانے کے لئے پل صراط کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوگا۔ پل صراط کو جہنم پر رکھ دیا جائے گا اس سے گذر کر ہی آدمی جنت میں پہنچ سکے گا۔ [1]

﴿سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یَجُرُّوْنَهَا﴾ ستر ہزار فرشتے اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔

بعض محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب جہنم کو لایا جائے گا تو وہ انتہائی غضب ناک حالت میں ہوگی اور وہ یہ چاہے گی کہ میں سب کو نگل جاؤں مگر فرشتے اس کو اس کی باگوں کے ذریعہ روکیں گے اگر فرشتے اس کو چھوڑ دیں تو وہ خواہ مؤمن ہو یا کافر سب کو چٹ کر جائے۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الجنة وصفة نعیمها تحت باب شدة حر نار جهنم و بعد قعرها و الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۵/۲۴۰ (۲) مرقاۃ، مظاہر حق ۵/۲۴۰

قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب اس کو ہوگا جس کے تلووں میں انگارے کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا

(۳۹۸) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ یَقُوْلُ: "إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِعَذَابًایَوْمَ الْقِیَامَةِ لَرَجُلٌ یُوْضَعُ فِیْ أَخْمَصِ قَدَمَیْهِ جَمْرَتَانِ یَغْلِیْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ مَایَرٰی أَنَّ أَحَدًاأَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا، وَإِنَّهُ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پاؤں کے تلووں میں دو انگارے رکھے جائیں گے جن سے اس کا دماغ کھولے گا وہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب والا کوئی نہیں حالانکہ وہ ان جہنمیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والا ہوگا۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اھون: اسم تفضیل۔ ھَانَ ھَوْناً (ن) اَلْاَمْرُ عَلٰی فلانٍ نرم وآسان ہونا۔ ھُنْ عِنْدِی الْیَوْمَ یعنی آج میرے پاس ٹھہرو اور آرام کرو۔ اھون آسان۔

❖ أخمص: اخمص. القدم۔ تلوے کا وہ حصہ جو زمین سے نہ لگے اس سے پورا قدم بھی مراد لیتے ہیں۔ خَمَصَ (ن) خَمْصاً و خُمُوْصاً و الخمص. الجرح زخم کا ورم جاتا رہنا۔

❖ یغلی: غَلٰی یَغْلِیْ (ض) غَلْیاً و غَلْیَاناً۔ جوش مارنا۔ غَلّٰی تَغْلِیَۃً. القِدْرَ۔ ہانڈی کو ابالنا اور جوش دینا۔ الوجل دور سے اشارہ سے سلام کرنا۔

تشریح: سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

﴿أَھْوَنُ اَھْلِ النَّارِ عَذَاباً اَبُوْطَالِبٍ وَ ھُوَ مُتَنَعِّلٌ بِنَعْلَیْنِ یَغْلِیْ مِنْھَا دِمَاغُہٗ﴾ (۱)

ترجمہ: جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا کہ اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ کھولتا رہیگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ "اَھْوَنُ اَھْلِ النَّارِ" سے مراد ابوطالب ہی ہوں گے جن کو قیامت میں سب سے ہلکا عذاب دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ ﷺ کی بہت زیادہ مدد کی اس مدد کے عوض اللہ جل شانہ ان کو سب سے ہلکا عذاب دیں گے۔ (۲)

﴿فِیْ أَخْمَصِ قَدَمَیْہِ جَمْرَتَانِ﴾ پاؤوں کے تلووں میں دو انگارے رکھے جائیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھولے گا۔

﴿اَشَدُّ مِنْہُ عَذَاباً﴾ سب سے سخت عذاب ہوگا۔

علماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ جہنم کا سب سے ہلکے عذاب والا اپنے آپ کو سب سے زیادہ سخت عذاب والا سمجھے گا کہ جہنم کا معمولی عذاب بھی بہت سخت ہے اور جنت میں بہت معمولی جنت والا بھی اپنے آپ کو سب سے زیادہ مزے میں سمجھے گا کیونکہ وہاں کی معمولی نعمت بھی بہت زیادہ ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه البخاري في كتاب الرقاق تحت باب صفة الجنة والنار و مسلم في كتاب الايمان تحت باب أهون اهل النار عذاباً و الترمذي.

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری (۲) مظاہر حق ۲۴۰/۵ (۳) ایضاً

بعض کو جہنم کی آگ گردن تک پکڑے ہوگی

(۳۹۹) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلٰى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى حُجْزَتِهٖ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلٰى تَرْقُوَتِهٖ﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْحُجْزَةُ" مَعْقِدُ الْإِزَارِ تَحْتَ السُّرَّةِ وَ"التَّرْقُوَةُ" بِفَتْحِ التَّاءِ وَضَمِّ الْقَافِ: وَهِيَ الْعَظْمُ الَّذِيْ عِنْدَ ثُغْرَةِ النَّحْرِ، وَلِلْاِنْسَانِ تَرْقُوَتَانِ فِيْ جَانِبَيِ النَّحْرِ.

ترجمہ: ''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں میں سے بعض وہ ہوں گے جن کو آگ نے ان کے ٹخنوں تک، بعض کو ان کے گھٹنوں تک اور بعض کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کی گردن تک پکڑے ہوئے ہوگا۔''

"الحجزة" ناف سے نیچے تہہ بند باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

"ترقوة" تا پر زبر اور قاف پر پیش وہ ہڈی جو سینے کے گڑھے کے پاس ہے جسے اردو میں ہنسلی کہتے ہیں ہر انسان کے سینہ کے دونوں کناروں پر دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔

لغات: ❖ حجزته: الحجزة ازار باندھنے کی جگہ حَجَزَهُ (ن ض) حَجزاً و حِجَازَةً منع کرنا، روکنا۔

❖ ترقوته: الترقوة، ہنسلی جمع التراقی و الترائق کہتے ہیں تَرْقَاهُ تَرْقَاةً، اس نے اس کی ہنسلی پر مارا باب (فعللة، دحرجة)

تشریح: حدیث بالا میں جہنم کے عذاب کے مراتب اور درجات کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جس طرح اہل جنت شرف وفضل اور درجات کے اعتبار سے کم و زیادہ ہوں گے بعینہ اسی طرح اہل جہنم گناہوں کے اعتبار سے عذاب کی شدت کے درجات میں مختلف ہوں گے۔ بعض ایسے ہوں گے جن کو آگ نے ٹخنوں تک پکڑا ہوگا اور بعض کو آگ نے گھٹنے تک اور بعض کو کمر اور بعض کو گردن تک پکڑا ہوا ہوگا۔

﴿مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلٰى كَعْبَيْهِ﴾: (بعض ایسے ہوں گے جن کو آگ نے ٹخنوں تک پکڑا ہوا ہوگا) دوسری روایت میں: "ان منهم من تأخذه النار إلى كعبيه" (۲) کے الفاظ بھی آتے ہیں دونوں کے الفاظ مختلف ہیں مگر معنی ایک ہی ہوں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم في كتاب الجنة و صفة نعيمها تحت باب في شدة حر نار جهنم و بعد قعرها. و أحمد ۲۰۱۲۳/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین (۲) مسند احمد

قیامت میں بعض لوگ کانوں تک پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے

(۴۰۰) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ حَتّٰی یَغِیْبَ أَحَدُھُمْ فِیْ رَشْحِہٖ إِلٰی أَنْصَافِ أُذُنَیْہِ﴾ (متفق علیہ) و "الرشح" العرق.

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ نصف کانوں تک اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔'' (بخاری) "الرشح" بمعنی: پسینہ۔

لغات: ❖ رشحہ: رَشَحَ (ف) رشحاً و رَشْحَاناً و اَرْشَحَ و اِرتَشَحَ. الاناء برتن کا ٹپکنا رسنا۔ الجسد جسم کا پسینہ والا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں میدان محشر کی ہولناکی کا منظر بیان کیا جارہا ہے کہ جب لوگ اللہ جل شانہ کے بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو ان کو پسینہ آئے گا۔ یہ پسینہ بعض کہتے ہیں پریشانی کی وجہ سے یا سورج کے قریب ہونے کی وجہ سے [1] یا لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے ہوگا۔

﴿إِلٰی أَنْصَافِ أُذُنَیْہِ﴾ لوگ اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں ہوں گے بعض کو کم اور بعض کو زیادہ ہوگا بعض کو یہ پسینہ ٹخنوں تک اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کا پورا جسم ہی پسینہ میں ہوگا (اعاذنا اللہ)

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ میدان محشر کا پسینہ دنیا کے پسینے کی طرح اوپر سے نیچے کی طرف نہیں پہنچے گا بلکہ یہ نیچے سے اوپر کی طرف جائے گا شروع میں صرف ٹخنوں کو پکڑے گا پھر آہستہ آہستہ اوپر کی طرف چڑھے گا۔ "اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ وَجَعَلَنَا تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ."

تخریج حدیث: أخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر تحت باب تفسیر یوم یقوم الناس لرب العالمین و فی کتاب الرقاق. و مسلم فی کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا تحت باب صفۃ یوم القیامۃ و الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم

نبی کریم ﷺ کو جنت اور جہنم دکھائی گئیں

(۴۰۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطْبَۃً مَاسَمِعْتُ

مِثْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ: "لَوْتَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً" فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَصْحَابِهٖ شَيْءٌ فَخَطَبَ، فَقَالَ "عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِوَالشَّرِّوَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً" فَمَا أَتٰى عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَوْمٌ أَشَدُّ مِنْهُ غَطُّوْا رُؤُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ.

"اَلْخَنِيْنُ" بِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ: هُوَالْبُكَاءُ مَعَ غُنَّةٍوَانْتِشَاقِ الصَّوْتِ مِنَ الْاَنْفِ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایک مرتبہ ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ اس جیسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہ باتیں جان لو جن کا مجھے علم ہے تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ بات سن کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور وہ سسکیاں بھر کر رونے لگے۔" (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے صحابہ کے بارے میں کوئی بات پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: کہ مجھ پر جنت اور جہنم پیش کی گئیں پس میں نے آج کے دن کی طرح بھلائی اور برائی نہیں دیکھی اور اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ پس اصحاب رسول ﷺ پر اس سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں آیا۔ انہوں نے اپنے سر ڈھانپ لئے اور وہ آہ و بکا کرنے لگے۔

"الخنین" خا معجمہ کے ساتھ ناک سے آواز نکالتے ہوئے رونا۔

لغات: ❖ فغطّٰی: غَطّٰى تَغْطِيَةً. وَاَغْطٰى اِغْطَاءً. الشَّيْءَ چھپانا، ڈھانکنا۔ غَطَا (ن) غَطْواً وغُطُوّاً. الشَّيْءَ چیز چھپانا، ڈھانکنا۔

❖ خنین: خنَّ (ض) خنیناً۔ ناک میں رونا یا بولنا یا ہنسنا۔ اَلْخُنَّةُ۔ گنگناہٹ، ناک کی آواز۔

تشریح: جنت اور جہنم پیدا ہو چکی ہیں

عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ: میرے سامنے جنت اور جہنم کو پیش کیا گیا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

﴿لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفاً فِيْ عَرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ وَاَنَااُصَلِّيْ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَ الشَّرِّ﴾.(۱)

میرے سامنے جنت اور جہنم کو لایا گیا ابھی اس دیوار پر، میں نماز پڑھ رہا تھا میں نے آج کے دن کی طرح اچھا اور برا

نہیں دیکھا۔

اس سے علماء یہ بھی استدلال کرتے ہیں جہنم اور جنت دونوں پیدا ہو چکی ہیں جب ہی آپ کو دکھایا گیا مگر معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ (۲)

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ: اگر تم جان جاؤ جو میں جانتا ہوں۔

اس جملہ میں تنبیہ ہے کہ اپنے اوپر گریہ طاری رکھنا چاہئے ان چیزوں کو یاد رکھنا چاہئے جو رونے اور غم کھلانے کا باعث ہوتی ہیں مثلاً اللہ کا خوف اس کی عظمت وجلال وغیرہ۔

بعض علماء فرماتے ہیں اس میں تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو بہت زیادہ ہنستے ہیں اور جو راحت و آرام دنیاوی زندگی میں چاہتے ہیں۔ نیز بہت زیادہ ہنسنا یہ غفلت اور آخرت فراموشی پر دلالت کرتا ہے جب کہ مسلمان کو تو ہر وقت چوکنا اور فکر آخرت سے مضطرب رہنا چاہئے۔ (۳)

اس کے مقابلہ میں رونا اللہ کو بہت پسند ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ کسی کی آنکھ سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل جائے اس کا جہنم میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ تھنوں سے دودھ نکلنے کے بعد دوبارہ ڈالا جائے۔ (۴)

وَلَهُمْ خَنِيْنٌ: صحابہ نے جب یہ بات سنی تو وہ رونے لگے "خنین" اصل میں کہتے ہیں: "صوت البکاء" رونے میں جو آواز نکلتی ہے اس کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں اصل خنین ناک کے اندر کی آواز کو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں: "خنین شدید البکاء" یعنی زور سے رونے کو کہتے ہیں۔ (۵)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب قول النبی ﷺ "لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیراً. و أحمد ٤/١٢٦٥٩ و ابن حبان ١٠٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) رواہ البخاری (۲) دلیل الفالحین ۲/ ۲۹۷ (۳) مرقاۃ مظاہر حق ۴/ ۸۴۱ (۴) مشکوۃ

(۵) روضۃ المتقین ۱/ ۴۳۲ دلیل الفالحین ۱/ ۲۹۷

قیامت کے دن آدمی کا پسینہ لگام کی طرح ہوگا

(٤٠٢) ﴿وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ" قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ الرَّاوِيّ عَنِ الْمِقْدَادِ: فَوَاللّٰهِ مَاأَدْرِیْ مَايَعْنِیْ بِالْمِيْلِ، أَمَسَافَةَ الْاَرْضِ أَمِ الْمِيْلِ الَّذِیْ تُكْتَحَلُ بِهِ الْعَيْنُ" فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدَرِ أَعْمَالِهِمْ فِی الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ إِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ

مَنْ يَّكُوْنُ إِلٰى حِقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرَقُ إِلْجَاماً" وَ أَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ بِيَدِهٖ إِلٰى فِيْهِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا قیامت والے دن سورج کو مخلوق کے قریب کر دیا جائیگا حتیٰ کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے (تابعی یعنی حضرت سلیم بن عامر) فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میل سے نبی کریم ﷺ کی کیا مراد تھی؟ کیا زمین کی مسافت یا سرمہ دانی کی وہ سلائی جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے (کیونکہ عربی زبان میں اس کو بھی میل کہا جاتا ہے) پس لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو اپنے ٹخنوں تک اور بعض اپنے گھٹنوں تک اور بعض اپنی کمر تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ انہیں پسینے کی لگام ڈالی ہوگی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی جس طرح جانور کے منہ میں لگام ڈالی جاتی ہے اسی طرح پسینہ ان کے لئے لگام بنا ہوا ہوگا)۔''

لغات: ❖ حقویه: الحَقاءُ و الحَقْوَةُ ازار یا ازار کے باندھنے کی جگہ، گوشت کھانے سے پیٹ کا درد۔ حَقَاهُ (ن) حَقْواً۔ کوکھ پر مارنا۔ حُقِیَ۔ درد کمر سے بیمار ہونا۔ گوشت کھانے سے درد شکم والا ہونا۔

❖ یلجمه: اَلْجَمَ. الدَّابَّةَ۔ جانور کے لگام لگانا۔ القدر ہانڈی کے کڑے میں لکڑی ڈال کر اٹھانا۔

تشریح: لفظ میل میں دو احتمال ہیں

کَمِقْدَارِ مِيْلٍ: میل کی مقدار۔

حدیث میں میل کی وضاحت نہیں کی گئی اس لئے محدثین میں اختلاف ہوگیا کہ یہاں مسافت والا میل مراد ہے یا سرمہ دانی کا میل۔ مسافت والا میل تقریباً ۸ فرلانگ کا ہوتا ہے ذراع میں چھ ہزار یا چار ہزار ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بارہ ہزار انسانی قدم کے برابر قرار دیا ہے۔ یا سرمہ دانی والا میل یعنی سلائی مراد ہے۔

اس حدیث میں انسان کو آخرت کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ سورج جب قریب ہوگا تو اس کی حرارت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جب کہ آج سائنسی تحقیق کے اعتبار سے سورج تقریباً زمین سے ۹ کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے اتنی حرارت ہوتی ہے تو قریب ہوگا تو کتنی زیادہ حرارت ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الجنة و صفة نعیمها تحت باب صفة یوم القیامة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۹۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

قیامت میں آدمی کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک سرایت کیا ہوا ہوگا

(۴۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِی الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعاً وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ﴾ (متفق علیه)

وَمَعْنَى "يَذْهَبُ فِی الْاَرْضِ": يَنْزِلُ وَ يَغُوْصُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ پسینہ میں ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک سرایت کئے ہوئے ہوگا اور پسینہ کی ان کو لگام ڈالی ہوگی یہاں تک کہ پسینہ کی لگام ان کے کانوں تک پہنچ جائے گی۔''

"يَذْهَبُ فِی الْاَرْضِ" زمین میں اترے گا اور سرایت کرے گا۔

لغات: ❖ يعرق: عَرِقَ(س) عَرَقًا پسینہ آنا صفت: عَرِقَانٌ. الحَائِطُ: دیوار تر ہونا۔ الرجل کاہل ہونا۔

تشریح: حَتّٰى يَبْلُغَ آذَانَهُمْ: جیسے کہ گذشتہ حدیث میں گذرا کہ میدان محشر میں سورج بہت قریب ہوجائے گا تو اس کی وجہ سے ہر آدمی پسینہ میں شرابور ہوگا مگر وہاں پر پسینہ بھی انسان کو اپنی بداعمالیوں کے اعتبار سے آئیگا۔ اگر گناہوں والا ہے تو ٹخنوں تک، اس سے زیادہ ناف تک اور بعض بد بخت ایسے بھی ہوں گے جن کا پورا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور یہ دنیاوی پسینہ کی طرح نہیں ہوگا بلکہ یہ لگام کی طرح آدمی کو قابو کئے ہوئے ہوگا۔

"اعاذنا الله منه."

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب قوله تعالٰی: الا یظن اولئک انهم مبعوثون لیوم عظیم و مسلم فی کتاب الجنة و صفة نعیمها تحتباب صفة یوم القیامة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ستر سال کے عرصہ میں پتھر جہنم کی تہہ تک پہنچا

(۴۰۴) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا؟" قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: هٰذَا حَجَرٌ رُمِیَ بِهِ فِی النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً فَهُوَ يَهْوِیْ فِی النَّارِ الْآنَ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى قَعْرِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا پس وہ اب تک جہنم میں نیچے گرتا رہا یہاں تک کہ وہ آج اس کی تہہ میں پہنچا ہے اور ہم نے اس کے گرنے کی آواز سنی ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ وجبةٌ: الوَجْبَةُ۔ دھماکہ، دن۔ وَجَبَ (ض) وُجُوباً وَجِبَةً. الشَّیْءُ۔ ثابت و لازم ہونا۔ وَجْبَةً. اَلْحَائِطُ و نَحْوُهُ دیوار وغیرہ کا زمین پر گرنا۔

❖ یھوی: ھَوٰی (ض) ھَوِیّاً و ھُوِیّاً و ھَوَیَاناً. الشیء اوپر سے نیچے کی جانب گرنا۔ بلند ہونا۔ چڑھنا۔

تشریح: حدیث بالا میں جہنم کی ہولناکی کو بتایا جارہا ہے کہ جہنم کا عذاب کتنا سخت ہے اس سے بچیں اور برے کاموں سے دور رہیں۔

جہنم کی گہرائی

هٰذَا حَجَرٌ رُمِیَ فِی النَّارِ مُنْذُ سَبْعِیْنَ: یہ وہ پتھر ہے جو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا۔

اس سے جہنم کی گہرائی کو بتایا جارہا ہے کہ اس کی گہرائی کتنی زیادہ ہے [1] کہ دنیا میں اگر پتھر اوپر سے نیچے کی طرف پھینکا جائے تو کتنی تیزی سے نیچے آتا ہے مگر جہنم کی گہرائی اتنی ہے کہ ستر سال تک گرنے کے بعد اس کی گہرائی میں وہ پہنچے گا یہ بھی اس وقت جب کہ ستر سے ستر مراد لیا جائے دوسرے بعض اصحاب فرماتے ہیں ستر سے مراد کثرت ہے۔ [2]

''فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا'': تم نے اس کے گرنے کی آواز سنی۔

اس میں صحابہ کی کرامت کو بیان کیا گیا ہے کہ اس پتھر کے گرنے کی آواز کو صحابہ نے بھی اپنے کانوں سے سنا۔

تخریج حدیث: أخرجه مسلم فی کتاب الجنة و صفة نعیمها تحت باب فی شدة حر نار جهنم و بعد قعرها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۳۵ (۲) دلیل الفالحین ۲/۳۰۰

قیامت میں اللہ جل شانہ ہر ایک آدمی سے بغیر ترجمان کے باتیں فرمائیں گے

(۴۰۵) ﴿وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''مَامِنْكُمْ

مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ، فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّامَاقَدَّمَ، وَ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّا مَاقَدَّمَ، وَ يَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْبِشَقِّ تَمْرَةٍ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ عنقریب تم میں سے ہر شخص سے اس کا رب اس طرح بات فرمائے گا کہ آدمی اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پس آدمی اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اسے آگے بھیجے ہوئے اپنے اعمال نظر آئیں گے۔ اپنے بائیں جانب دیکھے گا تو اس طرف بھی اس کو اپنے اعمال ہی نظر آئیں گے پھر اپنے سامنے کی طرف دیکھے گا تو اسے جہنم کی آگ کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا پس تم جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ساتھ ہو۔''

لغات: ❖ أشأم: اَلْاَشْئَمُ اسم تفضیل بدبختی لانے والا جمع اَشَائِمُ۔ مؤنث شُؤْمٰی. شَأَمَ (ف) شَأْماً. اَلْقَوْمُ عَلَيْهِمْ۔ نحوست ڈالنا۔ صفت شَائِمٌ۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ''باب بیان کثرۃ طرق الخیر'' میں گذر چکی ہے۔

﴿فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلَا يَرٰى إِلَّا مَا قَدَّمَ﴾ اپنے دائیں طرف دیکھے گا اسے اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال ہی نظر آئیں گے۔

یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب آدمی پر کوئی مصیبت یا سخت حالات ہوتے ہیں تو دائیں بائیں دیکھتا ہے۔ تو اسی طرح میدان محشر میں بھی وہ دائیں بائیں دیکھے گا تو اس کو دنیا کے کئے ہوئے اپنے اعمال ہی نظر آئیں گے۔

اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن مجھ کو دائیں بائیں نیک اعمال نظر آئیں تو اس دنیا میں وہ نیک اعمال کا اہتمام کرے اور برے اعمال سے اجتناب کرے۔ (۱)

جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ کھجور کے ٹکڑے ہی سے ہو

وَلَوْبِشَقِّ تَمْرَةٍ: اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

عموماً محدثین اس جملہ کے دو مطلب بیان کرتے ہیں ① پہلا مطلب اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اس کے لئے کسی پر زیادتی وظلم نہ کرو اگرچہ وہ ظلم کھجور کے ٹکڑے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ ② دوسرا مطلب یہ ہے اگر جہنم کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو ضرورت مند اور محتاج لوگوں کی مدد کرو اور اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اگرچہ وہ خرچ کھجور کے ٹکڑے کے برابر ہی کیوں نہ ہو یہ صدقہ تمہارے لئے جہنم کے درمیان حجاب اور پردہ بن جائے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: تقدم تخریجه فی باب کثرة طرق الخیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر(۷۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۱۳۵/۵ (۲) مرقاۃ

فرشتوں کے بوجھ سے آسمان چر چراتا ہے

(٥٠٦) ﴿وَعَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّیْ أَرٰى مَالَا تَرَوْنَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَافِيْهَامَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَاللّٰهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ، لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَاتَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى﴾ (رواه الترمذی و قال: حديث حسن)

و"أطت" بفتح الهمزة و تشديد الطاء، و "تئط" بفتح التاء و بعدها همزة مكسورة، والأطيط: صوت الرحل والقتت و شبههما، و معناه: أن كثرة من فی السماء من الملائكة العابدين قد أثقلتها حتى أطت.
و"الصعدات" بضم الصاد والعين: الطرقات،
ومعنى "تجأرون": تستغيثون.

ترجمہ: "حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، آسمان چر چراتا ہے اور اس کے یہی لائق ہے کہ وہ چر چرائے۔ اس میں چار انگلیوں کے مقدار کوئی جگہ بھی خالی نہیں کہ کوئی فرشتہ پیشانی زمین پر رکھے ہوئے سجدہ میں نہ ہو۔ اللہ کی قسم اگر تم ان باتوں کو معلوم کر لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ اور اپنی عورتوں سے لذت حاصل نہ کر سکو اور تم اللہ سے پناہ چاہتے ہوئے جنگلوں کے راستوں کی طرف نکل جاؤ۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)۔"

"أطت": ہمزہ پر زبر اور طا پر تشدید۔
"تئط": تا پر زبر اس کے بعد ہمزہ پر زیر۔
"اطیط" بمعنی پالان، کجاوہ اور ان جیسی چیزوں کی آواز۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان پر عبادت گذار فرشتوں کی کثرت نے آسمان کو اتنا بوجھل کر دیا ہے کہ وہ بوجھ سے چر چراتا ہے۔
"صعدات" صاد اور عین دونوں پر پیش، معنی ہے راستے۔
"تجارون": کے معنی پناہ اور مدد طلب کرو گے۔

لغات: ❖ أطّت: أطّ (ض) اطیطاً۔ آواز نکالنا، کڑکنا۔ چر چرانا۔ الابل. اونٹ کا بولنا۔ کہا جاتا ہے هُم اَهْلُ اَطِیْطٍ وَ

صَهِيلٍ وہ اونٹ اور گھوڑے رکھتے ہیں۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی خوف الٰہی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ایک مؤمن کے دل میں اللہ جل شانہ کی جتنی عظمت وجلالت ہوگی اسی کے بقدر اس کے دل میں اللہ جل شانہ کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید ہوگی۔

﴿أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ﴾: آسمان چرچراتا ہے اور اس کے لئے حق ہے کہ وہ چرچرائے۔

آسمان اللہ کے خوف سے چرچراتا ہے مثلاً جیسے کہ کوئی چارپائی ہو اس پر زیادہ لوگ بیٹھ جائیں تو وہ چرچرانے لگتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے خوف سے آسمان بھی چرچرانے اور نالہ وفریاد کرنے لگتا ہے۔

اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ آسمان بے جان ہے اور منجمد چیز ہے مگر یہ بھی اللہ کے خوف سے چرچراتا ہے۔ تو انسان جو کہ جاندار ہے اور گناہ ومعصیت میں مبتلا بھی رہتا ہے اس کو آسمان سے کہیں زیادہ یہ لائق تھا کہ وہ خوف الٰہی سے گریہ وزاری کرے۔ (۱)

﴿وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ تَعَالٰى﴾ فرشتے اپنی پیشانی زمین میں رکھے ہوئے سجدہ میں ہوں گے۔

سوال: آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ آسمان پر کوئی فرشتہ قیام میں ہے، کوئی رکوع میں، کوئی سجدہ میں اور یہاں حدیث بالا میں ہے کہ سارے ہی فرشتے سجدہ میں ہیں؟

جواب: آپ ﷺ نے کسی خاص آسمان کا ذکر فرمایا جہاں مختلف حالات میں فرشتے ہیں اور یہاں کسی دوسرے آسمان کا ذکر ہے جہاں تمام ہی فرشتے سجدہ کی حالت میں ہیں۔ (۲)

﴿الصُّعُدَاتُ تَجْأَرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ﴾ صعدات یہ جمع ہے صعد کی بمعنی راستہ مراد جنگل ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب قول رسول الله ﷺ "لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلاً الخ و أحمد ۸/۲۱۵۷۲ و هكذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۸۵۸ (۲) مظاہر حق ۴/۸۵۸

قیامت میں جب تک چار سوال نہ کر لئے جائیں آدمی کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکیں گے

(۴۰۷) ﴿وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ، (بِرَاءٍ ثُمَّ زَايٍ) نَضْلَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَسْلَمِيِّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَزُوْلُ قَدَمَاعَبْدٍ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَاأَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَ فَعَلَ

فِيهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابو برزہ۔ پہلے راء اور پھر زاء۔ نضلہ بن عبید الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے جب تک اس کی عمر کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا، مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جسم کے متعلق کہ کن کاموں میں اس نے اپنے جسم کو کمزور کیا۔''

(ترمذی امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ أبلاه: ابلٰی. فلاناً عُذْرَهٗ کسی کے سامنے عذر پیش کرنا۔ اور اس کا اس عذر کو قبول کر لینا۔ ملامت دور کرنے کے لئے عذر بیان کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں دنیا کی زندگی کی بے قدری اور بے ثباتی کو بیان کیا جارہا ہے کہ قیامت کے دن اس زندگی کا مختلف اعتبار سے سوال کیا جائے گا۔

پہلا سوال: عمر کے بارے میں ہوگا کہ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے اس کو اللہ جل شانہ کی اطاعت میں لگایا یا اس کی نافرمانی میں اسی کو قرآن میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

''أَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ.''[1]

ہاں کیا تم نے گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے طرف نہیں لائے جاؤ گے۔

ایک دوسری روایت میں عمر کے ساتھ جوانی کے بارے میں الگ سوال کا بھی ذکر ہے۔

دوسرا سوال: کہ جوانی کہاں خرچ کی۔

تیسرا سوال: ''وَعَنْ عِلْمِهٖ'': کہ علم کے متعلق اسے کن چیزوں میں خرچ کیا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دن انہوں نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ عویمر قیامت کے دن تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم سے سوال کیا جائے گا کہ آیا تم عالم تھے یا جاہل: اگر تم جواب دو گے کہ میں عالم تھا تو پھر پوچھا جائے گا کہ جو علم تمہارے پاس تھا اس پر کیا عمل کیا؟ اور اگر تم جواب دو گے کہ جاہل تھا تو پوچھا جائے گا کہ تمہارے لئے جاہل رہنے کی کیا وجہ تھی تم نے علم کیوں حاصل نہیں کیا۔[2] بقول مولانا اسعد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اسعد

علم سے ہوتا ہے انسان محترم   علم سے ہوتا ہے انسان باوقار
علم سے ہے آدمیت کا فروغ   علم باغ زندگی کی ہے بہار

﴿عَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ﴾ کہ کہاں کہاں سے مال حاصل کیا وہ حلال ذرائع تھے یا حرام، پھر اگر حلال

ذرائع سے مال حاصل بھی کرلیا تو اب اس کو حلال جگہ پر خرچ کیا یا اس کو حرام جگہ پر خرچ کیا۔

حرام ذرائع سے مال حاصل کرنے کے بارے میں احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں مثلاً ایک روایت میں آتا ہے ناجائز طریقہ کے مال سے کوئی صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا خرچ کرے تو برکت نہ ہوگی اور جو ترکہ چھوڑے گا وہ اس کے جہنم کا ذخیرہ ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب صفة القيامة تحت باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص.

راوی حدیث حضرت نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

ان کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ان کا نام عبد اللہ ہے بعض کہتے ہیں نام نضلۃ ہے۔ اسی طرح والد کے نام میں بھی کافی اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے عمرو، بعض نے عبد اللہ، بعض نے نضلۃ اور بعض نے دینار کہا ہے۔ ان کی کنیت ابو برزۃ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے خاص کر کے فتح مکہ میں ان کا ذکر آتا ہے۔

وفات: وفات میں بھی اختلاف ہے بعض نے بصرہ اور بعض نے خراسان بتایا ہے جب کہ ان کی عمر ۶۰ سال تھی۔

مرویات: ان سے ۴۶ روایات منقول ہیں جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے بخاری میں ایک اور مسلم میں چار روایات منفرد ہیں (تہذیب التہذیب)

(۱) سورۃ المومنون (۲) مظاہر حق ۴/۲۰۴ (۳) مشکوٰۃ

قیامت کے دن زمین اپنی خبریں سنائے گی

(۴۰۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَرَأَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا" ثُمَّ قَالَ: "أَتَدْرُوْنَ مَاأَخْبَارُهَا؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قَالَ "فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا تَقُوْلُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِیْ يَوْمٍ كَذَا وَكَذَا، فَهٰذِهٖ أَخْبَارُهَا﴾

(رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت "یومئذ تحدث أخبارها" (اس دن زمین اپنی خبریں بتائیگی)۔ تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر مرد اور عورت کے خلاف ان کاموں کی گواہی دے گی جو اس کی پشت پر انہوں نے کئے وہ کہے گی تو نے فلاں فلاں کام فلاں فلاں دن میں کیا پس یہی اس کی خبریں ہیں۔ (ترمذی امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔)۔''

لغات: ❖تدرون: دَرٰی (ض) دَرْیاً و دِرْیاً و دِرَایَۃً. الشَّیْءَ و بِالشَّیْءِ۔ حیلہ سے جاننا۔ جاننا۔

تشریح: حدیث بالا میں انسانوں کے لئے سخت تنبیہ ہے کہ لوگوں سے تو چھپ چھپ کر اللہ جل شانہ کی نافرمانی کر سکتا ہے مگر وہ اللہ سے اور جس زمین پر وہ رہتا ہے اس سے کیسے چھپ سکے گا۔ (۱)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمین سے احتیاط رکھو یہ تمہاری نگران ہے جس شخص نے بھی اس کے اوپر کوئی اچھا یا برا کام کیا ہوگا وہ اس کی خبر ضرور دینے والی ہے۔ (۲) اس وجہ سے مسلمان بڑی احتیاط سے زندگی بسر کرتا ہے: بقول شاعر

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری   کہ آشیانہ کسی شاخ گل پہ بار نہ ہو

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب صفة القيامة تحت باب الارض تحدث أخبارها يوم القيامة. وأخرجه احمد ۳/۸۸۷۶۔ وابن حبان ۷۳۶۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۳۸   (۲) تفسیر مظہری بحوالہ طبرانی

فرشتہ اپنے منہ میں صور لئے کھڑا ہے

(۴۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الْاِذْنَ مَتٰى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخُ" فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ: قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ (رواه الترمذی و قال حديث حسن)

"اَلْقَرْنُ" هُوَ الصُّوْرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ" كَذَا فَسَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کیسے چین سے رہ سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والے نے صور کو منہ میں لیا ہوا ہے اور کان اللہ کی اجازت پر لگائے ہوئے ہیں کہ کب اس کو صور پھونکنے کا حکم ملتا ہے کہ وہ صور پھونکے اس بات سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر پریشانی کی کیفیت طاری ہوگئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم "حسبنا الله و نعم الوكيل" پڑھو۔

ترمذی نے اس کو حدیث حسن کہا ہے۔

"القرن" وہ صور ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "صور میں پھونکا جائے گا" اسی طرح آپ ﷺ نے تفسیر

بیان فرمائی ہے۔

لغات: ❖ التقم: اِلْتقَمَ. الطَّعَامَ۔ نگلنا۔ لَقَمَ (ن) لَقماً. الطَّرِيْقَ وَغَيْرَهُ۔ راستے کا دہانہ بند کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خوف الٰہی اور فکر آخرت کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ وہ اللہ کے خوف اور آخرت کے مناظر سے کیسے فکر مند رہتے تھے۔

مصیبت کے وقت میں "حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل" پڑھنا مصیبت کو دور کرتا ہے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ: اللہ کافی ہے اور اللہ بہترین کارساز ہے۔

جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آخرت کی فکر میں زیادہ ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو "حسبنا اللّٰہ" پڑھنے کو فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے پریشانی یا صدمہ کے وقت اس کا پڑھنا نہایت ہی مجرب اور مشکلات کو دفع کرنے میں یہ اکسیر ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو اس موقع پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر یہی جملہ تھا اسی طرح جب آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ دشمنوں نے پڑاؤ ڈالا ہے "ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم" یعنی دشمنوں نے آپ لوگوں کے مقابلے میں ایک لشکر جمع کیا ہے ان سے ڈرنا چاہئے تو اس نازک موقع پر بھی آپ ﷺ نے یہی فرمایا "حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل"۔(۱)

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی فی ابواب التفسیر تحت سورة الزمر. و أحمد ۱۱۹۶/٤۔ و ابن حبان ۸۲۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید ۱۱۷/۵

اللہ کا سودا جنت ہے

(٤١٠) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ، بَلَغَ الْمَنْزِلَ. أَلَاإِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ أَلَاإِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ﴾ (رواه الترمذی و قال: حديث حسن)

و "أَدْلَجَ" بإسكان الدال، ومعناه: سارمن أول الليل، والمراد: التشمير فی الطاعة. والله أعلم.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دشمن کے حملے سے

ڈرا اور رات کے ابتدائی حصے میں نکل گیا اور جو رات کی ابتداء میں نکل گیا وہ منزل کو پہنچ گیا۔ اچھی طرح سن لو! اللہ کا سودا مہنگا ہے خبردار اللہ کا سودا جنت ہے۔ (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

"ادلج" دال کے سکون کے ساتھ، رات کے پہلے حصے میں نکل کھڑا ہوا۔ مراد اللہ کی اطاعت میں سرگرم رہنا ہے۔ واللہ اعلم۔

لغات: ❖ أدلج: أَدْلَجَ اِدْلَاجاً و اِدَّلَجَ و اِدِّلَاجاً. القَوْمُ۔ تمام رات یا آخری حصہ میں سفر کرنا۔ دَلَجَ (ن) دُلُوجاً۔ کنویں سے پانی لے کر حوض میں ڈالنا۔

تشریح: علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مثال بالا آخرت کے سفر کرنے والے کے لئے فرمائی ہے کیونکہ شیطان اس کے راستہ میں بیٹھا ہوا ہے اور ساتھ میں انسان کا نفس اس کا ساتھ دیتا ہے اگر انسان اعمال صالحہ کا اہتمام کرے اور شیطان کے مکر و فریب سے بچ جائے تو اس کے لئے جنت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ (۱) بقول شاعر

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں — دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آخرت کے منازل کو طے کرنا نہایت سخت اور دشوار ہے اس کے لئے بہت کوشش کرنی ہوتی ہے کیونکہ جنت نہایت مہنگی اور قیمتی چیز ہے جب تک آدمی اس کے لئے اپنی جان و مال کی قربانی نہ دے جنت کی نعمتوں کا مستحق نہیں ہوتا اس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (۲)

ترجمہ: بے شک اللہ جل شانہ نے مؤمنوں کی جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه الترمذی في ابواب صفة القيامة تحت باب من خاف ادلج و سلعة الله غالية.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) طیبی شرح مشکوۃ (۲) تحفۃ الاحوذی۔ ھکذا فی روضۃ المتقین ۱/۴۳۹

قیامت میں سب لوگ ننگے اور بغیر ختنے کے ہوں گے

(۴۱۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ جَمِيْعاً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ!؟ قَالَ: "يَاعَائِشَةُ اَلْاَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ﴾

و في رواية: "الامر أهم من أن ينظر بعضهم إلى بعضٍ" (متفق عليه)

"غُرْلًا" بضم الغين المعجمة، أي: غير مختونين.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ قیامت والے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنے کئے ہوئے اٹھائے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مرد اور عورتیں اکھٹے ہوں گے وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے معاملہ اس سے کہیں زیادہ اہم ہوگا کہ ان کا بعض بعض کی طرف نظر اٹھائے۔''

''غرلاً'': غین کے پیش کے ساتھ جن کے ختنے نہ ہوئے ہوں۔

لغات: ❖ حفاۃً: حَفِيَ (س) حَفًا۔ زیادہ چلنے سے پاؤں کا گھس جانا، ننگے پاؤں چلنا صفت: حَفٍ و حَافٍ جمع حُفَاۃً. عُراۃ: عَرِيَ (س) عَرِيَّۃً و عَرِيًا. من ثيابه ننگا ہونا،صفت: عارٍ و عريانٌ جمع عُراۃٌ. غُرْلاً: غَرِلَ (س) غُرْلاً۔ الصبی بچہ کا غیرمختون ہونا،صفت: اَغْرَل جمع غُرْلٌ۔

تشریح: يُحشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا: قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے اٹھائیں جائیں گے۔

اس حدیث میں میدان محشر کی ہولنا کیوں کا بیان ہے اور میدان محشر کی ذلت ورسوائی سے بچنے کے لئے دنیا میں اس کی تیاری کرنا چاہئے اس کے لئے ایمان واعمال والی زندگی گذارنی چاہئے اور اگر اللہ کے حدود کے توڑنے اور نافرمانی کے ساتھ زندگی گذری تو وہاں پر ذلت ورسوائی ہوگی۔ (۱)

''غرلاً'': بغیر ختنے کے ہوں گے! اس میں اشارہ ہے کہ قیامت کے دن جب مردے اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو جسم کا تمام حصہ مکمل ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ ختنہ میں جو کھال کاٹ کر پھینک دی جاتی ہے تو قیامت کے دن وہ بھی انسان کے جسم کے ساتھ مل جائے گا۔ اس میں اللہ جل شانہ کے کمال قدرت اور کمال علم کا بیان ہے (۲) قران میں بھی آتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾

''أَشَدُّ مِنْ أَنْ يُهِمَّهُمْ ذٰلِكَ: کہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔

میدان محشر کی ہولنا کی کا تصور اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آدمی برہنہ ہونے کے باوجود کسی کی طرف توجہ نہیں کرے گا ہرایک کو اپنی ہی فکر لگی ہوئی ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب کیف یحشر؟ و مسلم فی کتاب الجنة و صفة نعیمها تحت باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة. و النسائی وھکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین (۲) مظاہرحق مرقاۃ وروضۃ المتقین ۴۳۹/۱

(۵۱) بَابُ الرِّجَاءِ

اللہ تعالیٰ سے پر امید رہنے کا بیان

﴿قال اللّٰہ تعالیٰ: قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰی أَنْفُسِہِمْ لاَ تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: ''اے نبی! میری طرف سے لوگوں کو کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ تو سب گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے اور وہی تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

شانِ نزول

بعض لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم نے ناحق لوگوں کو قتل بھی کیا ہے، زنا بھی کیا ہے اور بڑے بڑے گناہ کئے ہیں کیا ہم دین اسلام قبول کرلیں، تو ہماری توبہ قبول ہو جائے گی اس پر آیت بالا نازل ہوئی:(۱)

اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ: علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اسراف سے کبیرہ گناہ مراد ہے۔

لاَ تَقْنَطُوْا: مایوس نہ ہوں۔ جن لوگوں نے کبیرہ گناہ کرلیا اگر وہ اسلام لے آئیں اور توبہ کرلیں اللہ ان کے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ: (۲) اسلام اپنے ماقبل تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پورے قرآن میں اس سے زیادہ امید افزا کوئی دوسری آیت نہیں ہے۔ دوسرے مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سب سے زیادہ امید افزا آیت ''اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِہِمْ'' کو بتایا ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں اس آیت کے مقابلہ میں مجھے پسند نہیں وہ آیت: ''یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ'' والی ہے۔ (۳)

---

(۱) تفسیر قرطبی (۲) رواہ مسلم (۳) مسند احمد بحوالہ تفسیر مظہری

﴿قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: وَهَلْ نُجَازِیْ اِلَّا الْکَفُوْرَ، الاية﴾ (سبا: ۱۷)

ترجمہ: ’’اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ہم ناشکرے اور نافرمان ہی کو بدلہ دیتے ہیں۔‘‘

تشریح: ’’کَفُوْرٌ‘‘: کافر کا مبالغہ ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ بہت زیادہ کفر کرنے والا اور ترجمہ یہ ہوگا کہ ہم سب سے زیادہ کفر کرنے والے کے علاوہ کسی اور کو سزا نہیں دیتے۔

سوال: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ گار مسلمان اور عام کافر کو عذاب نہیں ہوگا حالانکہ یہ عام قرآنی آیات اور احادیث کے خلاف ہے۔

جواب: یہاں پر سیاق وسباق سے قوم سبا والا عذاب مراد ہے جو کافروں کے ساتھ مخصوص ہوگا مسلمانوں کو اگرچہ عذاب دیا جائے گا مگر وہ ایسا عذاب نہیں ہوگا وہ تو صرف تطہیر کے لئے ہوگا۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ لَا يُعَاقِبُ بِمِثْلِ فِعْلِهٖ اِلَّا الْکَفُوْرَ‘‘ کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ برے عمل کی سزا اس کے برابر بجز ’’کَفُوْر‘‘ کے کسی کو نہیں دی جاتی۔ (۱)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافر کو تو سزا بطور سزا کے دی جائے گی اور جہاں تک مسلمانوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا وہ بطور سزا کے نہیں ہوگا بلکہ وہ بطور پاکی کے ہوگا جیسے کہ سونے کو بھٹی میں ڈال کر اس کا میل دور کیا جاتا ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) روح المعانی

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی﴾ (طه: ۴۸)

ترجمہ: ’’اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے یقیناً ہماری طرف وحی آئی ہے کہ جو جھٹلائے اور منہ پھیرے اس کے لئے عذاب ہے۔‘‘

تشریح: ’’العذاب‘‘: اس سے دنیا اور آخرت دونوں کا عذاب مراد ہے۔ ’’من کذب‘‘ سے مراد پیغمبروں کو جنہوں نے جھٹلایا۔ ’’تولی‘‘ اللہ کی اطاعت سے پشت پھیری یعنی انکار کیا۔

اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ کی طرف سے حکم پہنچا ہے کہ اللہ کا عذاب دنیا اور آخرت میں اس شخص پر ہوگا جو حق سے روگردانی کرے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ کلام موسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کی دلیل بھی ہے۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۷/۳۸۸

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)

ترجمہ: ’’اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔‘‘

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ہر ایک کے لئے عام ہے دنیا میں تو کافر اور مؤمن ہر ایک پر ہے مگر آخرت میں یہ رحمت صرف مسلمانوں پر ہوگی کافروں پر نہیں ہوگی کیونکہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کر کے اللہ کی رحمت سے خود ہی انکار کر دیا ہے۔ (۱)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ یہاں پر وسعت رحمت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کا دائرہ کسی سے تنگ نہیں ہے یہ نہیں کہ ہر کافر پر رحمت کی جائے گی بلکہ یہ ہے کہ صفت رحمت تنگ نہیں ہے بلکہ وسیع ہے جس پر بھی اللہ تعالیٰ رحمت فرمانا چاہیں فرما سکتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب آیت "وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ" نازل ہوئی تو شیطان نے کہا کہ میں بھی اس رحمت میں داخل ہوں اس کے بعد اس رحمت کو مشروط کر دیا آخرت کے ایمان رکھنے پر۔ پھر یہود ونصاری نے کہا کہ ہم بھی اس رحمت میں داخل ہیں تو اس پر "لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃ" کی شرط لگا دی گئی کہ وہ لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ نبی امی پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سے یہود ونصاریٰ بھی نکل گئے اور اب صرف امت محمدیہ اس میں باقی رہ گئی۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری: ۴/ ۳۹۷ (۲) معارف القرآن: ۴/ ۷۶، ۷۷

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی روح ہیں

(۴۱۲) ﴿وعن عُبادَۃَ ابْنِ الصَّامِتِ، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قال: قال رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَھِدَ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، وَأَنَّ عِیسی عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ، وَکَلِمَتُہٗ أَلْقَاھا إلی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِنْہُ، وَالْجَنَّۃَ وَالنَّارَ حَقٌّ، أَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ علی ما کَانَ مِنَ الْعَمَلِ﴾ (متفق علیہ)

وفی روایۃٍ لمسلم: مَنْ شَھِدَ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ النَّارَ.

ترجمہ: "حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی روح ہیں اور جنت اور جہنم حق ہیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا خواہ اس کے اعمال جیسے بھی ہوں۔" (بخاری ومسلم)

مسلم کی روایت میں ہے جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ پاک اس پر جہنم حرام کر دیتا ہے۔

لغات: ❖ القاها: القی: الشیء الی الارض زمین پر پھینکنا۔ الیہ القول و بالقول بات پہنچانا۔ علیہ القول بات لکھوانا۔

تشریح: اس حدیث پاک میں اللہ کی توحید اور رسولوں کی عبدیت کا بیان ہے اور دوسری طرف ان لوگوں کے غلط عقائد کی نفی ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا لیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی کیوں تخصیص کی گئی ہے؟

"وَاَنَّ عِیسٰی عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ": تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لانا فرض ہے۔

﴿لا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدِهِمْ مِنْ رُّسُلِهٖ﴾ (۱)

ترجمہ: "کہ ہم رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے سب کو ہی اللہ کی طرف سے حق و سچ جانتے ہیں۔"

حدیث بالا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ علما یہ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں نصاریٰ نے خدایا خدا کا بیٹا کہہ کر افراط میں مبتلا ہوئے اور دوسری طرف معاذ اللہ یہودیوں نے ان کو ولد الزنا قرار دے کر ان کی رسالت کا ہی انکار کر کے تفریط میں مبتلا ہوئے ان دونوں کی تردید کی خدا نے خصوصی طور پر "عبداللہ" کہہ کر نصاری پر تردید کی اور "رسولہ" کہہ کر یہودیوں کی تردید ہے کہ وہ ولد الزنا نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی روح ہونے کا مطلب

"کَلِمته اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ": اس جملہ سے بھی یہود پر تعریض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے خصوصی کلمہ (کن) سے پیدا ہوئے ہیں معاذ اللہ ولد الزنا نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ کہنے کی محدثین نے بہت سی وجوہات بیان کی ہیں مثلاً:

❶ بغیر باپ کے "کلمۂ کُنْ" سے پیدا کیا ہے۔

❷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں گود مادر میں کلام کیا۔

❸ ان کے کلمات (باتوں) سے لوگوں کو غیر معمولی فائدہ ہوا اور جو فائدہ پہنچاتا ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے جیسے جو شخص تلوار سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہے اس کو سیف اللہ اسی طرح یہاں پر کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ (۲)

تمام ہی لوگ روح والے ہوتے ہیں

"روح منہ" روح والے۔

سوال: سب ہی روح والے ہوتے ہیں؟

جواب: عام لوگ مادہ کے ساتھ روح والے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر مادہ کے روح والے ہیں اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی طور سے روح والا کہہ دیا جیسے کہ بیت اللہ کی نسبت اللہ کی طرف بطور شرف کے کی گئی۔ یا دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ان کے ذریعہ سے مردوں میں روح آ جاتی تھی اور وہ بولنے لگتے تھے۔

تیسری وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی پیدائش حضرت جبرائیل کے پھونکنے سے ہوئی اور حضرت جبرائیل کا لقب روح الامین ہے اس مناسبت سے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی روح کہا جاتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری رحمه الله تعالیٰ فی کتاب الانبیاء تحت باب قوله تعالیٰ: یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ومسلم فی کتاب الایمان تحت باب من لقی الله بالایمان وهو غیر شاک فیه داخل الجنة. واحمد ۸/۲۲۷۳۸ ابن حبان ۲۰۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۸۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورہ البقرہ (۲) فتح الملہم (۳) فتح الملہم

جو اللہ کے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو اللہ اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے

(۴۱۳) ﴿وعن أبی ذرٍّ، رَضِیَ اللّٰهُ تعالیٰ عنه، قال: قال النبیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یقولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ جاءَ بِالْحَسنَةِ، فَلَهُ عَشرُ أَمْثالِها أَوْ أَزِیدُ، وَمَنْ جاءَ بِالسَّیِّئَةِ، فَجزاءُ سَیِّئَةٍ مثلُها أَوْ أَغْفِرُ. وَمَنْ تقَرَّبَ مِنِّی شِبْرًا، تَقرَّبْتُ مِنْهُ ذِراعًا، وَمَنْ تقرَّبَ مِنِّی ذِراعًا تقرَّبْتُ مِنْهُ باعًا، وَمَنْ أَتانی یَمْشِیْ، أَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً، وَمَنْ لَقِیَنی بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِیْئَةً لا یُشْرِکُ بی شَیْئًا، لَقِیْتُهُ بِمِثْلِها مَغْفِرَةً.﴾

(رواه مسلم)

معنی الحدیث: مَنْ تَقرَّبَ إِلَیَّ بِطاعَتی (تَقرَّبْتُ) إِلَیْهِ برَحْمَتی، وَإِنْ زادَ زِدْتُ، (فَإِنْ أَتانی یَمْشی) وَأَسرَعَ فی طاعَتی (أَتَیْتُهُ هَرْوَلَةً) أَیْ: صَبَبْتُ عَلَیْهِ الرَّحْمَةَ، وَسَبَقْتُهُ بها، وَلَمْ أُحوِجْهُ إلی المَشْیِ الْکَثِیْرِ فی الوُصُولِ إلی المَقْصُوْدِ، (وَقُرَابُ الأرْضِ) بضمِّ القافِ ویقال بکسرها، والضمُّ أصح، وأشهر ض، ومعناه: ما یُقارِبُ مِلَاها، واللّٰهُ أَعلم.

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ دوں گا اور جس نے برائی کی اس کا بدلہ اس کی مثل ہوگا۔ یا میں معاف کر دوں گا اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت کے برابر قریب ہوگا میں اس سے

ایک ہاتھ قریب ہوں گا۔ اور جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوگا میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوں گا اور جو شخص میرے پاس پیدل چلتا ہوا آئے گا تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا اور جو مجھ سے زمین کے بھرنے کے برابر گناہ لے کر ملے گا بشرطیکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں اس کے گناہوں کے برابر مغفرت کے ساتھ اس سے ملوں گا۔''

''مَنْ تَقَرَّبَ'': کے معنی یہ ہیں جو میری اطاعت کے ذریعہ میرے قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ اگر وہ اطاعت میں زیادتی کرتا ہے تو میں بھی رحمت میں زیادتی کرتا ہوں۔ ''فَاِنْ اَتَانِیْ'': یعنی اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے اور میری اطاعت میں سبقت کرتا ہے۔

''اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً'': یعنی میں نے اس پر اپنی رحمت کو برسایا اور اس رحمت کے ساتھ میں نے اس کی طرف سبقت اختیار کی اور میں نے اس کو مقصود حاصل کرنے کے لئے زیادہ چلنے کی تکلیف نہ دی۔ ''قُرَابُ الْاَرْضِ'': قاف کے پیش کے ساتھ اور اس کے زبر کے ساتھ بھی یہ منقول ہے۔ لیکن پیش کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور ہے یعنی وہ چیز جو تقریباً زمین کو بھر دے۔ واللہ اعلم۔

لغات: ❖ ھَرْوَلَۃً: ''ھَرْوَلَ ھَرْوَلَۃً'' دوڑنے اور چلنے کے درمیان کی حالت۔

❖ ذِرَاعًا ''الذراع'' کہنی سے بیچ کی انگلی تک کا حصہ، بازو، طاقت، مونث و مذکر جمع ''اذرع و ذرعان''

تشریح: امت محمدیہ کی خصوصیت

یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ، فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا اَوْ اَزِیْدُ الخ.

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس گنا اجر ہے یا اس سے بھی زیادہ میں دوں گا۔

یہی مضمون قرآن میں بھی آتا ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا: (۱) اور دوسری آیت میں ''وَمَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِنْھَا'' (۲) آتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ دس یا اس سے بھی زائد ملتا ہے پہلی امتیں اس اضافی اجر سے محروم تھیں۔

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَجَزَاءُ سَیِّئَۃِ مِثْلُھَا اَوْ اَغْفِرُ.

جس نے برائی کی اس کا بدلہ اس کے مثل ہوگا یا میں اس کو معاف کر دوں گا۔

یہی مضمون قرآن کی یہ آیت: ''وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا'': (۳) اسی طرح ''وَمَنْ جَاءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰی اِلَّا مِثْلَھَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ'': (۴) میں بھی پایا جاتا ہے۔

ومن تقرب منی شبرا الخ.

مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ذراع قریب ہوتا ہوں۔

یہاں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے اور اس کی شان عفو کس قدر بے پایاں ہے اس کا اندازہ اس حدیث بالا سے لگایا جا سکتا ہے کہ بندہ اللہ جل شانہ کی طرف تھوڑی سی توجہ و رجوع کرتا ہے تو اس کی طرف بارگاہ الٰہی اس سے کہیں زیادہ توجہ اور التفات کرتی ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الذکر بالدعاء تحت باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی الله تعالیٰ وهکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورہ الانعام (۲) سورہ النمل

(۳) سورہ الشوریٰ (۴) سورہ الانعام

(۵) مرقاۃ مظاہر حق ۲/ ۴۸۵ روضۃ المتقین ۱/ ۴۴۳

جو شرک کے بغیر مرے اس پر جہنم حرام ہے

(۴۱۴) ﴿وَعَنْ جابر، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ما المُوجِبَتَانِ؟ فَقَالَ: (مَنْ مَاتَ لا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، دَخَلَ النَّارَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! دو واجب کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ جو دوزخ اور جہنم کو واجب کرنے والی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فوت ہو گیا اس حال میں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا تھا جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص فوت ہوا اس حال میں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔“ (مسلم)

لغات: ❖ الموجبتان: ”او جب ایجاباً. لفلان حقه“: کسی کے حق کی رعایت برتنا۔ ”الشیء“: کسی چیز کو واجب جاننا یا کرنا۔

تشریح: ”مَا الْمُوْجِبَتَانِ؟ فَقَالَ“: ”مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا“: کہ جو اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کا عہد و اقرار کر لے پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرے۔ پھر اس کی موت آجائے تو یہ جنتی ہے۔ اگر اس اقرار کے بعد اس کے اعمال میں کوتاہیاں سرزد ہوئیں اور خاتمہ اس کا ایمان کی حالت میں ہوا تو اس کی ابدی نجات تو یقینی ہوگی لیکن اس سے

دنیا میں جو بداعمالیاں ہوئیں یا گناہ سرزد ہوئے ان پر اس کو آخرت میں سزا بھگتنی ہوگی سزا کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ابدی نجات کا دارو مدار ایمان پر ہے اگر یہ سیدھا جنت میں نہ جائے تب بھی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا اور اگر ایمان پر خاتمہ نہ ہوا تو اب ابدی جہنم میں اس کو جانا ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان من مات لا یشرک باللّٰه شیئا دخل الجنة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۱/۱۲۵

اے معاذ! جو صدق دل سے کلمہ کی تصدیق کرے تو اس پر جہنم حرام ہوگی

(٤١٥) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ: (يا مُعاذُ) قال: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ: (يا مُعاذُ) قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ. قَالَ: يَا مُعَاذُ قَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلاثًا، قَالَ: (مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ إِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ) قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلاَ أُخْبِرُ بها الناسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قال: (إِذًا يَتَّكِلُوا) فَأَخْبَرَ بها مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَأَثُّمًا.﴾ (متفق علیه)

وقوله: (تَأَثُّمًا) أیْ: خَوْفًا مِنَ الإِثْمِ فی كَتْمِ هذا العِلْمِ.

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سواری پر تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے جواب دیا میں حاضر ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے جواب دیا: ”لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ“ تین مرتبہ یوں ہی جواب دیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہے کوئی بندہ جو صدق دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں مگر اللہ جل شانہ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں اس بات کی لوگوں کو خبر نہ دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ورنہ لوگ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے انتقال کے وقت کتمان علم کے گناہ سے بچتے ہوئے اس حدیث کو بیان کیا۔''

تأثماً: کتمان علم کے گناہ سے ڈرتے ہوئے۔

لغات: ❖ یتکلوا: توکل وکالت قبول کرنا۔ له بالنجاح کامیابی کا ذمہ دار بننا۔ واتکل علی اللّٰہ بھروسہ کرنا۔ اتکل فی امرہ فلانا کسی پر اعتماد وبھروسہ کرنا۔

❖ تاثما: تاثم گناہ سے بچنا اور رکنا، گناہ سے گریز کرنا۔

تشریح: ''رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ'' سواری پر بیٹھے تھے۔ اس بات کو کہنے کی کیا ضرورت ہے اور بار بار آپ ﷺ کا متوجہ کرنا ان سب کو بیان کرنے کا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد بقول محدثین یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ اس سے معمولی سا بھی نہیں بھولا۔ عارفین کے بقول حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس ہیئت اور قرب اور آپ ﷺ کے بار بار متوجہ کرنے کی لذت کو تازہ کرنا چاہتے ہیں۔

فَبَشِّرُ هُمْ قَالَ: اِذَا يَتَّكِلُوْا.

کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دوں فرمایا اس صورت میں وہ صرف اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

جب نبی کریم ﷺ نے حدیث کو بیان کرنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں بیان کی؟

سوال: جب نبی کریم ﷺ نے حدیث کو بیان کرنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں بیان کی؟

جواب ①: شروع میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ اس بشارت کو دوسرے کو بتانا مطلقا ممنوع ہے مگر جب معلوم ہوا کہ بشارت سنانا اس وقت تک ممنوع تھا جب تک کہ لوگوں میں اعمال کا شوق پیدا نہ ہو جائے جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ اعمال کا شوق لوگوں میں پیدا ہو گیا تو اب انہوں نے اس کو بتا دیا۔

جواب ②: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ﷺ کی نہی یہ تحریم کے لئے نہیں تھی بلکہ بطور شفقت تھی اس لئے کتمان علم سے بچنے کے لئے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بیان کر دیا اگر نہی تحریم کے لئے ہوتی تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو بیان نہ کرتے۔

جواب ③: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محسوس ہوا کہ آپ ﷺ نے عوام الناس کے سامنے اس روایت کو بیان کرنے سے منع فرمایا ہے خواص کے سامنے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں تو مرنے کے وقت خواص کے سامنے انہوں نے بیان کر دیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کے وقت کیوں بیان کی؟

''فَاَخْبَرَ بِهَا مَعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ'': موت کے وقت خبر دی۔

سوال: موت کے وقت کیوں سنائی پہلے کیوں نہیں سنائی:

جواب: کلمہ شہادت کی فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے سنائی کیونکہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے۔ "مَنْ قَالَ فِیْ آخِرِ کَلَامِہٖ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ":

کئی صحابہ اور بہت سے اکابر امت نے اس حدیث کو آخری وقت میں سنانے کا اہتمام کیا ہے مشہور محدث ابوذرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی موت کے وقت اسی حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو بیان کرنا شروع کیا اور ابھی "لا الہ الا اللّٰہ" پر پہنچے تھے کہ روح پرواز کر گئی، "دخل الجنۃ": کا عملی مظاہرہ ہوگیا۔(۱)

ایک سوال اور اس کے سات جوابات

"مَنْ شَھِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ الخ": جو صدق دل سے کلمہ توحید کا اقرار کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس پر جہنم حرام ہو جائے گی۔

اہم سوال: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کی ضرورت نہیں اور بدعملی کرنے والے کو عذاب بھی نہیں ہونا چاہئے اس حدیث کی بنیاد پر؟

جواب: اس بات کے مختلف علما نے مختلف انداز سے جوابات دیئے ہیں:

❶ جن حدیثوں میں ہے کہ صرف کلمہ پڑھنے سے آدمی جنت میں جائے گا یہاں مطلق دخول جنت کا وعدہ ہے دخول اول کا وعدہ نہیں، دخول اول کا وعدہ اس وقت ہے جب اعمال بھی ٹھیک ہوں۔

❷ حدیث میں "النار": الف لام عہدی ہے کہ کافروں کے لئے بھی جہنم کا مخصوص طبقہ ہے وہ حرام ہو جائے گا اگرچہ مسلمان بداعمالی سے جہنم میں جائے گا مگر اس مخصوص جہنم جس میں کافر ہوں گے اس میں نہیں جائے گا۔

❸ بداعمال مسلمان جہنم میں داخل کیا جائے گا تو یہ بطور تطہیر کے (پاک کرنے کیلئے) ہوگا نہ کہ تعذیب (عذاب کے لئے)۔

❹ کلمہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کلمہ کے حقوق بھی ادا کرے اس کے حقوق اعمال ہیں۔

❺ یا یہ بشارت اس کے لئے ہے جو نیا مسلمان ہو پھر عمل کرنے سے پہلے اس کی موت آگئی۔

❻ شروع زمانے کی بات ہے جب کہ اعمال واحکام کا نزول نہیں ہوا تھا۔

❼ ہمیشہ کی جہنم حرام ہے کلمہ پڑھنے والا ہمیشہ جہنم میں نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: **اخرجہ البخاری فی کتاب العلم تحت باب من خص بالعلم قوما دون قوم. و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً.**

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الملہم ۹۸/۱

نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے کھانا کافی بھی ہو گیا اور لوگوں نے محفوظ بھی کرلیا

(٤١٦) ﴿وَعَنْ أَبِي هريرةَ. أَوْ أبي سعِيدٍ الخُدرِيّ. رَضِيَ اللّٰهُ تعَالٰى عَنهما: شَكّ الرَّاوِي، وَلَا يَضُرُّ الشَّكُّ في عَينِ الصَّحابيّ، لأنَّهم كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ، قال: لما كان غَزْوَةُ تبُوْكَ، أصابَ النَّاسَ مَجاعَةٌ، فقالُوا: يا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ أَذِنتَ لَنا فَنحَرْنَا نَوَاضِحنا، فَأَكَلْنا وَادَّهنا؟ فَقالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اِفْعَلُوا) فَجاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فقالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ فَعلْتَ، قَلَّ الظهْرُ، وَلٰكِنْ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ البَرَكَةَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (نَعَمْ) فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَّةٍ، وَيَجِيءُ الآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ، وَيَجِيءُ الآخَرُ بِكِسْرَةٍ حَتّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ، فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ: (خُذُوْا فِي أَوْعِيَتِكُمْ، فَأَخَذُوْا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتّى مَا تَرَكُوْا فِي العَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَؤُوهُ، وَأَكَلُوْا حَتّى شَبِعُوا وَفَضَلَ فَضْلَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ، لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ، فَيُحْجَبَ عَنِ الجَنَّةِ)﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ یا ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما، راوی کا شک ہے، اور صحابی کی تعیین میں شک کا ہونا کوئی مضر نہیں اس لئے کہ تمام صحابہ عادل ہیں ان سے روایت ہے کہ جب غزوہ تبوک ہوا تو لوگوں کو بھوک نے تنگ کیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت عطا فرمائیں تو ہم اپنے اونٹوں کو ذبح کریں اور اس کا گوشت کھائیں، اور اس کی چربی حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (ٹھیک ہے) ایسا کرلو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ایسا کریں گے تو سواریاں کم رہ جائیں گی۔ صحابہ کرام سے ان کے بچے کھچے کھانے منگوالیں پھر ان پر ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرما دیں۔ امید ہے اللہ اس میں برکت عطا فرمائے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے ان کے بچے کھچے کھانے منگوائے تو کوئی مٹھی بھر چنا لایا اور دوسرا مٹھی بھر کھجور لایا اور کوئی روٹی کا ٹکڑا لایا یہاں تک کہ دستر خوان پر تھوڑی سی چیزیں نظر آنے

لگیں۔ تو آپ ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور پھر فرمایا اس سے اپنے برتنوں کو بھرلو۔ صحابہ کرام نے اپنے اپنے برتنوں کو بھرلیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہ تھا جس کو انہوں نے بھرا نہ ہو اور سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اور جو کچھ بچ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو شخص ان دونوں کے اقرار کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا اور اس میں اسے کوئی شک وشبہ نہ ہوگا تو اس کو جنت سے روکا نہیں جائے گا۔"

لغات: ❖ نواضحنا: الناضح پانی لادنے کا اونٹ۔ مونث ناضحۃ جمع نواضح. نضح (ف) نضحا وتنضاحا الا ناء برتن کا رسنا۔

تشریح: اس حدیث شریف میں آپ ﷺ کے معجزہ کا اور آپ کی دعا کی تاثیر کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے معمولی سا کھانا پورے لشکر کے لئے کافی ہی نہ ہوا بلکہ لوگوں نے دوسرے وقت کے لئے اس کو محفوظ کرلیا۔

غزوہ تبوک میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعداد

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ لشکر میں جو لوگ تھے ان کی تعداد کیا تھی۔ اس بارے میں بخاری کی روایت سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جنہیں کسی رجسٹر میں لکھنا مشکل تھا اس میں کسی شخص کی غیر حاضری کا آپ سے مخفی رہ جانا ممکن تھا الا یہ کہ وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو مطلع کردیا جائے۔ (۱)

اس کی شرح میں ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس لشکر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۰ سے ۴۰ ہزار تک تھی۔ (۲)

بہر حال اتنے بڑے مجمع کے لئے تھوڑا سا کھانا کافی ہو گیا اور دوسرے وقت کے لئے بھی انہوں نے اٹھا کر رکھ لیا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے ❊ دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔ اور راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری عن کعب بن مالک کتاب المغازی باب غزوہ تبوک

(۲) فتح الباری شرح البخاری

بدگمانی جائز نہیں ہے

(٤١٧) ﴿وَعَنْ عِتْبَانَ بنِ مَالِكٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وهو مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سالِمٍ، وَكَانَ يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وادٍ إذا جاءَ تِ الأَمْطارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ، فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقلتُ له: إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصرِي، وَإِنَّ الوادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيلُ إذا جاءَ تِ الامْطارُ، فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ، فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تأتي، فَتُصَلِّي فِي بَيْتِي مَكانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى، فَقَال رَسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (سَأَفْعَلُ) فَغدا عليَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَأَبُوْبَكْرٍ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، بَعْدَ ما اشْتَدَّ النَّهارُ، وَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حتى قَالَ: (أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟) فَأَشَرْتُ لَهُ إِلى المَكانِ الَّذِيْ أُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ فيه، فَقامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَبَّرَ وَصَفَفْنا وَراءَ هُ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ، فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيْرَةٍ تُصْنَعُ لَهُ، فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي بَيتي، فَثَابَ رِجَالٌ منهمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ في البَيْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مَا فَعَلَ مَالِكٌ لا أَرَاهُ! فَقَالَ رَجُلٌ: ذلكَ مُنَافِقٌ لا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لا تَقُلْ ذٰلِكَ، أَلا تَرَاهُ قَالَ: لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ تَعالى؟) فَقَالَ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، أَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ ما نَرىٰ وُدَّهُ، وَلا حَدِيْثَهُ إِلَّا إلى المُنَافِقِيْنَ! فقالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ)﴾ (متفق عليه)

و (عِتْبَان) بكسر العين المهملة، وإسكان التاء المُثَنَّاةِ فَوْقُ وَبَعْدَها باءٌ مُوَحَّدَةٌ و (الخَزِيْرَةُ) بالخاءِ المُعْجَمَةِ، وَالزَّاي: هي دَقِيقٌ يُطْبَخُ بِشَحْمٍ. وقوله: (ثاب رِجالٌ) بِالثَّاءِ المُثَلَّثَةِ، أَيْ: جَاؤُوا وَاجْتَمَعُوا.

ترجمہ: ”حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے) سے روایت ہے کہ میں اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان ایک ایسا برساتی نالہ پڑتا تھا کہ جب بارشیں زیادہ ہو جاتیں، تو اسے پار کر کے مسجد تک جانا میرے لئے دشوار ہوتا ہے چنانچہ میں نبی کریم ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ نالہ جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے بارش کی وجہ سے بہتا ہے، اسے پار کرنا میرے لئے دشوار ہوتا ہے، میری بینائی بھی کمزور ہو چکی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور اس میں کسی جگہ نماز پڑھیں تا کہ میں اس کو نماز پڑھنے کے لئے مقرر کرلوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھا میں آؤں گا۔ چنانچہ آپ ﷺ اور ابوبکر دوسرے دن سورج کے بلند ہونے کے وقت تشریف لائے، اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی، میں نے اجازت دے دی، آپ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھنے سے پہلے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون سی جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں، میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس جگہ میں نماز پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے تکبیر کہی، ہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی، آپ ﷺ نے دو رکعت نماز نفل پڑھائی، آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا میں نے، آپ ﷺ کو خزیرہ (خاص قسم کا حلوہ) کے لئے روکا جو آپ ﷺ کے لئے تیار کیا گیا تھا، قریب کے گھر والوں کو جب معلوم ہوا کہ آپ ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہیں تو انہوں نے آنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ گھر میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔

ایک آدمی نے کہا کہ مالک کو کیا ہو گیا ہے، نظر نہیں آ رہا ہے۔ ایک دوسرے نے کہا کہ وہ تو منافق ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اسے کچھ محبت نہیں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی بات نہ کہو کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ اس بات کا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اقرار کرتا ہے اور اس کے ساتھ وہ اللہ کی رضا چاہتا ہے اس پر اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ لیکن ہم تو بظاہر اس کی محبت اور اس کی باتیں کرنا سوائے منافقین کے اور کسی کے ساتھ نہیں دیکھتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے جو اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس سے اس کا مقصود اللہ کی رضا جوئی کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"عتبان" عین کے زیر تا کے سکون اور اس کے بعد با ہے۔ "الخزیرہ" خا اور زا کے ساتھ، باریک آٹے اور چربی سے بنایا ہوا کھانا۔ "ثاب الرجال" ثا کے ساتھ بمعنی لوگ آئے اور جمع ہو گئے۔

لغات: ❖ اجتیازہ: اجتاز اجتیازاً چلنا۔ بالمکان گزرنا۔ من مکان الی آخر عبور کرنا۔

❖ فثاب: ثاب(ن) ثوباً و ثوبا لوٹنا۔

❖ الناس لوگوں کا اکٹھا ہونا۔

❖ الماء پانی کا حوض میں جمع ہونا۔

تشریح: شرعی عذر کی وجہ سے گھر پر نماز پڑھنا جائز ہے

"فَیَشُقُّ عَلَیَّ اِجْتِیَازُہٗ قِبَلَ مَسْجِدِھِمْ": اس کو پار کر کے مسجد تک جانا میرے لئے دشوار ہوتا ہے۔

اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ کوئی شرعی عذر ہو تو آدمی مسجد کے بجائے گھر پر نماز پڑھ سکتا ہے۔

"اَنْکَرْتُ بَصَرِیْ": دوسری روایت میں "سَاءَ بَصَرِیْ": (۱) اور ایک روایت میں "اَصَابَنِیْ فِیْ بَصَرِیْ بَعْضُ الشَّیْءِ": (۲) ان سب روایات کو جمع کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی نظر کمزور تھی نابینا نہیں تھے۔

"اُحِبُّ اَنْ یُصَلِّیَ فِیْہِ": میں پسند کرتا ہوں کہ آپ ﷺ اس پر نماز پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی گھر میں بھی کوئی جگہ نماز کے لئے مخصوص کرے یہی حکم عورتوں کے لئے بھی ہے کہ وہاں بھی کوئی جگہ نماز کے لئے مخصوص کر لیں۔

خزیرہ کس قسم کا حلوہ ہے؟

"خَزِیْرَۃٌ تُصْنَعُ لَہٗ": آپ ﷺ کے لئے خزیرہ تیار کیا گیا تھا، دوسری روایات میں خزیرہ کی جگہ "وشیتہ" کا لفظ بھی آتا ہے، یہ بھی خزیرہ کی طرح ہوتا ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان کو پکایا جاتا ہے، جب گوشت پک جاتا ہے تو اس میں باریک آٹے کو ملایا جاتا ہے، اگر اس میں گوشت نہ ڈالا جائے تو اس کو عصیدۃ اور اگر گوشت ساتھ میں ہو تو اس کو خزیرہ کہتے ہیں۔ (۳)

"مَا فَعَلَ مَالِکٌ": ان کا پورا نام، مالک بن دخشن یا مالک بن دخیشن روایت میں آتا ہے۔ (۴)

"ذٰلِکَ مُنَافِقٌ": وہ منافق ہیں آپ اس جملہ سے ناراض ہوئے، اس سے معلوم ہوتا کہ کسی مؤمن کے بارے میں بدگمانی کرنا جائز نہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الصلاۃ تحت باب المساجد فی بیوت، و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعا، واحمد ۲۳۸۳٤/۹، ونسائی، وابن ماجه و ابن حبان.

راوی حدیث حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عتبان والد کا نام مالک قبیلہ سالم سے تعلق رکھتے تھے، قبا کے قریب گھر تھا، اپنی قوم کے سر تھے، مسجد بنی سالم کے امام تھے، جب نابینا ہوئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کر اپنے گھر میں جگہ بنوائی تھی، یہ ان کے لئے بہت زیدہ شرف کی بات تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ ہوا حملہ سے واپسی پر محمود بن ربیع ان کے پاس آئے وہ کہتے ہیں کہ اس

وقت یہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور نابینا بھی ہو چکے تھے۔ (رواہ البخاری)

(۱) رواہ مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) رواہ مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ
(۳) روضۃ المتقین: ۱/۴۴۸ (۴) رواہ مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ

اللہ کی محبت گم شدہ بچے کی ماں سے زیادہ ہے

(٤١٨) ﴿وعن عمَرَ بن الخطَّاب، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهُ، قال: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِسَبْيٍ، فإذا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسعٰى، إِذْ وَجدَتْ صَبِيًّا فى السَّبْيِ أَخذَتْهُ، فَأَلْزَقَتْهُ بِبطْنِها، فَأَرْضَعَتْهُ، فقالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (أَتَرَوْنَ هَذِهِ المَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فى النَّارِ؟) قُلْنَا: لَا وَاللّٰهِ. فَقَالَ: (لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بِوَلَدِها)﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ان میں سے ایک قیدی عورت دوڑتی پھرتی تھی، جب وہ کسی بچے کو دیکھتی تو اس کو اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیتی اور دودھ پلانے لگتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ ہم نے عرض کیا خدا کی قسم! نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جس قدر کہ یہ اپنے بچے پر مہربانی کر رہی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ طارحة: طرح طرحا الشیء بالشیء پھینکنا۔ عنہ۔ ڈالنا، دور کرنا۔ طرحت الانثی. عورت کا حمل گرانا۔ طرح (س) طرحاً. بدخلق ہونا۔ خوش عیش ہونا، فراخ زندگی گزارنا۔

تشریح: ''اِمْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعٰى'': ایک عورت اپنے بچے کی تلاش میں دوڑتی پھرتی تھی۔ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے اور وہ قبیلہ ہوازن کی عورت تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کو بچہ مل گیا تھا۔

عورت ہر بچے کو کیوں سینہ سے لگاتی تھی؟

''فَأَرْضَعَتْهُ'': ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس عورت کا بچہ گم ہو گیا، اور اس کے پستانوں میں دودھ جمع ہونے کی وجہ سے تکلیف ہو رہی تھی اس وجہ سے ہر ایک بچہ کو وہ سینہ سے لگا کر دودھ پلانے لگ جاتی تھی۔ (۱)

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیدی عورتوں کی طرف بقدر ضرورت دیکھنا جائز بھی ہے۔

"للهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا": اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچہ پر ہے۔

"بِعِبَادِهِ": اس میں کافر اور مؤمن دونوں داخل ہیں مگر قرآن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت دنیا میں کافر اور مؤمن سب کو شامل ہے مگر آخرت میں یہ رحمت ایمان والوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب رحمة الولد تقبيله ومعانقته، ومسلم فی کتاب التوبة فی باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر(۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری (۲) فتح الباری

میری رحمت میرے غصہ پر غالب رہے گی

(۴۱۹) ﴿وعن أبی هريرة رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ: قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، كَتَبَ فِي كِتَابٍ، فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي).﴾

وفی روایةٍ (غَلَبَتْ غَضَبِی) وفی روایةٍ (سَبَقَتْ غَضَبِی) (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اللہ نے اپنی خاص کتاب جو اس کے عرش پر ہے میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غصے پر غالب ہوگی اور ایک روایت میں ہے (میری رحمت) میرے غضب پر غالب ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔"

لغات: ❖ غلب: ثَلَبَ الرَّجُلُ وَغَلَبَ عَلَيْهِ (ض) غَلْبًا وَغَلَبًا وَغَلَبَةً وَغُلُبّٰى وَغِلِبّٰى وَغُلُبَّةً وَغَلَابِيَةً وَاغْتَلَبَهُ غالب آنا۔ غَلِبَ (س) غَلَبًا موٹی گردن والا ہونا۔

تشریح: كَتَبَ فِي كِتَابٍ: علامہ خطاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہاں کتاب سے مراد اللہ جل شانہ کا فیصلہ ہے جیسے قرآن میں بھی آتا ہے کہ "كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ" (۱) یہاں پر بھی کتب بمعنی قضی یعنی فیصلہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یا مراد لوح محفوظ ہے جس میں قیامت تک کے احوال کو لکھ دیا ہے اس ا ح محفوظ کی حقیقت کیا ہے اس کو جاننے سے بندے قاصر ہیں۔ (۲)

اِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِيْ: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی روایات کو جمع کر دیا ہے سب کا مقصود یہی ہے کہ اللہ جل

شانہ کی رحمت واسعہ ہمیشہ غصہ پر غالب رہتی ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں: ”محمول علی الزیادة فی الاثار اوتقدم ظهورها“ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التوحید تحت باب ویحذرکم الله نفسه وفی کتاب بدء الخلق تحت باب وهو الذی یبدء الخلق ثم یعیده ومسلم فی کتاب التوبة تحت باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ المجادلۃ آیت:۲۱ (۲) فتح الباری (۳) روح المعانی ۱/۹۶

اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک دنیا میں نازل کی گئی ہے

(٤٢٠) ﴿وعنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يقول: (جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مائة جُزْءٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ، وَأَنْزَلَ فى الأَرْضِ، جُزْءًا واحِدًا، فَمِنْ ذٰلِكَ الجُزْءِ يَتَراحَمُ الخَلائِقُ حَتى تَرْفَعَ الدَّابَّةُ حَافِرَها عَنْ وَلَدِها خَشْيَةَ أَنْ تُصِيْبَهُ)﴾

وفى روايةٍ: (إِنَّ لِلّٰه تَعَالى مائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْها رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الجِنِّ وَالإِنسِ وَالبَهائِمِ وَالهَوامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ، وبِهَا يَتَراحَمُونَ، وَبها تَعْطِفُ الوَحْشُ عَلَى وَلَدِها، وَأَخَّرَ اللّٰهُ تَعالى تِسْعًا وتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بها عِبادَهُ يَوْمَ القِيامَةِ) (متفق عليه)

ورواهُ مسلم أيضًا من روايةِ سَلْمَانَ الفَارِسِيِّ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالى عَنْهُ، قالَ: قالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ تَعالٰى مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْها رَحْمَةٌ يَتَراحَمُ بها الخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ لِيَوْمِ القِيَامَةِ.

وفى روايةٍ: (إِنَّ اللّٰهَ تَعالٰى خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰواتِ والأرض مَائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقُ مَا بَيْنَ السَّماءِ إلى الأرضِ، فَجَعَلَ مِنها فِيْ الأرضِ رَحْمَةً، فَبِها تَعْطِفُ الوَالِدَةُ عَلى وَلَدِها، وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُها عَلى بَعْضٍ، فإذا كانَ يَوْمُ القِيامَةِ، أَكْمَلَها بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ.

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے ان میں سے ننانوے اپنے پاس محفوظ رکھے اور ایک حصہ زمین میں اتارا، پس

اسی ایک حصہ سے تمام مخلوقات ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، یہاں تک کہ ایک جانور بھی اپنے کھر اپنے بچے سے ہٹالیتا ہے کہ کہیں اس کو تکلیف نہ پہنچے۔"

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں، اس نے ان میں سے ایک رحمت جنوں اور انسانوں چار پایوں کیڑوں مکوڑوں کے درمیان اتاری ہے، پس اسی ایک حصے رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر نرمی کرتے ہیں اور رحم سے پیش آتے ہیں اور اسی وجہ سے وحشی جانور بھی اپنے بچے پر مہربانی کرتا ہے اور ننانوے رحمتوں کو اللہ نے آخرت کے دن کے لئے موخر کر رکھا ہے، جس کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

(بخاری و مسلم)

اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے لئے سو رحمتیں ہیں پس ان میں سے ایک رحمت وہ ہے جس کی وجہ سے تمام مخلوق آپس میں ایک دوسرے سے (شفقت) رحمت کرتی ہے، اور ننانوے رحمتیں قیامت کے دن کے لئے محفوظ ہیں اور ایک روایت میں ہے بے شک اللہ نے جس روز آسمانوں وزمین کو پیدا کیا، اس نے سو رحمتوں کو پیدا فرمایا ہر ایک رحمت زمین و آسمان کے درمیان خلا کے برابر ہے، ان رحمتوں سے ایک رحمت کو زمین پر بھیجا اس کی وجہ سے ماں اپنے بچے پر شفقت کرتی ہے وحشی جانور، پرندے وغیرہ ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں، پس جب قیامت کا دن ہوگا تو اس ایک رحمت کو بھی ان میں شامل فرما کر مکمل سو رحمتیں فرمائے گا۔

لغات: ❖ یتراحم: تَرَاحَمَ القوم: ایک دوسرے پر رحم کرنا، ترس کھانا، رحمه (س) رحمة و مرحمة و رحما: ترس کھانا رحم دل ہونا، مہربانی اور شفقت کرنا، معاف کرنا، مغفرت کرنا۔

❖ **یتعاطفون: تعاطف القوم:** بعض کا بعض پر مہربانی کرنا۔ فی مشیته۔ ناز کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے چلنا۔ **عطف** (ض) **عطفا و عطوفا الیه:** مائل ہونا۔ علیه مہربانی کرنا۔ عنه پھرنا۔

❖ **طباقا:** طبق (س) طَبَقًا و طَبَقًا یده: ہاتھ کا بند ہونا۔ پہلو سے لگنا۔ طبق الشیء: چیز کا عام ہونا۔

❖ **السحاب الجو:** بادل کا فضا کو ڈھک لینا۔

تشریح: اَنْزَلَ فِی الْاَرْضِ جُزْءً وَاحِدًا: اس رحمت میں سے ایک حصہ زمین میں اتارا۔ اس رحمت کو نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ مخلوق کی آپس میں محبت و الفت دیکھنا چاہتے ہیں مخلوق پر محبت کرنے والا اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہوگا اور جو سنگ دل ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی ناپسندیدہ ہو جائے گا۔

اَخَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً: اللہ نے قیامت کے دن کے لئے ننانوے رحمتوں کو رکھا ہوا ہے۔

اس جملہ میں مسلمانوں کے لئے بہت عظیم خوش خبری ہے کہ دنیا کی ایک رحمت سے ہر جگہ محبت نظر آتی ہے تو اب ننانوے رحمتیں صرف مسلمانوں پر ہی ہوں گی تو اس سے مسلمانوں کو کتنی نعمتیں ملیں گی۔ بقول شاعر

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے ۔۔۔ میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب جعل الله الرحمة مائة جزء وفی کتاب الرقاق تحت باب الرجاء مع الخوف، و فی کتاب التوبة باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ واحمد، ۹۶۱۵۳ وابن حبان ٦١٤٦، وابن ماجه، دارمی، ترمذی و هکذا البیهقی فی الآداب.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

توبہ کرنے والے سے اللہ جل شانہ خوش ہوتے ہیں

(٤٢١) ﴿وعنه عن النَّبيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا يَحكِي عَن رَبّهِ، تَبَارَکَ وَ تَعَالَى، قال: (أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنبًا، فقالَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لی ذَنبی، فقالَ اللّٰهُ تبارَکَ و تعالىٰ: أذنبَ عَبْدِیْ ذنبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغفِرُ الذَّنبَ، وَيَأخُذُ بالذَّنبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فقال: أَیْ رَبِّ اغْفِرْ لی ذَنبی، فَقَالَ تبارَکَ و تعالیٰ: أَذنَبَ عَبدِی ذَنبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغفِرُ الذَّنبَ، وَيَأخُذُ بِالذَّنبِ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ، فقال: أَی رَبِّ اغْفِرلی ذَنبِیْ، فقال: تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ: أَذنَبَ عَبدِی ذَنبًا، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنبَ، وَيَأخُذُ بِالذَّنبِ، قَد غَفَرْتُ لِعَبدِی فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ)﴾ (متفق عليه)

وقوله تعالیٰ: (فَلْيَفْعَلْ مَاشَاءَ) أی: مَادَامَ يَفعَلُ هٰکَذَا، يُذْنِبُ وَيَتُوبُ أَغفِرُ لَهُ، فَإِنَّ التَّوبَةَ تَهدِمُ ما قَبلَها.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں، اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: کہ بندہ گناہ کرتا ہے تو کہتا ہے اے اللہ! میرے گناہ معاف کر دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کر سکتا ہے، پھر وہ بندہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما دے، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندہ نے گناہ کیا ہے اور اسے علم ہے کہ میں اس کا رب ہوں جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کر سکتا ہے، پھر وہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب میرا گناہ معاف کر دے تو اللہ تبارک و

تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے گرفت بھی کرسکتا ہے۔ یقیناً میں نے اپنے بندے کو معاف کردیا پس وہ جو چاہے کرے۔''

(بخاری ومسلم)

''پس جو چاہے کرے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس طرح کرے گا کہ گناہ کرے توبہ کرتا رہے تو میں اسے معاف کرتا رہوں گا اس لئے کہ توبہ اپنے ماقبل کے گناہ کو ختم کردیتی ہے۔

لغات: ❖ اذنب: اذنب الرجل گناہ کا مرتکب ہونا۔ تذنب علیه کسی پر ظلم وزیادتی کرنا۔ جرم کی نسبت کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں توبہ واستغفار کی فضیلت کا بیان ہے کہ آدمی بار بار گناہ کر کے توبہ کرتا رہے تب بھی اللہ تعالیٰ معاف فرماتے رہتے ہیں کیونکہ اس بندے کے دل میں اللہ جل شانہ کا خوف اور ندامت موجود ہے۔

توبہ کی شرائط

اسی وجہ سے علما فرماتے ہیں کہ توبہ کے صحیح اور قبول ہونے کے لئے چار باتیں ضروری ہیں:

1. اللہ کے خوف ہی سے توبہ کی جائے لوگوں کی تعریف وغیرہ مقصود نہ ہو۔
2. گزشتہ گناہوں پر حقیقتاً ندامت وشرمندگی ہو۔
3. آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہو۔
4. اگر اس گناہ میں مبتلا ہے تو اس کو فوراً چھوڑ دے۔

ان شرائط کے ساتھ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں توبہ قبول کرنے کا تو قرآنی وعدہ بھی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّئَاتِ﴾ (۱)

ترجمہ: ''وہ ایسا رحیم وکریم ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔''

بندہ کا کام یہ ہے کہ توبہ کرتا رہے، حق تعالیٰ شانہ کبھی نہ کبھی ضرور اس کی توبہ قبول فرمالیں گے بقول شاعر ؎

اپنے کرنے کا کام تو توبہ ہے ۔۔۔ بے اثر ہے یا با اثر تو جان

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التوحید تحت باب قول الله تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام الله، ومسلم فی کتاب التوبة تحت باب قبول التوبة من الذنوب وان تکررت. واحمد ۷۹۵۳/۳، ابن حبان ۶۲۲ وهکذا تحت البیهقی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورہ الشوریٰ آیت: ۲۵

گناہ کر کے توبہ کرنے والے اللہ کو پسند ہیں

(۴۲۲) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَالَّذِیْ نَفْسِی بِيَدِهِ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا، لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَومٍ يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تعالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ)﴾(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جائے گا اور تمہاری جگہ ان لوگوں کو لائے گا جو گناہ کریں گے پس اللہ ان کو معاف فرما دے گا۔''

لغات: ❖ لذھب: ذھب (ف) ذَهَابًاذُهُوبًا و مذھبا چلنا۔ گزرنا۔ مرجانا۔ الامر ختم ہونا۔ علی الشیء بھول جانا۔ بہ لے جانا۔ اور اسی سے ہے۔ ذھبت بہ الخیلاء یعنی اس کے تکبر نے اس کو رتبہ سے گرا دیا۔

تشریح:

حدیث کا صحیح مطلب

علما نے حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت کی وسعت کو بیان کرنا ہے کہ اللہ اپنی صفت غفاریت، ستاریت، کو ظاہر کرنے کے لئے بے حد بخشش اور مغفرت فرماتے ہیں اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ جب بھی گناہ ہو جائے تو اپنے اس گناہ سے توبہ کرتے رہیں کوتاہی نہ کریں۔ (۱)

اے جلیل اشک گنہگار کے اک قطرہ کو ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر

حدیث کا غلط مطلب

بعض نادان لوگوں نے حدیث بالا کا یہ غلط مطلب سمجھا ہوا ہے کہ اس حدیث میں لوگوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے، اگر یہی بات ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ پر گناہوں سے بچنے کی ترغیب کیوں دی۔

اور اپنے انبیاء علیہ السلام کو دنیا میں کیوں مبعوث فرمایا جن کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو گناہوں والی زندگی سے نکال کر اطاعت والی راہ میں ڈالیں۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب التوبۃ تحت باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۵۵۶ (۲) ایضاً

اللہ ایسے لوگوں کو پیدا کریں گے جو گناہ کر کے استغفار کریں گے

(٤٢٣) ﴿وَعَنْ أَبِی أَیُّوبَ خَالِدِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: (لَوْلَا أَنَّکُمْ تُذْنِبُوْنَ، لَخَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا یُذْنِبُوْنَ، فَیَسْتَغْفِرُوْنَ، فَیَغْفِرُ لَھُمْ)﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا، جو گناہ کریں گے اور استغفار کریں گے اللہ ان کو معاف فرمائے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ لخلق: خلقہ (ن) خلقا و خلقۃ پیدا کرنا۔ عدم سے وجود میں لانا۔

❖ الکذب جھوٹ گھڑنا۔

❖ الادیم کاٹنے سے پہلے چمڑے کا اندازہ کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کے بارے میں کچھ باتیں گزشتہ حدیث میں گزر چکی ہیں، مزید یہ کہ۔

اللہ اپنی صفت غفاریت کا مخلوق میں ظہور چاہتے ہیں

اللہ جل شانہ اپنی متعدد صفات میں سے صفت غفاریت اور ستاریت رحمت وغیرہ کے ساتھ متصف ہیں ان صفات کے اظہار کے لئے پھر اللہ جل شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا جن میں خیر اور شر دونوں قسم کے مادے رکھے تاکہ اس میں جب شر کا مادہ خیر پر غالب آئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو اللہ اپنی صفت غفاریت و ستاریت کا مظاہرہ فرمائیں، انسان اول تو یہی کوشش کرے کہ شر والے مادے کو مغلوب رکھے اور اس کے لئے مجاہدہ کرے مگر بالفرض اگر یہ مادہ شر غالب آ جائے تو فوراً اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہو کہ اللہ نے اس شر والے مادے کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اپنی صفت مغفرت کا مظاہرہ کرے۔[1]

بشرطیکہ گناہ کے بعد دل میں افسوس ہو کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کر لی ہے فوراً اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے جب دل میں کیفیت پیدا ہو جائے گی تو یہ دل دل بن جائے گا۔ بقول شاعر ؎

شکر ہے درد دل مستقل ہو گیا — اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب التوبۃ تحت باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۳۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) اشرف التوضیح: ۲/۲۸۴

آپ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے

(٤٢٤) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قال: كُنَّا قُعُودًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَعْنَا أَبُوْبَكْر وَ عُمَرُ رضی اللّٰه تعالٰی عنهما فی نَفَرٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا، فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا، فَخَشِيْنَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُونَنَا، فَفَزِعْنَا، فَقُمْنَا، فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ، فَخَرَجْتُ أَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ. وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ إِلٰى قَوْلِهٖ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اذْهَبْ فَمَنْ لَقِيتَ وَرَاءَ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ)﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان سے اٹھے اور آپ کو ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگی ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہماری غیر حاضری میں آپ ﷺ کو دشمن نقصان نہ پہنچائیں، چنانچہ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے، گھبرانے والوں میں، میں سب سے پہلا شخص تھا پس میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا، یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا، پھر انہوں نے لمبی حدیث ذکر فرمائی جس میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اے ابو ہریرہ جاؤ اور اس باغ کے پیچھے جس شخص کو ملو اس کو جنت کی بشارت دے دو بشرطیکہ وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس بات پر اس کا دل بھی یقین رکھتا ہو۔''

لغات: ❖ فابطأ: ابطأ و بطأ علیه بالامر کام کو موخر کرنا۔ باطأ ٹال مٹول کرنا۔ وتبطأ فی سیره چلنے میں پیچھے رہنا۔ دیر لگانا۔

❖ ففزعنا: ففزع (س) فزعا دہشت زدہ ہونا۔ خائف ہونا۔ الیه فریاد چاہنا۔ پناہ لینا۔ الرجل فریاد رسی کرنا۔ مدد کرنا۔ من نومه بیدار ہونا۔

تشریح: فی نفر: نفر بمعنی جماعت۔ ''حائطا للانصار'' حائط اس باغ کو کہتے ہیں جس میں چار دیواری ہو۔

پوری حدیث

وذکر الحدیث بطوله: آگے کی حدیث اس طرح ہے۔

حائطا الانصار لبنی النجار فدرت به هل اجد له بابا فلم اجد فاذ اربیع یدخل فی جوف حائط من بئر خارجة، والربیع الجدول، قال فاحتفزت، فدخلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال: ابوهریرة فقلت: نعم یا رسول اللّٰہ قال: ما شانک، قلت: کنت بین اظهرنا فقمت فابطات علینا فخشینا ان تقتطع دوننا ففزعنا فکنت اول من فزع فاتیت هذا الحائط فاحتفزت کما یحتفز الثعلب وهولاء الناس ورائی، فقال: یا ابا هریرة واعطانی نعلیه فقال: اذهب بنعلی هاتین فمن لقیک من وراء هذا الحائط، شهد ان لا اله الا اللّٰہ مستیقناً بها قلبه فبشره بالجنة فکان اول من لقیت عمر فقال ما هاتان النعلان یا اباهریرة قلت: هاتان نعلا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بعثنی بهما من لقیت یشهد ان لا اله الا اللّٰہ مستقیناً بها قلبه بشرته بالجنة، فضرب عمر بین ثدی فخررت لاستی فقال: ارجع یا ابا هریرة فرجعت الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاجهشت بالبکاء و رکبنی عمر و اذا هو علی اثری فقال: رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مالک یا اباهریرة قلت: لقیت عمر فاخبرته بالذی بعثتنی به فضرب بین ثدبی ضربة خررت لاستی فقال: ارجع فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: یا عمر ما حملک علی ما فعلت قال: یا رسول اللّٰہ بابی انت وامی ابعثت اباهریرة بنعلیک من لقی یشهد ان لا اله الا اللّٰہ مستیقناً بها قلبه بشره بالجنة قال: نعم قال: فلا تفعل فانی اخشی ان یتکل الناس علیها فخلهم یعملون فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فخله. (۱)

فبشره بالجنة: جس نے بھی کلمہ دل سے پڑھ لیا اس کو جنت کی خوش خبری سنا دو۔

سوال کیا صرف کلمہ توحید کافی ہے؟

اس سوال کے پہلے متعدد جوابات گزر چکے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ قانون یہ ہے کہ "اِذَا ثَبَتَ الشَّیْءُ ثَبَتَ بِلَوَازِمِهٖ" تو جب کلمہ توحید کا اقرار کیا تو ساتھ ساتھ اس کے تمام لوازمات بھی لازم آئے وہ پورا دین ہے، خلاصہ یہ کہ کلمہ توحید اجمال ہے اور اسلامی اعمال اس کی تفصیل ہیں، جس طرح مجلس نکاح میں صرف ایجاب وقبول ہوتا ہے مگر اس کے ضمن میں بیوی کی تمام ذمہ داری آجاتی ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کلمہ توحید کی تاثیر ہے کہ اس سے دخول جنت ہو جب تک کہ اس کے ساتھ دخول جہنم کے افعال کی آمیزش نہ ہو اگر یہ مل جائے گی تو اصل کا اثر زائل ہو جائے گا مثلاً پانی کا ذاتی وصف ٹھنڈا

ہوتا ہے مگر جب آگ پر رکھ دو تو اس کا وصف ختم ہو کر اس میں گرم پن آ جاتا ہے پھر آگ سے اتار دیا جائے تو پھر وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اسی طرح مؤمن تو جنت میں جانے کے لئے ہے اگر اس نے گناہ وغیرہ کر لیا تو اب جہنم میں اس کو جانا پڑے گا جب تک معاصی کا اثر باقی رہے، پھر ایمان کا اپنا اثر دوبارہ ظاہر ہو جائے گا اور وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدليل علی ان مات علی التوحيد دخل الجنة قطعا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ: بحوالہ مسلم شریف

حضرت خلیل اللہ ابراہیم اور عیسیٰ روح اللہ علیہما السلام کی دعاء

(٤٢٥) ﴿وعن عبداللّٰهِ بن عَمرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهُمَا، أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تلا قَوْلَ الله، عَزَّوَجَلَّ فِىْ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِى فَإِنَّهُ مِنِّى (ابراهيم: ٣٦) وَقَوْلَ عِيسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ تُعَذِّبْهُم فَإِنَّهُم عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيمُ (١١٨)

فَرَفَعَ يَدَيْهِ وقَال: (اللّٰهُمَّ أُمَّتِىْ أُمَّتِىْ) وَبَكٰى، فقال الله عَزَّوَجَلَّ: (يَا جبريلُ اذْهَبْ إِلى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْكِيهِ؟) فَاَتَاهُ جِبريلُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قال: وَهُوَ أَعْلَمُ، فقال اللّٰهُ تعالٰى: (ياجبريلُ اذهَبْ إلى مُحمَّدٍ فَقُلْ: إِنَّا سَنُرضِيكَ فِى أُمَّتِكَ وَلاَ نَسُوْؤُكَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ الخ [1] اے رب ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پس جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول پڑھا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ [2] اگر ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو یقیناً غالب اور حکمت والا ہے۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ (دعا کے لئے) اٹھائے اور فرمایا اے اللہ! میری امت، میری امت

اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ، پوچھو کہ آپ کس لئے رو رہے ہیں "اور تمہارا رب خوب جانتا ہے" پس حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے پس آپ ﷺ نے انہیں بتایا جو آپ ﷺ نے دعا کی تھی، حالانکہ اللہ تو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور ہم آپ کو ناراض نہیں کریں گے۔

لغات: ❖ لا نسوؤک: ساء یسوؤ (ن) سواءً وسوءً ا وسوائۃً وسوائیۃً وساءً وساءۃً الامر. فلاناً. غمگین کرنا۔ بے جا سلوک کرنا۔ بہ ظناً بدگمانی کرنا۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی "رب انھن اضللن الایۃ" کے ساتھ "اضللن" سے مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد بت ہیں کہ یہ بت ضلالت کا سبب بنتے ہیں۔

دونوں نبیوں کی دعا میں فرق

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کے الفاظ "اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ الخ" کے ساتھ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کی دعاؤں میں غور کیا جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے آخر میں "اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ" ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا میں "فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے "العزیز الحکیم" کہا اور یہ دعا میدان حشر میں ہوگی۔ اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ ان گناہ گاروں کو بخش دیں تو یہ بخشش انتہائی عزت و کمال علم وقدرت اور مملکت کے تحت ہوگی مگر آپ ان کے بخشنے پر مجبور نہیں ہیں۔ تو ادب کا تقاضا یہی ہے کہ مغفرت کو اللہ کے علم وقدرت کے حوالہ کیا جائے کہ آپ جس کو بھی معاف فرمائیں گے معاف فرما سکتے ہیں اور حکمت کے ساتھ ہی معافی ہوگی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "انت الغفور الرحیم" کہا ہے کہ اس میں اللہ کے علم وقدرت کا ذکر نہیں بلکہ اللہ کی غفاریت ورحیمیت کا ذکر ہے کیونکہ یہ دنیا کی دعا ہے کہ سب ہی کو معاف فرما دیں مسلمانوں پر تو رحم یہ ہوگا کہ آپ مسلمانوں کی مغفرت فرما دیں اور مشرکین پر یہ رحم ہے کہ آپ ان کو شرک سے توبہ کی توفیق دیں ظاہر ہے کہ یہ دنیا میں ممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کی دعائیں اپنی اپنی جگہ برمحل ہیں اور اس میں انتہائی کمال بلاغت ہے۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ کی طرف سے تسلی

اِنَّا سَنُرْضِیْکَ فِیْ اُمَّتِکَ: ہم آپ ﷺ کو امت کے معاملہ میں غمزدہ نہیں ہونے دیں گے رضا کے بعد "لا

نسوءک" یہ رضا کی تاکید کے لئے ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ "سنرضیک" میں ایک شبہ تھا کہ اللہ جل شانہ آپ ﷺ کو بعض امت کے بارے میں راضی کر دیں اور بعض کے بارے میں راضی نہ کریں۔ "نسوء ک" سے ظاہر کر دیا گیا کہ پوری امت کی طرف سے آپ کو راضی کریں گے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الایمان تحت بالدعاء النبی صلی اللہ علیه وسلم لامته وبکائه شفقة علیهم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ ابراہیم آیت: ۳۶ (۲) سورۃ المائدہ آیت: ۱۱۸ (۳) نفع المسلم /۵۲۱

اللہ تعالیٰ کا حق اور بندوں کا حق

(٤٢٦) ﴿وَعَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، قَالَ: کُنْتُ رِدْفَ النبیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم عَلٰی حِمَارٍ فَقَالَ: (یامُعاذ هَل تَدْرِیْ ما حَقُّ اللّٰهِ عَلی عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰهِ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ. قال: (فإِنَّ حَقَّ اللّٰه عَلی العِبَاد أَن یَعْبُدُوهُ، وَلا یُشْرِکُوا بِهِ شَیْئًا، وَحَقَّ العِبَادِ عَلی اللّٰه أَنْ لا یُعَذِّبَ مَنْ لا یُشرِکُ بِهِ شَیْئًا، فقلتُ: یا رسولَ اللّٰه أَفَلا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قال لا تُبَشِّرْهُم فَیَتَّکِلُوا)﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر نبی ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اس کو عذاب نہیں دیں گے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دیتا ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ دے دوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں کہ کہیں لوگ اس پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔"

لغات: ❖ ردف: الردف ایک سوار کے پیچھے دوسرا سوار۔ پیرو۔ ردفه (ن) وردف له (س) ردفا پیچھے ہونا۔ ردفه وردف له کسی کے پیچھے سوار ہونا۔

تشریح: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ: میں ایک گدھے پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ "ردف" یہ سوار کے پیچھے بیٹھے ہوئے کو کہتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے "لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ اِلَّا هُوَ مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ" [1] کہ میرے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ایک کجاوے کا فرق تھا۔ ان سب جملوں میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی قرب کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث بہت توجہ کے ساتھ میں نے سنی ہے کیونکہ میں بہت قریب بیٹھا ہوا تھا۔

فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ: اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دے، کیونکہ مشرکین نے بتوں کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ان کی والدہ کو اللہ کا شریک بنالیا تھا۔

وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ: اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دیں۔

سوال: اللہ پر بھی کسی کا حق واجب ہے؟

پہلا جواب: علماء نے اس سوال کے مختلف جوابات دیئے ہیں مثلاً:

حق یہاں پر "الجدیر" بمعنی لائق کے ہے کہ بطور احسان حکمت خداوندی میں لائق یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دیں۔

دوسرا جواب: علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے عمل کرنے پر اپنے فضل سے جو اجر وثواب کا وعدہ کیا ہے اس کو حق سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کا ملنا یقینی ہے جیسا کہ کسی واجب چیز کا ملنا یقینی ہے۔ کیونکہ اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتے "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" ورنہ اللہ پر بندہ کی طرف سے کوئی چیز واجب ہی نہیں ہوتی۔

تیسرا جواب: شیخ محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب پہلے جملہ میں "حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ" میں لفظ حق آیا، تو اسی طرح بر سبیل مقابلہ ومشاکلہ یہاں پر بھی حق العباد علی اللہ میں حق کا استعمال ہو گیا جیسے قرآن میں بھی "وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ بِمِثْلِهَا" کہ اللہ جل شانہ کی طرف مکر اور برائی کے بدلہ کو برائی کے ساتھ مشاکلۃ ومقابلۃ موسوم کر دیا گیا ہے۔ [2]

اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا: کہ میں لوگوں کو خوش خبری نہ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں خوش خبری مت دو، ورنہ لوگ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی اعمال رغبت سے اور خوف الٰہی سے کرتا ہے تو اگر آدمی کو معلوم ہو گیا کہ صرف توحید و رسالت کو تسلیم کر لیا تو جنت مل جائے گی تو اس میں اطمینان اور سستی آجائے گی اور شریعت کا منشا یہ ہے کہ آدمی اعمال میں حریص ہو اور اس میں عملی سرگرمی زیادہ سے زیادہ رہے۔ [3]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التوحید تحت باب ما جاء فی دعاء النبی صلی الله علیه وسلم امته الی توحید الله، ومسلم فی کتاب الایمان تحت باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة

قطعاً، واحمد ۸/۲۲۰، و عبدالرزاق ۲۰۵۴٦ وابن ماجه وابن حبان ۲۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) رواہ البخاری (۲) فتح الباری، فتح الملہم، مرقاۃ التعلیق الصبیح
(۳) نفع المسلم شرح المسلم: ۱/۱۸۳

قبر میں سوال

(٤٢٧) ﴿وعنِ البَرَاءِ بن عازب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما، عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال: (المُسْلِمُ إذَا سُئِلَ فی القَبْرِ یَشْهَدُ أنْ لا إلَهَ إلّا اللّٰہ، وَأنَّ مُحَمَّدًا رسولُ اللّٰہ، فذلک قولُه تعالیٰ: یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا بِالقَوْلِ الثَّابِتِ فی الحَیاة الدُّنیَا وفی الآخِرَةِ (ابراهیم:۲۷﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور یہی مطلب اللہ جل شانہ کے اس قول کا ہے یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ الخ [1] اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط بات کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یشهد: شهد (س) شهوداً. المجلس مجلس میں حاضر ہونا۔ الشیء معائنہ کرنا۔ اطلاع پانا۔ الجمعة جمعہ پانا۔ علی کذا گواہی دینا۔ صفت شاہد۔

تشریح: اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِی الْقَبْرِ: حدیث بالا دراصل قرآن کی آیت ''یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ'' کی تفسیر میں ہے۔ نیز حدیث بالا میں کلمہ توحید کے دونوں جز اکھٹے بیان ہوئے ہیں یعنی ''لا اله الا اللّٰہ'' اور ''محمد رسول اللّٰہ'' اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ہر ایک سے قبر میں سوال ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز مؤمن کی مدد اللہ کی طرف سے ہوگی اور وہ سوالات کے صحیح جوابات دے گا، جب کہ کفار سے ان سوالات کی جواب دہی نہیں ہوگی۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی تفسیر سوة ابراهیم ومسلم فی کتاب الجنة وصفة نعیمهما تحت عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه، وابوداؤد والترمذی، وابن حبان ۲۰٦، وابن ماجة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ ابراھیم آیت: ۲۷

کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے

(۴۲۸) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً، أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا، وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْاٰخِرَةِ، وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلٰی طَاعَتِهِ.﴾

وفی روايةٍ: (إِنَّ اللّٰهَ لا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطِی بها فی الدُّنْيَا، وَيُجْزٰی بِهَا فی الاٰخِرَةِ، وَأَمَّاالْكَافِرُ، فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ لِلّٰه تعالٰی، فی الدُّنْيَا حَتّٰی إِذَا أَفْضٰی إِلَی الآخِرَة، لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰی بِهَا) (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کو دنیا میں ہی مزا چکھا دیا جاتا ہے اور مؤمن آدمی کے لئے اللہ جل شانہ اس کی نیکیوں کو آخرت میں ذخیرہ بناتے ہیں اور اس کی فرمان برداری کی وجہ سے دنیا میں بھی رزق دیتے ہیں۔''

ایک روایت میں آتا ہے کہ بے شک اللہ کسی مؤمن کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا، دنیا میں بھی اس کو بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی اس کو بدلہ دیا جائے گا۔ لیکن کافر کو ان نیکیوں کی وجہ سے جو اس نے اللہ کے لئے کی تھیں دنیا میں رزق دیا جاتا ہے اور جب وہ آخرت کی طرف جائے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی ایسی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔

لغات: ❖ یعقبہ: اعقبہ جانشین ہونا۔ اچھا بدلہ دینا۔ اَعْقَبْتُ الرجل میں نے آدمی کو بہترین بدلہ دیا۔ عاقبتہ برا بدلہ دیا۔ عاقبۃ اچھا بدلہ۔ عقوبۃ برا بدلہ۔

تشریح: اِنَّ الْكَافِرَ اِذَا عَمِلَ حَسَنَةً: دنیا میں بہت سے کافر اچھے اعمال کرتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوتے تو اس کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا اور آخرت میں بھی ملتا، مگر کفر کی وجہ سے اللہ جل شانہ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ ان کو دنیا میں دیتا ہے۔ کیونکہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو کفر کی حالت میں مرے گا اس کو آخرت میں نیک اعمال کا، لہ نہیں ملے گا۔ [۱]

اس حدیث سے علما استدلال کرتے ہیں کہ ایمان پر عمل کی بنیاد اور اعمال ں قبولیت کے لئے شرط اور دارومدار ہے۔ [۲]

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب صفة القيامة والجنة والنار تحت باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنيا والاخرة.

(۱) روضۃ المتقین ۱/۴۵۹ (۲) روضۃ المتقین

پانچوں نمازوں کی مثال

(٤٢٩) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلى بَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ)﴾ (رواہ مسلم)

(اَلْغَمْرُ) اَلْكَثِيْرُ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال اس گہری نہر کی طرح ہے جو تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہے۔'' (مسلم شریف)

الغمر زیادہ پانی والی نہر۔

لغات: ❖ غمر: الغمر بہت پانی۔ سمندر کا بڑا حصہ۔ پورا کپڑا شریف وسیع الاخلاق۔ غمر (ن) الماء پانی کا ڈھانکنا۔

تشریح: پانچ نمازوں کی مثال پانچ مرتبہ غسل کرنے والے کی طرح ہے

نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ: گہرا پانی کہ جتنا گہرا ہوگا اتنا صاف ستھرا ہوگا اور آدمی جتنے صاف پانی میں غسل کرے گا اتنا ہی اس کا جسم صاف ہوگا، اسی طرح نمازوں کی مثال ہے کہ نماز اس کے آداب کے ساتھ پڑھی جائے تو انسان کے جسم پر جتنا گناہوں کا میل لگ جاتا ہے وہ سب نماز پڑھنے کی برکت سے معاف ہو جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں مزید وضاحت آتی ہے، کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کہ بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جل شانہ اس کی وجہ سے گناہوں کو زائل فرما دیتے ہیں۔ (۱)

نیز ایک روایت میں آتا ہے کہ پانچوں نمازیں اپنے درمیانی اوقات کے لئے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہیں یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو گناہ ہو جاتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب المساجد تحت باب المشی الی الصلوة تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات و ابو داؤد.

(۱) الترغیب والترہیب

کسی کے جنازے میں چالیس مؤحد شریک ہو جائیں تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے

(۴۳۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يقول: (مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لَا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ)﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے میں چالیس آدمی ایسے شریک ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ قرار دیتے ہوں تو اللہ تعالیٰ میت کے بارے میں ان کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ شفعهم: شفع. الشيء جفت بنانا۔ شفعني في فلان سفارش ماننا۔ شفع (ف) شفاعة لفلان او فيه الى زيد سفارش کرنا۔

تشریح: اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً: چالیس آدمی مؤحد شریک ہوئے جنازے میں تو ان کی سفارش اس میت کے بارے میں مغفرت کی قبول ہو جاتی ہے۔

روایات کا تعارض

سوال: ذخیرہ احادیث میں اس موضوع پر تین قسم کی احادیث ملتی ہیں:

❶ وعن عائشة انه عليه السلام قال ما من ميت تصلى عليه جماعة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون الا شفعوا فيه. (۱)

اگر کسی مسلمان میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھے جن کی تعداد سو ہو اور وہ اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت بہر حال قبول کی جاتی ہے۔

❷ قال النبي صلى الله عليه وسلم ما من مؤمن يموت فيصلى عليه امة من المسلمين يبلغون ان يكونوا ثلاثة صفوف الا غفر له.

کسی مسلمان میت پر مسلمانوں کی تعداد جو تین صف کے برابر ہو نماز جنازہ پڑھے تو میت کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

❸ حدیث بالا ''اربعون لا يشركون بالله شيئا الا شفعهم الله فيه''

ایک اور اس کے تین جوابات

سوال: ان تینوں روایات کا آپس میں تعارض ہے ایک میں سو آدمیوں کی قید ہے اور دوسری میں تین صفوں کا ہونا اور حدیث بالا میں چالیس آدمیوں کے عدد کی سفارش کے لئے شرط لگائی گئی ہے۔

پہلا جواب: قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سائلین کے مختلف سوالات کے جواب میں یہ اختلاف ہوا ہے کہ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ! اگر سو آدمی نماز جنازہ پڑھ لیں تو کیا اس میت کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟ تو آپ نے اس کے اعتبار سے سو والی بات فرما دی۔ اسی طرح کسی نے تین صف کی بات پوچھی تو آپ نے تین کی قید لگائی۔ اسی طرح چالیس آدمیوں کی قید کا واقعہ ہے۔

دوسرا جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم کی شرح میں دیا ہے جو زیادہ اچھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں آہستہ آہستہ تخفیف آتی گئی پہلے آپ ﷺ کو سو آدمیوں کے نماز جناہ پڑھنے پر مغفرت کا بتایا گیا۔ پھر تین صف کی، اس طرح آخر میں صرف چالیس آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے پر خوش خبری سنائی گئی۔

تیسرا جواب: بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں مراد عدد نہیں ہے بلکہ تکثر مراد ہے۔ (۳)

بعض علما فرماتے ہیں کہ جتنے نیک آدمیوں کی شرکت ہوگی اتنا ہی اللہ جل شانہ کی طرف سے میت کی سفارش اور مغفرت کی امید ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب من صلی علیه اربعون شفعوا فیه والترمذی وهکذا ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف (۲) مسلم شریف

(۳) ھذا کلہ فی شرح المسلم للنووی وفتح الملہم ۲/۴۹۲ وتعلیق الصبیح ۲/۲۴۳

اُمت محمدیہ سب سے زیادہ جنت میں جائے گی

(۴۳۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِیْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِيْنَ، فَقَالَ: (أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟) قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: (أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟) قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: (وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ إِنِّیْ لَأَرْجُو أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، وَمَا أَنْتُمْ فِیْ أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ

الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم تقریباً چالیس آدمی ایک خیمے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے وہاں ارشاد فرمایا کے کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کے چوتھائی حصہ ہو۔ ہم نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اہل جنت کے تہائی حصہ ہو۔ ہم نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، میں یقیناً امید رکھتا ہوں کہ تمہاری تعداد اہل جنت میں آدھی ہوگی اور یہ اس لئے کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہوگا۔ اور تم مشرکین کے مقابلے میں ایسے ہی ہو جیسے کالے بیل کی کھال میں سفید بال یا سرخ بیل کی کھال میں سیاہ بال۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قبةً: القبة عمارت جس کی چھت گول اور اندر سے خالی ہو۔ گنبد جمع قِبَابٌ وقُبَبٌ قب (ض ن) النبات گھاس کا خشک ہونا۔ قب الشیء اس کے اور اطراف کو جمع کرنا۔ قب القبة گنبد تعمیر کرنا۔

تشریح: دو حصہ جنت میں امت محمدیہ ہوگی

اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ: سب سے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنت میں چوتھائی ہو پھر فرمایا کہ پسند کرتے ہو کہ تم جنت میں تہائی ہو۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز جواب کے بارے میں فرمایا ہے اگر نبی کریم ﷺ ایک ہی دفعہ میں نصف اہل الجنۃ فرما دیتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی اس انداز جواب میں زیادہ خوشی ہوگی (۱) اسی وجہ سے ایک روایت میں آتا ہے کہ صحابہ جواب میں تکبیر (اللہ اکبر) کہتے رہے۔ (۲) اور ایک روایت میں درمیانی تعداد بتائی گئی ہے جیسے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، قیامت میں جنت جانے والوں کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں بنیں گی جس میں سے اسی (۸۰) امت محمدیہ کی ہوں گی، اور باقی چالیس (۴۰) سابقہ امتوں کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دو تہائی امت محمدیہ ہوگی اور باقی امتیں ایک حصہ ہوں گی، اللہ کے اس کرم پر مر مٹا جائے اور اطاعت میں اضافہ کر دینا چاہئے بقول شاعر ؎

مجھ پر یہ لطف فراوانی میں تو اس قابل نہ تھا ۔۔۔ تیری رحمت کے قربان میں تو اس قابل نہ تھا

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب کیف الحشر؟ وفی کتاب الایمان والنذور، تحت باب کیف کان یمین النبی صلی الله علیه وسلم؟ و مسلم فی کتاب الایمان تحت باب کون هذه الامة نصف اهل الجنة وهکذا الترمذی، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی (۲) مسلم شریف (۳) رواہ احمد، ترمذی

یہود ونصاریٰ کی جنت مسلمانوں کو ملے گی

(٤٣٢) ﴿وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللّٰهُ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْنَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ).﴾

وفي روايةٍ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: (يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الجِبَالِ يَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ (رواه مسلم)

قوله: (دَفَعَ إِلَى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُولُ: هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ) مَعْنَاهُ مَا جَاءَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: (لِكُلِّ أَحَدٍ مَنْزِلٌ فِي الجَنَّةِ، وَمَنْزِلٌ فِي النَّارِ، فالمُؤْمِنُ إِذَا دَخَلَ الجَنَّةَ خَلَفَهُ الكَافِرُ فِي النَّارِ، لِأَنَّهُ مُسْتَحِقٌّ لِذٰلِكَ بِكُفْرِهِ (۱)) وَمَعْنَى (فِكَاكُكَ): أَنَّكَ كُنْتَ مُعَرَّضًا لِدُخُولِ النَّارِ، وَهٰذَا فِكَاكُكَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَدَّرَ لِلنَّارِ عَدَدًا يَمْلَؤُهَا، فَإِذَا دَخَلَهَا الكُفَّارُ بِذُنُوبِهِمْ وَكُفْرِهِمْ، صَارُوا فِي مَعْنَى الفِكَاكِ لِلْمُسْلِمِينَ. وَاللّٰهُ أعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ جل شانہ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی سپرد فرما دے گا اور کہے گا کہ یہ تیرا آگ سے فدیہ ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ مسلمان ایسے بھی آئیں گے جن کے گناہ پہاڑوں کے مثل ہوں گے لیکن اللہ جل شانہ ان سب کو معاف فرما دیں گے۔''

دَفَعَ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ: اس کا مطلب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو واضح کرنا ہے کہ ہر ایک آدمی کے لئے جنت میں ایک مقام ہے اور جہنم میں بھی ہے، پس ایمان دار آدمی جب جنت میں داخل ہو جائے گا تو کافر اس کی جگہ دوزخ میں جائے گا اس لئے کہ وہ کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے۔

فکاکک: اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شک تو دوزخ میں داخلے کے لئے پیش کیا جانے والا تھا مگر یہ تیرے لئے دوزخ سے فدیہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے لئے ایک تعداد مقرر فرمائی ہے کہ جن سے اس کو بھرے گا۔ تو جب کفار اپنے گناہوں اور کفر کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گے تو وہ مسلمانوں کے لئے

ایک طرح کا فدیہ بن جائیں گے۔ واللہ اعلم۔

لغات: ❖ فکاکک: فک (ن) فکا وفکاکاً وفکاکا الاسیر قیدی کو چھڑانا۔ یدہ ہاتھ کھولنا۔ فک الادغام ادغام کو اٹھا دینا جیسے: لا تمدد. لا تمد میں۔

تشریح: اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ: قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی جنت مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی جہنم کفار کو دی جائے گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر ایک کے لئے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر اس کے لئے جنت بھی بنائی ہے اور جہنم بھی۔

یہود و نصاریٰ کی تخصیص کیوں؟

سوال: یہود و نصاری کی تخصیص کیوں کی گئی یہ تو تمام کفار کے ساتھ ہی معاملہ ہوگا؟

جواب: دوسرے کفار تو اپنے آپ کو کفار ہی کہتے تھے مگر یہود و نصاری اپنے آپ کو اللہ جل شانہ کا پسندیدہ کہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم جنت میں ضرور جائیں گے اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ مجھ پر ایمان نہیں لائیں گے تو اب ان کی جنت مسلمانوں کو اور مسلمانوں کی جہنم ان کو دے دی جائے گی۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب التوبة تحت باب قبول توبة القاتل وان کثر قتله.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

قیامت میں اللہ جل شانہ مسلمانوں کے گناہوں کی ستاری فرمائیں گے

(۴۳۳) ﴿وعن ابنِ عمرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُمَا قال: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یقول: (یُدْنَی المُؤْمِنُ یَوْمَ القِیَامَةِ مِنْ رَبِّهِ حَتَّی یَضَعَ کَنَفَهُ عَلَیْهِ، فَیُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ، فیقولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ کَذَا؟ أَتعرِفُ ذَنْبَ کَذَا؟ فیقول: رَبِّ أَعْرِفُ، قال: فَإِنِّی قَد سَتَرْتُهَا عَلَیْکَ فی الدُّنْیَا، وَأَنَا أَغْفِرُ هَا لَکَ الیَومَ، فَیُعطَی صَحِیْفَةَ حَسَنَاتِهِ)﴾ (متفق علیه)

کَنَفَهُ: سَتْرُهُ وَ رَحْمَتُهُ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن مؤمن اپنے پروردگار کے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور حفاظت میں لے لے گا پھر وہ اس کے گناہوں کا اقرار کروائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم اپنے فلاں گناہ کو پہچانتے ہو وہ کہے گا

اے میرے پروردگار میں پہچانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے ان گناہوں پر دنیا میں پردہ ڈالا اور میں آج بھی تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پس اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا۔"
(بخاری و مسلم)

کنفه: اس کا معنی اس کا پردہ اور اس کی رحمت۔

لغات: ❖ کنفه: کنف (ن) کنف الشیء کسی چیز کی حفاظت کرنا۔ اپنے میں شامل کرنا۔ الابل وللابل اونٹوں کے لئے باڑہ باندھنا۔ عنه کسی سے الگ ہونا۔ کنارہ کشی کرنا۔

تشریح: يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: قیامت کے دن مؤمن اللہ جل شانہ کے قریب ہوگا۔

اس میں محدثین کے تین اقوال ہیں

سوال: یہاں کونسا مؤمن مراد ہے؟

جواب: ❶ بعض محدثین فرماتے ہیں غیر متعین طور پر کسی بھی مؤمن کے بارے میں یہ بشارت دی گئی ہے۔

جواب: ❷ بعض محدثین فرماتے ہیں مراد جنس مؤمن ہے تمام ہی مسلمانوں کے ساتھ اللہ یہی معاملہ فرمائیں گے۔

جواب: ❸ بعض فرماتے ہیں کہ یہ بشارت ان مؤمنوں کے بارے میں ہے جو اس دنیا میں کسی کی غیبت نہیں کرتے۔ اور نہ کسی پر عیب لگاتے ہیں اور کسی کو ذلیل و رسوا نہیں کرتے۔ تو اس طرح اس نے دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو اللہ جل شانہ قیامت کے دن اس کے ساتھ یہی معاملہ فرمائیں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی تفسیر سوره هود، و مسلم فی کتاب التوبة تحت باب قول توبة القاتل وان کثر قتله. وهکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) تعلیق الصبیح، ومظاہر حق ۵/۱۳۶ وھکذا فی نزہۃ المتقین ۱/۳۳۰ و دلیل الفالحین ۲/۳۴۳

نماز کی برکت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

(۴۳۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: (وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) (هود: ۱۱۴) فَقَالَ الرَّجُلُ: اَلِيَ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: (لِجَمِيْعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ)﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئی اور آپ کو بتایا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: واقم الصلاۃ الخ (۱) تم نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر (یعنی صبح وشام) اور رات کے کچھ حصے میں، بے شک نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں، اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! کیا یہ حکم میرے ہی لئے (خاص) ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ میری تمام امت کے لئے ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قبلةً: القبلة بوسہ، ضمانت، ذمہ داری۔ قبل (س ض ن) قبالة بہ کسی چیز کا ضامن اور کفیل ہونا۔

تشریح:

بوسہ لینے والے آدمی کا نام

اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنْ اِمْرَاةٍ قُبْلَةً: ایک آدمی نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ وہ آدمی کون تھے۔ محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کنیت ابوالیسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کا نام کعب بن عمرو بتایا ہے۔ (۲)

مکمل حدیث

ترمذی کی روایت میں صاحب واقعہ صحابی خود بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت کھجور خریدنے کے لئے آئی۔ میں نے اس سے کہا کہ اندر میرے کمرے میں اس سے زیادہ اچھی کھجوریں رکھی ہوئی ہیں چنانچہ وہ عورت اندر کمرے میں گئی وہاں شیطان نے بہکایا اور میں نے اس عورت کا بوسہ لے لیا اس پر اس عورت نے مجھ سے کہا اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، یہ سن کر میرا دل تھرانے لگا اور میں نہایت شرمندہ ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پھر حدیث بالا بیان کی۔ (۳)

قرآن میں پانچوں نمازوں کا ذکر ایک ساتھ ہے

طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ: مفسرین فرماتے ہیں اس آیت میں پانچوں نماز کا ذکر ہے وہ اس طرح کہ ''طرفی النہار'' دن کے دونوں سروں میں، اس سے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے فجر کی نماز اور ظہر وعصر کی نماز مراد ہے کہ نماز فجر ایک سرے میں ہوتی ہے جب کہ دن کے دوسرے سرے میں ظہر وعصر آتی ہے۔

زُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ: رات کے کچھ حصہ میں، اس سے مراد مغرب اور عشا کی نماز ہے اس تفسیر کے لحاظ سے اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر موجود ہے۔ (۴)

لِجَمِيعِ اُمَّتِي كُلِّهِمْ: نماز سے گناہوں کا معاف ہونا یہ صرف اس صحابی کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے اور قیامت تک کے لئے لوگوں کے لئے ہے۔

بخاری کی روایت میں اس جگہ پر "لمن عمل بها من امتی" (۵) کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی میری امت میں سے یہ عمل کرے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب مواقیت الصلاۃ تحت باب الصلوة کفارة وفی کتاب التفسیر، ومسلم فی کتاب التوبة تحت باب ان الحسنات یذهبن السیئات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ ہود: ۱۱۴ (۲) نزہۃ المتقین: ۳۳۰ (۳) رواہ الترمذی

(۴) مظاہر حق ۱/ ۴۱۸، دلیل الفالحین ۲/ ۳۴۳ (۵) بخاری شریف

نماز سے صغیرہ گناہ خود معاف ہو جاتے ہیں

(۴۳۵) ﴿وعن أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَصَبتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبتُ حَدًّا، فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ، قال: (هَلْ حَضَرْتَ مَعَنَا الصَّلَاةَ؟) قال: نَعَمْ. قال (قد غُفِرَ لَکَ)﴾ (متفق علیه)

وقوله: (أَصَبتُ حَدًّا) معناه: مَعصِيَةً تُوجِبُ التَّعْزِيرَ، وَليسَ المُرَادُ الحَدَّ الشَّرعِيَّ الحَقِيقِيَّ كَحَدِّ الزِّنَا والخمر وَغَيرِهِمَا، فَإِنَّ هَذِهِ الحُدُودَ لا تَسقُطُ بِالصَّلَاةِ، ولا يجوزُ لِلْإِمَامِ تَركُهَا.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا ہے جس پر میں سزا کا مستحق ہو گیا ہوں۔ آپ وہ سزا مجھ پر نافذ فرمائیں اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اس آدمی نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی، جب نماز ختم ہو چکی تو اسی آدمی نے (پھر) کہا یا رسول اللہ! مجھ سے قابل سزا جرم ہو گیا ہے مجھ پر اللہ کی کتاب کا فیصلہ نافذ فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (اس نماز کی وجہ سے) تمہارا جرم معاف کر دیا گیا۔'' (بخاری ومسلم)

اَصَبتُ حَدًّا: اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جو قابل تعزیر ہے اس سے مراد حقیقی حد شرعی نہیں ہے جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ کی حد کیونکہ وہ حدیں نماز سے معاف نہیں ہوتیں نہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ اس کی حد کو چھوڑ دے۔

لغات: ❖اصبت: اصاب. السھم تیر کا ٹھیک نشانہ پر لگنا۔ الرجل درست کرنا۔ الشیء درست پانا۔ من الشیء لینا۔ جڑ سے اکھیڑنا۔ اصاب اصابۃ افعال سے درستگی کو پہنچنا یا درستگی کو پانا۔ مجرد نصر سے۔ صوبا درست ہونا۔

تشریح: اَصَبْتُ حَدًّا: مجھ سے ایسا گناہ ہو گیا ہے کہ جس پر حد واجب ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے علما رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ اس صحابی نے ایسا گناہ نہیں کیا جس پر حد واجب ہوتی ہو اگر حد واجب ہوتی تو آپ ﷺ حد ضرور جاری فرماتے۔ دراصل بات یہ تھی کہ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گناہ صغیرہ ہی سرزد ہوا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی صحبت کی برکت سے صحابہ معمولی سے گناہ کو اپنے لئے ہلاکت کا سبب سمجھتے تھے ان کا دل لرز جاتا تھا یہی معاملہ ان صحابی کے ساتھ بھی ہوا ان سے کوئی معمولی سا گناہ ہوا تھا مگر وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس گناہ کو اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ واقعی کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ (۱) بقول شاعر

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

آپ ﷺ نے اس صحابی سے اس کے گناہ کے بارے میں سوال کیوں نہیں کیا؟

وَلَمْ یَسْأَلْهُ عَنْهُ: آپ ﷺ نے اس سے گناہ کے بارے میں سوال نہیں فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان صحابی سے ان کے گناہ کے بارے میں کچھ دریافت نہیں فرمایا۔ محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعے اس کے گناہ کی اطلاع کر دی گئی ہو۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کے اس گناہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں فرمایا کہ وہ گناہ صغیرہ ہوگا جو نماز سے معاف ہو جاتا ہے اسی وجہ سے ختم نماز پر آپ نے اس کی معافی کی خوش خبری دی۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المحاربین تحت باب اذا اقر بالحد ولم یُبَیِّنْ هل للامام ان یستر علیه؟ ومسلم فی کتاب التوبة تحت باب ان الحسنات یذهبن السیئات.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی (۲) مرقاۃ، مظاہر حق ۱/۴۱۹

کھانے اور پینے کے بعد اللہ کی حمد کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

(۴۳۶) ﴿وعنه قال: قال رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضَى عن العَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الأَكْلَةَ، فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ، فَيَحْمَدَهُ عليها)﴾ (رواه مسلم)

(الْأَكْلَة): بفتح الهمزة وهى المرةُ الواحدةُ مِنَ الأكلِ كَالْغَدْوَةِ وَالْعَشْوَةِ، والله اعلم.

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا خوش ہوتا ہے جو کھانا کھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے یا پانی پیئے اور اللہ کی حمد کرے۔''

الاکلة: ہمزہ پر زبر یہ ایک مرتبہ کھانے کو کہتے ہیں جیسے صبح کا کھانا یا شام کا کھانا۔

لغات: ❖ الشربة: الشربة جو یکبارگی پیا جائے۔ جو ایک سانس میں پیا جائے۔ ایک بار پینا۔ شرب (س) شُرْبًا وَشَرْبًا وشِرْبًا ومَشْرَبًا وتَشْرَابًا الماء پانی پینا۔ پانی کا گھونٹ لینا۔

تشریح: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ: اللہ تعالیٰ بندے کی اس ادا سے بہت خوش ہوتے ہیں کہ بندہ ہر حال میں اللہ کے خوف سے امید کی کیفیت میں رہے یہاں پر وہ کھانا کھا بھی رہا ہے اور پانی وغیرہ بھی پی رہا ہے تب بھی وہ اللہ جل شانہ کو بھولا ہوا نہیں ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں اللہ جل شانہ نے عطا فرمائی ہیں اگر میں اللہ کو ناراض کروں گا تو کہیں یہ نعمتیں مجھ سے سلب نہ ہو جائیں۔

کھانے کی بعد کی دعائیں

اس کی حمد کرنے کے لئے احادیث میں نبی کریم ﷺ نے دعائیں بتائی ہیں کہ اس کے پڑھنے سے اللہ کی حمد ادا ہو جاتی ہے مثلاً ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا'' (۱) دوسری روایت میں یہ دعا بھی منقول ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَانَا وَاَرْوَانَا غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ (۲)

اگر کوئی بھی دعا یاد نہیں تو صرف الحمد للہ ہی کہہ لیا جائے۔ علما فرماتے ہیں حدیث بالا میں اللہ کی حمد کا ذکر ہے اور حمد الحمد للہ سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی كتاب الذكر والدعا تحت باب استحباب حمد الله تعالىٰ بعد الاكل والشرب واخرجه احمد /٢٨٣٤ و الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری کتاب الاطعمة

(۲) بخاری کتاب الاطعمة

(۳) روضة المتقین /۴۶۵

اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ گناہ گار لوگ توبہ کرلیں

(٤٣٧) ﴿وعن أبی موسیٰ رضی اللہ عنہ، عن النبیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، قال: (إِنَّ اللّٰہ تعالیٰ، یَبۡسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیۡلِ لِیَتُوۡبَ مُسِیۡءُ النَّھَارِ وَیَبۡسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوۡبَ مُسِیۡءُ اللَّیۡلِ حتی تَطۡلُعَ الشمۡسُ مِنۡ مَغۡرِبِھا)﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کے گناہ کرنے والے توبہ کرلیں اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کے گناہ کرنے والے توبہ کرلیں (یہ سلسلہ جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب کی طرف سے نہ طلوع ہو۔''

لغات: ❖ لیتوب: تاب (ن) تَوۡبًا وتَوۡبَۃً تَابَۃً وَمَتَابًا وَتَتُوبَۃً اِلَی اللّٰہِ گناہ سے روگردانی کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ نادم و پشیمان ہونا۔ صفت تائب اللّٰہ علیہ اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کرکے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا۔ صفت (تواب) اِسۡتَتَابَہٗ توبہ کرنے کی ترغیب دینا۔

تشریح: اس حدیث کا ترجمہ وتشریح اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ [1]

ہاتھ پھیلانے سے کیا مراد ہے

یَبۡسُطُ یَدَہٗ: ہاتھ پھیلاتا ہے۔ دراصل یہ کنایہ ہوتا ہے طلب کرنے سے۔ کیونکہ جب بھی کوئی آدمی کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اللہ جل شانہ گناہگاروں کو توبہ کی طرف بلاتے ہیں۔ بعض دوسرے علماء کی رائے یہ ہے ''ان میں علامہ مارزی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں'' کہ ہاتھ پھیلانا رحمت و مغفرت سے کنایہ ہے۔ [2] بقول شاعر ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں   راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں

سوال: اس حدیث میں اللہ جل شانہ کے ہاتھ کا ذکر ہے جب کہ اللہ اس سے پاک ہیں؟

جواب: علما فرماتے ہیں ایسے موقع پر اس جیسے الفاظ پر ایمان رکھنا ضروری ہے، یہ متشابہات میں سے ہے۔ بعض فرماتے ہیں ''یبسط یدہ'' یہ کنایہ ہوتا ہے توبہ کے قبول کرنے سے۔

اَنۡ تَطۡلُعَ الشَّمۡسُ مَنۡ مَغۡرِبِھَا: کہ سورج مغرب سے نکلے۔ یہ قیامت کے قریب ہوگا اس جملہ میں ترغیب ہے کہ اللہ جل شانہ لوگوں کی توبہ اس وقت تک قبول کرتے رہیں گے جب کہ سورج مغرب سے نہ نکلے، اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

تخریج حدیث: اخرجہ مسلم فی کتاب التوبۃ تحت باب قبول التوبۃ من الذنوب وان تکررت۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) باب التوبۃ حدیث نمبر ۱۷ پر گزر چکی ہے۔ (۲) مرقاۃ

حضرت عمرو بن عبسہ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

(٤٣٨) ﴿وعن أبى نجيحٍ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ بفتحِ العين والباء. السُّلَمِيّ رَضِىَ اللّٰهُ عنه قَالَ: كُنْتُ وَأَنَا فى الجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا على شَيْءٍ، وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ الْأَوْثَانَ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا، فَقَعَدْتُ على رَاحِلَتِى، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُسْتَخْفِيًا جُرَآءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ، فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ، فقلتُ له: ما أَنْتَ؟ قال: أَنَا نَبِيٌّ قلتُ: وما نبيٌّ؟ قال: (أَرْسَلَنِى اللّٰهُ) قُلْتُ: وبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ؟ قال: أَرْسَلَنى بِصِلَةِ الْأَرْحَامِ، وكَسْرِ الأَوْثَانِ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ لا يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ) قُلْتُ: فَمَنْ مَعَكَ عَلٰى هٰذَا؟ قَالَ: (حُرٌّ وَعَبْدٌ) ومعهُ يَوْمَئِذٍ أَبوبكرٍ وبِلالٌ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: إِنى مُتَّبِعُكَ، قال: (إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذا، أَلاتَرىٰ حَالِى وحالَ النَّاسِ؟ وَلٰكِنِ ارْجِعْ إلى أَهْلِكَ فَإِذا سَمِعْتَ بِى قد ظَهَرْتُ فَأْتِنى) قال: فَذَهَبْتُ إلى أَهْلِى، وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، المَدِيْنَةَ، وكنتُ فى أَهْلِى، فَجَعَلْتُ أَتخَبَّرُ الأَخْبَارَ، وَأَسْأَلُ النَّاسَ حين قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، حَتّٰى قَدِمَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ المدينة، فقلتُ: مَا فَعَلَ هذا الرَّجُلُ الَّذِىْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ؟ قالوا: النَّاسُ إِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ، فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذٰلِكَ، فَقَدِمتُ المَدِيْنَةَ، فَدَخلتُ عَلَيْهِ، فقلتُ: يا رسولَ اللّٰهِ أَتعرِفُنِىْ؟ قال: (نَعَمْ أَنْتَ الَّذى لَقِيتَنى بِمَكَّةَ) قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِىْ عمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَأَجْهَلُهُ، أخبِرْنى عَنِ الصَّلاةِ؟ قال: (صَلِّ صَلاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ اقْصُرْ، عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ قِيدَ رُمْحٍ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَان، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحضُورَةٌ حتى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بالرُّمحِ، ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّهُ حينئذٍ تُسْجَرُ جهَنَّمُ، فإذا أَقْبَلَ الفَيْءُ فَصَلِّ، فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّىَ الْعَصْرَ، ثم اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى تغْرُبَ الشَّمْسُ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَىِ شَيْطَان، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الكُفَّارُ) قَالَ: فَقُلْتُ: يا نَبِىَّ اللّٰهِ، فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِىْ عَنْهُ؟ فَقَالَ: (ما مِنْكُمْ رجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ، فَيَتَمَضْمَضُ ويَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ، إلَّا خَرَّتْ خطَايَا وَجْهِهِ وَفِيْهِ

وَخَيَاشِيمِهِ، ثم إذا غَسَلَ وَجْهَهُ كما أَمَرَهُ اللّٰهُ،إلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطرافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، إلَّا خَرَّتْ خطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثم يَمْسَحُ رَأسَهُ، إلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ، ثم يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الكَعْبَيْنِ، إلَّا خَرَّتْ خطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، فإنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى، فَحَمِدَ اللّٰه تَعَالٰى، وأَثْنَى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِیْ هُوَ لَهُ أَهلٌ، وفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى، إلَّا انصَرَفَ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يوم وَلَدَتْهُ أُمُّهُ).

فحدّث عَمرُو بن عَبَسَةَ بهذا الحديث أَبَا أُمَامَةَ صَاحِبَ رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقال له أبو أُمَامَةَ: يا عَمْرُو بنُ عَبَسَةَ، اُنْظُرْ مَا تَقُولُ! فی مقامٍ وَاحِدٍ يعطى هذا الرَّجُلُ؟ فقال عَمرو: يا أَبَا أُمامة، لقد كبِرَتْ سِنِّي، ورَقَّ عظمِي، وَاقْتَرَبَ أَجلی، وما بِیْ حَاجَةٌ أنْ أكذِبَ على اللّٰهِ تعالٰى، ولا على رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لو لم أَسْمَعْهُ مِن رسولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثلاثًا، حَتَّى عَدَّ سبعَ مَرَّاتٍ، ما حَدَّثْتُ أَبَدًا به، ولِكنِّی سمِعْتُهُ أَكثر من ذلك (رواه مسلم)

قوله: (جُرَآءُ عليهِ قومُه): هو بجيمٍ مضمومة وبالمدّ على وزنِ عُلماءَ، أی: جاسِرُونَ مُستطِيلونَ غيرُ هائِبينَ. هذه الرواية المشهورةُ، ورواه الحُمَيْدِی وغيرُه: (حِراءٌ) بكر الحاء المهملة، وقال: معناه: غضابٌ ذَوُ غَمٍّ وهمٍّ، قد عِيْلَ صبرُهُمْ به، حتّى أَثَّرَ فی أجسامِهِمْ، من قوْلِهِم: حَرَى جِسمُهُ يَحرَى، إذا نَقصَ مِنْ أَلمٍ أَوْ غمٍّ ونحوِهِ، والصَّحيحُ أَنَّهُ بالجيمِ. قوله: صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (بين قَرنَی شيطانٍ) أَیْ: ناحيتی رأسِه، والمرادُ التَّمثيلُ، معناهُ: أنه حينئذٍ يَتحرَّكُ الشَّيطانُ وشِيعتُه، وَيَتسلَّطُونَ. وقوله: (يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ) معناه: يُحضِرُ المَاءَ الذی يَتوَضَّأُ به. وقوله: (إلَّا خَرَّتْ خَطايا) هو بالخاء المعجمة: أَیْ سقطَتْ، ورواه بعضُهُم (جرَتْ) بالجيم، والصحيح بالخاءِ، وهو رواية الجُمهور. وقوله: (فَيَنْتَثِرُ) أَیْ: يَسْتَخرِجُ ما فی أَنفِهِ مِنْ أذًى والنَّثْرَةُ: طَرَفُ الانفِ.

ترجمہ: ''حضرت ابونجیح عمرو بن عبسہ السلمی (عین اور باء کے زبر کے ساتھ) سے روایت ہے کہ میں اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں کہ وہ کسی دین پر نہیں ہیں کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں، پھر میں نے ایک شخص کے بارے میں سنا کہ وہ مکے میں کچھ نئی نئی باتیں کرتے ہیں چنانچہ میں اپنی سواری پر

بیٹھا اور اس شخص کے پاس مکے میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چھپ کر اپنا تبلیغی کام کر رہے ہیں اور آپ ﷺ پر آپ کی قوم مخالفت میں دلیر ہے، پس میں نے چوری چھپے آپ ﷺ سے ملنے کی تدبیر کی حتی کہ میں مکے میں آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا میں نے آپ ﷺ سے کہا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں، میں نے عرض کیا نبی کون ہوتا ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (جسے اللہ اپنے احکام دے کر بھیجتا ہے) اور مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا آپ کو اللہ نے کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں صلہ رحمی کا حکم دوں گا، بتوں کو توڑوں گا اور یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، میں نے عرض کیا اس کام پر آپ ﷺ کے ساتھ کون کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آزاد شخص اور ایک غلام ہے، اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھے۔ میں نے کہا کہ میں بھی آپ کا پیروکار ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا تم آج اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے کیا تم میرا اور ان لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے ہو؟ لہٰذا تم اپنے گھر والوں کی طرف چلا جا جب میرے بارے میں سن لو کہ میں غالب آگیا تو میرے پاس چلے آنا۔ پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ (مکہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ تشریف لے آئے اور میں اپنے گھر والوں میں تھا۔ پس آپ کے بارے میں خبریں معلوم کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ کچھ لوگ ہمارے اہل سے مدینہ منورہ گئے میں نے (واپسی پر) ان سے پوچھا اس آدمی کا کیا حال ہے جو مدینہ میں آیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا لوگ تیزی کے ساتھ اس کی طرف جا رہے ہیں، ان کی قوم نے اس کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا تھا مگر وہ اس کو قتل نہ کر سکے۔ یہ سن کر میں مدینہ آیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ تم وہی ہو جو مجھے مکہ میں ملے تھے۔ پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو سکھائی ہیں اور میں ان باتوں سے ناواقف ہوں مجھے نماز کے بابت بتائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم صبح کی نماز پڑھو پھر سورج کے ایک نیزے کے مقدار بلند ہونے تک نماز سے رکے رہو اس لئے کہ جب تک سورج طلوع ہوتا رہتا ہے تو سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر لوگ شیطان کو سجدہ کرتے ہیں۔ پھر تم نماز پڑھو۔ اس لئے کہ نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ پھر نماز سے رک جاؤ اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ پھر جب سایہ بڑھنے لگے تو نماز پڑھو اس لئے کہ نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تم عصر کی

نماز پڑھو۔ پھر نماز سے رک جاؤ۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے اس لئے کہ سورج شیطاں کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت شیطان کو کافر سجدہ کرتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ کے نبی آپ مجھے وضو کے متعلق بتلائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص وضو کا پانی اپنے قریب کرے تو وہ مضمضہ (کلی) کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔ پھر ناک صاف کرے تو اس کے چہرے، منہ اور ناک کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے جیسے اللہ نے حکم دیا ہے۔ تو اس کے چہرے کی غلطیاں اس کے گالوں کے کناروں کے ساتھ پانی سے صاف ہوتی ہیں پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ اس کے انگلیوں کے پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ اس کے بالوں کے کناروں سے نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے گناہ اس کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں پھر وہ کھڑا ہوا اور نماز ادا کی اور اس میں اللہ کی حمد وثناء اور بزرگی کو اس طرح ادا کیا جس طرح اللہ جل شانہ کی شان ہے اور اپنے دل کو اللہ کے لئے فارغ کر دیا۔ تو گناہوں سے وہ اس طرح صاف ہوکر نکلتا ہے جیسے کہ وہ اس وقت ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

اس روایت کو عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی سے بیان کیا ہے ان سے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عمرو دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو؟ ایک ہی جگہ پر ایک آدمی کو یہ مقام دے دیا جائے گا؟ حضرت عمرو نے کہا اے ابوامامہ میری عمر گھٹ گئی میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور میری موت آئی مجھے تو کوئی ضرورت نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولوں اگر میں نے آپ ﷺ سے نہ سنا ہوتا مگر ایک بار یا دو بار یا تین بار یہاں تک کہ سات بار جو کہ ہمیشہ بیان کیا، نہ کرتا لیکن میں نے تو اس کو اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے۔

جُرَآءُ علیهِ قومُه: یعنی وہ آیت پر بڑی جسارت کرنے والے ہیں اور اس میں قطعاً ڈرنے والے نہیں یہ مشہور روایت ہے اور حمیدی نے اس کو حراء نقل کیا ہے اس کا معنی غضب ناک غم اور فکر کرنے کے ہیں یہاں تک کہ ان کا پیمانہ صبر سے لبریز ہوجائے۔ اور وہ غم ان کے جسم میں اثر کر جائے جیسے کہ محاورۃً کہا جاتا ہے حَرَی جِسمُهُ یَحْرَی یعنی جب جسم غم ورنج وغیرہ سے کمزور ہوجائے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ جسم کے ساتھ ہے۔

بین قَرنَی شیطانٍ: شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان۔ یعنی اس کے سر کے دونوں کناروں کے

درمیان اور مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان اور اس کی جماعت اس وقت حرکت میں آتے ہیں اور تسلط وغلبہ کرتے ہیں۔

یُقَرِّبُ وَضُوءَہ: کبھی اس پانی کو خرید لاتے جس سے وضو کرنا ہے۔

اِلَّا خَرَّتْ خَطَایَا: گناہ معاف ہوجاتے ہیں بعض نے جرت بھی روایت کیا ہے اور صحیح لفظ خاء کے ساتھ ہے اور جمہور کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

فَیَنْتَثِرُ: ناک صاف کرنا۔

نشرۃ: ناک کی ایک جانب کو کہتے ہیں۔''

لغات: ❖ فتلطفت: تلطف خاکساری کرنا۔ بہ حیلہ کر کے بھیدوں کو معلوم کرنا۔ الامر وفی الامر نرمی برتنا۔ خورت خر (ن ض) خَرَّ وخروراً بلندی سے پستی میں گرنا۔ خَرَّ لِلّٰہِ سَاجِدًا اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہے ہوئے گر پڑا۔

تشریح: اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ ذٰلِکَ یَوْمَکَ ھٰذَا: تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

اس سے بعض علما نے استدلال کیا ہے کہ جب دعوت دینے والا کمزور ہو اور اس کے مخالفین طاقت ور ہوں تو اس کو اپنی افرادی قوت کی حفاظت ضروری ہے تاکہ حاصل شدہ افرادی قوت ضائع نہ ہوجائے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک طرف ان کے گھر بھیج دیا اور دوسرا اپنے اسلام کو مخفی رکھنے کی بھی تاکید فرمائی۔

فَاِذَا سَمِعْتَ بِیْ قَدْ ظَھَرْتُ فَأْتِنِیْ: میرے بارے میں سنے کہ غالب آگیا تو پھر تم آجانا۔

اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حق کی دعوت دینے والے کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ انشاء اللہ مجھ کو فتح اور غلبہ ضرور حاصل ہوگا اگرچہ حالات ابھی کتنے ہی ناموافق اور نامساعد ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ جل شانہ ان ہی حالات کو بدل کر دین کی دعوت دینے والے کو غالب فرما دیں گے [۱] اگرچہ اس وقت حالات بالکل برعکس تھے مگر اس پر یقین تھا کہ دین اسلام غالب آئے گا۔ بقول شاعر ؎

تیری ہر ایک بات پر مجھ کو نہ ہو یقین کیوں ضعف کا نام تک نہیں ہے میرے اعتقاد میں

نماز میں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں

فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ مَشْھُوْدَۃٌ مَحْضُوْرَۃٌ: مطلب یہ ہے کہ جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو فرشتے بھی حاضر ہوجاتے ہیں اور پھر وہ اللہ جل شانہ کو حالات سناتے ہیں۔ تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز نہایت اطمینان اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے تاکہ جب اللہ جل شانہ کی طرف اس کی نماز پہنچے، تو اللہ جل شانہ بھی اس سے خوش ہوجائیں۔ [۲]

حَتّٰی یَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ: یہاں تک کہ سایہ ایک نیزے کے برابر ہوجائے۔

نیزے کا تذکرہ صحابی کے سمجھانے کے لئے فرمایا کیونکہ عرب میں نیزے کا استعمال بہت زیادہ تھا مگر اب علوم فلکیات والوں نے اپنے علم کے اعتبار سے طلوع وغروب وغیرہ کا تعین کر دیا ہے اس فلکیات کے نظام سے فائدہ اٹھانے میں کوئی بھی حرج نہیں ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها تحت باب اسلام عمرو بن عبسة رضی الله عنه.

راوی حدیث حضرت عمرو بن عبسہ کے مختصر حالات:

نام: عمروابونجیح کنیت والد کا نام عبسہ بن عامر والدہ کا نام رملہ بنت دقیعہ تھا عمرو بن عبسہ یہ ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں۔

ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے جو کہ واقعہ حدیث بالا میں موجود ہے۔ طائف اور فتح مکہ وغیرہ غزوات میں آپ کے ساتھ شریک رہے، طائف کے محاصرہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ایک تیر چلائے گا اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھل جائے گا۔ یہ بشارت سن کر انہوں نے ۱۶ تیر چلائے۔ (مسند احمد ۴/۱۱۳)

وفات: صاحب اصابہ فرماتے ہیں ان کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں ہوا۔ (اصابہ: ۲/۵)

مرویات: ان کو نبی کی صحبت میں رہنے کا موقع بہت کم ملا مگر اس قلیل مدت میں بھی ان سے ۴۸ روایات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۹۱)

---

(۱) روضۃ المتقین: ۱/۴۶۷ (۲) نزہۃ المتقین: ۱/۳۴۴ (۳) دلیل الفالحین: ۲/۳۵۰

جب اللہ کسی امت سے خوش ہوتے ہیں تو اس کے نبی کو پہلے دنیا سے اٹھا لیتے ہیں

(٤٣٩) ﴿وَعَنْ أَبِي مُوسٰى الْأَشعری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قال: (إذا أرادَ اللّٰهُ تَعَالٰى، رحمةَ أُمَّةٍ، قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا، فَجَعَلَهُ لها فَرَطًا وسلفًا بَيْنَ يَدَيها، وإذا أَرَادَ هَلَكَةَ أُمَّةٍ، عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ، فَأَهْلَكَهَا وهوَ حَيٌّ ينظُرُ، فأَقَرَّ عَيْنَهُ بِهلاكِهَا حِينَ كَذَّبُوهُ وَعَصَوْا أَمْرَهُ)﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو امت سے پہلے اس امت کے نبی کی روح قبض فرما لیتا ہے۔ پس نبی کو اس کے لئے پیش رو اور پہلے پہنچ کر ترتیب بنانے والے کی طرح بنا دیتا ہے اور جب اللہ کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو نبی زندہ ہوتا ہے ان کی تباہی اور بربادی کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور قوم کی تباہی سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا ہے اس لئے کہ یہ لوگ نبی کو جھٹلاتے رہے اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتے رہے۔“

لغات: ❖ فَرَطًا: فَرَطَ (ن) فروطًا آگے بڑھنا، مقدم ہونا، فروطًا فی الامر کوتاہی کرنا۔ منه قول بغیر سمجھے بوجھے کہنا۔ فرط (ن ض) فرطا وفراطةً القوم گھاس پانی کی طرف قوم سے پہلے جانا۔ صفت فارط.

تشریح: اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَحْمَةَ اُمَّةٍ: جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں۔

علما فرماتے ہیں حدیث بالا میں ایک طرف تو صحابہ کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ تم نے اپنے رسول کا ساتھ دیا اور ان کو خوش کر دیا۔ تو اب تم پرواہ نہ کرو قیامت کے خوفناک حالات میں نبی تمہارے ساتھ ہوگا اور تمہاری شفاعت فرمائیں گے کیونکہ نبی اپنی امت کا سالار ہوتا ہے، شفاعت اس کی ہوگی جو فرماں بردار ہوگا۔ بقول شاعر ؎

وہ پیمبر جسے سرتاج رسل کہتے ہیں اس کی امت کو ذرا تابع فرمان کر دے

اور اس حدیث میں مشرکین کو ڈرانا بھی ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے باز آ جاؤ ایسا نہ ہو کہ نبی کے ہوتے ہوئے دنیا ہی میں تم کو اللہ کا عذاب پکڑ لے۔ (۱) جیسے کہ قوم لوط، قوم صالح، ہو قوم نوح علیہم السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب فضائل النبی صلی الله علیه وسلم تحت باب اذا اراد الله تعالیٰ رحمة امة قبض نبیها قبلها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۳۳۵

(۵۲) بَابُ فَضْلِ الرَّجَاءِ

اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنے کی فضیلت

﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِخْبَارًا عَنِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ: وَأُفَوِّضُ أَمْرِيْ إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا﴾ (غافر: ۴۴، ۴۵)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ ایک نیک انسان کے قول کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اور میں اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں بے شک خدا بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ غرض خدا نے ان کو (موسیٰ علیہ السلام سمیت) ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا۔''

تشریح: ماقبل سے اس آیت کا ربط یہ ہے کہ قوم فرعون میں سے ایک آدمی مسلمان ہوا اس نے اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا اور اس نے سمجھایا کہ تم کو جب اللہ کا عذاب پکڑے گا تب میری باتیں تم کو سمجھ میں آئیں گی مگر اس وقت سمجھ میں آنا بے کار ہوگا اور جب اس مؤمن آل فرعون کا ایمان ان لوگوں پر ظاہر ہوگیا، تو اب اس کو فکر لاحق ہوئی کہ اب یہ لوگ مجھ کو سزا دیں گے تو

اب اس پر یہ کہتا ہے:

أُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ: کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپر کرتا ہوں وہ اللہ اپنے بندوں کا محافظ اور نگراں ہے۔

امام تفسیر امام مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس مؤمن آل فرعون کو اس قوم نے عذاب دینے کے لئے پکڑنا چاہا تو وہ پہاڑ کی طرف بھاگ گئے اور ان کی گرفت میں وہ نہ آسکے اور وہ روپوش ہو گئے۔

فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا: جب وہ مؤمن روپوش ہو گئے ان کو تلاش کرنے کے باوجود ان کو نہ مل سکے، تو اس طرح اللہ نے اس مؤمن کو ان کی قوم کے عذاب سے بچا لیا اور قوم فرعون کو غرق کر دیا مگر اس مؤمن کو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات دی دنیا میں، آخرت کی نجات بھی ظاہر ہے۔ (۲)

(۱) سورۃ الغافر آیت: ۴۴، ۴۵ (۲) تفسیر مظہری: ۱۰/ ۳۳۵، معارف القرآن: ۷/ ۶۰۲

اللہ بندے کے گمان کے مطابق عمل کرتا ہے

(٤٤٠) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: (قَالَ اللّٰهُ، عَزَّوَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَأَنَا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِیْ، وَاللّٰهِ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ شِبْرًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ ذِرَاعًا، تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وإذا أَقْبَلَ إِلَیَّ يَمْشِیْ، أَقْبَلْتُ إِلَيه أُهَرْوِلُ) متفقٌ عليه وهذا لفظ إحدى روايات مسلم.﴾

وتقدَّم شرحُهُ في الباب قبله. وروى في الصحيحين: (وأنا معه حينَ يذكُرُني) بالنون وفي هذه الرواية (حيثُ) بالثاء وكلاهما صحيح.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں، میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں جیسے وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ خدا کی قسم اللہ پاک اپنے بندے کی توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو جنگل میں اپنی گم شدہ چیز کے پالینے کے بعد خوش ہوتا ہے اور جو شخص ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس کے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جب وہ آہستہ آہستہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (بخاری و مسلم، یہ الفاظ مسلم کی روایات میں سے ایک روایت کے ہیں) اس کی تشریح اس سے پہلے

باب میں گزر چکی ہے اور صحیحین کی روایت میں حیث کی جگہ حین کا لفظ منقول ہے اور دونوں صحیح ہیں۔"

لغات: ❖ ضالته: ضل (س ض) ضلالاً وضلالة کج راہ ہونا۔ دین سے پھرنا۔ حق راستہ سے ہٹنا۔ بھٹکنا۔ صفت (ضال) الطریق اوعنه راستہ بھٹکنا۔ الشیء عنه چیز کا ضائع ہونا۔

تشریح: اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ: حدیث بالا میں اللہ جل شانہ کے ساتھ حسن سلوک رکھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے جیسا کہ بندہ خدا کے ساتھ گمان کرتا ہے اللہ جل شانہ ایسا ہی اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں مثلاً وہ گمان کرتا ہے کہ اللہ معاف کر دے گا۔ تو امید ہے کہ وہ معاف کر دیا جائے گا اگر وہ گمان کرتا ہے کہ مجھ کو عذاب دیا جائے گا تو اس کو عذاب ہی ہوگا۔ بعض علما فرماتے ہیں حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کی امید یہ اس کے عذاب کے خوف پر غالب ہونی چاہیئے۔ روایت میں آتا ہے قیامت کے دن ایک آدمی کے لئے جہنم کا جب فیصلہ ہوگا تو وہ یہ کہے گا کہ اے اللہ میں تو تیرے بارے میں اچھا گمان رکھتا تھا۔ اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ چلو اس کو واپس لے آؤ۔ میں بندہ کے گمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ [1]

وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ: مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ جل شانہ بھی اس پر توجہ فرماتے ہیں اور اس پر مدد و نصرت بھیجتے ہیں بشرطیکہ اللہ کو دل سے یاد کیا جائے بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا　　　ذکر میں تاثیر دور جام ہے

وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِکُمْ: یہاں سے اللہ جل شانہ کی رحمت و کرم کو بیان کیا جا رہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بندے کی طرف سے تھوڑی سی توبہ ہوتی ہے تو اللہ جل شانہ کی طرف سے بے شمار توجہ اور التفات ہونے لگتا ہے۔ [2] اس لئے بندے پر لازم ہے کہ ہر وقت اللہ کی طرف توجہ کرے کیوں کہ ہم اللہ کے علاوہ کہاں جائیں گے بقول شاعر

حیا آتی ہے تیرے سامنے کس طرح آؤں　　　نہ آؤں تو دل مضطر کو لے کر پھر کہاں جاؤں

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التوحید تحت باب قول الله تعالیٰ ویحذرکم الله نفسه، ومسلم فی کتاب التوبة تحت باب فی الحض علی التوبة وفرح بها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق جدید: ۲/۴۸۳　　(۲) اس حدیث کی وضاحت حدیث نمبر (۴۱۶) کے ضمن گزر چکی ہے

دنیا سے رخصت ہونے سے تین دن پہلے آپ ﷺ نے فرمایا

(۴۴۱) ﴿وعن جابر بنِ عبدالله رضیَ اللهُ عنهما، أنَّهٗ سَمِعَ النَّبیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثَةِ أَیَّامٍ یقولُ: (لَا یَمُوْتَنَّ أَحَدُکُم إِلَّا وَهُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)﴾ (راوہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا، تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر یہ کہ وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الظن: ظن (ن) ظنًا الشيء: جاننا۔ یقین کرنا۔ ظنوا ان لا ملجاء من اللّٰہ الا الیہ انہوں نے یقین سے جان لیا کہ اللہ کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کے پاس۔ اور گمان کے معنی بھی دیتا ہے جیسے ظننت زیداً صاحبک ظَنَّهٗ وَاظَّنَّهٗ وَاظَنَّهٗ وِاظْطَنَّهٗ بکد متہم کرنا۔ اظنہ الشیء وہم میں ڈالنا۔

تشریح: آدمی کی موت اچھی حالت میں کیسے آسکتی ہے؟

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو ہر وقت اچھے کاموں میں لگے رہنا چاہئے کہ معلوم نہیں کہ کسی وقت بھی موت آ جائے، جب دنیا میں نیک اعمال کرتا رہے گا تو موت بھی اسی حالت میں آئے گی اور پھر اسی اچھی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ جیسے کہ دوسری روایت میں آتا ہے:

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ: (۱) ہر آدمی کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی موت آئی تھی، اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں آتا ہے:

ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى نِيَّاتِهِمْ: (۲) کہ پھر ہر ایک کو اس کی نیت کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا۔

حدیث کا مفہوم قرآن میں

علماء حدیث فرماتے ہیں اس حدیث کا مفہوم قرآن مجید میں پایا جاتا ہے:

وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ: (۳) تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنة تحت باب الامر بحسن الظن بالله تعالیٰ عند الموت. واحمد ۱۴۱۲۷/۵ وابن ماجه حبان /۶۳۶ وهكذا فى البيهقى ۳۷۸/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) سوۃ آل عمران آیت: ۱۰۲

آدمی کے گناہ آسمان کے کنارے تک پہنچ جائیں تب بھی اللہ توبہ کرنے سے معاف فرما دیتے ہیں

(۴۴۲) ﴿وعن أنسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قال: سمعتُ رسولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يقول: (قال

اللّٰہُ تعالیٰ: یَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِی وَرَجَوْتَنِی غَفَرْتُ لَکَ عَلی ما کَانَ مِنکَ وَلا أُبَالِی، یَا ابْنَ آدَمَ، لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُکَ عَنَانَ السماءِ، ثم اسْتَغْفَرْتَنِی غفرتُ لکَ، یَا ابْنَ آدَمَ، إِنَّکَ لَو أَتَیْتَنِی بِقُرابِ الأرْضِ خطایا، ثُمَّ لَقِیْتَنِی لا تُشْرِکُ بی شَیْئًا، لأَتَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً) رواه الترمذی. وقال: حدیث حسن۔

(عَنَانُ السمَاء) بفتح العین، قیل: هو مَا عَنَّ لَکَ منها، أی: ظَهَرَ إِذَا رَفَعْتَ رَأْسَکَ وقیلَ: هو السَّحَابُ، و (قُرَابُ الأرض) بضم القاف، وقیل بکسرها، والضم أصح وأشهر، وهو: ما یُقَارِبُ مِلأَهَا، واللّٰه اعلم.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: اے انسان! تو نے مجھے نہ پکارا اور نہ مجھ سے امیدیں وابستہ کیں، میں تجھے معاف کر دیتا خواہ جیسے بھی گناہ تجھ سے سرزد ہو جاتے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کے کنارے تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی کا طلب گار ہو تو تجھے میں معاف کر دوں گا۔''

اے آدم کے بیٹے! اگر تو زمین کے بھرنے کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آئے لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں زمین کے بھرنے کے بقدر مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا۔ (ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور کہا: حدیث حسن ہے)۔

عَنَانُ السَّمَاءِ: عین کے زبر کے ساتھ بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں جو تیرے لئے اس سے ظاہر ہو یعنی جب اپنا سر اٹھا کر دیکھے۔ اور بعض کے نزدیک اس کا معنی بادل ہے ''قُرَابُ الْاَرْضِ'' قاف کے پیش کے ساتھ یا زیر کے ساتھ لیکن پیش کے ساتھ زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیز زمین بھرنے کے قریب ہو۔

لغات: ❖ رَجَوْتَنِی: رَجَا (ن) رَجَاءَ وَرَجْوًا وَرَجَاةً وَمَرْجَاةً وَرَجَاوَةً وَرَجَاءَةً امیدوار رہنا۔ الشیء امید رکھنا۔ خوف کرنا۔ الرجل کسی سے امید باندھنا۔

تشریح: لَوْبَلَغَتْ ذُنُوبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ: مطلب یہ کہ اگر نادانی میں، غفلت میں آدمی سے گناہ ہو گئے ''مبالغة'' کہا جا رہا ہے کہ وہ گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں تب بھی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے یعنی گناہ گار جب خلوص دل سے توبہ کرے گا تو اللہ جل شانہ اس کو اپنے آغوش رحمت میں لے کر اس کے سارے گناہوں کو دھو دے گا[1]

بشرطیکہ آنسو بھی نکال لے بقول خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستین ہوتی

سبق آموز واقعہ

علامہ قلیب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ جب حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار ہوئے تو حضرت حماد بن سلمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حماد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: کہ کیا آپ کو اس بات کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ جیسے کو بخش دے گا؟ حضرت حماد نے جواب دیا کہ اگر مجھے اختیار دے دیا جائے کہ حساب کے لئے اپنے باپ کے پاس پیش ہو جاؤ یا اللہ جل شانہ کے پاس، تو میں اللہ جل شانہ کے پاس ہی حساب کے لئے پیش ہوں گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ باپ سے زیادہ مجھ پر رحم کرتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الدعوات تحت باب غفران الذنوب مهما عظمت. وفی اسناده کثیر بن فائد لم یوثقه غیر ابن حبان لکن للحدیث شاهد عن ابی ذر رضی الله عنه عند احمد والدارمی واخر من ابن عباس عند الطبرانی فالحدیث حسن بشواهده. والله تعالیٰ اعلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین: ۱/۴۷۲، دلیل الفالحین: ۲/۳۶۷ (۲) مظاہر حق جدید: ۲/۵۶۰

(۵۳) بَابُ الْجَمعِ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

خوف اور امید دونوں کو ایک ساتھ جمع رکھنے کا بیان

﴿اعْلَمْ أَنَّ الْمُخْتَارَ لِلْعَبْدِ فِي حَالِ صِحَّتِهِ أَنْ يَكُوْنَ خَائِفًا رَاجِيًا، وَيَكُونَ خَوْفُهُ وَرَجَاؤُهُ سواءً، وفى حالِ المَرَضِ يُمَحِّضُ الرَّجَاءَ. وقواعِدُ الشَّرْعِ من نُصُوصِ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَغَيْرِ ذلک مُتَظَاهِرَةٌ عَلٰى ذٰلِکَ.﴾

ترجمہ: ''انسان کے لئے حالت صحت میں پسندیدہ بات یہ ہے کہ وہ اللہ کا ڈر اور اس سے امید دونوں کو ایک ساتھ رکھے، حالت مرض میں خالص امید کو جمع خاطر رکھے۔ کتاب وسنت وغیرہ کے نصوص، شرعی قواعد اس پر واضح دلالت کرتے ہیں۔''

مشرکین اللہ سے نہیں ڈرتے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَلاَ یَأمَنُ مَکْرَاللّٰہِ إِلَّا الْقَوْمُ الخَاسِرُوْنَ.﴾ (الاعراف: ۹۹)

ترجمہ: ”ارشاد خداوندی ہے: سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے ڈر سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔“

تشریح: مَکْرَاللّٰہِ: اس سے مراد اللہ کی طرف سے دی گئی ڈھیل ہے کہ جب لوگ دنیا کی عیش و راحت میں مست ہو کر اللہ جل شانہ کو بھلا بیٹھتے ہیں تو ان کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ وہ اس بات سے بے فکر نہ ہو اللہ جل شانہ کا عذاب ان پر رات کے وقت یا دن کے وقت کسی بھی وقت آ سکتا ہے۔ (۲)

فَلاَ یَأْمَنُ مَکْرَاللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ: جیسے کہ پچھلی قوموں میں ایسا ہوا، عقل مند کا کام یہ ہے کہ دوسروں کے حالات سے عبرت حاصل کرے کہ جو کام دوسروں کے لئے ہلاکت و بربادی کا سبب بن چکے ہیں ان کے پاس جانے سے بچے۔ (۳)

(۱) معارف القرآن: ۴/۱۶، تفسیر مظہری: ۴/۳۵۶ (۲) معارف القرآن: ۴/۱۶

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿إِنَّہٗ لاَ یَیْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ إِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ.﴾ (یوسف: ۸۷)

ترجمہ: ”ارشاد خداوندی ہے: اللہ کے ڈر سے وہی لوگ نڈر ہوتے ہیں جو خسارہ پانے والے ہیں۔“

تشریح: ایمان والے ہر حال میں اللہ جل شانہ پر اعتماد رکھتے ہیں ان کو یقین ہوتا ہے کہ شر سے خیر، اللہ نکال سکتے ہیں اسی طرح سے خیر میں سے شر کا نکالنا اللہ کا کام ہے بخلاف کفار کے کہ وہ حالات پر خوش ہوتے ہیں، اگر موافقت کے حالات آ گئے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر غیر موافق حالات آئے تو اب وہ مایوس ہونے لگتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ. (سورۃ آل عمران: ۱۰۶)

ترجمہ: ”جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے چہرے کالے سیاہ۔“

تشریح: قیامت کے دن بعض لوگوں کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے اور بعض لوگوں کے چہرے سیاہ اور تاریک ہوں گے یہ کون لوگ ہوں گے ان کے بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں سفید چہروں سے مراد اہل سنت کے چہرے ہیں اور سیاہ چہروں سے مراد اہل بدعت کے چہرے ہیں۔

حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مہاجرین و انصار کے چہرے قیامت کے دن سفید ہوں گے اور قبیلہ بنی قریظہ

اور بنی نضیر کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (۱)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سیاہ چہرے اہل کتاب کے ہوں گے اور اہل ایمان کے چہرے سفید اور چمکدار ہوں گے۔ آخر میں امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مؤمنین مخلصین کے چہرے سفید ہوں گے ان کے علاوہ تمام لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (۲)

بعض مفسرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تبیض وجوہ" میں بیاض کو سواد پر مقدم اس لئے کیا کہ اللہ جل شانہ اپنی رحمت کو مقدم رکھتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بنایا اس لئے کہ اس پر رحم کریں نہ کہ اس کو سزا دیں۔

(۱) تفسیر القرطبی (۲) قرطبی

اللہ جلد عذاب دینے والا ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی: ﴿إِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ وَإِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

(سورۃ الاعراف: ١٦٧)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔ بے شک تمہارا پروردگار جلد عذاب دینے والا ہے اور وہ یقیناً بخشنے والا مہربان ہے۔"

تشریح: ان آیات میں مخاطب اول تو یہودی ہیں ان کو ڈرایا جا رہا ہے کہ اللہ تم سے جلد حساب لینے والا ہے۔ دنیا میں سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو سزا دی پھر بخت نصر کو اللہ نے ان پر مسلط کیا جس نے ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا اور جوانوں کو قتل کیا۔ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے تک ان پر ٹیکس مسلط تھا۔ پھر آپ ﷺ نے بھی قبیلہ بنی قریظہ کو قتل اور غلام بنایا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلا وطن کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خیبر اور فدک سے بھی جلا وطن کر دیا۔ (۱)

سَرِیْعُ الْعِقَابِ: نافرمانوں کو جلدی سزا دینے والا ہے۔ دنیا میں ہی سزا دے دیتا ہے یا پھر کسی حکمت کی بنا پر دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور سزا ملے گی۔

وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ: اس کے باوجود جو توبہ کر لے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اللہ مہربان ہے ان کو معاف کرنے والا بھی ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری: ۴/۴۱۱ (۲) تفسیر مظہری: ۴/۴۱۱

نیک لوگ جنت میں ہوں گے

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ﴾ (سورة الانفطار: ۱۳،۱۴)

ترجمہ: ''بے شک نیک کار نعمتوں والی جنت میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں ہوں گے۔''

تشریح: ابرار لوگ قیامت کے دن جنت میں ہوں گے

سوال: ابرار سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ابرار سے مراد وہ لوگ ہیں، جو ایمان میں سچے ہیں، عقائد صحیح ہیں اور اچھے اخلاق والے ہیں، غرض ہر ممنوع سے دور رہنے والے ہیں اور اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے والے ہیں۔ (۱)

''وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ'' بدکردار لوگ جہنم میں ہوں گے۔

سوال: فجار سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: فجور کا لغوی معنی تو پھاڑنے کے آتے ہیں۔ کہ جن لوگوں نے کفر و معصیت کی وجہ سے دین کو پھاڑ دیا، سلیمان بن عبدالملک نے ایک مرتبہ حضرت ابوحازم مدنی سے کئی سوالات کئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کاش ہر ایک کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے پاس ہمارے لئے کیا ہے۔ اس پر حضرت ابوحازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اپنے اعمال کو قرآن پر پیش کرو تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے پاس تمہارے لئے کیا ہے۔ سلیمان نے کہا یہ بات قرآن میں کہاں ملے گی اس پر حضرت ابوحازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی آیات پڑھی ''اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ'' اس پر سلیمان بن عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا پھر اللہ کی رحمت کہاں ہے۔ اس پر حضرت ابوحازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نیک کام کرنے والوں کے قریب ہے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری: ۱۲/ ۳۳۱ (۲) تفسیر مظہری: ۱۲/ ۳۳۱

جن کے نیک اعمال وزنی ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ﴾ (سورة القارعة: ۶، ۷)

ترجمہ: ''ارشاد خداوندی ہے: جن کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے نکلیں گے وہ ہاویہ میں ہوں گے۔''

تشریح: ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ موازین: یہ موزون کی جمع ہے، مراد وہ اعمال جس کو انسان کے سامنے تولا جائے گا۔ یا موازین یہ میزان کی جمع ہے اور اس سے مراد نیکیوں والا پلڑا۔ حدیث میں آتا ہے قیامت کے دن ترازو ہوگی جس کے دو پلڑے ہوں گے مگر وہ پلڑے آسمان وزمین کی طرح پیدا کئے گئے ہیں۔ ہر آدمی کے لئے ترازو الگ الگ ہوگا یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی ترازو ہو۔ (۱)

فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ: وہ دل پسند عیش میں ہوں گے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ: کہ جن کے اعمال حسنہ کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ مراد اس آیت سے کفار ہو سکتے ہیں کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے نیکی نہیں ہوگی یا مؤمن فاسق بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ جن کے گناہوں کا پلڑہ نیکیوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔ (۲)

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ: ان کے رہنے کی جگہ دوزخ ہوگی، رہنے کی جگہ کو ماں اس لئے کہا گیا کہ اولاد کو سکون ماں کے پاس ہی ملتا ہے تو ان کو بھی مذاقاً کہا جا رہا ہے۔ (۳)

هَاوِيَةٌ: یہ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ "هاوية" کی گہرائی اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

---

(۱) تفسیر مظہری: ۱۲/۵۱۰ (۲) تفسیر مظہری: ۱۲/۵۱۱ (۳) تفسیر مظہری: ۱۲/۵۱۳

وَالْاٰيَاتُ فِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى كَثِيْرَةٌ فَيَجْتَمِعُ الْخَوْفُ وَالرَّجَاءُ فِيْ آيَتَيْنِ مُقْتَرِنَتَيْنِ أَوْ آيَاتٍ أَوْ آيَةٍ.

اس مضمون کی آیات جس میں خوف اور امید کو یکجا بیان کیا گیا ہے کثرت کے ساتھ موجود ہیں دو متصل آیتوں میں، یا زیادہ آیات میں، یا ایک آیت میں بھی ان دونوں کا اکٹھا ذکر موجود ہے۔

کافر اگر اللہ کی رحمت کو جان لے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو

(٤٤٣) ﴿وعن أبی هريرة رضی الله عنه، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قال: (لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ ما عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، ما طَمِعَ بِجَنَّتِهٖ أَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الكافِرُ مَا عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ، مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِهٖ أَحَدٌ)﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مؤمن کو اللہ کے عذاب کا پتہ چل جائے تو اس کی جنت میں جانے کی کوئی امید نہ رکھے اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کا علم ہو جائے تو کوئی شخص اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔" (مسلم)

لغات: ❖ قنط: قَنِطَ قَنَطَ (س) وقنط قُنُوطًا (ن ض) وقَنُطَ قَنَاطَة (ک) امید و مایوس ہونا صفت، قَنِطٌ وقَانِطٌ وقَنُوطٌ. قَنَطَه قنطًا (ن ض) روکنا۔ منع کرنا۔ قَنَّطَهٗ وَاَقْنَطَهٗ کسی کو مایوس کرنا۔

تشریح: لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَاللّٰهِ: اگر مؤمن کو اللہ کے عذاب کا پتہ چل جائے۔

حدیث بالا میں ایک طرف تو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اس سے بچنے کی آدمی پوری کوشش کرے اور دوسری طرف اللہ جل شانہ کی رحمت و وسعت کا بھی بیان ہے تا کہ انسان اللہ کی مغفرت و رضا مندی کی امید بھی رکھے۔[1]

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اللہ نے اپنی صفِ قہاریت اور صفت رحم دونوں کا ذکر کیا ہے[2] اس کے لئے کوشش کریں کہ ہم اللہ کی رحمت کو سمیٹ لیں اور اللہ کے عذاب سے بچ جائیں۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب التوبة تحت باب سعة رحمة الله تعالىٰ وانها سبقت غضبه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین: ۱/ ۳۳۹ (۲) الکاشف علی حقائق السنن معروف طیبی شرح مشکوٰۃ

نیک آدمی کا جنازہ کہتا ہے کہ مجھے آگے جلدی لے چلو

(۴۴۴) ﴿وعن أبی سعیدٍ الخدریّ رضی اللّٰهُ عنه، أَنَّ رسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قال: (إذا وُضِعَتِ الجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا النَّاسُ أَوِ الرجالُ علی أَعْنَاقِهِم، فَإِنْ كَانَتْ صالِحَةً قالَتْ: قَدِّمُونی قَدِّمُونی، وَإِنْ كانَتْ غیرَ صَالِحَةٍ، قَالَتْ: یاوَیْلَها أَیْنَ تَذْهَبُونَ بها؟ یَسْمَعُ صَوْتَها كُلُّ شَیْءٍ إِلَّا الإِنْسانُ، وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ)﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور لوگ یا آدمی جب اس کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک آدمی کا جنازہ ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی آگے لے چلو، مجھے جلد آگے لے چلو اور اگر وہ برا جنازہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے ہلاکت ہے اسے کہاں لئے جا رہے ہو انسان کے سوا اس کی آواز ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان اسے سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔“

لغات: ❖ صعق: صعق (س) صَعَقًا الرعد بادل کا زور سے گرجنا۔ الرکیة کنویں کا گر جانا۔ وصَعِقَ صَعْقًا وَصَعْقَةً وتَصْعَاقًا گرج کی آواز سے غشی طاری ہونا۔ صفت صَعِقٌ مرنا۔ صَعِقَ الثَّوْرُ صُعَاقًا بیل کا زور سے ڈکارنا۔

تشریح: وَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً: مرنے والا مرنے کے بعد آنکھوں سے جنت کی نعمتیں اور حق تعالیٰ شانہ کی رحمتیں دیکھتا ہے اس لئے وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو[1] اس جملہ میں ترغیب ہے کہ نیک اعمال دنیا میں کر لو تا کہ مرنے کے بعد آدمی قبر

میں جلدی جانے کی تمنا کرے (۲) بقول شاعر

وہ میرے لمحات جو گزرے خدا کی یاد میں بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَة: اس کے برخلاف برا انسان جب مرتا ہے تو اس کے سامنے بھی اللہ جل شانہ کا عذاب وغیرہ نظر آنے لگتا ہے اس لئے وہ واویلا کرتا ہے۔ اور چلاتا ہے کہ لوگوں مجھے تم عذاب کی طرف کیوں لے جا رہے ہو۔ اس جملہ میں بھی ترغیب ہے کہ آدمی دنیا میں برے اعمال نہ کرے تا کہ مرنے کے بعد اس کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔

برے آدمی کا جنازہ کہتا ہے کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟

سوال: "أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ" کہاں لے جا رہے ہو کیا یہ مردہ حقیقتاً بولتا ہے اگر بولتا ہے تو ہم اس کی آواز کیوں نہیں سنتے؟

جواب: علما کی تحقیق ہے کہ اس وقت آدمی حقیقاً بات کرتا ہے مگر اس وقت آدمی کی اس آواز کو انس اور جن نہیں سنتے جب کہ دوسری مخلوقات اس کی آواز سنتی ہیں۔ یہی مردہ قبر میں منکر نکیر کا جواب دیتا ہے وہاں پر اللہ گویائی عطا فرماتے ہیں تو اس سے پہلے بھی اللہ اس کو گویائی دینے پر قادر ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجنائز تحت حمل الرجال الجنازة. واحمد ٤/ ١١٥٥٢، والنسائی و ابن حبان ٣٠٣٨ وهكذا فی البیهقی ٤/٢١۔

---

(۱) مظاہر حق جدید: ۲/۱۰۸ (۲) مظاہر حق جدید: ۲/۱۰۸ (۳) مرقاۃ

جنت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے

(٤٤٥) ﴿وعن ابنِ مسعودٍ رضیَ اللّٰهُ عنه، قالَ: قالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ)﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور جہنم بھی اسی طرح ہے۔"

لغات: ❖ شراک: الشراک پشت قدم پر رہنے والے جوتے کا تسمہ۔ گھاس کی ایک پٹی۔ جمع اَشْرُکٌ و شُرُکٌ شرکت (س) شَرُكًا النعل. جوتے کا تسمہ ٹوٹنا۔ شرک. النعل جوتے میں تسمہ لگانا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جنت کا حصول بہت آسان ہے جو احکامات اللہ جل شانہ کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں ان کو پورا کر لیا اور ان احکامات پر عمل کرنا بھی نہایت آسان ہے، اس پر اللہ راضی ہو کر جنت عطا فرما دیں گے۔ (۱)

اسی طرح جہنم بھی قریب ہے کہ اگر بد اعمالیوں کے ذریعہ سے اللہ کو ناراض کر دیا تو اب جہنم میں جانا ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعله، واحمد ۲/۳۶۶۷، وابن حبان ٦٦١، وهکذا فی البیهقی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۳۴۰

(٥٤) بَابُ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَشَوْقًا إِلَيْهِ

اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی ملاقات کے شوق میں رونے کی فضیلت

﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ (سورة الاسراء: ١٠٩)

ترجمہ: ’’وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان میں زیادہ عاجزی کو بڑھا دیتا ہے۔‘‘

تشریح: ان آیات میں علمائے اہل کتاب جو اللہ سے ڈرنے والے تھے ان کی تعریف بیان کی جا رہی ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا گیا تو اب وہ سجدے کے لئے گر پڑے اور قرآن کی تلاوت ان کے دل میں خشوع کے بڑھانے کا سبب بن گیا۔

علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن کو سن کر رونا مستحب ہے اور جو لوگ بھی اللہ کے خوف سے روتے ہیں ان پر جہنم حرام ہو جاتی ہے کہ جس طرح تھن سے دودھ نکالنے کے بعد واپس لوٹانا مشکل ہے اسی طرح اللہ کے خوف سے رونے والے کا جہنم میں جانا مشکل ہے۔

اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے:

1. وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو۔
2. دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں جاگی ہو۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس مؤمن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکلے خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہوں جہنم کی آگ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ (۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں بہت سی احادیث اللہ کے خوف سے رونے کے فضائل والی جمع کی ہیں اور آخر میں ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ، ابن منذر رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبدالاعلیٰ تمیمی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس شخص کو صرف ایسا علم ملا ہو جو اس کو رلاتا نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو علم نافع نہیں ملا۔ (۳)

(۱) طبرانی بحوالہ تفسیر مظہری (۲) ابن ماجہ (۳) روح المعانی

منکرین خدا قرآن سے تعجب کرتے ہیں

﴿وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ (سورہ نجم: ۵۹، ۶۰)

ترجمہ: ”اے منکرین خدا! کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں۔“

تشریح: هٰذَا الْحَدِيْثِ: اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید جیسا کلام الٰہی جو خود ایک معجزہ ہے تمہارے سامنے آچکا، کیا اس پر بھی تم تعجب کرتے ہو اور بطور استہزا کے اس پر ہنستے ہو اور اپنی معصیت یا عمل میں کوتاہی پر تم روتے نہیں ہو۔ (۱)

(۱) معارف القرآن: ۸/۲۲۲،۲۲۱

آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن سنا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

(۴۴۶) ﴿وعَن ابن مَسعودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، قالَ: قال لي النبيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: (اقْرَأْ عليَّ القُرْآنَ) قُلْتُ: يا رسُولَ اللّٰهِ، أَقْرَأُ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ؟ قال: (إني أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي) فقرَأْتُ عليه سورَةَ النِّساءِ، حتى جِئْتُ إلى هذِهِ الآية: (فَكَيْفَ إذا جِئْنا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنا بِكَ عَلَى هٰؤلاءِ شَهِيْدًا (الاية: ۴۱) قال: (حَسْبُكَ الآنَ) فالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فإذا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں، جب کہ قرآن آپ پر اترا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دوسرے سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں چنانچہ میں نے آپ کے سامنے سورت نساء پڑھی یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا ”فكيف اذا جئنا“ پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے تو آپ نے فرمایا: بس اب کافی ہے۔ میں آپ

کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔"

لغات: ❖ تذرفان: ذرف (ض) ذَرْفًا وذَرِيْفًا وذَرُوْفًا وذَرُوْفَانًا وتَذْرَافًا. الدمع آنسو بہانا۔ صفت ذَرِيْفٌ ومَذْرُوْفٌ. العَيْنُ دَمْعَهَا. آنکھ کا آنسو بہانا۔ ذَرَفَانًا سست چال سے چلنا۔

تشریح: اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ: کیا میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں جب کہ قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے اس کی کیفیت اور اس کی صحیح حقیقت آپ کو ہی معلوم ہے تو آپ کہیں اچھے اور بہتر انداز میں قرآن پڑھ سکتے ہیں، دوسرا کوئی کیسے پڑھ سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کبھی دوسرے سے قرآن سننے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کے مفہوم و معانی میں خوب غور وفکر کا موقع ملتا ہے۔ (۱)

آدمی جتنا قرآن پر غور کرے گا اتنا ہی اس کو لطف حاصل ہوگا بقول شاعر ؎

آج جو پایا مزہ قرآن میں جیسے قرآن آج ہی نازل ہوا

حَسْبُكَ الْآنَ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ: اس آیت میں قیامت کے دن کو یاد دلایا ہے اس لئے آپ ﷺ اس دن کی ہولناکی اور اپنی امت کے ضعف کا خیال کر کے روتے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی امت سے کتنا پیار اور لگاؤ تھا۔ (۲)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلْفَ اَلْفَ صَلٰوةٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ.

قرآن سنتے ہوئے رونا مستحب ہے

فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ: آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن سنتے ہوئے رونا یہ عارفین کی صفت اور صالحین کا شعار ہے (۳) امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن سنتے ہوئے رونا مستحب ہے۔ (۴)

اسی طرح علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيُسْتَحَبُّ الْبُكَاءُ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالتَّبَاكِيْ لِمَنْ لَّا يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَالْحُزْنُ وَالْخُشُوْعُ﴾ (الاتقان فی علوم القرآن)

قرآن پڑھتے ہوئے رونا مستحب ہے اور جو شخص رونے کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کو رونے کی صورت بنا لینا چاہئے۔ اور رنج اور رقت قلب کا اظہار بھی مناسب ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر فی تفسیر سورۃ النساء تحت باب کیف اذا جئنا،

ومسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین تحت باب فضل استماع القرآن واحمد ۳/ ۳۵۰۰ والترمذی وابن حبان ۷۰۶۵، وابوداؤد، والطبرانی وهکذا فی البیهقی ۱۰/ ۲۳۱.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر ۲/ ۴۴۱ ومرقاۃ (۲) مرقاۃ (۳) شرح مسلم للنوی (۴) روضۃ المتقین ۲/ ۷،

جو چیزیں میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو ہنسنا کم اور رونا زیادہ کر دو

(۴۴۷) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خُطْبَةً مَا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ، فَقَالَ: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا" قَالَ: فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ، وَلَهُمْ خَنِيْنٌ متفق علیه، وسبق بیانه فی باب الخوف﴾

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی اس جیسا خطبہ نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ، راوی کہتے ہیں کہ صحابہ نے اس بات کو سن کر اپنے چہروں کو کپڑوں سے چھپا لیا اور رونے لگ گئے (بخاری و مسلم یہ حدیث باب الخوف میں گزر چکی ہے)۔''

لغات: ❖ خطب: خَطَبَ (ن) خُطْبَةً و خَطْبًا و خَطَابَةً وعظ کہنا۔ تقریر کرنا۔ لیکچر دینا۔ حاضرین کے روبرو خطبہ پڑھنا۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ باب الخوف میں گزر چکی ہے مگر اس باب میں دوبارہ اس لئے نقل کی جا رہی ہے کہ صحابہ کرام وعظ ونصیحت کے وقت اللہ کے خوف کی جب آیت آتی تو رویا کرتے تھے، اس میں بعد والوں کے لئے بھی ترغیب ہے کہ جب بھی اللہ کے خوف کی بات آئے تو رونا چاہئے یا کم از کم رونے کی صورت بنا لینی چاہئے کیونکہ بقول شاعر

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے — اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب الخوف.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اللہ کے خوف سے رونے والا جہنم میں نہیں جائے گا

(۴۴۸) ﴿وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ

رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ، وَلَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَدُخَانُ جَھَنَّمَ﴾ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رویا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں اکٹھا نہیں ہوگا۔''

لغات: ❖ دخانًا: الدُّخَانُ والدُّخَانُ دھواں جمع اَدْخِنَۃٌ ودَوَاخِنُ ودَوَاخِیْنُ مولدین کی اصطلاح میں تمباکو اور سگریٹ کو کہتے ہیں۔ دَخَنَتْ (ن ض) دَخْنًا دُخُوْنًا و دَخَّنَتْ وَادْخَنَتْ وَادَّخَنَتْ النار آگ سے دھواں اٹھنا۔

تشریح: لَا یَلِجُ النَّارِ: جہنم میں داخل نہیں ہوگا وہ شخص جو اللہ کے خوف سے روتا ہے۔

آپ ﷺ کی دعا

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کی یہ دعا منقول ہے۔

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی عَیْنَیْنِ ھَطَّا لَتَیْنِ ھَطًّا تَسْقِیَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ مِنْ خَشْیَتِکَ قَبْلَ اَنْ تَکُوْنَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَالْاَضْرَاسُ جَمْرًا﴾ (جامع الصغیر: ۵۹/۱)

ترجمہ: ''اے اللہ! مجھ کو ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو آپ کے خوف سے خوب رونے والی ہوں اور خشیت الٰہی کے آنسوؤں سے دل کو شفا دینے والی ہوں۔ اس سے پہلے کہ آنسو (جہنم کے عذاب سے) خون ہو جائیں اور ڈاڑھیں انگارے ہو جائیں۔''

اس حدیث کے بارے میں جامع صغیر کے مشہور شارح علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں: ''قال الحافظ العراقی اسنادہ حسن۔'' (۱)

اسی آنکھ کو علامہ جلال الدین رومی نے اپنے اس شعر میں مبارک باد دی ہے ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریان اوست　　　　اے ہماں دلے کہ آں بریاں اوست

مطلب یہ ہے کہ وہ آنکھیں بہت مبارک بادی کے قابل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہی ہیں اور وہ دل نہایت مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں تڑپ رہا ہے۔ یہ آنسو اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہوتے ہیں بقول شاعر جلیل کے

اے جلیل اشک گنہگار کے اک قطرہ کو　　　　ہے فضیلت تیری تسبیح کے سو دانوں پر

دودھ تھنوں میں چلا جائے

حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ: کہ تھنوں سے دودھ نکلنے کے بعد واپس کبھی نہیں جاتا۔ یہ مثال اس وقت دی جاتی ہے

جب کہ وہ کام محال ہو جیسے کہ اللہ جل شانہ کا قول ہے: "حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ" (۲) یہاں تک کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ گزر جائے۔

وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: اس جملہ میں اللہ کے راستے میں نکلنے والے کی فضیلت کا بیان ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلنے کے بعد اس کے جسم پر جو گرد و غبار پڑتا ہے اس غبار کے ساتھ جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا۔

مشکوٰۃ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک سفر میں صحابی سب سے الگ ہو کر چل رہے تھے آپ ﷺ نے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ غبار سے بچ رہے ہیں، آپ ﷺ نے جب اللہ کے راستے کے غبار کی فضیلت سنائی تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کے نزدیک پھر غبار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الجهاد تحت باب ماجاء فی فضل الغبار فی سبیل الله، واحمد ۳/۱۰۵۶۵، والنسائی، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فیض القدیر ۱/۱۴۳ (۲) روضۃ المتقین ۲/۷ دلیل الفالحین ۲/۳۷۱ (۳) مشکوٰۃ کتاب الجہاد

قیامت کے دن سات قسم کے لوگ عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے

(۴۴۹) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ، اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ، وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: اِنِّیْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے آدمی قیامت کے دن اللہ کے سایہ میں ہوں گے جب کہ اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

1. انصاف کرنے والا حاکم۔
2. وہ نوجوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔
3. وہ آدمی جس کا دل مساجد کے ساتھ معلق رہتا ہے۔
4. وہ دو آدمی جن کی آپس میں محبت اللہ کے لئے ہو اسی پر ان کا اجتماع برقرار رہتا ہے اور اسی پر دونوں کی

جدائی ہوتی ہے۔

❺ وہ آدمی جس کو خاندانی اور حسن و جمال والی کوئی عورت گناہ کی طرف دعوت دے اور وہ جواب دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

❻ وہ آدمی جو اس قدر خفیہ طور سے صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

❼ وہ آدمی جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔''

لغات: ❖ نشاء: نشاء (ف) ونشوء (ک) نشاءً ونشوءً ونشاءةً ونشاءً ونشاءةً. الشيء پیدا ہونا۔ زندہ ہونا۔ الطفل بچہ کا جوانی کو پہنچنا۔

تشریح: یہ حدیث اگرچہ ''باب فضل الحب فی اللّٰہ'' میں گزر چکی ہے اس باب میں دوبارہ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے خوف سے رونا یہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کا سایہ دلائے گا۔

یہ آنسو اللہ کے رسول ﷺ کے نزدیک اس قدر قیمتی ہیں کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہو جائے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہو۔[1] بقول شاعر

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو — جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہو جاتی ہے — سو بار ندامت ہوتی ہے

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب فضل الحب فی اللّٰه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں

(۱) فضائل ذکر

آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ہانڈی کی طرح آواز آتی تھی

(۴۵۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بن الشِّخِّيرِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ أَزِيْزٌ كَازِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ﴾ (حديث صحيح رواه ابوداود، والترمذی فی شمائل باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ کے سینہ میں رونے کی آواز ہانڈی (جو چولہے پر ہو) کی آواز کی مانند تھی (ابوداؤد، یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی نے شمائل میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔"

لغات: ❖ ازیز: الازیز. بادل کی گرج وکڑک۔ ٹھنڈ۔ دیگچی کا کھد کھدانا۔ اَزَّتْ (ن ض) اَزًّا وَاَزَازًا وَاَزِیْزًا القدر دیگچی کا جوش مارنا۔ سنسانا۔ القدر بھادیگچی کو جوش میں لانے کے لئے اس کے نیچے آگے جلانا ازہ علی کذا بھڑکانا۔ اکسانا۔ ابھارنا۔ الشیء جمع کرنا۔

تشریح: لجوفه ازیز: آپ کے پیٹ میں رونے کی آواز، پیٹ سے مراد سینہ ہے جیسے کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے۔ "وفی صدره ازیز"(۱)

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد، فی کتاب الصلوة تحت باب البکاء فی الصلاة والترمذی فی ابواب الشمائل لمحمدیة، تحت باب ماجاء فی بکاء رسول الله صلی الله علیه وسلم واحمد ٦٣٢٦/٥ والنسائی وابن حبان ٦٦٥، وابن خزیمة ٩٠٠ وهکذا فی البیهقی ٢٥١/٢.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ان کا پورا نام عبداللہ بن الشخیر بن عوف بن کعب بن وفدان تھا، ان کا شمار بصریوں میں ہوتا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی عامر کے وفد میں شامل ہو کر حاضر ہوئے، ان کے دو بیٹے تھے (۱) مطرف (۲) یزید یہی دونوں ان سے روایت کرتے ہیں۔

روایات: ان سے چھ روایات منقول ہے اور بعض اسماء الرجال والوں نے کہا کہ ان سے نو (۹) احادیث مروی ہے۔

---

(۱) مسند احمد ۱۰۱۲۱۲، وابن حبان ۶۶۵

آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب کو سورت منفکین سنائی

(۴۵۱) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: "لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" قَالَ: وَسَمَّانِيْ قَالَ: نَعَمْ" فَبَكٰى أُبَيٌّ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے سامنے "لم یکن الذین کفروا الایة" سورت تلاوت کروں۔ حضرت ابی نے عرض کیا، کیا اللہ عزوجل نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (یہ سنتے ہی) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔"

لغات: ❖ سماني: سمی الرجل زیداً اوبزید کسی کا زید نام رکھنا۔ الشارع فی العمل کسی کام کے شروع میں اللہ کا نام لینا۔

تشریح: لِاُبَيّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفرمایا کہ میرا قرآن سنو، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سب سے بڑے قاری تھے۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا: "اَقْرَأُكُمْ" کہ ابی بن کعب تم میں سب سے بڑے قاری ہیں۔

سَمَّانِيْ: کہ کیا اللہ عزوجل شانہ نے میرا نام لیا ہے۔ خاص طور سے اللہ نے نام لیا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ یہ سوال حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عاجزی وانکساری کی وجہ سے کیا کہ میں اس لائق کہاں ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ نے بطور خاص میرا نام لے کر کہا ہے کہ آپ ﷺ میرے سامنے تلاوت کریں[1] بقول شاعر ؎

ان کا کرم ان کی کرامت ہے ورنہ یہاں　　کرتا ہے کوئی پیر بھی خدمت مرید کی

بعض محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوازراہ ذوق ولذت کے دوبارہ پوچھا کہ کیا اللہ نے کہا؟ تا کہ اس سے پہلے جولذت محسوس ہوئی ہے وہ دوبارہ بھی ملے۔[2]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشی سے رونے لگے

فَبَكٰى: اس بات کوسن کرحضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ رونا بطور خوشی کے تھا[3] بقول شاعر ؎

ان کی مرضی پر میری قربان جاں　　للہ للہ میں تھا اس قابل کہاں

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اس سورت کی تلاوت سنانے کا حکم اس لئے ہوا، مفسرین فرماتے ہیں کہ اصول، وعد وعید اور اخلاص وغیرہ اعلیٰ اعلیٰ مضامین کواس میں جمع کر دیا گیا ہے اس لئے اس کے سننے کا حکم ہوا۔[4]

اس حدیث سے علماء نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ ماہر قرآن اور اہل علم وفضل کے سامنے قرآن پڑھنا مستحب ہے اگر چہ پڑھنے والا سننے والے سے افضل کیوں نہ ہو جیسے کہ حدیث بالا میں ہے۔[5]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب مناقب ابی رضی الله عنه، ومسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین، تحت باب استحباب قراءۃ القرآن علی اهل الفضل واحمد ۲۳۲۲/۴، والترمذی، عبدالرزاق ۲۰۴۱۱.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہرحق جدید: ۴۴۲/۲　(۲) مظاہرحق جدید: ۴۴۲/۲　(۳) دلیل الفالحین: ۳۷۴/۲

(۴) ایضاً　(۵) مرقاۃ، روضۃ المتقین: ۹/۲، نزہۃ المتقین: ۳۴۳/۱

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو رلا دیا

(٤٥٢) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُوبَكْرٍ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنْطَلِقْ بِنَا إِلٰی أُمِّ أَیْمَنَ، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا، نَزُوْرُهَا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، یَزُوْرُهَا، فَلَمَّا انْتَهَیْنَا إِلَیْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا، مَا یُبْكِیْكِ؟ أَمَا تَعْلَمِیْنَ أَنَّ مَا عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰی خَیْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ، صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّیْ لَا اَبْكِیْ اَنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم وَلٰكِنِّیْ أَبْكِیْ أَنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَیَّجَتْهُمَا عَلَی الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا یَبْكِیَانِ مَعَهَا﴾ (رواه مسلم وقد سبق فی باب زیارة اهل الخیر)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: کہ چلو ہم ام ایمن کی زیارت کریں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو رو پڑیں، انہوں نے کہا کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ جل شانہ کے ہاں جو ہے وہ آپ ﷺ کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: میں اس لئے نہیں رو رہی کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقام اللہ رب العزت کے ہاں بہتر نہیں ہے۔ میں تو اس لئے رو رہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس بات کو سن کر ان دونوں کو بھی رونا آ گیا چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے (مسلم) یہ حدیث ''باب الخیر'' میں بھی گزر چکی ہے۔''

لغات: ❖ انتھینا: اِنْتَهٰی اِنْتِهَاءً الشَّیْءَ نہایت تک پہنچنا۔ عَنِ الشَّیْءِ رکنا۔ اِلَیْكَ الْخَیْرُ پہنچنا۔ بغلانٍ الی موضع کذا پہنچانا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ''باب زیارة اهل الخیر'' میں گزر چکی ہے یہاں پر دوبارہ اس لئے لائی جا رہی ہے کہ نیک لوگوں کے وجود سے بہت سی بھلائیاں وابستہ ہوتی ہیں اور ان کے دنیا سے چلے جانے سے اہل دنیا بہت ہی برکات و ثمرات حسنہ سے محروم ہو جاتے ہیں اس پر اللہ والوں کو افسوس اور رونا آتا ہے کہ ہم خیر سے محروم ہو گئے۔

تخریج حدیث: سبق تخریجہ فی باب زیارة اهل الخیر الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین بنایا تھا

(٤٥٣) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَعُهُ قِيْلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: "مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ، فَقَالَ: "مُرُوْهُ فَلْيُصَلِّ" وَفِيْ رِوَايَةٍ: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنَّ أَبَابَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ ﷺ سے نماز پڑھانے کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: کہ حضرت ابوبکر نرم دل آدمی ہیں جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ابوبکر کو ہی کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔''

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں: ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے۔ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ رقیق: رق رقۃ (ض) پتلا ہونا۔ لہ کسی پر رحم کرنا۔ ترس کھانا۔ وجہ شرم و حیا کرنا۔ الرجل بدحال وکنگال ہونا۔ رقت عظامہ بوڑھا ہونا اور سن رسیدہ ہونا۔

تشریح: مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ: ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

یہ حکم آپ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا تھا اسی حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص کو نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا کیا ہم اس کو اپنی دنیا کے لئے پسند نہیں کریں گے؟ اس لئے ہم اسے اپنے دین و دنیا دونوں کا امیر اور خلیفہ بنائیں گے اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اپنا خلیفہ بنایا، کہ جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں مصلیٰ پر کھڑا کر دیا تو اس میں اشارہ کر دیا کہ میرے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی یہی تمہارا امام ہوگا۔ (۱)

حضرت ابوبکر قرآن پڑھنے وقت روتے تھے

لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ: ان کے رونے کی وجہ سے لوگوں کو اپنی آواز سنانے سے (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قاصر رہیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص وصف تھا کہ قرأت قرآن کے وقت وہ بہت روتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام میں انتہائی نرم دل تھے جب

قرآن مجید پڑھتے تو اس قدر متاثر ہوتے کہ بے اختیار رونے لگتے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاذان تحت باب حد المریض ان یشهد الجماعة، ومسلم فی کتاب الصلاة تحت باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر.

نوٹ: راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزهة المتقين: ۱/۳۴۴، ودليل الفالحين: ۲/۳۷۸ (۲) تبیان للسیوطی

حضرت مصعب کا کفن ان کے قد سے چھوٹا تھا

(٤٥٤) ﴿وَعَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ إِنْ غُطِّيَ بِهَا رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ، ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ. أَوْ قَالَ: أُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِيْنَا قَدْ خَشِيْنَا أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا. ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے (افطاری کا) کھانا لایا گیا اور وہ رزہ دار تھے انہوں نے فرمایا کہ مصعب شہید کر دیئے گئے وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آئی (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اس سے ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں کو چھپایا جاتا تو ان کا سر کھل جاتا۔ اس کے بعد ہمارے لئے دنیا فراخ کر دی گئی جو تم دیکھ رہے ہو یا یہ فرمایا کہ ہمیں دنیا اتنی عطا کر دی گئی جو ظاہر ہے۔ ہمیں تو اس بات سے ڈر ہے کہ کہیں دنیا میں ہی ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ تو نہیں دے دیا گیا؟ پھر رونے لگے یہاں تک کہ کھانا بھی چھوڑ دیا۔“ (بخاری)

لغات: ❖ عجلت: عَجَّلَ جلدی کرنا۔ ہ. سبقت کرنا۔ برانگیختہ کرنا۔ لَهُ مِنَ الثَّمَنِ كَذَا پیش کرنا۔ اللحم گوشت کو جلدی پکانا۔

تشریح: کیا حضرت مصعب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے بہتر تھے؟

وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ: وہ مجھ سے بہتر تھے اس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی تواضع اور انکساری کا بیان ہے کہ حضرت

عبدالرحمٰن مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ مگر اپنے سے افضل حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرما رہے ہیں [۱] کہ حضرت مصعب نے نہایت کٹھن اور مشکل ترین حالات میں کفار سے مقابلہ کیا اور شہادت پائی اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پوری زندگی غربت اور ناداری میں گزاری اور میرے پاس دنیا کی وسعت وفراخی موجود ہے حالانکہ ان صحابہ کے پاس جو مال تھا وہ سب ہی دین پر خرچ ہونے والا ہوتا تھا بہرحال حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تواضعاً اپنے آپ کو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کم تر بتا رہے تھے۔

علامہ زین بن منیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ فقر پر صبر کرنے والا یہ شکر کرنے والے مال دار سے بہتر ہے۔ ممکن ہے یہی بات حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں ہو اس لئے اس صبر کی وجہ سے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے بہتر فرما رہے ہیں۔ [۲]

اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا: کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ کہیں دنیا میں ہی نہیں دے دیا گیا۔

صحابہ کو جب دنیا کی وسعت اور فراخی ملی تو وہ ڈرے کہ جو کچھ ہم نے دین کے معاملہ میں قربانی برداشت کی ہے تو کہیں یہ اس کا بدلہ تو نہیں مل رہا اسی وجہ سے حدیث بالا میں بھی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا کے ملنے پر شدید تشویش اور اضطراب کا اظہار فرما رہے ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجنائز تحت باب الکفن من جمیع المال و باب اذا لم یوجد الکفن من جمیع المال وباب اذا لم یوجد الاثوب واحد و کتاب المغازی فی غزوة احد.

راوی حدیث حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کے مختصر حالات:

نام: ابراہیم ہے والد کا نام عبدالرحمٰن بن عوف ہے ان کی کنیت ابواسحاق زہری قرشی ہے، حضرت عمر بن خطاب کی خدمت میں بچپن میں لائے گئے۔

انتقال: ان کا انتقال ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوا اس وقت ان کی عمر ۳۲ سال تھی۔

---

(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۳۴۴ ودلیل الفالحین: ۲/۳۷۹ (۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۱

اللہ کو دو قطرے بہت پسند ہیں

(٤٥٥) ﴿وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيِّ بْنِ عَجْلَانَ الْبَاهِلِيِّ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَأَثَرَيْنِ: قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَأَمَّا الْأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَأَثَرٌ فِي فَرِيْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ تَعَالٰى﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا

کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ اور کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ① ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے گرتا ہے۔ ② وہ خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہا ہو۔ اور دو نشانوں میں سے ایک نشانی وہ ہے جو اللہ کے راستے میں پہنچے اور دوسری نشانی جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے لگے۔ (ترمذی یہ حدیث حسن ہے)۔"

لغات: ❖ اثرین: اثر (س) اثراً یفعل کذا وہ ایسا کرنے لگا۔ للامر کسی کام میں یکسوئی کے ساتھ لگ جانا۔ علیہ پکا ارادہ کرنا۔ علیھم اوروں کو نظر انداز کر کے اپنے لئے بہترین چیزیں چھانٹ لینا۔

تشریح: اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنْ قَطْرَتَیْنِ: اللہ جل شانہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔

آنسو کا قطرہ اللہ کو محبوب ہونے پر حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ نکتہ

❶ آنسو کا قطرہ: آنسو کا قطرہ اللہ کو بہت محبوب ہے اس کی وجہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بادشاہ کے خزانہ میں کوئی موتی دوسرے ملک سے منگوایا گیا ہو تو اس کی قدر و منزلت بہت ہوتی ہے اسی طرح مؤمن کے آنسو جب دربار شاہی میں قبول ہوتے ہیں تو اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اللہ کے خزانہ میں ندامت کا آنسو نہیں ہے۔ [1] بقول شاعر

تاب نظر نہیں تھی کسی شیخ و شاب میں ان کی جھلک سی تھی میری چشم پر آب میں

❷ دوسرا قطرہ: جو اللہ کو محبوب ہے وہ اللہ کے راستے میں گرا ہوا خون کا قطرہ ہے۔

آدمی کے جسم میں خون بہت قیمتی عنصر ہے جب قیمتی چیز اللہ کے راستہ میں بہتی ہے تو اس کو یہ بھی پسندیدہ بن جاتی ہے۔ اس حدیث کے مضمون کو مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

اشک را در وزن باخون شہید کہ برابر می کند شاہ مجید

ترجمہ: "حق تعالیٰ گناہ گاروں کی ندامت کے آنسو اور شہیدوں کے خون کو برابر وزن فرمائیں گے۔"

وَاَمَّا الْاَثْرَانِ: دو نشانی اللہ کو پسند ہیں پہلی جو اللہ کے راستہ میں پہنچی کہ اللہ کے راستے میں گیا اور کوئی زخم وغیرہ اس کو لگ گیا۔ یا اسی طرح اللہ کے فرائض وغیرہ کے پورا کرنے میں کوئی اس کو زخم پہنچ گیا ہو تو یہ علامات بھی اللہ کو بہت پسند ہیں اور قیامت کے دن اس پر اللہ جل شانہ کی طرف سے بہت زیادہ اجر ملے گا۔

تخریج حدیث: اخرجہ الترمذی فی ابواب الجہاد تحت باب ماجاء فی فضل المرابط و فی اسنادہ الولید بن جمیل الفلسطینی وھو ضعیف وغیرہ من الرواۃ ثقات۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان کے حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کشکول معرفت: صفحہ: ۲۷۷

﴿وفی الباب احادیث کثیرۃ﴾
ترجمہ:''اس مضمون کی حدیثیں کثرت کے ساتھ (کتب احادیث میں) موجود ہیں۔''

آپ ﷺ کے وعظ سے ہمارے دل کانپنے لگے اور آنسو گرنے لگے

(٤٥٦) ﴿مِنهَا حَدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنهَا الْقُلُوْبُ، وَذَرَفَتْ مِنهَا الْعُيُوْنُ﴾

ترجمہ:''ان میں سے ایک حدیث عرباض بن ساریہ سے بھی منقول ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل کانپنے لگے اور آنکھوں سے آنسو گرنے لگے (یہ حدیث بدعات سے منع کرنے کے باب میں گزر چکی ہے۔''

لغات: ❖ وجلت: وَجِلَ (س) وَجَلاً و مَوْجَلاً: ڈرنا یا ڈر محسوس کرنا۔ وَجُلَ (ن) وَجَلاً ڈر میں بڑھ جانا۔ وَجُلَ (ک) وَجَالَةً بوڑھا ہونا۔

تشریح: جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مکمل حدیث ''باب فی الامر بالمحافظة علی السنة و آدابها'' میں موجود ہے، باقی ''باب النھی عن البدع ومحدثات الامور'' میں بھی اشارہ ہے مکمل حدیث نہیں، مکمل حدیث وہ ہے جو ''باب الامر بالمحافظة علی السنة و آدابها'' میں ہے:

﴿عَنْ اَبِیْ نَجِيحِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: ''وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً وَجِلَتْ مِنهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنهَا الْعُيُوْنُ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا قَالَ: ''أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيرًا. فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

اس کی مکمل شرح بھی اسی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه هذا الحديث بتمامه تقدم فی الباب فی الامر بالمحافظة علی السنة و آدابها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۵۵) بَابُ فَضْلِ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا وَالْحَثِّ عَلَى التَّقَلُّلِ مِنْهَا وَفَضْلِ الْفَقْرِ

زہد کی فضیلت، دنیا کم حاصل کرنے کی ترغیب اور فقر کی فضیلت

دنیا کی مثال زمین کے سبزہ کی طرح ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰى اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَيْهَا اَتَاهَا اَمْرُنَا لَيْلاً اَوْنَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

(سورة يونس: ٢٤)

ترجمہ: ''دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا، پس اس سے زمین کا سبزہ، جس کولوگ اور چوپائے کھاتے ہیں، خوب گنجان ہوکر نکلا یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور خوب مزین ہوئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اب اس پر بالکل قابض ہو گئے ہیں تو اس حالت میں دن یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا تو وہ ایسی ہوگئی گویا بالکل یہاں پر کچھ بھی نہ تھا، ہم اسی طرح صاف صاف نشانیوں کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جوغور وفکر کرتے ہیں۔''

تشریح: آیت بالا میں دنیوی زندگی کوایک عبرت ناک مثال دے کر سمجھایا جا رہا ہے کہ زمین خوب اچھی ہے اور خوب وافر مقدار میں پانی بھی ہے اس بنا پر خوب اچھی کھیتی پیدا ہوئی اور جب خوب کھیتی یا پھل پیدا ہوگیا تو اب کھیت کے مالک نے سمجھا کہ اب خوب مزے آئیں گے پھر اچانک اللہ کی طرف سے کھیت پر آفت ایسی آئی جس نے اس کھیت کومکمل طور سے اس طرح جڑ سے ختم کر دیا گویا کہ یہاں پر کبھی کوئی کھیتی ہی نہ تھی، یہی مثال دنیوی زندگی کی ہے۔

نیک اعمال باقی رہنے والے ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا، اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ

الدُّنيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلاً﴾ (الكهف: ٤٥، ٤٦)

ترجمہ: ''ان سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردو جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا۔ پس اس کے ساتھ زمین کا سبزہ مل گیا وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہیں۔''

دنیا کی زندگی کھیل اور تماشہ ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿ اِعْلَمُوْ اَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

(الحديد: آیت: ۲۰)

ترجمہ: ''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشہ اور زینت و آرائش اور تمہارے آپس میں فخر اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے کثرت خواہش ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بارش کہ اس سے کھیتی کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر اے دیکھنے والے! تو اس کو دیکھتا ہے کہ وہ پک کر زرد پڑ جاتی ہے، پھر وہ چورہ چورہ ہوتی ہے اور آخرت میں کافروں کے لئے سخت عذاب اور مومنوں کے لئے خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو فریب کا سامان ہے۔''

تشریح: اس حدیث میں دنیاوی زندگی اور دنیاوی حیات کا بیان کیا جا رہا ہے کہ آدمی دنیاوی لذتوں میں منہمک ہو کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اور آدمی دنیا کی پانچ چیزوں میں مشغول ہوتا ہے جن کو آیت بالا میں ترتیب کے ساتھ بیان کیا ① لعب ② لہو ③ زینت ④ تفاخر ⑤ مال و اولاد کی کثرت پر ناز وغیرہ۔

اسی مشغولیت میں آدمی منہمک رہتا ہے اور اس کی موت آجاتی ہے، پہلی چیز لعب، بچپن کا ایام میں ہر وہ کھیل جس میں عموماً کوئی فائدہ نہ ہو جیسے چھوٹے بچوں کی حرکتیں زندگی کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے۔ پھر لہو کا زمانہ ہوتا ہے لہو اس کھیل کو کہتے ہیں کہ جس کا مقصد تفریح اور دل بہلانا اور وقت گزارنا ہو یا ضمنی طور سے کوئی ورزش وغیرہ کا فائدہ ہو۔ جوانی میں پھر زینت کا زمانہ شروع ہوتا ہے کہ اپنے تن بدن اور لباس کی زینت کی فکر لگتی ہے۔ پھر تفاخر کا زمانہ کہ آدمی میں حرص پیدا ہوتی ہے کہ وہ

اپنے ہم عصروں اور ہم عمروں سے آگے بڑھ جائے اور ان پر فخر جتلانے کا اس میں داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر آدمی بڑھاپے میں قدم رکھتا ہے تو اب اس میں مال کے جمع کرنے کی فکر اور اولاد کے ذریعے سے خوشی محسوس کرتا ہے۔

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ: کہا جا رہا ہے کہ آدمی کے پانچ دور ختم ہو کر یہ عالم برزخ اور قیامت میں پہنچ جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کی فکر انہی ادوار میں کرنا چاہئے، اس کی مثال دی جا رہی ہے۔ جیسے کہ بارش سے کھیتی اور نباتات اگتے ہیں اور ہری بھری ہوتی ہے جس کو دیکھ دیکھ کر کاشتکار خوش ہوتا ہے پھر وہ کھیتی خشک اور چورا چورا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہی مثال انسان کی ہے کہ شروع میں ترو تازہ حسین وخوبصورت ہوتا ہے اسی میں بچپن سے جوانی تک کے مراحل طے کر جاتا ہے پھر بڑھاپا آجاتا ہے بدن کا حسن و جمال ختم ہو جاتا ہے پھر آخر کار یہ مٹی کے اندر مل جاتا ہے۔

وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ: دنیاوی زندگی میں اگر اللہ کو ناراض کر کے گیا تو اب اس کے لئے عذاب شدید کی وعید سنائی گئی ہے اگر راضی کر کے گیا تو اس کو مغفرت اور اللہ کی خوشنودی کی بشارت سنائی گئی ہے کہ مغفرت کے بعد صرف جنت ہی نہیں ملے گی بلکہ اس دن تمام نعمتوں سے افضل چیز اللہ کی خوشنودی بھی ملے گی۔ (۲)

(۱) معارف القرآن:۳۱۴/۸ تا ۳۱۶

شیطان دنیا کی زندگی کو مزین دکھاتا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ (آل عمران: ۴۰)

ترجمہ: ''لوگوں کو ان کی خواہشوں کی چیزوں میں یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت معلوم ہوتی ہے مگر یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور خدا کے پاس بہت اچھا ٹھکانا ہے۔''

تشریح: آیت کا مطلب ومفہوم علماء مفسرین یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے آیت میں بیان کردہ اشیاء کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی اور اس میں امتحان لیا گیا کہ ان ہی اشیاء میں یہ پھنس جاتا ہے یا پھر ان اشیاء میں لگ کر بھی اللہ کو یاد رکھتا ہے بقول مولانا اسعد اللہ سہارن پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں — لیکن اسعد آپ سے غافل نہیں

سوال: ان چیزوں کی محبت انسان میں کیوں ڈالی گئی؟ اس میں کئی حکمتیں مفسرین بیان کرتے ہیں:

❶ تاکہ دنیا کا سارا نظام چلتا رہے اگر محبت نہ ہو تو پھر دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

❷ ان اشیاء کی محبت ڈال کر امتحان لیا جا رہا ہے کہ ان چیزوں میں یہ لگ کر کہیں اللہ اور آخرت کو بھلا تو نہیں بیٹھتا اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً﴾

ترجمہ: "ہم نے بنایا جو زمین پر ہیں زمین کی زینت تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔" (معارف القرآن: جلد۲ صفحہ ۲۸، ۲۹)

آیت زینت کی مختصر وضاحت

زُيِّنَ لِلنَّاسِ: زین کسی چیز کا آراستہ اور خوب صورت ہونا۔ کس نے مزین کیا اللہ جل شانہ نے تاکہ امتحان ہو مگر بعض آیات میں شیطان کی طرف منسوب کیا گیا "زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ"

شهوات: مراد مرغوبات ہیں یعنی کسی چیز کی طرف نفس کی انتہائی رغبت اور کمال میلان۔

القناطير: جمع قنطار بہت زیادہ مال۔ کتنے مال کو کہا جائے گا، تو اس میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بارہ سو مثقال یا بارہ سو درہم یا ایک ہزار دینار اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو سو اوقیہ کہا ہے مگر لغت کے اعتبار سے بہت زیادہ مال کو کہتے ہیں۔

المسومة: سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وہ گھوڑے جو جنگل میں چرتے ہیں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوعبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاندار گھوڑے۔

والانعام: یہ نعم کی جمع ہے (اس کا کوئی مفرد نہیں) اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ۔ (۱)

(۱) مظہری: ۲/۱۹۱، ۱۹۲

شیطان تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ فَلاَ تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلاَ يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُوْرِ﴾ (سورۃ فاطر: ۵)

ترجمہ: "اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور فریب دینے والا شیطان تم کو فریب نہ دے دے۔"

تشریح: اس میں تمام انسانیت کو مخاطب فرما کر کہا جا رہا ہے، قیامت کے آنے کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکہ

میں نہ ڈال دے یہ کہ جو مرضی سوال کرتے رہو کہ کب قیامت آئے گی؟ اور کب اللہ ہم کو عذاب دے گا؟

لَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرِ: غرور یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہوتے ہیں بہت دھوکہ دینے والا۔ مراد اس سے شیطان ہے کہ وہی انسان کو دھوکہ میں ڈال کر کفر نہیں تو معصیت میں تو مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دھوکہ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان برے کاموں کو اچھا کر کے ثابت کرتا ہے اس سے آدمی دھوکہ میں آجاتا ہے کہ گناہ بھی کرتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک مقبول ہوں اللہ مجھے عذاب کیوں دے گا؟ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی

مال کی کثرت کی حرص میں آدمی قبر میں چلا جاتا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ، کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ﴾ (سورة التکاثر: ۱ تا ۵)

ترجمہ: ”تم کو مال کی بہتات نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا دیکھو اگر تم جانتے یعنی علم الیقین رکھتے (تو غافل نہ ہوتے)۔“

تشریح: اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ: کہ تم کو مال کی بہتات نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تکاثر کا معنی ہے کثرت کے ساتھ مال و دولت کو جمع کرنا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے: ”الھا کم التکاثر حتی زرتم المقابر“ پڑھی اور فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اس مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور مال پر جو فرائض اللہ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں اس میں خرچ نہ کیا جائے۔

زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ: اس کی تفسیر آپ ﷺ نے ”حَتّٰی یَاْتِیَکُمُ الْمَوْتُ“ کے ساتھ فرمائی کہ آدمی مال و دولت اولاد وغیرہ کی کثرت اور تفاخر میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آلیتی ہے۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ”الھاکم التکاثر“ پڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، میرا مال، تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا خیرات کر کے آگے جاری کر دیا۔

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنَ: مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو قیامت کے دن کے حساب و کتاب کا یقین ہوتا تو تم اس تفاخر اور

تغافل اور تکاثر میں نہ پڑتے۔ (۲)

(۱) معارف القرآن: ۸/ ۸۰۹ (۲) معارف القرآن: ۸/ ۸۰۹

ہمیشہ کی زندگی آخرت کی ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة العنكبوت: ٦٤)

ترجمہ: ''اور یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشہ ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ سمجھتے۔''

تشریح: دنیاوی زندگی کو لہو لعب فرمایا گیا ہے کہ جس طرح کھیل کود ہوتا ہے تھوڑی دیر مزہ آتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے یہی حال اس دنیا کا ہے مگر اللہ کے احکامات، فرماں برداریوں والے اعمال اس دنیا میں شامل نہیں، ان کا شمار تو امور آخرت میں سے ہے، اس کا پھل تو آخرت میں ملے گا۔ (۱)

لَهِيَ الْحَيَوَانُ: اصل میں حیوان تھا، حیاۃ کے لفظ سے حیوان کا لفظ اپنے مفہوم پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آخرت ہی مقام حیات و زندگی ہے کہ وہاں صرف زندگی ہی ہوگی کبھی موت نہیں آئے گی۔ (۲)

(۱) معارف القرآن: ٦/ ۷۱۴ (۲) تفسیر مظہری: ۹/ ۱۹۲

﴿وَالْاٰيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ﴾

ترجمہ: ''اور آیات اس بارے میں زیادہ اور مشہور ہیں۔''

﴿وَاَمَّا الْاَحَادِيْثُ فَاَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصَرَ فَنُنَبِّهُ بِطَرَفٍ مِنْهَا عَلٰى مَاسِوَاهُ﴾

ترجمہ: ''اس مضمون کی احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کا حصر ممکن نہیں لہٰذا چند حدیثیں ہم ذکر کرتے ہیں۔''

مجھے تم پر فقر کا خطرہ مال داری سے زیادہ نہیں

(٤٥٧) ﴿عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ،

فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ أَبِیْ عُبَیْدَةَ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوْا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ "أَظُنُّکُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَیْدَةَ قَدِمَ بِشَیْءٍ مِنَ الْبَحْرَیْنِ؟" فَقَالُوْا: أَجَلْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: "أَبْشِرُوْا وَأَمِّلُوْا مَا یَسُرُّکُمْ، فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشٰی عَلَیْکُمْ، وَلٰکِنِّیْ أَخْشٰی أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْیَا عَلَیْکُمْ کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ، فَتَنَافَسُوْهَا کَمَا تَنَافَسُوْهَا، فَتُهْلِکَکُمْ کَمَا أَهْلَکَتْهُمْ ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو بحرین کی طرف بھیجا، تاکہ وہاں کا جزیہ وصول کر کے لائیں، پس وہ بحرین سے مال لے کر آیا۔ انصار نے ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے کی جب خبر سنی تو وہ فجر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھا چکے تو انصار آپ کے سامنے آئے آپ ان کو دیکھ کر مسکرا پڑے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے سنا ہے کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں، انصار نے عرض کیا جی ہاں! یارسول اللہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمہارے لئے خوشی کا باعث ہوگی اللہ کی قسم مجھے تمہاری فقیری کا اندیشہ نہیں ہے لیکن مجھے خوف رہتا ہے کہ تم پر بھی دنیا کی فراوانی اس طرح ہو جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی تھی پس تم دنیا کی طرف رغبت کرنے لگو جیسا کہ انہوں نے رغبت کی تھی۔ پس دنیا تم کو بھی تباہ و برباد کر دے گی جیسا کہ دنیا نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔''

لغات: ❖ بجزیتها: زمین کا محصول، ٹیکس، جو ذمی سے لیا جائے جمع جزیٌ و جزیٌ و جزاءٌ باب ضرب سے ہے۔ املوا صیغہ جمع مذکر حاضر باب تفعیل بمعنی امید کرنا۔ الامَلُ وَالاَمْلُ جمع آمال۔

تشریح: مَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ: مجھے تمہارے بارے میں فقر کا خوف نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی کشادگی اور وسعت آدمی کے لئے گمراہی اور غفلت کا زیادہ سبب بن جاتی ہے کیونکہ دنیا جب آتی ہے تو ساتھ میں اس سے محبت بھی ہونے لگتی ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے "حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ" دنیا کی محبت تمام گمراہی کی جڑ ہے۔ حضرت ابوحازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ دنیا سے بچتے رہو قیامت کے دن آدمی کو میدان حشر میں کھڑا کر کے کہا جائے گا یہ وہ شخص ہے جس نے ایسی چیز کو بڑا اور اچھا سمجھا جس کو اللہ جل شانہ نے حقیر بنایا تھا۔

فقر کفر سے ملانے والا نہ ہو

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ فقر سے مراد یہ ہے کہ ایسا فقر ہو جس سے آدمی کا گزر ہوتا ہو، اگر زیادہ فقر ہو جو آدمی کو کفر سے ملا

دے یہ مراد نہیں ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے: "کاد الفقر ان یکون کفراً" شدید تنگدستی کبھی ضعیف الایمان کو کفر تک پہنچا دینے کا سبب بن جاتی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب فرض الخمس و کتاب الجزیة والموادعة. و مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق. والترمذی وهکذا فی ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عمرو ابوعبداللہ کنیت، ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے اور اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی (استیعاب ۲/۴۵۰) غزوہ تبوک میں جب سخت قحط تھا اس کے لئے آپ نے تیاریاں شروع کیں تو عمرو بن عوف حاضر خدمت ہوئے کہ اگر ہمارے لئے بھی کچھ انتظام ہو جائے تو ہم اس جہاد سے محروم نہ ہوں ان کے لئے کوئی انتظام نہ ہو سکا مگر اللہ جل شانہ نے ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملهم قلت لا اجد ما احملکم علیه تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزناً الا یجدوا ما ینفقون﴾ (سورۃ التوبہ)

ترجمہ: "اور نہ ان لوگوں پر الزام ہے، جو تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری نہ پہنچی تو تم نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کروں یہ سن کر وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ میسر آنے کی وجہ سے غم میں ان کی آنکھیں اشکبار تھیں۔"

وفات: امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ (استیعاب: ۲/۴۵۱)

مرویات: ان سے سات احادیث منقول ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید وہکذا فی مرقاۃ

دنیا کی آرائش سے میں ڈرتا ہوں

(٤٥٨) ﴿وَعَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى الْمِنْبَرِ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ، فَقَالَ: "إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے پیچھے تم پر جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں سے دنیا کی زینت و آرائش ہے جس کا دروازہ تم پر کھول دیا جائے گا۔"

لغات: ❖ زهرةً: کلی، شگوفہ جمع اَزْهَرٌ واَزْهَارٌ زُهُوْر جمع الجمع اَزَاهِرُ وَاَزَاهِیْرُ. زَهْرَةُ الدنیا دنیا کی رونق وخوبی۔

تشریح: اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ: مال و دولت کی وہ فراخی و آسودگی جو دنیا کا گرویدہ بنا دے اور حرص میں مبتلا کر دے یہ

چیز انسان کے اخلاقی اور روحانی نور کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اور اخروی ہلاکت کا بھی مستوجب بنا دیتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے بطور شفقت کے مسلمانوں کو دنیاوی خوشحالی و آسودگی اور مالداری سے اپنے خوف کا اظہار فرمایا ہے کہ اسی سے باہمی مخالفت ونزاع، سماجی استحصال لوٹ کھسوٹ اور دنیاوی اقتدار کی جنگ و جدل کا نتیجہ بن جاتی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب الصدقة علی الیتامی وفی کتاب الجهاد ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب تخوف ما یخرج من زهرة الدنیا واحمد ۱۱۸۶۵/٤، والنسائی، وعبدالرزاق ۲۰۰۲۸، وابن حبان ۳۲۲۵، ۳۲۲٦.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۶۷۸/۴

دنیا شیریں اور سرسبز ہے

(۴۵۹) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک دنیا شیریں اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا میں خلیفہ بنانے والا ہے تاکہ تم کو دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو، بس تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔“

لغات: ❖ مُسْتَخْلِفُكُمْ: استخلاف کے معنی ہے کسی کو اپنی جگہ پر خلیفہ بنایا قائم مقام بنانا اور مجرد میں یہ باب کرم سے مستعمل ہے۔

تشریح: اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ: بے شک دنیا شیریں اور سرسبز ہے۔ یہ حدیث پہلے ”باب التقوی“ میں گزر چکی ہے۔

دنیا کو شیریں اور سرسبز کیوں کہا گیا؟

حدیث بالا میں دنیا کو شیریں اور سرسبز بتایا گیا ہے کہ دنیا دیکھنے میں بہت اچھی لگتی ہے اور استعمال کرنے میں بھی مزہ آتا ہے۔ مگر جس طرح شیریں اور سرسبز جلد خراب ہوتی ہے تو اسی طرح یہ دنیا کی بھی مثال ہے۔ (۱)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو اس پر ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دائمی اور ہمیشہ رہنے والی ہے اس کے بعد بھی وہ اس دھوکہ کے گھر دنیا کے لئے کوشش کرتا ہے۔

فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ: کہ دنیا میں زیادہ مشغول ہونے اور عورتوں کے فتنہ سے بچتے رہنے کی تنبیہ کی گئی ہے مقصود

یہ ہے کہ اس سے بچنے کے لئے خاص اہتمام کیا جائے اور اس میں وہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں جو شریعت نے بتلائی مثلاً پردہ، نظر نیچی رکھنا، عورتوں سے اختلاط نہ کرنا وغیرہ۔

تخریج حدیث: تقدم تخریجه في باب التقوىٰ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شرح مسلم للنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آخرت کی زندگی اصلی زندگی ہے

(٤٦٠) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: لا عیش: زندگی، کھانا روٹی باب ضرب بمعنی زندہ رہنا۔ الآخِرَةُ دار البقاء، اور نسبت کے لئے۔ اخروی.

تشریح: اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ: اے اللہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ یہ جملہ آپ ﷺ نے دو موقع پر فرمایا۔

آپ ﷺ نے یہ ارشاد دو موقعوں پر فرمایا ایک خندق کے موقع پر جب کہ مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے نہایت مشکل حالات اور تنگ دستی کی حالت میں خندق کھود رہے تھے۔ اور صحابہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

نحن الذين بايعوا محمداً   على الجهاد ما بقينا ابداً

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا: ''اللهم لا عيش الا عيش الاخرة فاغفر الانصار والمهاجرة'' (۱) ان الفاظ کے ساتھ صحابہ کو صبر و حوصلے کی تلقین کرنی تھی کہ ان کٹھن مراحل میں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ چند روزہ تکلیف و مشقت ہے اس کے بعد حقیقی زندگی آخرت کی آنے والی ہے اس میں ہمیشہ کا آرام و راحت ملنے والا ہے۔

دوسرا موقع: آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی یہ ارشاد فرمایا جب کہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت تھی آپ ﷺ نے اس موقع پر بھی صحابہ کو آخرت کی طرف متوجہ فرمایا کہ اپنی کثرت و طاقت کو دیکھ کر گھمنڈ اور تکبر میں مبتلا نہ ہو جانا یہ سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ اصل زندگی تو آخرت کی آنے والی ہے وہاں کی راحت ہمیشہ کی ہوگی۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب التحریض علی القتال و کتاب الرقاق، وفی کتاب الجهاد تحت باب غزوة الاحزاب وهی الخندق. والترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ (۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۸

میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں

(۴٦۱) ﴿وَعَنهُ عَن رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّم قَالَ: "يَتبَعُ المَيِّتَ ثَلاثَةٌ: أَهلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرجِعُ اثنَانِ، وَيَبقىٰ وَاحِدٌ يَرجِعُ اَهلُهُ وَمَالُهُ وَيَبقىٰ عَمَلُهُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین چیزیں میت کے پیچھے جاتی ہیں ① اس کا اہل وعیال ② اس کا مال ③ اور اس کا عمل۔ پھر دو چیزیں تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے اس کے اہل وعیال اور اس کا مال واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یتبع: تَبِعَ سمع سے تبعه پیچھے چلنا، ساتھ چلنا، فرمانبردار ہونا۔ صفت تَبِعٌ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے جمع اتباع، تبع الشیء پیروی کرنا، نقش قدم پر چلنا۔

تشریح: يَتبَعُ المَيِّتَ ثَلاثَةٌ: تین چیزیں میت کے ساتھ جاتی ہیں اس کے گھر والے اس کا مال اور اس کا عمل۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: میت کے ساتھ قبر تک مال تو نہیں لے جاتے؟

جواب: عرب کے دستور کے اعتبار سے ہے کہ وہاں پر میت کے مال کو بھی قبرستان لے جاتے تھے۔[1]

یبقی عمله: صرف عمل ساتھ رہتا ہے باقی چیزیں واپس آ جاتی ہیں۔ علامہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کی پہلی منزل قبر میں پہنچتا ہے تو وہاں سے وہ مرحلہ شروع ہو جاتا ہے جہاں سے عزیز واقارب، دوست احباب، مال ودولت سب ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اب اس کے ساتھ صرف اعمال باقی رہ جاتے ہیں جو اس نے دنیا میں کئے تھے شاید اسی وجہ سے کہا گیا ہے: ''القبر صندوق العمل'' یعنی قبر اعمال کا صندوق ہے۔[2]

بقول شاعر ؎

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

بعض محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں نیک اعمال کرنے ترغیب دی جا رہی ہے کہ یہی ساتھ رہنے والے ہوں گے۔[3] بقول شاعر

موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام　　　　نیند بھر کر وہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقائق تحت باب سکرات الموت مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق والترمذی، واحمد ٤/١٢٠٨١ وابن حبان ٣١٠٧، والحمیدی ١١٨٦، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین: ۲/۱۸، مظاہر حق جدید: ۴/۶۸۱　(۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۸

جہنم کا غوطہ لگانے کے بعد آدمی دنیا کے ناز ونعمت کو بھول جائے گا

(٤٦٢) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صِبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ: يَاابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صِبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَاابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ: لَا، وَاللّٰهِ، مَامَرَّبِيْ بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت والے دن جہنمیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ ناز ونعمت میں رہا ہوگا اس کو جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی آرام دیکھا ہے؟ کیا تو کبھی ناز و نعمت سے ہمکنار ہوا ہے؟ وہ جواب دے گا نہیں! خدا کی قسم اے مرے خدا! پھر جنتیوں میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بہت زیادہ دکھی اور مصیبت زدہ تھا۔ اسے جنت کا غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی سختی اور تنگی دیکھی ہے کیا تیرے ساتھ کبھی سختی کا گزر ہوا ہے وہ کہے گا: نہیں اللہ کی قسم میرے ساتھ کبھی بھی سختی کا گزر نہیں ہوا اور نہ کبھی میں نے سختی اور تکلیف دیکھی ہے۔“

لغات: ❖ فیصبغ: صبغ یہ نصر ضرب سے ہے صبغ یدہ فی الماء پانی میں ہاتھ ڈبونا۔ صبغ فلاناً بالنعیم نعمتوں سے چھپا دینا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی انسانوں کو آخرت کی زندگی کی ترغیب بڑے موثر انداز میں دی جا رہی ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں جن کے حصول کے لئے انسان شریعت کے احکامات کو پامال کرتا ہے اگر وہ نعمتیں حاصل بھی ہو جائیں تو جہنم کے ایک غوطے ہی سے وہ سب فراموش ہو جائیں گی۔

اور دنیا کے فقر و فاقہ اور مشقتوں سے آدمی ڈرتا ہے مگر جنت کے ایک ہی غوطے سے دنیا کی مشقتوں کو وہ بھول جائے گا۔
تو حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے کہ انسان ایمان و عمل صالح والی زندگی کو اختیار کرے تاکہ آخرت کی دائمی نعمتوں اور وہاں کی ہمیشہ کی مسرتوں سے وہ ہمکنار ہو جائے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب صفة القیامة والجنة والنار والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دنیا کی مثال انگلی میں لگے ہوئے پانی کے مثل ہے

(٤٦٣) ﴿وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِبْنِ شَدَّادٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا یُجْعَلُ أَحَدُکُمْ إِصْبَعَهُ فِی الْیَمِّ، فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ؟﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈبوتا ہے تو وہ دیکھے انگلی کتنے پانی کے ساتھ واپس آئی۔''

لغات: ❖ الیم: سمندر، سانپ، جنگلی کبوتر۔ یَمّ یُیَمُّ یَمًّا سمندر میں پھینکا جانا۔ الساحل سمندر کے نیچے آنا۔ یَمَّمَهُ قصد کرنا۔

تشریح: مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلَ مَا یُجْعَلُ: دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کہ کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈبوئے۔ مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکال لے پھر تو اس کی انگلی سمندر سے صرف تری یا ایک آدھ قطرہ ہی پانی کا لائی ہوگی۔ پس اسی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کی نعمتیں اسی قدر قلیل و کم ہیں۔

یہ مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ مثال بھی صرف تمثیل اور سمجھانے کے لئے کہ دنیا کی تمام چیزیں متناہی ہیں اس کے مقابلے میں آخرت کی نعمتیں غیر متناہی ہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ دنیا کی نعمتیں ملنے پر نہ تو وہ متکبر اور مغرور ہو اور دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کر کے شکوہ نہ کرے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَةِ'' اصل زندگی تو بس آخرت کی ہی زندگی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنة ونعیمها واهلها تحت باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم

القیامة واحمد ٦/ ٨٠٣٠ الترمذی، وابن حبان ٤٣٣، والطبرانی فی الکبیر ٢٠/ ٧١٣ ومقامات متعددة.

راوی حدیث حضرت مستورد بن شداد کے مختصر حالات:

نام: مستورد والد کا نام شداد تھا۔ یہ قبیلہ فہری قرشی سے تعلق رکھتے ہیں ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے پھر مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی (اسد الغابۃ) یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے یہ اس وقت بہت چھوٹے تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی سماعت کی ہے اور ان سے سات احادیث مروی ہیں۔ چار احادیث اہل مصر سے اور دو احادیث اہل کوفہ سے مسلم میں تو ان سے روایت موجود ہے مگر بخاری میں ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔

آپ ﷺ کا گزر مردہ بکری کے پاس سے ہوا

(٤٦٤) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدِيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ؟ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ، ثُمَّ قَالَ أَتُحِبُّوْنَ أَنَّهُ لَكُمْ؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا، أَنَّهُ أَسَكُّ. فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ! فَقَالَ: فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ﴾

(رواه مسلم)

قوله: "كنفتيه" أي: من جانبيه. و "الأسك" الصغير الأذن.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بازار سے گزرے اور آپ کے دونوں طرف لوگ تھے تو آپ ایک مردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے۔ جو چھوٹے چھوٹے کانوں والا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑتے ہوئے فرمایا: تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ یہ مردہ بچہ اس کو ایک درہم میں دے دیا جائے، صحابہ نے عرض کیا ہم اس بچے کو کسی بھی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتے اور ہم اس کو لے کر کیا کریں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ بچہ تمہیں بلاعوض دے دیا جائے۔ صحابہ نے جواب دیا اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی عیب دار تھا اس لئے کہ اس کے کان چھوٹے چھوٹے ہیں اب کس طرح ہم اسے پسند کر سکتے ہیں جب کہ یہ مرا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ بکری کا بچہ تمہاری نظروں میں ذلیل ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ بجدی: پہلے سال کا بکری کا بچہ جمع اجدٍ وجداء وجدیان۔ قطب کے پہلو کے ایک ستارے کا نام جس کو جدی الفرقد بھی کہتے ہیں۔ آسمان کے ایک برج کا نام بھی ہے۔

تشریح: دنیا کی مذمت بزبان رسالت

دنیا کی مذمت آپ ﷺ کے متعدد ارشادات سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب انسان کے دل میں دنیا کی محبت آتی ہے تو پھر وہ ہر قسم کے گناہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ آخرت کے کاموں میں تساہل اور نقصان ہونے لگتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض عارفین کا یہ مقولہ ہے کہ جو شخص دنیا کو محبوب رکھتا ہے اس کو سارے پیرومرشد مل کر بھی ہدایت پر نہیں لا سکتے اور جو شخص دنیا کو مبغوض سمجھتا ہو تو اس کو سارے مفسدین مل کر بھی گمراہ نہیں کر سکتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک کوڑے پر سے گزرے جہاں کچھ بوسیدہ ہڈیاں، پاخانہ اور پرانے پھٹے ہوئے چیتھڑے پڑے ہوئے تھے۔ آپ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا آؤ دیکھو یہ ہے دنیا کی انتہا اور اس کی ساری زیب و زینت۔ (۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دنیا کی خباثت کی علامت میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس میں مشغول ہونے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی آجاتی ہے اور اس کی خباثت میں سے یہ بھی ہے کہ یہ دنیا آخرت کو چھوڑے بغیر نہیں ملتی۔ یہ بات سمجھ لو کہ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے اور تھوڑی دیر کی خواہش بہت طویل زمانے کے رنج و عذاب کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق وابو داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۴/۶۷۰ (۲) مذمت دنیا للغزالی

احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میں صدقہ کر دوں گا

(٤٦٥) ﴿وَعَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرَّةٍ بِالْمَدِيْنَةِ، فَاسْتَقْبَلَنَا أُحُدٌ فَقَالَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ عِنْدِيْ مِثْلَ أُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا تَمْضِيْ عَلَيَّ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَعِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ، إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ، إِلَّا أَنْ أَقُوْلَ بِهِ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا، وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا" عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَعَنْ خَلْفِهِ، ثُمَّ سَارَ فَقَالَ: "إِنَّ الْأَكْثَرِيْنَ هُمُ الْأَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ثُمَّ قَالَ لِيْ: "مَكَانَكَ لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَكَ" ثُمَّ انْطَلَقَ فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ حَتّٰى تَوَارٰى، فَسَمِعْتُ صَوْتًا قَدِ ارْتَفَعَ، فَتَخَوَّفْتُ أَنْ يَّكُوْنَ أَحَدٌ عَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَدْتُ أَنْ

آتِيَهُ فَذَكَرْتُ قَوْلَهُ: "لَا تَبْرَحْ حَتّٰى آتِيَکَ" فَلَمْ أَبْرَحْ حَتّٰى أَتَانِيْ، فَقُلْتُ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتًا تَخَوَّفْتُ مِنْهُ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ: "وَهَلْ سَمِعْتَهُ"؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: "ذَاکَ جِبْرِيْلُ أَتَانِيْ فَقَالَ: مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِکَ لَا يُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ﴾ (متفق عليه وهذا لفظ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین پر چل رہا تھا کہ ہمیں احد پہاڑ نظر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو پھر مجھ پر تین ایسے گزر جائیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس موجود ہو سوائے اتنی رقم کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لئے رکھوں مگر اسے اللہ کے بندوں میں اس طرح، اس طرح اور اس طرح تقسیم کر دوں، آپ نے دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف اشارہ فرمایا پھر آپ چلے اور فرمایا: زیادہ مال و دولت والے ہی قیامت کے دن اجر و ثواب میں کم ہوں گے مگر وہ لوگ جو اپنے مال کو اس طرح، اس طرح اور اس طرح اپنے دائیں، بائیں اور پیچھے خرچ کریں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اپنی جگہ ٹھہرے رہو جب تک میں نہ آؤں یہیں رہنا۔ پھر آپ رات کے اندھیرے میں چلے گئے یہاں تک کہ آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے پھر میں نے ایک زوردار آواز سنی مجھے اندیشہ ہوا کہ کوئی دشمن آپ کے درپے تو نہیں ہو گیا؟ چنانچہ میں نے آپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھے آپ کی بات یاد آگئی کہ میرے آنے تک یہاں سے نہ ہٹنا۔ پس میں وہیں رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ واپس آگئے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک آواز سنی تھی جسے میں سن گھبرا گیا اور ساری بات آپ ﷺ سے ذکر کی۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم نے وہ آواز سنی تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ جبرائیل تھے جو میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص تمہاری امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہ قرار دیتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے؟ فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔ بخاری و مسلم (یہ لفظ بخاری کے ہیں۔''

لغات: ❖ تواری: تَوَرّٰى تَوَرِّيًا وتَوَارٰى تَوَارِيًا عَنْهُ چھپنا۔ یہ باب ضرب اور سمع وغیرہ سے مستعمل ہے اور مزید باب تفاعل وغیرہ سے بھی آتا ہے۔

تشریح: أَنَّ عِنْدِیْ مِثْلَ اُحُدٍ هٰذَا ذَهَبًا: میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو۔

مگر میں ان سب کو صدقہ کر دوں گا۔ اس جملہ میں بھی ترغیب ہے دنیا میں کم سے کم مال و اسباب کو رکھا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا سردار نہ بناؤ یہ تمہیں اپنا غلام بنالے گی اپنا خزانہ ایسی پاک ذات کے پاس محفوظ کر دو جہاں ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے دنیا کے خزانوں میں اضاعت کا اندیشہ ہر وقت رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خزانہ پر کوئی آفت نہیں ہوگی۔

الاشئ ارصده لدین: ہاں اتنا کہ جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم کو سنبھال کر رکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے کیونکہ نفلی صدقے سے ادائیگی قرض زیادہ ضروری ہے۔

مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِکَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا: آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص مرے اس حال میں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب بھی کرے اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اسے معاف کر دیں گے یا سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں چلا جائے گا یا یہ کہ اس نے مرنے سے پہلے کبیرہ گناہوں سے خالص توبہ کر لی ہو۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب المکثرون و تحت ما احب ان لی مثل احد ذھباً وفی کتاب الاستقراض ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب الترغیب فی الصدقة والترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۳۵۲

بقدر قرض مال کو روک کر میں سب کو صدقہ کر دوں گا

(٤٦٦) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَھَبًا، لَسَرَّنِیْ أَنْ لَّا تَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثُ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْہُ شَیْءٌ إِلَّا شَیْءٌ أُرْصِدُہٗ لِدَیْنٍ"﴾

(متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ میری تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس میں سے میرے پاس کچھ باقی ہو سوائے اتنے حصے کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔"

(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ ارصده: أَرْصَدَ. الرقیب رقیب کو راستہ میں گھات لگانے کے لئے کھڑا کرنا۔ له شیئاً تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ له

خیراً او شراً. بدلہ دینا۔ الحساب پیش کرنا۔ ظاہر کرنا۔ شمار کرنا۔

تشریح: لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو۔ اس جملہ میں آپ ﷺ کے زہد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو دنیا کے مال کو اپنے پاس رکھنا بالکل ہی پسند نہ تھا۔

نیک کام کی آرزو مستحسن ہے

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہاں پر آپ ﷺ اپنی تمنا کا اظہار فرمارہے ہیں کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں صدقہ کردیتا اس میں آپ کی نیک آرزو اور خواہش کا اظہار ہے نیک کام میں اس طرح کی تمنا کرنا مستحسن ہے۔

اُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ: قرض کی ادائیگی کے لئے سنبھال کر رکھ لوں۔ قرض کو ادا کرنا فرض ہے اور صدقہ کرنا نفل ہے اس لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرض کی وجہ سے بقدر قرض اپنے پاس مال رکھوں گا اس کے علاوہ جو کچھ ہوگا سب کو خرچ کردوں گا۔

مسند احمد کی روایت میں الفاظ زیادہ واضح ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں:

الا شیء ارصده فی دین یکون علی: (۱) مگر اتنا میں سنبھال کر رکھوں گا جتنا میرے اوپر قرض ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب قول النبی صلی الله علیه وسلم ما احب ان لی عندی مثل احد ذهباً و مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب تغلیظ عقوبة من لا یودی الزکاة واحمد ۷۴۸۹/۳ وابن حبان ۳۲۱۴ وهکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۲۳ ونزہۃ المتقین: ۱/۳۵۳ ودلیل الفالحین: ۲/۴۰۲

(۲) مسند احمد: ۳/۷۴۸۹

دنیا میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھنا چاہئے

(۴۶۷) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اُنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ أَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ"﴾ (متفق علیه)

وهذا لفظ مسلم. وفی روایة البخاری: "إِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ إِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى مَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُ."

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسے لوگوں کی طرف

دیکھو جو (دنیا کے مال واسباب کے لحاظ سے) تم سے نیچے کمتر ہوں اور ان کی طرف مت دیکھو (جو مال واسباب میں) تم سے اوپر ہوں اس طرح زیادہ لائق ہے کہ پھر تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کرو، جو اس کی طرف سے تم پر ہوئی ہیں (بخاری و مسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں) اور بخاری کی روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص ایسے آدم کو دیکھے جو مال اور خوب صورتی میں اس سے بڑھا ہوا ہے تو وہ اس شخص کی طرف بھی دیکھے جو اس سے کم درجہ کا ہے۔"

لغات: ❖ ان لا تزدروا: اِزْ دَرَاً. اِزْدِرَاءً حقیر سمجھنا۔ کمزور جاننا یہ مجرد میں باب ضرب وغیرہ سے آتا ہے اور مزید افعال اور افتعال وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اپنے سے زائد مالدار پر نظر رکھے گا تو اس کو افسوس ہوگا اور تمنا کرنے لگے گا کہ میرے پاس بھی اتنا ہو جائے۔ مشکوٰۃ کی ایک روایت میں اس کی علت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اپنے سے زیادہ مال داروں کی طرف نگاہیں نہ لے جایا کرو بلکہ اپنے سے کم درجہ والوں کو سوچا کرو اس سے نعمت کی حقارت تمہارے دلوں میں نہیں ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔ (۱)

قصہ عون بن عبداللہ کا

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عون بن عبداللہ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر مال داروں کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو میری طبیعت غمگین رہتی کبھی کسی کا کپڑا اپنے کپڑے سے اچھا دیکھتا اور کبھی کسی کا گھوڑا اور اپنے گھوڑے سے اعلیٰ پاتا۔ اس کے بعد میں نے فقراء اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے اس رنج سے راحت مل گئی کہ میں ان لوگوں سے اپنی چیزوں کو اچھا ہی پاتا ہوں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب من ینظر الی من هو اسفل منه ومسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق واحمد ۷۴۵۳/۳ والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۷۱۳، ۷۱۴.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ شریف (۲) احیاء العلوم

درہم و دینار کے غلام کو آپ نے بددعا فرمائی

(۴۶۸) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَعِسَ عَبْدُالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تباہ و برباد ہو گیا وہ آدمی جو مال و دولت (دینار و درہم) اور سیاہ چادر اور دھاری دار چادر کا غلام ہے اگر اسے کچھ مل جاتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر اسے کچھ نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔'' (بخاری)

لغات: القطیفة: مخملی چادر جو اوڑھی جاتی ہے۔ جمع قطف. وقطائف قطفة. قطفًا (ض) وقطفه. چھیلنا۔ خراش پیدا کرنا۔ الخمیصة: الخمیص کا مونث سیاہ کنارے والا جبہ جو عورت و مرد پہنتے ہیں جمع خمائص۔ خمص (ن) خمصاً وخموصاً وانخمص۔ الجرح۔ زخم کا ورم جاتے رہنا۔

تشریح: غلام بن جانے کا مطلب

تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ: ہلاک ہو جائے دینار، درہم اور شال اور دوشالے کا بندہ۔ اس کا بندہ اور غلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے احکامات و آیات کے مقابلے میں دنیا کی ان چیزوں کے حصول کو وہ ترجیح دیتا ہو اور دن رات اسی میں مگن رہتا ہو گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی بجائے ان چیزوں کی بندگی کرتا ہے۔ اور اگر ان سب چیزوں کے حصول میں وہ اللہ جل شانہ کے احکامات کو مقدم رکھتا ہے تو اب اس کے حصول میں کوئی مضائقہ نہیں جیسے کہ مسند احمد کی روایت میں آتا ہے: ''لا بأس بالغنى لمن اتقى الله عزوجل'' کہ مال داری مضر نہیں اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اسی بات کو خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس شعر میں کہا ہے

کسب دنیا تو کر ہوس کم کر اس پہ تو دین کو مقدم کر

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب الحراسة و کتاب الرقاق.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اصحابِ صفہ کی حالت

(٤٦٩) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْرَبَطُوْا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اصحاب صفہ کے ستر آدمیوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی پوری چادر نہ تھی یا صرف تہبند یا صرف چادر تھی جس کو انہوں نے اپنے گردیوں لپیٹ

رکھا تھا۔ بعض کی تہبند نصف پنڈلی تک تھی اور بعض کی ٹخنوں تک۔ پس وہ شخص جس کا تہبند چھوٹا تھا وہ اپنے تہبند کو اپنے ہاتھ کے ساتھ پکڑے رکھتا تا کہ اس کی ستر ظاہر نہ ہو جائے۔" (رواہ البخاری)

لغات: ❖ الصفة: صفة السرج او الرمل زین یا کجاوہ کی گدی۔ صفة المسجد مسجد کے قریب سایہ دار چبوترہ۔ الصفة گرمی کے لئے گھاس پھوس کی چھت کا مکان۔ صَفَّ (ن) صَفًّا و صَفَّفَ. الشَّیْءَ (ن) القومَ قوم کو جنگ وغیرہ میں صف بندی سے کھڑا کرنا۔

تشریح: اَھْلُ الصُّفَّةِ: اصحاب صفہ، صفہ مسجد نبوی میں چبوترہ کا نام ہے اس میں علم دین حاصل کرنے والے صحابہ بیٹھا کرتے تھے یہ اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ یا درس گاہ تھی۔ یہ صحابہ اصحاب صفہ کہلاتے تھے ان کے کھانے پینے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ کچھ مل جاتا تو کھا لیتے

خدا کی راہ میں مٹ جا خدا کے نام پر بک جا　　یہی ایسی تجارت ہے کہ جس کو بے خطر پایا

اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَاءٌ: ایک تہبند تھی یا چادر، اصحاب صفہ کے فقر کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کے پاس نہ کھانے کو کچھ ہوتا اور نہ ہی پہننے کو کچھ تھا صرف بقدر ضرورت ستر کو چھپایا ہوا تھا، ان اصحاب نے اپنی شہوات وخواہشات کو آخرت کے لئے محفوظ کر رکھا تھا جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص دنیا میں اپنی شہوتوں کو پورا کرتا ہے وہ آخرت میں اپنی خواہشات کے پورا کرنے سے محروم کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص دنیا میں زیب وزینت والے لوگوں کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جو شخص کم سے کم روزی پر صبر وتحمل کرتا ہے وہ جنت فردوس میں اعلیٰ ٹھکانہ پکڑتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المساجد تحت باب نوم الرجال فی المسجد وابن حبان ٦٨٢، والبیهقی ٢/٢٤١.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) در منثور

مؤمن کے لئے دنیا کی زندگی قید خانہ ہے

(٤٧٠) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافروں کے لئے جنت ہے۔"

لغات: سجن: السجن قید خانہ۔ جیل۔ جمع سجون. السجان. جیلر۔ السجین قیدی۔ سجنه (ن) سجنا. قید کرنا۔ سجن العضم غم کو چھپانا۔ سجن الشیء پھاڑنا۔

تشریح: علماء امت نے اس حدیث کی متعدد توجیہات فرمائی ہے:

پہلی توجیہ: دنیا میں مؤمن کتنی ہی راحت و آرام میں ہو لیکن آخرت اور جنت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس کی دنیوی راحت و آرام کی وہی حیثیت ہے جو جیل کی ہوتی ہے اسی طرح کافر دنیا میں خواہ کیسا ہی بدحال اور مصائب کا شکار ہو مگر دوزخ کی زندگی کے مقابلے میں اس کی یہاں کی زندگی گویا جنت کہلانے کی مستحق ہے۔

دوسری توجیہ: یہ ہے کہ جیل خانہ میں آدمی کی آزادی سلب ہو جاتی ہے وہ کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے وغیرہ میں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا اسی طرح دنیا میں مؤمن ہر وقت اللہ کے احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارتا ہے اس کے برعکس کافر آزاد ہوتا ہے۔

تیسری توجیہ: یہ بھی کی جاتی ہے کہ جیل میں آدمی کے لئے راحت و آرام کا خواہ کتنا ہی سامان جمع کر دیا جائے مگر اس کا وہاں دل نہیں لگتا ٹھیک یہی کیفیت ایک مسلمان کی دنیا کی زندگی میں ہونی چاہئے۔

چوتھی توجیہ: یہ بھی کی جاتی ہے کہ دنیا میں کافر کی بہ نسبت ایک مؤمن کو آفات و مصائب کا سامنا عموماً زیادہ کرنا پڑتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل: کہ دنیا میں آفات و مصائب سب سے زیادہ انبیاء کرام کو پھر علی الترتیب ان لوگوں کو جو سب سے زیادہ ان حضرات کے نقش قدم پر ہوں۔

اس کے برعکس کافر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے یہاں سے یہ رخصت ہوا تو گویا اس کی راحت اور آرام کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق، واحمد فی مسنده ۳/ ۸۲۹۶، والترمذی وابن ماجه وابن حبان ٦٨٧.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دنیا میں مسافروں کی طرح رہو

(٤٧١) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ". وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: إِذَا أَمْسَيْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ

حَيَاتِکَ لِمَوْتِکَ. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. قَالُوْا فِیْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِیْثِ مَعْنَاهُ: لَا تَرْکَنْ إِلَی الدُّنْیَا وَلَا تَتَّخِذْهَا وَطَنًا، وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِطُوْلِ الْبَقَاءِ فِیْهَا، وَلَا بِالْإِعْتِنَاءِ بِهَا، وَلَا تَتَعَلَّقْ مِنْهَا إِلَّا بِمَا یَتَعَلَّقُ بِهِ الْغَرِیْبُ فِیْ غَیْرِ وَطَنِهٖ، وَلَا تَشْتَغِلْ فِیْهَا بِمَا لَا یَشْتَغِلُ بِهِ الْغَرِیْبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الذَّهَابَ إِلٰی اَهْلِهٖ. وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ﴾

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں کندھوں کو پکڑ کر فرمایا: کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر یا راہ گیر رہتا ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ رکھو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی تندرستی کے زمانے میں بیماری کے زمانے کے لئے تیاری کرو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے تیاری کرو۔“ (بخاری)

علماء اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی طرف میلان نہ کرو اور نہ دنیا کو مسکن بناؤ اور نہ دنیا میں زیادہ عرصہ رہنے کی آرزو کرو اور نہ اس کا زیادہ اہتمام کرو، دنیا کے ساتھ تمہارا تعلق صرف اتنا ہو جتنا ایک مسافر آدمی اپنے وطن کے غیر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور دنیا میں ان چیزوں کے ساتھ مشغولیت اختیار نہ کرو جن کے ساتھ وہ مسافر مشغول نہیں ہوا کرتا جو اپنے گھر جانے کا ارادہ رکھتا ہے (وباللہ التوفیق)۔

لغات: غریب: الغریب وطن سے دور جمع۔ غربا عجیب، غیر مانوس۔ من الکلام دور از فہم کلام۔ مونث غریبۃ جمع غرائب.
غرب (ن) غربا جانا۔ فلانا عنا جدا ہونا۔ علیحدہ ہونا۔ فی سفرہ دور کا سفر کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کی شرح خود ہی صاحب کتاب امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہے کہ آدمی دنیا میں مسافر کی سی زندگی گزارے۔ دنیا کی محبت کو دل سے نکالے بغیر یہ ممکن نہیں کیونکہ جس کے دل میں دنیا کی محبت آ جاتی ہے تو وہ رفتہ رفتہ اسی کا بن جاتا ہے اگرچہ یہ شخص آخرت والے اعمال بھی کرتا ہے لیکن یہ ناپاک دنیا کی محبت رنگ لائے بغیر اس کو نہیں چھوڑتی (۱) اسی وجہ سے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس جادوگر دنیا سے بچتے رہو یہ تو علماء کے دلوں پر بھی جادو کر دیتی ہے۔

عقل مندوں کی تین نشانیاں

یحییٰ بن معاذ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ تین آدمی عقل مند ہیں:

❶ ایک وہ شخص جو دنیا کو اس سے پہلے خود چھوڑ دے کہ دنیا اس کو چھوڑے۔

❷ وہ شخص جو قبر کی تیاری اس میں جانے سے پہلے کرے۔

❸ جو اپنے مولیٰ کو اس سے ملاقات سے پہلے پہلے راضی کر لے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کن فی الدنیا الخ واحمد ۴۷۶۴/۲ والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۶۹۸ وهکذا فی البیهقی ۳۶۹/۳.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق

آدمی اللہ کا بھی اور لوگوں میں محبوب کیسے بن جائے

(۴۷۲) ﴿وَعَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ نِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ، وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فَقَالَ "اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ، وازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَالنَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ"﴾ (حدیث حسن رواه ابن ماجه وغیره باسانید حسنة)

ترجمہ: ”حضرت ابوالعباس سہل بن سعد الساعدی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی ایسا عمل بتا دیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھے محبوب بنا لیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا دنیا سے بے رغبت ہو جا، تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے ان چیزوں سے تم اعراض کرو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (یہ حدیث حسن ہے ابن ماجہ وغیرہ نے حسن اسانید کے ساتھ روایت کی ہے)۔“

لغات: ازهد: زهد زهدا (ف س) وزهد (ک) زهداً وزهادةً فی الشیء وعنه بے رغبتی سے کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ اور اسی سے ہے۔ زهد فی الدنیا یعنی اس نے دنیوی خواہشات کو ترک کر کے اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ کر لیا۔ صفت فاعلی زاهد

تشریح: دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ: مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں کہ جب میں وہ کروں تو اللہ بھی محبت کرنے لگے اور لوگ بھی محبت کرنے لگیں۔ اس حدیث میں بڑے تجربہ کی بات بتائی گئی ہے کہ جتنے بھی آپس میں بہترین تعلقات ہوں لیکن جہاں کسی چیز کا کسی سے سوال کر لیا تو سارے ہی تعلقات اور عقیدتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے مختصر سی نصیحت فرما دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز دوسروں کے پاس ہے اس سے اپنے آپ کو بالکل مایوس بنالو اور طمع سے اپنے کو بالکل محفوظ رکھو اس لئے کہ طمع فوری فقر ہے اور اپنے آپ کو اسی چیز سے بچاؤ جس کی معذرت کرنا پڑے۔

جو کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگیں

جو کچھ بھی مانگنا ہو اللہ سے مانگے اللہ اس سے خوش ہو جائے گا۔ بنو امیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک نے حضرت ابو حازم کو بڑے اصرار سے لکھا کہ آپ کو کچھ ضرورت ہوا کرے تو مجھ سے مانگ لیا کریں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ میں نے اپنی ضرورتیں اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دی ہیں اس نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا میں نے اس پر قناعت کر لی۔ اسی کو عربی شاعر نے اس طرح کہا

لا تسئل بنی آدم حاجته — واسئل الذی ابوابه لا تحجب

اللّٰه یغضب ان ترکت سؤاله — وابن آدم حین یسئل بغضب

ترجمہ: (۱) ”انسان کے سامنے اپنی ضروریات کے لئے ہاتھ مت پھیلاؤ اس سے مانگو جس کے فضل و کرم کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔“

ترجمہ: (۲) ”اگر بندہ اللہ سے مانگنا چھوڑ دے تو وہ ناراض ہوتا ہے اور جب بندے سے مانگا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔“

بقول شاعر

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل نہیں

تخریج حدیث: اخرجه ابن ماجة فی کتاب الزهد تحت باب الزهد فی الدنیا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) الترغیب والترہیب

آپ ﷺ کو کھانے کے لئے ردی کھجور بھی میسر نہیں آتی تھی

(۴۷۳) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فَقَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ﴾ رواه مسلم

"اَلدَّقَلُ" بفتح الدال المهملة و القاف: رَدِیْءُ التَّمرِ.

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا کہ لوگوں کے پاس زیادہ مال اور دولت آگئی ہے اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ سارا دن بھوک کی وجہ سے پیٹ کے بل جھکے رہتے، آپ کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر سکتے۔" (مسلم)

لغات: ❖ "الدقل" دال مہملہ اور قاف پر زبر کے ساتھ "ردی"

❖ یلتوی: اِلْتَوٰی اِلْتِوَاءً. القدح او الرمل تیر یا قطعہ ریت کا ٹیڑھا ہونا۔ علیه الامر دشوار وہنا۔ الشیء مڑنا۔ لویة دوسرے کے لئے کھانا چھپا کر کھانا۔

تشریح: حدیث بالا کا مفہوم ایک دونہیں متعدد روایات میں آپ ﷺ کی زندگی کا یہی نقشہ بیان کیا گیا ہے شمائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے کبھی بھی دو دون لگا تار جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پر کئی کئی راتیں مسلسل ایسی گزر جاتی تھیں کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے گھر والوں کو شام کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔

کم کھانے پر اللہ کا فرشتوں پر تفاخر

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دنیا میں کھانے پینے کی مقدار کم رکھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے اس کو کھانے پینے کی کمی میں مبتلا کیا اس نے صبر کیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ اس نے کم کیا ہے اس کے بدلہ میں جنت کے درجے اس کے لئے تجویز کرتا ہوں۔ (۲)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ دنیا میں جو لوگ بھوکے رہنے والے ہیں آخرت میں وہی لوگ پیٹ بھرنے والے ہوں گے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی اوائل کتاب الزهد و الرقائق و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) شمائل ترمذی

(۲) احیاء العلوم

بوقت وفات آپ ﷺ کے گھر میں کھانے کی چیز نہیں تھی

(٤٧٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِى بَيْتِى مِنْ شَىْءٍ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ إِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِىْ رَفٍّ لِىْ، فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَىَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِىَ﴾

(متفق عليه)

"شَطْرُ شَعِيْرٍ" أى: شَىْءٌ مِنْ شَعِيْرٍ، كَذَا فَسَّرَهُ التِّرْمِذِىُّ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت میں بھی میرے گھر میں ایسی چیز نہیں تھی جس کو کوئی ذی روح کھا سکے البتہ تھوڑے سے جَو الماری میں موجود تھے جن کو عرصہ دراز تک کھاتی رہی بالآخر جب میں نے اس کو ناپا تو وہ ختم ہو گئے۔'' (بخاری و مسلم)

شَطْرُ شَعِيْرٍ تھوڑے سے جو، صاحب ترمذی نے اس کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

لغات: ❖ رف: الرف الگنی یا مچان۔ ریت کی باریک نوک، مویشی کا گلہ یا پرندوں کا ٹولہ۔ بکریوں کا باڑہ۔ نرم و ملائم کپڑے۔ جمع رفوف. ورفاف رف (ن ض) رفاً بہت کھانا۔ ہ کسی کی خدمت کرنا۔ احسان بھلائی کرنا۔ ہر قسم کی خدمت کرنے میں کوشش کرنا۔

تشریح: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نبی کریم ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے۔ آخری دور میں اگرچہ مال غنیمت کے آنے کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت کافی بہتر ہو گئی تھی۔ مگر آپ ﷺ نے اپنے لئے فقر و تنگدستی کو ہی اختیار کر رکھا جو غنیمتوں کے آنے سے پہلے تھی۔

وما فی بیتی من شیء یاکله ذو کبد میرے گھر پر کوئی چیز نہیں جس کو جاندار کھائے۔

اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی زاہدانہ زندگی کا تذکرہ فرمایا ہے اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی تھی مگر اس سے آپ ﷺ کا عدل و انصاف اور مساوات کا پتہ چلتا ہے کہ باوجود حضرت عائشہ سے طبعی تعلق کے دوسری بیویوں کے مقابلے میں کوئی ترجیحی سلوک نہیں کیا بقول شاعر۔

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے ۔۔۔ لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

ناپنے سے چیز میں برکت ختم ہو جاتی ہے

فَكِلْتُهُ فَفَنِىَ: میں نے اس کو ناپا تو وہ ختم ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو بغیر ناپے تولے استعمال کرنا چاہئے اس میں برکت رہتی ہے مگر جب اس کو ناپا تولا جائے تو اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب نفقة نساء النبی صلی الله علیه وسلم بعد وفاته و فی کتاب الرقاق باب فضل الفقر و مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق وابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا

(۴۷۵) ﴿وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِيْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ کَانَ يَرْکَبُهَا، وَسِلَاحَهٗ وَأَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عمرو بن حارث جو ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں، فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت دینار و درہم، غلام و لونڈی غرض کوئی چیز بھی چھوڑ کر نہیں گئے۔ ہاں آپ کا سفید خچر جس پر آپ سوار ہوا کرتے تھے اور آپ کے ہتھیار اور وہ زمین جس کو آپ نے مسافروں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔“ (بخاری)

لغات: ❖ وسلاحه: السلاح ہتھیار (مذکر و مؤنث) جمع اسلحة. سلحه. ہتھیار پہنانا۔ ه. الیه و بالسیف. کسی کے تلوار باندھنا۔ واسلحه مسلح کرنا۔

تشریح: مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا: آپ کی وفات کے وقت آپ کی ملکیت میں دینار و درہم نہیں تھے۔ محدثین نے فرمایا کہ حقیقاً کچھ نہیں تھا اگر کچھ ہوتا بھی تو وہ ”لا نورث ما ترکنا صدقة“ [1] کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چھوڑا عام مسلمانوں کا حق ہے۔

إلا بغلته البیضاء: مگر ایک سفید خچر۔ ”وسلاحه وأرضا“ اور کچھ اسلحہ اور کچھ زمین۔

آپ ﷺ کے پاس کچھ زمینیں تھیں، اس کا مطلب

زمین سے مراد مدینہ، خیبر اور فدک کے چند باغ تھے مدینہ میں بنونضیر کی جائیداد تھی ۳ھ میں غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ کو چند باغ ہبہ کئے تھے لیکن صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ ﷺ نے مستحقین میں تقسیم کر دیئے تھے [2] اور کچھ خیبر اور فدک میں جائداد تھی۔ فدک کی آمدنی مسافروں کے لئے وقف تھی اور خیبر کی آمدنی کو آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہوا تھا، دو حصے عام مسلمانوں کے لئے تھے اور ایک حصہ ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف کے لئے تھا اور اس سے بھی جو بچ جاتا وہ غریب مہاجرین کی مدد کے لئے ہوتا۔ [3]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الوصایا تحت باب الوصایا وفی کتاب الجهاد تحت باب بغلة النبی صلی اللہ علیه وسلم البیضاء وکتاب المغازی تحت باب مرض النبی صلی اللہ علیه وسلم ووفاته.

راوی حدیث حضرت عمرو بن الحارث کے مختصر حالات:
نام: عمرو اور والد کا نام حارث بن ابی ضرار ہے قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔ اہل کوفہ میں ان کا شمار ہوتا ہے ان سے عموماً ابووائل شقیق بن سلمہ اور ابواسحاق سبیعی روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ صحابی رسول ہیں ان سے صرف یہی ایک روایت بخاری میں منقول ہے (تقریب) اور ایک روایت مسلم میں بھی ہے تو کل ان سے دو روایات نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) بخاری
(۲) بخاری کتاب المغازی ذکر نضیر، فتح الباری ۶/۱۴۰ میں پوری تفصیل موجود ہے
(۳) سنن ابی داؤد وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مصعب بن عمیر کا کفن پورا نہیں تھا

(٤٧٦) ﴿وَعَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ نَمِرَةً، فَكُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ، بَدَا رَأْسُهُ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ، وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا.﴾ (متفق علیه)

"اَلنَّمِرَةُ" كِسَاءٌ مُلَوَّنٌ مِنْ صُوْفٍ وَقَوْلُهُ: "أَيْنَعَتْ" أي نَضِجَتْ وَأَدْرَكَتْ. وقوله: "يَهْدِبُهَا" هو بفتح الیاء وضم الدال وکسرها، لغتان، أی یقطفها ویجتنیها، و هذه استعارة لما فتح اللہ تعالیٰ علیهم من الدنیا وتمکنوا فیها.

ترجمہ: ''حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اللہ کی رضا کے لئے ہمارا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا پس ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور اپنے اجر میں سے کوئی حصہ (مال غنیمت وغیرہ) انہوں نے نہیں کھایا ان میں سے ایک مصعب بن عمیر ہیں جو جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ انہوں نے ایک چادر اپنے پیچھے چھوڑی تھی۔ ہم جب اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا۔ پس ہمیں آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ

دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں اور بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے تھے اور وہ اسے چن رہے ہیں (یعنی اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

النمرۃ: اون سے بنائی ہوئی دھاری دار چادر۔ ''اینعت'' یعنی پھل پک گئے۔ ''یھدیھا'' یا کے زبر اور دال کے پیش اور دال کے زیر دونوں طرح منقول ہے۔ وہ پھل کاٹ اور چن رہے ہیں اور یہ اللہ نے ان پر دنیا کے مال و اسباب کے جو دروازے کھولے ہیں اس پر ان کو قدرت عطا فرمائی اس سے استعارہ ہے۔

لغات: اینعت: ینع (ف ض) یَنْعًا ویُنْعًا یُنُوعاً وایْنَعَ الثَّمَرَ. پھل کا پکنا۔ صفت۔ یانع جمع ینع یھدیھا. ھدب (ض) ھدبا الشیء چیز کو کاٹنا۔ الناقعۃ اونٹنی کو دوہنا۔ الثمر پھل چننا۔

تشریح: حدیث بالا میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے مشقت والی زندگی بسر کی اور مرنے کے بعد کفن کا پورا کپڑا بھی میسر نہیں آیا سارا کا سارا ان حضرات کا حصہ قیامت میں محفوظ ہو گیا۔ انہی صحابہ کے نقش قدم پر بعد والوں نے بھی عمل کیا حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ گرمیوں کی شدت میں روزے رکھتے کہ ان کا بدن کالا پڑ گیا تھا۔ علقمہ بن قیس نے ان سے پوچھا کہ آپ اپنے بدن کو اس قدر عذاب کیوں دیتے ہیں؟ فرمانے لگے قیامت میں اس کو عزت دلانے کے لئے یعنی مشقت اس لئے اٹھاتا ہوں کہ قیامت کے دن اس بدن کو عزت نصیب ہو جائے بلکہ دنیا میں بھی ان کو اسی میں لذت ملتی ہے بقول شاعر ؎

انکساری میں کیسی لذت ہے یہ رئیس و نواب کیا جانیں

وَمِنَّا مَنْ اَیْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ: بعض ہم میں سے وہ ہیں جن کے پھل پک گئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی نے جہاد کیا اور مال غنیمت بھی ملا اور وہ جہاد سے بخیریت واپس بھی آ گیا تو ان میں سے کچھ تو دنیا میں (مال غنیمت کی صورت میں) اجر مل گیا اور کچھ آخرت میں ملے گا اس کے بمقابل جو لوگ میدان جہاد میں جام شہادت نوش کر گئے تو ان کا سارا اجر قیامت کو ملے گا دنیا میں وہ جہاد کے پھل (مال غنیمت) سے محروم رہے۔ یہی بات حضرت خباب بن الارت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجنائز تحت باب اذا لم یجد کفنا الاما یواری راسه او قدمیه غطی راسه و فی کتاب المغازی وکتاب الرقاق و مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب کفن المیت واحمد ۲۱۱۳۴/۷، وابوداؤد والترمذی وھکذا فی النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

دنیا کی قدر اللہ جل شانہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں

(٤٧٧) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ، مَا سَقٰى كَافِرًا مِنْهَا شُرْبَةَ مَاءٍ" رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح﴾

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کی نگاہ میں اگر دنیا کی ایک مچھر کے پر کے برابر بھی قدر ومنزلت ہوتی تو وہ اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی کافر کو نہ پلاتا (ترمذی یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: جناح: الجناح پرندہ کا بازو۔ من الانسان انسان کا ہاتھ۔ بغل۔ بازو اور پہلو۔ پناہ۔ جنح۔ (ف ن) ض) جنوحاً۔ الیہ۔ مائل ہونا۔ (ض) جنحاً۔ الطائر۔ پرندہ کے بازو پر مارنا۔

تشریح: حدیث بالا کے بارے میں علامہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس دنیا کی کوئی وقعت ہوتی تو دنیا کی کوئی ادنی ترین چیز بھی کافر کو نہ دی جاتی۔ کیونکہ کافر، دشمن خدا ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز کچھ بھی قدر ومنزلت رکھتی ہے دینے والا وہ چیز اپنے دشمن کو کبھی نہیں دیتا۔

دنیا کافروں کو زیادہ دی جاتی ہے

اسی طرح دنیا کی اللہ کے نزدیک کوئی اہمیت اور وقعت نہیں اس لئے اللہ جل شانہ یہ دنیا کافروں کو بھی دیتا ہے اور مسلمانوں سے زیادہ کافروں کو اللہ دیتا ہے اور یہ دنیا کوڑا کرکٹ کی طرح ہے اس لئے اللہ جل شانہ اپنے نیک بندوں کو اس سے بچاتے ہیں جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَوْ لَا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ﴾

ترجمہ: ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ تمام لوگ کافر ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے۔''

اور مؤمنوں کے لئے قرآن میں آتا ہے:

وَمَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ: اور نیکو کاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں خیر ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا گیا ہے۔

﴿وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾

ترجمہ: ''تمہارے رب کے پاس بہترین اور باقی رہنے والا رزق ہے۔''

بادشاہ ہارون رشید کا ایک لڑکا تھا وہ یہ اشعار بڑی کثرت سے پڑھتا تھا

یا صاحبی لا تغرر بتنعم　　فالعمر ینفد والنعیم یزول

ترجمہ: ''اے ساتھی! دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ نہ کھانا۔ عمر ایک دن ختم ہونے والی ہے اور نعمتیں تم سے ختم اور زائل ہونے والی ہیں۔''

اکبرالہ آبادی نے بھی دوعبرتناک شعراس موضوع پر کہے ہیں۔

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا　　مشین بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا　　نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ما جاء فی هوان الدنیا علی اللّٰه عزوجل.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) میں گزر چکے ہیں۔

دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب ملعون ہے مگر؟

(۴۷۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلَا إِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا، إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا وَمُتَعَلِّمًا﴾

(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے: خبردار بے شک دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ کے ذکر کے اور ان چیزوں کے جن کو اللہ پاک محبوب جانتا ہے اور سوائے عالم اور علم سیکھنے والے کے۔ ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔''

لغات: ملعونة: لعن (ف) لعناً فلاناً لعنت کرنا۔ شرمندہ کرنا۔ گالی دینا۔ نیکی سے دور کرنا۔ دھتکارنا۔ اور مزید افعال وغیرہ سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: اَلَا إِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا: ملعون لغت میں اللہ کی رحمت سے دور ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ بھی خدا کی رحمت سے دور ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو چیزیں ذکر سے قریب کرنے والی ہیں مثلاً ذکر کرنا انبیاء اور اولیاء اور صلحاء اور اعمال صالحہ کا اور دنیا کی بے ثباتی وغیرہ کا یہ سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔

جو چیزیں حدیث میں مستثنیٰ ہیں

اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ: اس دنیا کی چیزوں سے چند چیزیں مستثنیٰ ہیں، اللہ کا ذکر، ذکر سے تو حقیقی معنی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا۔ یا

ذکر مجازی مراد ہے تو اس صورت میں تمام اطاعت خداوندی اس میں داخل ہوں گی۔ (۱)

ماوالاہ: اس کے بھی علماء نے دو معنی بیان کئے ہیں ① ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر کے قریب کرنے والی ہو ② ہر وہ چیز جو اللہ سے قریب کرنے والی ہو اس صورت میں بھی تمام اطاعت وعبادات اس میں داخل ہوں گی۔

عَالِمًا وَ مُتَعَلِّمًا: علم دین کو سکھانے والا اور علم دین کو سیکھنے والا یہ بھی لعنت سے مستثنیٰ ہیں۔

سوال: ماوالاہ: میں عالم اور متعلّم داخل ہیں تو پھر اس کو الگ کر کے کیوں بیان کیا گیا؟

جواب: اس کا جواب علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اہل علم کی اہمیت اور خصوصیت کو واضح کرنے کے لئے (۲) اس حدیث کو بھی محدثین نے جوامع الکلم میں شمار فرمایا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی هوان الدنیا علی الله عزوجل وابن ماجه وله شاهد من حدیث جابر رضی الله عنه عند ابی نعیم فی حلیة الاولیاء ۱۵۷/۳.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وتعلیق الصبیح (۲) معالم السنن

جائیدادیں بنانے سے دنیا سے رغبت ہونے لگتی ہے

(۴۷۹) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا" رواه الترمذی وقال: حدیث حسن﴾

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جائیدادیں نہ بناؤ ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری رغبت دنیا میں بڑھ جائے گی (ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا: کہ یہ حدیث حسن ہے۔"

لغات: الضیعة: جائیداد۔ زمین۔ سیر حاصل۔ ضاع (ض) ضیعا وضیعاً وضیعة وضیاعاً ضائع ہونا۔ تلف ہونا۔ بے کار ہونا۔

تشریح: لَا تَتَّخِذُوْا الضَّيْعَةَ: اور فرمایا کہ: جائیداد مت بناؤ۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں جائیداد بنانے کی ممانعت ایسے شخص کے لئے ہے جو حصول جائیداد میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول جائے۔ اگر وہ شخص ایسا ہے جو ان سب کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرتا رہتا ہے تو اب ایسے شخص کے لئے جائیداد بنانا منع نہیں ہے۔ (۱)

فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا: جائیداد بنانے سے آدمی کا دل دنیا کی طرف راغب ہوگا۔

شریعت کا منشا یہ ہے کہ آدمی کی ہمہ وقت رغبت آخرت کی طرف ہو۔ کسی نے بڑی اچھی مثال سے اس کو سمجھایا ہے کہ اللہ جل شانہ نے دنیا کو پل کی طرح بنایا ہے جنت میں جانے کے لئے، پل تو صرف گزرنے کے لئے بنایا جاتا ہے نہ کہ اس پر عمارت یا جائداد بنانے کے لئے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ دنیا کی مثال ایک پل کی طرح ہے اس سے گزر جا اس پر عمارت نہ بنا۔ اسی کو ایک فارسی شاعر نے اس طرح کہا ہے ؎

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد اگر دارد برائے دوست دارد

ترجمہ: ''مرد کامل وہ نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھے، اگر دنیا کو رکھے تو خدا کے لئے ہی اس کو رکھتے ہیں۔''

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب لا تتخذوا الضیعة فترغبوا فی الدنیا، اخرجه احمد ۳/۳۵۷۹، وابن حبان ۷۱۵ والطیالسی ۳۷۹.

موت چھپر کے بننے سے زیادہ قریب ہے

(۴۸۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّالَنَا فَقَالَ: "مَا هٰذَا" فَقُلْنَا: قَدْوَهٰی، فَنَحْنُ نُصْلِحُهٗ فَقَالَ "مَا اَرَی الْاَمْرَ اِلَّا اَعْجَلَ مِنْ ذٰلِکَ"﴾ (رواه ابوداؤد والترمذی باسناد البخاری و مسلم، وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے جب کہ ہم اپنے چھپر کی مرمت کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو ہم نے عرض کیا یہ چھپر کمزور ہو کر گرنے کے قریب ہو گیا تھا ہم اس کو ٹھیک کر رہے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تو موت کو اس سے زیادہ قریب دیکھ رہا ہوں۔ (ابوداؤد اور ترمذی نے بخاری اور مسلم کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: خصا: الخص بانس یا لکڑی کی جھونپڑی۔ شراب بیچنے کی دوکان، جمع اخصاص. خص (س) خصاصةً و خصاصاً و خصاصاء محتاج ہونا۔ مفلس ہونا۔ فقیر ہونا۔ خص (ن) خصاً و خصوصاً و فلاناً بالشیء خصوصیت دینا۔ خاص کرنا۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں اس حدیث میں بھی موت کو یاد کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے کہ آدمی دنیا میں مشغول ہو کر موت کو بھول نہ جائے۔

موت کا کوئی وقت معلوم نہیں

حکیم لقمان کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمایا: کہ اے بیٹے! موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے اس کے لئے اس سے پہلے پہلے تیاری کر لے کہ وہ دفعۃً آ جائے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عطاء بن یسار کا قول نقل کیا ہے کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دے دی جاتی ہے کہ اس میں جن کے نام ہیں ان سب کی روح اس سال میں قبض کرنی ہے اور ہر ایک آدمی جوش وخروش میں لگا ہوا ہے یا نکاح میں مشغول ہے، مکان کی تعمیر کروا رہا ہے مگر ان سب کا نام مردوں کی فہرست میں ہوتا ہے[1] بقول شاعر

زندگی کیا ہے تھرکتا ہوا ننھا سا دیا ایک ہی جھونکا جیسے آئے بجھا دیتا ہے

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ تم آدمی کو دیکھ رہے ہو کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے لیکن اس کا نام اس سال کے مردوں میں لکھا جا چکا ہوتا ہے

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

بہر حال آدمی کو کچھ معلوم نہیں کہ آج کا دن یا رات اس کی زمین کے اوپر گزرے گی یا نیچے، اس لئے ترغیب دی جا رہی ہے کہ آدمی ہر وقت موت کو سامنے رکھے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ما جاء فی مختصر الامل وقال حدیث حسن، وابوداؤد فی کتاب الادب تحت باب ماجاء فی البناء واحمد ۲۰۱۲/۲، وابن ماجه وابن حبان ۲۹۹۶.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) درمنثور

میری امت کی آزمائش مال سے ہوگی

(۴۸۱) ﴿وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي الْمَالُ"﴾ (رواه الترمذی قال حديث حسن صحيح)

ترجمہ: "حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں بے شک ہر امت کی آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔"

لغات: فتنة: الفتنة آزمائش۔ گمراہی، کفر۔ رسوائی۔ رنج۔ دیوانگی۔ عبرت۔ عذاب۔ مرض۔ مال واولاد۔ اختلاف آراء جنگ وجدل کا واقع ہونا جمع فتنٌ فتن (ض) فتنة ومفتوناً فلاناً گمراہ کرنا۔ آزمائش کرنا۔ فتنة الصائغ الذهب سنار کا سونے کو پگھلا کر کھوٹا کھرا معلوم کرنا۔

تشریح: ان لکل امةٍ فتنة: امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد آخرت کا عذاب ہے کہ اس مال کی وجہ سے بہت سے لوگ فتنوں (یعنی عذاب) میں مبتلا ہوں گے اس مطلب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ قیامت کے دن دو درہم والے سے ایک درہم والے کے بنسبت زیادہ سوال ہوگا۔ (۱)

حدیث کا مطلب محدثین کے نزدیک

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میری پیغمبری کے دور میں لوگوں کے لئے جو سب سے زیادہ فتنہ کا سبب بنے گا وہ مال و دولت ہوگا جیسے کہ قرآن میں آتا ہے "انما اموالکم واولادکم فتنة" بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تمہارے لئے فتنہ ہیں (۲) علما فرماتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر ہمارے اس زمانے تک کی تاریخ پر اگر غور کریں تو یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ یہی مال سب کے لئے آزمائش بنا رہا ہے جس کے ذریعہ بے شمار بندوں نے اللہ کی بغاوت و نافرمانی کی اور وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو گئے۔

یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مال کی محبت اس کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کا جنون یہ آدمی کو احکام الٰہیہ کی تعمیل، آخرت کی یاد اور موت کی تیاری سے غافل کر دیتا ہے، یہی مال کی محبت ہی سارے فتنوں کی جڑ ہے یہ ایک ایسا مرض ہے جو انسان کے دین و اخلاق کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ما جاء ان فتنة هذه الامة فی المال واخرجه احمد ۶/۱۷۴۷۸ وابن حبان ۳۲۲۳، والطبرانی فی الکبیر ۱۹/ ۴۰۴.

راوی حدیث حضرت کعب بن عیاض کے مختصر حالات:

نام: کعب والد کا نام عیاض ہے قبیلہ اشعری سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا شمار اہل شام میں ہوتا ہے۔ ان سے عموماً حضرت جابر بن عبداللہ اور جبیر بن نفیر روایت کرتے ہیں۔ ان سے ترمذی اور نسائی نے روایت نقل کی ہے باقی صحاح ستہ میں ان کی روایات نہیں ملتیں۔

---

(۱) احیاء العلوم (۲) معارف الحدیث: ۲/۷۷

ابن آدم کا دنیا میں کیا حق ہے؟

(۴۸۲) ﴿وَعَنْ أَبِي عَمْرٍو وَيُقَالُ: أَبُو عَبْدِاللهِ، وَيُقَالُ: أَبُو لَيْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوَی ہٰذِہِ الْخِصَالِ: بَیْتٌ یَسْکُنُہٗ، وَثَوْبٌ یُوَارِیْ عَوْرَتَہٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ" (رواہ الترمذی وقال حدیث صحیح)

قال الترمذی: سمعت ابا داود و سلیمان بن سالم البلخی یقول: سمعت النضر بن شُمَیل یقول: الجلف: الخبز لیس معہ ادام وقال غیرہ: ھو غلیظ الخبز. وقال الھروی: المراد بہ ھنا وعاء الخبز، کالجوالق والخُرْج، واللّٰہ اعلم.

ترجمہ: "حضرت ابوعمرو جس کو ابوعبداللہ اور ابولیلیٰ عثمان بن عفان بھی کہا جاتا ہے سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن آدم کا ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں حق نہیں ہے ایک گھر جو رہنے کے لئے، کپڑا ہو شرم گاہ چھپانے کے لئے، خشک روٹی اور پانی ہو۔"

(ترمذی، اور صاحب ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے) اور ترمذی نے کہا کہ میں نے ابوداؤد سلیمان بن سالم بلخی سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نضر بن شمیل سے سنا کہتے تھے "الجلف" کا معنی وہ روٹی ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو لیکن اس کے علاوہ علماء نے کہا کہ اس سے مراد موٹی روٹی ہے اور علامہ ہروی نے فرمایا کہ اس سے مراد روٹی کے برتن جیسے بورے اور تھیلے وغیرہ ہیں۔

لغات: جلفٌ: الجِلفُ اکھڑ۔ اجڈ۔ بے وقوف۔ خالی۔ مٹکا۔ برتن۔ سر جدا کیا ہوا ہو ادھڑ۔ روٹی کی کور جمع۔ اجلاف. جلف (س) جلفا و جلافۃ اجڈ ہونا۔ اکھڑ ہونا۔ جلفہ (ن) جلفا کھرچنا۔

تشریح: حدیث کا مطلب تو علامہ نووی نے کچھ بیان کر دیا، باقی دوسرے محدثین فرماتے ہیں کہ:

لیس لابن آدم حق فی سوی ھذہ الخصال: ابن آدم کا ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں کوئی حق نہیں کہ حق سے مراد وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے واجب کی گئی ہے اور جس پر آخرت میں کوئی سوال و مواخذہ نہیں ہوگا۔

ان چیزوں میں مواخذہ نہیں ہوگا

یعنی جو شخص ان چیزوں کو حلال وسائل و ذرائع سے حاصل کرے گا اور بقدر ضرورت پر اکتفا و قناعت کرے گا تو اس سے آخرت میں ان چیزوں کے بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا کیونکہ بقدر ضرورت مذکورہ چیزیں ایسی ہیں جن کے بغیر نفس انسانی کے لئے کوئی چارہ نہیں ہے۔ (۱)

جیسے ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ چیزیں جن کو مل جائیں اس کو ساری دنیا مل گئی۔ ترغیب کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں امن سے ہو اور اللہ تعالیٰ نے بدن کی صحت اس کو عطا فرما رکھی ہو اور

ایک دن کا کھانا بھی اس کے پاس موجود ہو تو گویا دنیا ساری کی ساری اس کے پاس موجود ہے۔ (۲)

محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ کی عجیب عادت تھی کہ سوکھی روٹی کو پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے تھے جو اس پر قناعت کرے وہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب لیس لابن آدم حق فیما سوی خصال ثلاث.

راوی حدیث حضرت عثمان بن عفان کے مختصر حالات:

نام: عثمان، ابوعبداللہ اور ابوعمر، ابولیلیٰ کنیت ذوالنورین لقب تھا۔ والد کا نام عفان، والدہ کا نام اروی تھا۔ حضرت عثمان کا خاندان ایام جاہلیت میں بھی غیر معمولی وقعت واقتدار رکھتا تھا۔

ولادت: عام فیل کے چھٹے سال میں پیدا ہوئے۔ اسلام: مسلمان ہونے میں ان کا نمبر ۳۴واں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتبہ بن ابولہب سے کیا تھا مگر اس نے طلاق دے دی تو اب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور جب مدینہ کی طرف مسلمانوں نے ہجرت کی تو یہ بھی مدینہ تشریف لے آئے۔ (طبقات ابن سعد)

غزوہ بدر میں حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے شرکت نہ فرما سکے اور پھر باقی غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ حضرت عثمان کاتب وحی تھے (کنزالعمال: ۶/۳۷۷)

قرآن پاک سے بہت زیادہ عشق تھا۔ دنیا سے رخصت بھی قرآن پڑھتے ہوئے ہوئے۔ ان میں ان گنت خوبیاں اور صفات اللہ نے رکھی تھیں۔ ان میں سے نمایاں چند یہ ہیں: (۱) خوف خدا (۲) حب رسول (۳) اتباع سنت (۴) احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۵) حیا (۶) تواضع (۷) زہد (۸) سخاوت (۹) ایثار (۱۰) حسن سلوک۔

وفات: جمعہ کے دن عصر کے وقت بڑی مظلومانہ شہادت ہوئی دو دن تک میت بے گور وکفن پڑی رہی پھر چند لوگوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر تجہیز وتکفین کی۔ مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ حضرت زبیر نے اور ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے نماز جنازہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب میں سپرد خاک کیے گئے۔ پھر بعد میں دیوار توڑ کر جنت البقیع میں شامل کر دیے گئے۔

مرویات: روایات کے نقل کرنے میں بہت محتاط تھے اس لئے ان سے صرف ۱۴۲ روایات ہیں جن میں سے تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ بخاری میں اور پانچ مسلم میں اس طرح بخاری ومسلم میں ان سے کل ۱۶ روایات منقول ہیں باقی دوسری کتب احادیث میں ہیں۔

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق جدید: ۴/۶۹۴ (۲) ترغیب وترہیب

الهکم التکاثر کا مطلب آپ ﷺ کی زبان مبارک سے

(۴۸۳) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیرِ (بکسر الشین والخاء المشددة المعجمتین) رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہُ قَالَ: أَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْرَأُ ﴿أَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ﴾ قَالَ: "یَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: مَالِیْ، مَالِیْ، وَھَلْ لَکَ یَاابْنَ آدَمَ مِنْ مَالِکَ إِلَّا مَا أَکَلْتَ، فَأَفْنَیْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَیْتَ أَوْ تَصَدَّقْتَ

فَأَمْضَيْتَ؟"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن شخیر (شین اور خا مشددہ معجمتین کے ساتھ) روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ تلاوت فرما رہے تھے "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ" کی۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا آدم کا بیٹا کہتا ہے، میرا مال، میرا مال۔ حالانکہ اے آدم کے بیٹے! تیرے مال سے تیرا حصہ اتنا ہی ہے جو تو نے کھا لیا ختم کر دیا، یا پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا صدقہ کر کے آخرت کے لئے چلتا کر دیا۔" (مسلم)

لغات: ❖ فامضيت: اَمْضٰى اِمْضَاءً. الامْرَ نافذ کرنا۔ جاری کرنا۔ کام پورا کرنا۔ سود ختم کرنا۔ حکم کرنا۔ اسٹامپ وغیرہ پر دستخط کرنا۔

تشریح: حدیث قرآن کی تفسیر ہے

حدیث بالا کی وضاحت بخاری شریف کی ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے:

﴿لو كان لا بن ادم واديا من ذهب لا حب ان يكون له واديان ولايملاء فاه الا التراب ويتوب الله على من تاب﴾(۱)

ترجمہ: "اگر ابن آدم کے لئے ایک وادی سونے سے بھری موجود ہو تو چاہے گا کہ ایسی دو وادیاں اور ہو جائیں، اور اس کے منہ کو تو مٹی کے سوا کوئی چیز بھر نہیں سکتی، اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اس شخص کی جو اس کی طرف رجوع کرتا ہو۔"

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حدیث کے الفاظ مذکورہ کو قرآن سمجھا کرتے تھے یہاں تک کہ سورت الهاکم التکاثر نازل ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے الهاکم التکاثر مذکورہ الفاظ اس کی تفسیر وتشریح کے طور پر پڑھتے تھے اس لئے بعض صحابہ کو شبہ ہو گیا کہ یہ بھی قرآن ہی کے الفاظ ہیں اور جب پوری سورت "**الهاكم التكاثر حتى زرتم المقابر**" نازل ہوئی اور اس میں یہ الفاظ نہیں تھے اس سے حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ الفاظ تفسیر کے ہیں قرآن کے نہیں ہیں۔ (۲)

تخريج حديث: اخرجه مسلم في اوائل كتاب الزهد والرقائق واحمد ۱۶۳۲۷/۵، والترمذي ولنسائي والطيالسي وابن حبان، ۷۰۱ وهكذا في البيهقي.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۵۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) بخاری شریف (۲) معارف القرآن: ۸۰۹/۸

جو نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہے وہ فقر و فاقہ کے لئے تیار رہے

(٤٨٤) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ، فَقَالَ: "اُنْظُرْ مَا ذَا تَقُوْلُ؟" قَالَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ: "إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَإِنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ مِنَ السَّيْلِ إِلٰى مُنْتَهَاهُ" رواه الترمذى وقال حديث حسن. "التجفاف" بكسر التاء المثناة فوق واسكان الجيم وبالفاء المكررة، وَهُوَ شَيْءٌ يَلْبَسُهُ الْفَرَسُ، لِيَتَّقِيَ بِهِ الْاَذىٰ، وَقَدْ يَلْبَسُهُ الْاِنْسَانُ﴾

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ، اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو کیا کہتے ہو، اس نے کہا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، تین بار اسی طرح اس نے کہا۔ آپ ﷺ بھی یہی فرماتے رہے اور یہ فرمایا اگر تو مجھ سے محبت کرتا ہے تو فقیری کے لئے ڈھال تیار کر اس لئے کہ غربت اور افلاس اس آدمی کی طرف تیزی سے آتا ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس سیلاب سے جو نیچے کی طرف جاتا ہے (ترمذی، یہ حدیث حسن ہے)۔''

التجفاف: مثناۃ کے زیر اور جیم کے سکون اور فا مکرر کے ساتھ۔ وہ کپڑا جو گھوڑے کو پہنایا جاتا ہے تاکہ اس کپڑے کے ساتھ گھوڑے کو گندگی وغیرہ سے بچایا جائے اور کبھی اس قسم کے کپڑے کو انسان بھی پہنتا ہے۔

لغات: ❖ تجفافاً: جف (ن) جفاً المال. مال جمع کر کے چمپت ہو جانا۔ جففه تجفیفاً خشک کرنا۔ سکھانا۔

تشریح: **مال کی وجہ سے پیدا ہونے والے امراض**

حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ جس میں نبی کریم ﷺ سے جتنی محبت ہوگی اس کو اللہ جل شانہ اتنا ہی دنیا سے بچائیں گے کیونکہ مشاہدہ ہے وہ بخل، حسد، کبر، عجب، کینہ، ریا، تفاخر وغیرہ امراض قلبی یہ زیادہ تر مال کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جس دل میں یہ امراض ہوں گے اس دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کیسے آسکتی ہے۔ اسی وجہ سے ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے کہ اللہ جل شانہ جس بندہ سے محبت فرماتے ہیں، دنیا سے اس کی ایسی حفاظت فرماتے ہیں جیسے کہ تم لوگ اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔ (۱)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو پانی پر چلے اور اس کے پاؤں تر نہ ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا تو کوئی نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی حال دنیا دار کا ہے کہ اس کے لئے گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الزھد تحت باب ماجاء فی فضل الفقر، وفی اسنادہ شداد الراسبی. قال البخاری ضعفه عبدالصمد بن الوارث. التھذیب: ۲۷۸/۴.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۶۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مشکوۃ (۲) مشکوۃ

مال کی مثال بھوکے بھیڑیئے کی طرح ہے

(۴۸۵) ﴿وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَلَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ، لِدِيْنِهٖ﴾ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے وہ بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان آدمی کے مال اور جاہ کی حرص اس کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں (ترمذی، یہ روایت حسن صحیح ہے)۔"

لغات: ❖ الشرف: بلندی و بزرگی۔ خاندانی شرافت۔ جمع۔ اشراف بلند مکان۔ ناک۔ شَرَفُ الجیر اونٹ کا کوہان۔ شَرُفَ (ک) شَرَافَةً و شَرَفًا دین یا دنیا میں بلند رتبہ والا ہونا۔ شریف ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں دو باتیں اہم ہیں ایک اس کی سند کی تحقیق دوسرا اس کا مطلب۔

اس حدیث کی سند کی تحقیق

بعض کتب احادیث میں حدیث کی سند "**کعب بن مالک عن ابیه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم**" مذکور ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت کعب بن مالک نے اپنے والد سے اور پھر انہوں نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ کعب بن مالک کے والد کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہی نہیں ہوئی تو پھر وہ آپ ﷺ سے روایت کیسے نقل کر سکتے ہیں؟ تو یہاں پر صحیح سند یہ ہے "**عن ابن کعب بن مالک عن ابیه**" جو ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے یعنی ابن کعب اپنے الد کعب ابن مالک سے روایت نقل کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کیونکہ کعب ابن مالک ان تین صحابہ میں سے ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے جن کا قصہ قرآن اور احادیث میں مشہور ہے۔(۱)

مذکورہ حدیث کا مطلب

بھیڑیوں کی بکریوں سے دشمنی ضرب المثل ہے۔ اس حدیث بالا میں آپ ﷺ نے حب مال وحب جاہ کو دو بھوکے بھیڑیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور آدمی کے دین کو بکریوں کے ریوڑ سے اور یہ فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جن کو قصدا بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا گیا ہو۔ وہ بکریوں کا اس قدر نقصان نہیں کریں گے جس قدر کہ یہ دو چیزیں آدمی کے دین کو برباد کر دیتی ہیں کیونکہ جس شخص کے دل میں مال کی حرص ہوگی وہ اس کے حصول میں اتنا منہمک ہو جاتا ہے کہ وہ پھر حلال وحرام جائز و ناجائز کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ یہی حب مال اور حب جاہ کے لئے سبب بن جاتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جتنا مال میرے پاس ہوگا اتنا ہی میں لوگوں کی نظروں میں معزز ہوں گا اگر یہ داعیہ پیدا نہیں ہوتا تو وہ شرعاً ممنوع نہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ

جیسے کہ حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ شرعاً وہ حرص، حرص ہی نہیں جس کے مقتضا پر عمل نہ ہو حرص شرعی وہی ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو مال کی احتیاج بھی ہے اور اس کے ملنے پر طبعاً خوشی بھی ہوتی ہے لیکن اے اللہ! اس کی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیجئے بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے۔ مثلاً اتنی محبت جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے وہ مطلوب ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم واحمد ۱۵۷۸۴/۵، ابن حبان ۳۲۲۸، وابن ابی شیبه ۲۴۱/۱۳.

راوی حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: کعب۔ ابوعبداللہ کنیت قبیلہ بنوسلمہ سے تعلق تھا زمانہ جاہلیت میں ان کی

اسلام عقبہ ثانیہ میں ۷۰ آدمیوں کے ساتھ آکر مسلمان ہوئے (بخاری: ۵۵۰/۱) غزوۂ بدر میں جلدی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے مگر پھر باقی غزوات میں انہوں نے خوب شجاعت و بہادری دکھائی۔

غزوۂ تبوک میں آج کل کرتے کرتے رہ گئے یہاں تک کہ مسلمانوں کا لشکر تبوک سے واپس آگیا، ان کے ساتھ دو اور پکے مسلمان تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے۔ ان تینوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ نے پچاس دن تک بائیکاٹ کیا تھا کہ ان سے کوئی بات چیت نہیں کرتا تھا۔ پھر ۵۰ دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ شاعر بھی تھے اور ایک مرتبہ انہوں نے سوال کیا یا رسول اللہ؟ اشعار کہنا کیسا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان تو زبان اور تلوار دونوں سے جہاد کرتا ہے۔ حضرت کعب نے جب یہ شعر کہا

زعمت سخنية ان ستغلب ربها فليغبن مغالب الغلاب

ترجمہ: ''سخنیہ کا گمان ہے کہ اس کا معبود اس کو غالب کر دے گا۔ بہتر ہے کہ وہ تمام غالب ہونے والوں کے غالب خدا پر غلبہ حاصل کریں۔''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے خدا کو مشکور بنایا۔

وفات: حضرت امیر معاویہ کے عہد میں تقریباً ۵۰ھ میں جب کہ عمر شریف ۷۷ سال تھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔
(۱) صحیح بخاری ص:۶۳۴، ۶۳۵، ۵۳۶، وغیرہ۔ (۲) طبقات ابن سعد حصہ مغازی ۳۲۔ (۳) صحیح مسلم: ۱۷۸/۳۔

(۱) مشکوٰۃ (۲ مرقاۃ، مظاہر حق: ۶۹۱/۴ (۳) انفاس عیسی: ۱۷۹، ۱۷۸

آپ ﷺ کے پہلو پر چٹائی کے نشانات تھے

(۴۸۶) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَصِيْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً! فَقَالَ: "مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا؟ مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا﴾

(رواه الترمذی و قال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سوئے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ اٹھے تو آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشانات تھے۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہم آپ کے لئے ایک گدا بنا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دنیا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سائے میں بیٹھتا ہے پھر چلا جاتا ہے اور درخت چھوڑ جاتا ہے (ترمذی صاحب نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: ❖ اثر: اثر فیه اثر پیدا کرنا۔ کسی چیز پر اثر انداز ہونا۔ یہ مجرد کے علاوہ باب افعال اور باب تفعیل وغیرہ سے بھی مستعمل ہے، جیسا کہ یہاں ہوا ہے۔

تشریح: وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهٖ: آپ کے پہلو پر نشانات تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے آپ ﷺ کا دنیا سے بے رغبتی کا نقشہ سامنے آتا ہے۔ کہ آپ ﷺ کو اتنا بھی اہتمام نہیں تھا کہ آرام و راحت کے لئے کوئی نرم بستر بنا لیا جائے جب اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تو پھر دوسرے تکلفات اور راحت کا کیا پوچھنا۔

لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً: ہم آپ کے لئے کوئی نرم بستر تیار کر لیتے۔ ایک دوسری روایت میں "لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ" کے الفاظ آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا زہد و فقر کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا ورنہ آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ پر سب کچھ نثار کرنے کے لئے حاضر رہتے تھے مگر آپ نے قصداً اس فقر کو پسند فرمایا بقول عارفین کے

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق — باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

مسافرانہ زندگی گزاری جائے

اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ: کوئی سوار چلتے چلتے ذرا سی دیر کے لئے کسی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا۔ اس جملہ سے آپ کی نظر میں دنیا کی کیا حیثیت تھی اس کا بیان ہے کہ مسافر چلتے چلتے چند لمحے ستانے کے لئے کسی درخت کے سایہ میں آبیٹھا اور پھر وہاں سے چل پڑا وہ اس سائے کی راحت ولذت میں ایسا منہمک نہیں ہوتا کہ وہ اسے اپنا گھر بنا بیٹھے۔ ٹھیک اسی طرح دنیا کسی کا گھر نہیں جو ایسا کر لیتا ہے وہ نادان ہے ان کی مثال اس عربی شاعر نے بیان کی ہے ؎

نرقع دنيانا بتمزيق ديننا فلا ديننا يبقى ولا ما نرقع

ترجمہ: ''ہم اپنے دین کو پھاڑ پھاڑ کر اپنی دنیا کو پیوند لگا رہے ہیں، پس نہ تو ہمارا دین باقی رہے گا اور نہ وہ دنیا جس کی پیوند کاری کی تھی۔''

بقول شاعر ؎

مقام یوں ہوا اس کار گناہ دنیا میں کہ جیسے دن میں مسافر سرا میں آگے چلے

سوال: سواری کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: سرعت مشی: یعنی اگر آدمی سواری پر ہو اور پھر وہ درخت کے نیچے بیٹھے اس درخت کے سایہ میں ٹھہرے تو پیدل چلنے والے سے بہت کم ٹھہرتا ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں سواری کو خصوصیت سے اس لئے ذکر فرمایا کہ جب مسافر کی منزل دو ہو تو پھر وہ دوران سفر کسی راحت و آرام کی پرواہ نہیں کرتا، اس کے ذہن میں صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح سے میرا سفر پورا ہو جائے۔ تو بعینہ اسی طرح سے دنیا بھی ایک مسافر گاہ ہے منزل آخرت ہے تو یہاں پر بھی کسی بھی ایسی چیز کی طرف التفات نہ ہو جو منزل مقصود کی طرف ہمارے سفر میں رکاوٹ بن سکے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ما انا فی الدنيا الا كراكب، واحمد ۲/۳۷۰۹ وبن ماجه والطيالسی ۷۷ واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق جدید: ۴/۶۹۵

فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے

(۴۸۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ"﴾ (رواه الترمذی وقال حديث صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فقیر لوگ جنت میں مال دار لوگوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے (ترمذی، اور انہوں نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: ❖ الفقراء: الفقر. مفلس۔ محتاج۔ مونث۔ فقیرہ جمع فقیرات حوض کی نالی۔ گڑھا جس میں کھجور کا پودا لگایا جائے۔ فقر (ن ض) فَقْرًا و فَقَّرَ کھودنا۔ الخَرْزَ. الخرْزَ موتی پرونے کے لئے بیندھنا۔

تشریح: احادیث کا آپس میں تعارض

اس روایت میں ''یدخل الفقراء الجنة قبل الاغنیاء بخمس مائة عام'' (۱) کے الفاظ ہیں ایک دوسری روایت ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ''یدخلون الجنة قبل اغنیائهم اربعین خریفاً'' (۲) فقراء جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔

ایک سوال اور اس کے چار جوابات

سوال: فقراء اغنیاء سے کتنے سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان روایات میں بظاہر تعارض سا معلوم ہوتا ہے کہ چالیس سال پہلے یا پانچ سو سال پہلے؟

جواب: ❶ فقراء مہاجرین صحابہ پانچ سو سال پہلے اغنیاء سے جنت میں داخل ہوں گے اور باقی فقراء چالیس سال پہلے۔

جواب: ❷ بعض محدثین فرماتے ہیں چالیس کا عدد اور پانچ سو کا عدد، اس سے مراد تحدید نہیں بلکہ دونوں سے مراد تکثیر ہے کہ فقراء اغنیاء سے بہت عرصہ پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

جواب: ❸ جس طرح آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی آپ نے اس طرح وہی بیان فرما دیا، شروع میں آپ پر چالیس سال والی وحی نازل ہوئی اور پھر بعد میں پانچ سو سال والی وحی نازل ہوئی۔

جواب: ❹ وہ فقراء جن میں صبر و رضا علی التقدیر اور شکر کمال درجہ کا ہوگا تو وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور جن فقراء میں ان چیزوں میں کمی ہوگی وہ چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس آخری جواب کی تائید جامع اصول کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کی خواہش رکھنے والا فقیر حریص غنی سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوگا، دنیاوی نعمتوں سے بالکل بے نیاز اور زاہد فقراء دنیا دار غنی سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء ان فقراء المهاجرین یدخلون الجنة قبل اغنیائهم، واحمد ۷۹۵۱/۳، وابن ماجه وابن حبان ۶۷۶ وابن ابی شیبه ۲۴۶/۱۳، اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) بخاری روایت عن ابی ہریرہ (۲) ترمذی، ابن ماجہ و بیہقی (۳) مظاہر حق جدید ۴/ ۷۴۵

جنت میں اکثر فقراء کو دیکھا

(۴۸۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ﴾

(متفق عليه من رواية ابن عباس ورواه البخاری ایضاً من رواية عمران بن الحصين)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت کا مشاہدہ کیا تو میں نے اس میں اکثر فقراء کو دیکھا پھر میں نے جہنم میں جھانکا تو اس میں عورتوں کو زیادہ دیکھا (بخاری، مسلم) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، اور صرف بخاری عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں)۔''

لغات: ❖ اطلعت: اطلع. الامر وعلیه. جاننا۔ علینا اچانک آجانا۔ الفجر طلوع فجر کو دیکھنا۔ اطلع طلع العدو دشمن کے پوشیدہ مال سے واقف ہونا۔

تشریح: فرأیت اکثر اهلها الفقراء: میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں فقراء کو زیادہ دیکھا۔

عموماً مشاہدہ ہے کہ مال کی کثرت ہی آدمی کی آوارگی، شراب نوشی، سود خوری، وغیرہ مختلف قسم کے شہوانی گناہوں کا سبب بنتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مطرف بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ بادشاہوں کے عیش و عشرت اور ان کے عمدہ لباس پر نظر نہ کرو بلکہ یہ سوچو کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔

جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھا

فرأیت أکثر أهلها النساء: میں نے جہنم میں جھانکا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔

اس دوسری روایت میں اس کی وجہ "تکثرن اللعن وتکفرن العشیر"[1] کہ تم لعنت زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے صلوٰۃ الکسوف میں دوزخ، جنت کا مشاہدہ فرمایا تو اس میں بھی آپ ﷺ نے دوزخ میں کثرت سے عورتوں کو دیکھا۔ جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ احسان فراموشی کرتی ہیں، خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تمام عمر ان میں سے کسی پر شوہر احسان کرتا رہے پھر کوئی ذرا سی بات پیش آجائے تو کہنے لگتی ہے کہ میں نے تجھ میں کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

عورتوں کا جنت میں جانے کا طریقہ

اگر عورتیں چاہیں کہ ہم جنت میں جائیں تو اس کا طریقہ بھی آپ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ صدقہ ہے کہ صدقہ کی وجہ سے اس سے بچاؤ ہو جائے گا۔ جب آپ ﷺ نے ایک موقع پر یہ فرمایا تو عورتوں نے اپنے کانوں کا زیور اور گلے کا ہار نکال نکال کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں (جس میں چندہ جمع کر رہے تھے) انہوں نے ڈال دیا۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب بدء الخلق تحت باب ماجاء فی صفة الجنة وفی کتاب النکاح وکتاب الرقاق، ومسلم فی کتاب الرقائق تحت باب اکثر اهل الجنة الفقراء، والترمذی وحدیث عمران بن حصین، اخرجه البخاری والترمذی وابن حبان ۷٤٥٥.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۱) اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ (۲) مشکوٰۃ عن متفق علیہ (۳) مشکوٰۃ

مال دار ابتداءً مال کی وجہ سے محبوس ہوں گے

(٤٨٩) ﴿وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَأَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ أَنَّ أَصْحَابَ النَّارِ قَدْ أُمِرَبِهِمْ إِلَى النَّارِ﴾ (متفق علیه)

"وَالْجَدُّ" اَلْحَظُّ وَالْغِنٰى. وقد سبق بیان هذا الحدیث فی باب فضل الضَّعَفَةِ.

ترجمہ: "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثریت مسکینوں کی ہے اور مالدار لوگ روک دیئے گئے ہیں۔ البتہ دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم دیا گیا ہے (بخاری و مسلم) "اَلْجَدُّ" مال و دولت۔ یہ حدیث دوزخیوں کی فضیلت کے باب میں گزر چکی ہے۔"

لغات: ❖ المساکین: المسکین کچھ نہ رکھنے والا۔ عیال کے لئے بقدر کفایت نہ رکھنے والا۔ ذلیل۔ مغلوب۔ جمع۔ مَسَاكِيْن. سَكَنَ (ن) سُكُوْنًا وسَكُنَ (ک) سُكُوْنَةً مسکین ہونا۔

تشریح: حدیث بالا اور اس کی وضاحت پہلے بھی گزر چکی ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے

جنت دکھائی گئی اس کے اعلی درجوں میں فقراء مہاجرین تھے اور غنی لوگ اور عورتیں بہت کم مقدار میں اس جگہ تھیں۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ غنی لوگ تو ابھی جنت کے دروازوں پر حساب میں مبتلا ہیں اور عورتوں کو سونے چاندی کی محبت نے مشغول کر رکھا ہے۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ فقراء کی اکثریت اس لئے جنت میں جائے گی کہ وہ ایمان وعمل صالح کی پابندی مال داروں کے مقابلے میں زیادہ کرتے ہیں جب کہ مال داروں کی اکثریت مال کے گھمنڈ میں ایمان وعمل صالح سے دور رہتے ہیں۔

تخریج حدیث: سبق تخریجه فی باب فضل ضعفة المسلمین والفقراء والخاملین و اخرجه احمد ۸/۲۱۸۴۱، وابن حبان ۷۴۵۶ والطبرانی ۴۲۱.

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۲۹) ضمن میں گزر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے لبید کے شعر کو پسند فرمایا

(۴۹۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَصْدَقُ کَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ کَلِمَةُ لَبِیْدٍ﴾

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ: (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا نہایت سچا کلمہ جو لبید شاعر نے کہا: "خبردار ہر چیز اللہ کے سوا باطل ہے"۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ خلا: خلا (ن) خُلُوًّا وخَلَاءً الاناء برتن کا خالی ہونا۔ المکان جگہ کا رہنے والوں سے خالی ہونا۔ خلا (ن) خَلْوَةً وَخلُوًا وخَلَاءً به ومعه والیه کسی کے ساتھ تنہائی میں ملنا۔ اکٹھا ہونا۔ خَلَا الرَّجُلُ بِنَفْسِهٖ تنہا ہونا۔ منفرد ہونا۔ خلوت میں جانا۔

تشریح: اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ: آپ ﷺ نے لبید کے اس شعر کو پسند فرمایا جس کا مکمل مفہوم یہ ہے کہ سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔

مکمل شعر

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ　　وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ(۱)

ترجمہ: "سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، یہاں کی ہر نعمت ایک دن ختم ہو جائے گی۔"

علماء فرماتے ہیں لبید کے اس شعر میں "کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" والا مضمون ہے جس سے آخرت کی زندگی کا دوام اور دنیا کی ناپائیداری کا اثبات ہوتا ہے اشارہ ہے کہ آخرت کی طرف توجہ رکھنی چاہئے۔

آپ ﷺ نے خود کبھی اشعار نہیں کہے

علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خود تو اشعار نہیں کہے مگر بعض موقع پر دوسروں کے بعض ان اشعار کو پسند فرمایا ہے جن میں حکمت کی باتیں ہوتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً اشعار نہ برے ہیں نہ اچھے۔ بلکہ اگر اس کا مفہوم اچھا ہے تو وہ اچھے اشعار شمار ہوں گے ورنہ برے۔ (۲)

اشعار کے اچھے ہونے کی چار شرطیں

علماء نے شعر کے اچھے ہونے کے لئے چار شرطیں لکھی ہیں۔

❶ اشعار کا مفہوم اور مضمون صحیح ہو۔

❷ سنانے والا مرد ہو عورت یا نابالغ بچہ نہ ہو۔

❸ آلہ سماع صحیح ہو باجا میوزک وغیرہ نہ ہو۔

❹ سننے والے بھی صحیح ہوں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المناقب تحت باب ایام الجاهلیة، وکتاب الادب، وکتاب الرقاق وغیرها من الکتب، ومسلم فی کتاب الشعر واحمد ۳/۱۰۰۸۰، والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۵۷۸٤ وهکذا فی البیهقی ۱۰/۲۳۷.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فتح الباری: ۱۵/۴۳۰ (۲) مرقاۃ: ۹/۱۲۲

(٥٦) بَابُ فَضْلِ الْجُوْعِ وَخُشُوْنَةِ الْعَيْشِ وَالْاِقْتِصَارِ عَلَى الْقَلِيْلِ مِنَ الْمَأْكُوْلِ وَالْمَشْرُوْبِ وَالْمَلْبُوْسِ وَغَيْرِهَا مِنْ حُظُوْظِ النَّفْسِ وَتَرْكِ الشَّهَوَاتِ

بھوکا رہنے، زہد کی زندگی بسر کرنے، کھانے پینے وغیرہ میں کم از کم پر اکتفا کرنے اور مرغوب چیزوں سے کنارہ کش رہنے کی فضیلت کا بیان

نیک لوگوں کے بعد برے لوگ ان کے جانشین ہوں گے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يُلْقَوْنَ

غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾

(سورہ مریم: ۵۹، ۶۰)

ترجمہ: ''ارشاد خداوندی ہے۔ نیک لوگوں کے بعد برے لوگ ان کے جانشین ہوں گے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے سوعنقریب ان کو ''غَيًّا'' گمراہی کا عذاب ملے گا مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے اور عمل صالح کئے، ایسے لوگ یقیناً جنت میں جائیں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

تشریح: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ: خلف سکون لام بمعنی برے قائم مقام۔ اور لام کے زبر کے ساتھ اچھے قائم مقام اور اچھی اولاد۔ ''اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ'' نماز کو ضائع کرنے سے مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ، مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ، قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نزدیک نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا ہے اور بعض کے نزدیک نماز کے آداب و شرائط میں کوتاہی کرنا ہے اور بعض کے نزدیک بغیر جماعت کے نماز پڑھنے والے بھی اس میں داخل ہیں۔ (۱)

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ: اس سے مراد دنیا کی لذتیں ہیں جو انسان کو اللہ اور نماز سے غافل کر دے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ شاندار مکانوں کی تعمیر، شاندار سواریوں کی سواری جس پر لوگوں کی نظریں اٹھیں اور ایسا لباس جس سے عام لوگوں میں امتیاز کی شان ظاہر ہو وہ سب ''واتبعوا الشهوات'' میں داخل ہیں۔ (۲)

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا: لفظ ''غی'' بمعنی ہر برائی اور شر، بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ایک جہنم میں غار کا نام ہے جس میں ساری جہنم سے زیادہ عذاب ہوگا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ غی جہنم کے ایک غار کا نام ہے جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اس میں زانی، شراب خور، سود خور، والدین کے نافرمان اور جھوٹی شہادت دینے والے اور وہ عورت جو دوسرے کے بچے کو اپنے شوہر کا بچہ بنا دے۔ ان سب کو اس میں ڈالا جائے گا۔ (۳)

اِلَّا مَنْ تَابَ: مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہوں گے جو کفر و معصیت سے توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں اور نیک کام بھی شروع کر دیں تو یہ لوگ جہنم کے بجائے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

---

(۱) قرطبی ۱۱/۱۲۱ تفسیر مظہری: ۷/۳۲۷ (۲) قرطبی، معارف القرآن: ۶/۴۵ (۳) قرطبی: ۱۱/۱۲۱

''مزید تفسیری معلومات کے لئے تفسیر مظہری (اردو) ۷/۳۲۷ تا ۳۲۹، اور تفسیر ابن کثیر ۳/۱۲۷، قرطبی ۱۱/۱۲۱ کا مطالعہ مفید ہوگا۔''

ایک دن قارون زیب وزینت کے ساتھ نکلا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يَالَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوْتِىَ قَارُوْنُ إِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ. وَقَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (سورة القصص: ۷۹، ۸۰)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ایک دن قارون (بڑی) آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا، جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے وہ تو بڑا صاحب نصیب ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس مؤمنوں اور نیک کاروں کے لئے جو ثواب خدا کے ہاں تیار ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔''

تشریح: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ: ایک دن قارون بہت بن سنور کر نکلا۔ ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے ساتھ ستر ہزار آدمیوں کو جو زعفرانی لباسوں میں تھے ان کو ساتھ لے کر نکلا اور علامہ مجاہد نے کہا قارون بہت بن سنور کر نکلا اور ساتھ میں اپنی شان وشوکت کو بڑھانے کے لئے اپنے ساتھ نوکر چاکر کنبہ وخاندان کے لوگ جو زعفرانی لباس میں تھے اور وہ سفید خچروں پر سوار تھے ان سب کے ساتھ آیا۔ (۱)

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا: مفسرین نے کہا: کہ بنی اسرائیل مؤمن تھے اگرچہ دنیا کے طلب گار تھے انہوں نے جب قارون کی مال ودولت کو دیکھا تو حسد نہیں کیا کہ ہم کو بھی سب مل جائے اس سے ختم ہو جائے بلکہ یوں کہا قارون کی طرح کاش ہم کو بھی کچھ مال ودولت مل جاتی۔

فَقَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ: اور جن لوگوں کو علم عطا کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ ارے تم پر افسوس ''أُوْتُوا الْعِلْمَ'' سے مراد وہ مؤمن لوگ ہیں جو اللہ کے وعدہ پر یقین رکھتے تھے جو اللہ نے مؤمنوں سے کیا۔ اور بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں پر ''أُوْتُوا الْعِلْمَ'' کا مقابلہ ''الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا'' سے کیا گیا ہے اس میں صاف اشارہ ہے کہ دنیا کا ساز وسامان جمع کرنا یہ اہل علم کا کام نہیں ہے اہل علم تو وہ ہوتے ہیں جن کے سامنے ہمیشہ آخرت کا نقشہ ہوتا ہے اور متاع دنیا کو بقدر ضرورت حاصل کرتے ہیں اور اسی پر قناعت کر لیتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) تفسیر مظہری: ۹/۱۴۴، وابن کثیر ۳/۴۰۰

(۲) معارف القرآن: ۶/۶۶۷، وقرطبی: ۱۳/۳۱۶

قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ (سورۃ التکاثر: ۸)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: پھر اس دن تم سے شکرگزاری نعمت کے بارے میں پوچھ ہوگی۔''

تشریح: قیامت کے دن اللہ جل شانہ اپنی نعمتوں کے بارے میں سوال کریں گے کہ ان نعمتوں کو گناہوں میں تو خرچ نہیں کیا جیسے قرآن میں آتا ہے:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ (سورۃ الاسراء)

ترجمہ: ''کہ بے شک سماعت، بصارت اور دل ہر ایک کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

قوت شنوائی، بینائی اور دل کے متعلق ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اللہ جل شانہ کی نعمتیں آگئیں۔

بخاری کی روایت میں آتا ہے قیامت کے دن آدمی کا پاؤں اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکے گا جب تک پانچ باتوں کا جواب نہ لے لیا جائے۔

1. اپنی عمر کہاں خرچ کی،
2. جوانی کہاں خرچ کی،
3. مال کہاں کہاں سے حاصل کیا،
4. پھر مال کو کہاں کہاں خرچ کیا،
5. علم جو اللہ نے دیا تھا اس پر کتنا عمل کیا۔ (۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ قیامت میں دنیا کی ہر لذت کے بارے میں سوال ہوگا خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا لباس و مکان سے یا بیوی اور اولاد سے یا حکومت و عزت سے۔ (۲)

(۱) بخاری (۲) قرطبی مزید تشریح تفسیر مظہری: ۱۲/۵۲۰

جو دنیا ہی کا طالب ہو تو اس کے لئے جہنم ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۱۸)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: جو شخص دنیاوی زندگی کا خواہش مند ہوا تو ہم اس میں سے جو چاہتے ہیں

اور جسے چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں پھر اس کے لئے جہنم کو مقرر کر رکھا ہے اس میں مذموم اور دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔“

تشریح: آیت بالا میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صرف دنیا کا ہی ارادہ کرنے والے ہیں ان کی سزا کا بیان بھی ساتھ کر دیا گیا ہے۔ ”مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ“ ”يُرِيْدُ“ مضارع کا صیغہ ہے اور اس پر ”کان“ داخل ہے جو مضارع پر دوام اور استمرار کے لئے آتا ہے مطلب یہ ہے کہ جہنم کی سزا صرف اس صورت میں ہوگی کہ جب کہ ہر عمل میں اور ہر وقت صرف دنیا ہی کی غرض چھائی ہوئی ہو اور آخرت کی طرف کوئی توجہ نہ ہو۔ (۱)

لِمَنْ نُرِيْدُ: جس کو چاہتے ہیں اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ دنیا کی محنت سے دنیا نہیں مل جاتی بلکہ جس کو ہم جتنا چاہیں اتنا دیتے ہیں۔

يَصْلَاهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا: جو ہمیشہ دنیا ہی چاہتا رہتا ہے تو دنیا تو بقدر مقدر ملتی ہے مگر اس دنیا میں مشغول ہو کر اس نے آخرت کو چھوڑا ہوا تھا اس لئے قیامت کے دن جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اس میں یہ اللہ کی رحمت سے دور پھینکا ہوا ہوگا۔ (۲).

(۱) معارف القرآن: ۵/ ۴۴۹ (۲) تفسیر مظہری: ۷/ ۵۸ مزید تفسیر کے لئے تفسیر ابن کثیر ۳/ ۳۳۔
”والايات في الباب كثيرة معلومة.“ اس موضوع پر قرآن میں بہت سی آیات ہیں اور وہ مشہور ہیں۔

آپ ﷺ کے گھر والوں نے دو دن بھی مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا

(۴۹۱) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.﴾ (متفق عليه)

وفي رواية: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا حَتّٰى قُبِضَ.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی دو دن متواتر پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا (بخاری و مسلم) ایک اور روایت میں آتا ہے آپ ﷺ کے گھر والوں نے جب سے وہ مدینے آئے تین دن متو ۔ گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی روح مبارک قبض کر لی گئی۔“

لغات: ❖ شَبِعَ: (س) شَبْعًا وشِبَعًا مِنَ الطَّعَامِ سیر ہونا۔ شَبِعْتُ مِنْ هٰذَا الْأَمْرِ۔

تشریح: یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ: دو دن مسلسل۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے گھر والوں کا معمول یہی تھا کہ اگر ایک دن کھانا کھالیا تو اب دوسرے دن بھوکے رہے اور اس طرح کی زندگی گزارنا یہ اختیاری طور پر تھا ورنہ اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ ﷺ کو دنیا بھر کے خزانوں اور مکہ کے پہاڑوں کو سونے کے بنانے کی پیش کش ہوئی تھی اس کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے فقر اور تنگدستی کو پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھروں تو اللہ کا شکر ادا کروں اور دوسرے دن بھوکا رہوں تا کہ صبر کرو۔ "حتّٰی قُبِضَ" یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ آخری زمانے میں غنی ہو گئے تھے تو اس کی بھی تردید حدیث بالا میں آگئی کہ فقر و فاقہ والی حالت موت تک رہی۔ (۱)

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ آخری زمانہ نبوی میں فتوحات کے سلسلہ کی وجہ سے مال غنیمت وغیرہ آپ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا مگر یہ بات بھی روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ان سب کو دوسروں میں تقسیم فرمادیتے تھے اس میں سے بھی اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے۔ (۲)

آپ ﷺ کا اس طرح فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی گزارنا اس میں غریب و نادار مسلمانوں کے لئے بڑی تسلی واطمینان کا سامان پوشیدہ ہے۔ (۳) بقول خواجہ عزیز الحسن ؎

لطف دنیا کے ہیں کے دن کے لئے — کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے

اور امراء کے لئے سبق ہے کہ اپنی حاجات پر مساکین کو ترجیح دینا چاہیے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاطعمة تحت باب ما کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واصحابه یاکلون وفی کتاب الرقاق، تحت باب کیف کان عیش النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واصحابه؟ ومسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق، رواه احمد ۲۵۲۷۹/۹ وهکذا فی الترمذی.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۴۳۸/۷ (۲) مظاہر حق: ۴۳۸/۷ (۳) مظاہر حق: ۴۳۸/۷

دو دو مہینے آپ ﷺ کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا

(۴۹۲) ﴿وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ: وَاللّٰهِ يَابْنَ أُخْتِيْ إِنَّا كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ: ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ، وَمَا أُوْقِدَ فِيْ أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. قُلْتُ: يَا خَالَةُ فَمَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتْ: اَلْاَسْوَدَانِ: اَلتَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يُرْسِلُوْنَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهَا فَيَسْقِيْنَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں اے میرے بھانجے! اللہ! کی قسم بے شک ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا غرض دو ماہ میں تین چاند دیکھتے اس دوران آپ ﷺ کے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، میں نے پوچھا خالہ جان پھر آپ کا گزارہ کس طرح ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا دو سیاہ چیزوں پر، کھجور اور پانی۔ ہاں اتنی بات تھی کہ آپ ﷺ کے پڑوسی انصاری تھے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیج دیتے تھے وہ آپ ہمیں پلا دیتے تھے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ منائح: مَنَحَهُ (ف ض) مَنْحًا الشَيْءَ دینا۔ عطا کرنا۔ النَّاقَةَ وَكُلَّ ذَاتِ لَبَنٍ دودھ والا جانور کسی کو فائدہ اٹھانے کے لئے دینا۔ صفت مفعولی المِنْحَةُ والمَنِيْحَةُ جمع مِنَحٌ وَمَنَائِحُ.

تشریح: إِنَّا كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ: بے شک ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا دیکھتے۔ یہ بات حضرت عائشہ بطور شکوے کے بیان نہیں فرما رہی ہیں بلکہ عزت و موعظت کے لئے بیان فرما رہی ہیں تا کہ دوسرے لوگ بھی دنیوی زندگی اس طرح سادگی سے گزاریں۔

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دنیا میں کھانے پینے کی مقدار کم رکھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے اس کو کھانے پینے کی کمی میں مبتلا کیا مگر اس نے صبر کیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ اس نے کم کیا ہے اس کے بدلہ میں جنت کے درجات عطا کروں گا۔ (۱)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ اکثر بھوکے رہتے تھے بغیر ناداری کے۔ یعنی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کھانا موجود ہو پھر بھی آپ ﷺ کم تناول فرماتے تھے اس لئے کہ بھوکے رہنے سے انوار کی کثرت ہوتی ہے۔ حضرت ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ بھوک اللہ کا ایسا خزانہ ہے جو اپنے دوستوں کو ہی دیتا ہے۔

دو کالی چیزوں سے مراد

الاسودان: دو کالی چیزیں کھجور اور پانی۔

سوال: پانی کا تو کالا رنگ نہیں ہوتا اس کو کالا کیوں کہا گیا؟

جواب: تغلیباً کہہ دیا گیا کہ کھجور کالی ہوتی ہے اس اعتبار سے پانی کو بھی کالے کے ساتھ تعبیر کر دیا گیا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الهبة و کتاب الرقاق تحت باب کیف کان عیش النبی صلی الله علیه وسلم و اصحابه ومسلم فی اوائل کتاب الزهد الرقائق و ابن حبان ٦٣٤٨.

راوی حدیث حضرت عروہ بن زبیر کے مختصر حالات:

نام: عروہ، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام زبیر، والدہ کا نام اسماء بنت ابوبکر۔

ولادت: حضرت عمر کے آخر یا حضرت عثمان کے ابتدائے خلافت میں پیدا ہوئے (تہذیب التہذیب: ۱۸۳/۷)

اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر کے شہید ہو جانے کے بعد ان کے ہی کہنے پر عبدالملک نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے دفن کرنے کا حکم جاری کیا۔ یہ علم وعمل کے مجمع البحرین تھے کیونکہ والد حضرت زبیر بن العوام یہ حواری رسول تھے اور ان کے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی خالہ جان حضرت عائشہ ام المؤمنین تھیں اور ان کی والدہ حضرت اسماء ذات النطاقین تھیں اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ یہ بھی صاحب علم صحابی تھے۔ ان میں کئی خصوصیات تھیں مثلاً صبر واستقامت، عبادت وریاضت، صبر وشکر، دنیا سے بے رغبتی، سخاوت وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ حدیث سے خاص شغف تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اعلم الناس تھیں۔ (تہذیب التہذیب ۱۸۲/۷)

ان کا پورا علمی ذخیرہ انہوں نے اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا خود فرماتے ہیں کہ خالہ جان کے انتقال سے چار پانچ سال پہلے ہی میں نے ان کی کل احادیث یاد کر لی تھیں اگر ان کا انتقال اسی وقت ہو گیا ہوتا تو مجھے ان کی کسی حدیث کے باقی رہ جانے کا افسوس نہ ہوتا (تہذیب التہذیب ۱۸۲/۷) وفات: ۹۴ھ میں نواح مدینہ میں انتقال ہوا۔ (طبقات ابن سعد)

مزید حالات کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید رہے گا (۱) تہذیب التہذیب: ۱۸۳/۷ (۲) ابن اثیر: ۲۹۱/۴ (۳) طبقات ابن سعد: ۱۳۴ (۴) تہذیب الاسماء: ۳۲۲/۱ (۵) تذکرۃ الحفاظ: ۵۳/۱ (۶) ابن خلکان: ۳۱۶/۱۔

---

(۱) احیاء العلوم

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھنی ہوئی بکری کے کھانے سے منع کر دیا

(۴۹۳) ﴿وَعَنْ أَبِی سَعِيْد نِ الْمُقْبِرِیّ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَأَبٰى أَنْ يَّأْكُلَ، وَقَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ﴾ (رواه البخاری)

"مَصْلِيَّةٌ" بفتح الميم: ای: مَشْوِيَّةٌ.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کو بھی دعوت دی لیکن انہوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔'' (بخاری)

مصلية میم پر زبر کے ساتھ بمعنی بھنی ہوئی۔

لغات: ❖ مصلية: صَلٰى. (ض) صَلْيًا. اَللَّحْمَ. گوشت بھوننا۔ مَصْلِیٌّ بھنا ہوا۔ فُلَانًا النَّارَ وَفِيْهَا وَعَلَيْهَا آگ میں ڈالنا۔ اَلرَّجُلَ مدارت کرنا، دھوکہ دینا۔ فریب دینا۔ لِلصَّيْدِ شکار کے لئے جال لگانا۔

تشریح: فَأَبٰى اَنْ يَّأْكُلَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بھنی ہوئی بکری کے کھانے سے انکار کر دیا۔

یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپ ﷺ سے محبت کی انتہا تھی اگرچہ شرعاً یہ کھانا جائز تھا مگر آپ ﷺ نے جب بھوک کی حالت میں وقت گزارا تو آپ ﷺ کی اس اتباع کا خیال رکھتے ہوئے حضرت ابوہریرہ نے منع کر دیا۔ (۱)

وَلَمْ يَشْبَعُ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ: آپ ﷺ نے جو کی روٹی بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پر کئی کئی راتیں مسلسل ایسی گزر جاتی تھیں کہ آپ کو اور آپ ﷺ کے گھر والوں کو شام کا کھانا میسر نہیں آتا تھا، رات بھر سب کے سب فاقہ سے گزار دیتے اور جو کی روٹی پر آپ ﷺ کا گزارا تھا۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ نے محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا بڑا مبارک ہے وہ شخص جس کے لئے معمولی سی پیداوار ایسی ہو جس سے وہ زندہ رہ سکے اور لوگوں سے مانگنے کا محتاج نہ ہو۔ محمد بن واسع رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ مبارک ہے وہ شخص جو صبح و شام بھوکا تو ہے مگر اس بھوک پر اللہ سے راضی بھی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاطعمة تحت باب ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه یاکلون.

راوی حدیث حضرت ابوسعید المقبری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: سعید، والد کا نام کیسان تھا، ان کی کنیت ابوسعید تھی، ثقہ راوی ہیں اور کبار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے انتقال سے چار سال پہلے ان کی عقل میں کچھ تغیر آ گیا تھا۔

یہ عموماً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں۔
نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین: ۴۴/۱ (۲) احیاء العلوم

آپ ﷺ نے میز پر رکھ کر کبھی کھانا نہیں کھایا

(٤٩٤) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَأْكُلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ حَتّٰى مَاتَ، وَمَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ﴾ (رواہ البخاری)

وفی روایة لم: ولا رَأٰى شَاةً سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چوکی یا میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ باریک آٹے کی چپاتی کھائی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے (بخاری) بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بھنی ہوئی بکری کبھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔''

لغات: ❖ سمیطاً: السَّمِیطُ بال صاف کیا ہوا۔ بھونا ہوا بکری کا بچہ۔ سبک حال آدمی۔ فقیر۔ اینٹوں کا ردا۔ نَعْلٌ سَمِیطٌ ایک ہی چمڑے کا جوتا۔ سمط (ن ض) سَمْطًا الجدْیَ بکری کے بچہ کے بال صاف کر کے اس کو بھونا۔ الشیء لٹکانا۔

تشریح: خِوَانٌ: اگر چہ دستر خوان کے معنی میں ہے مگر یہاں مراد میز یا چوکی ہے جس پر رکھ کر کھانا کھایا جائے تا کہ جھکنا نہ پڑے یہ عادت مالدار، عیش پسند، متکبر لوگوں کی ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے کبھی چپاتی نہیں کھائی

وَمَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ: آپ نے نہ باریک آٹے کی چپاتی کھائی۔ یہی بات بعض دوسری روایات سے بھی معلوم ہوتی ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ خاص طور سے آپ ﷺ کے لئے کبھی چپاتی نہیں پکائی گئی لیکن اگر کوئی شخص اپنے لئے چپاتی پکاتا یا پکواتا پھر وہ چپاتی آپ ﷺ کے پاس لائی جاتی تو آپ نوش فرما لیتے اس کے کھانے سے انکار نہیں فرماتے مگر اس قول کو دوسرے محدثین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے منافی سمجھا ہے جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے چپاتی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (۱)

سَمِيطًا بِعَيْنِهِ قَطُّ: اس بکری یا بکری کے بچے کو کہتے ہیں جس کے بال کو صاف کر کے چمڑے سمیت پانی کے بھاپ کے ذریعہ پکایا گیا ہو یہ اس زمانے میں اہل چین کا بہترین کھانا تھا جو ان کے مالدار لوگ کھاتے تھے۔

حدیث میں ”بِعَيْنِهِ“ کا لفظ تاکید کے لئے ہے

بِعَيْنِهِ: یہ تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے ”كَتَبْتُهُ بِيَدَيَّ“ میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا جب کہ لکھا ہاتھ سے ہی جاتا ہے تو ”بیدی“ تاکید کے لئے آ گیا اسی طرح ”مَشٰى بِرِجْلِهِ“ میں اپنے پیروں کے ذریعے چلا، چلا تو پیروں کے ذریعہ ہی جاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الاطعمة تحت باب الخبز المرقق والاكل على الخوان والسفرة و تحت باب ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون. واحمد ۴/۱۲۲۹۸ وابن ماجه وابن حبان ۶۳۵۵، والترمذی وهكذا فی البیهقی ۱/۲۴۳.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) اشعۃ اللمعات (۲) مظاہر حق: ۴/۸۵

ردی کھجور سے بھی آپ ﷺ نے زندگی بھر پیٹ نہیں بھرا

(۴۹۵) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا

يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ﴾ (رواہ مسلم)

"اَلدَّقَلُ تَمْرٌ رَدِئٌ.

ترجمہ: "حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ ردی کھجور بھی اتنی مقدار میں آپ ﷺ کو میسر نہ تھی جس سے آپ ﷺ اپنا پیٹ بھر لیتے۔ "اَلدَّقَلُ" ردی کھجور، ادنی قسم کی کھجور۔"

لغات: ❖ الدقل: ردی اور ادنی قسم کی کھجور، باد بان کا ڈنڈا۔ اَلدَّقَلُ جسم کی کمزوری۔ دَقَلَهُ (ن) دَقْلًا روک دینا۔ محروم کر دینا۔ اَدْقَلَ. النَّحلُ کھجور کا خراب وردی پھل لانا۔

تشریح: لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ بات حضرت نعمان بن بشیر نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کے سامنے کی ہو یا تابعین کو مخاطب کر کے کہی ہو۔ (۱)

حدیث میں تمہارے نبی کہنے کی وجہ

نبیکم: تمہارا نبی۔ مخاطبین کی طرف اضافت ونسبت ان کو غیرت دلانے کے لئے کی کہ تم جس نبی کی امت میں ہو اور ان کا نام لینے میں فخر کرتے ہو ان نبی کا حال تو یہ تھا کہ ان کو کھانے کے لئے اچھی کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں اور ایک تم ہو کہ قسم قسم کے کھانے ایک وقت میں کھاتے ہو۔ (۲)

مَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ: آپ ﷺ کو اتنی ردی کھجور بھی میسر نہ آتی جس سے پیٹ بھر لیتے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے دنیا اور دنیا کی چیزوں کی قطعاً اہمیت نہیں تھی جو چیز بھی آپ ﷺ کے پاس آتی آپ اس کو دوسروں پر صرف کر دیتے تھے۔ (۳)

حدیث سے سبق

دوسرا یہ کہ آپ نے اپنی اس عملی زندگی کے ذریعہ اپنی امت کو واضح عیش وعشرت والی زندگی سے اجتناب کرنے، قناعت و توکل اور ایثار کا وصف پیدا کرنے اور اپنے حقیقی مقصد حیات کی راہ میں سختی ومشقت برداشت کرنے کی تعلیم وتربیت دی (۴) اللہ امت کو بھی اس کی سمجھ نصیب فرما دے۔ بقول شاعر

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے ۔۔۔ وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق.

(۱) مرقاۃ: ۸/۱۷۶ (۲) مرقاۃ: ۸/۱۷۶ (۳) مظاہر حق: ۴/۹۷ (۴) مظاہر حق: ۴/۹۸

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں چھلنی نہیں دیکھی

(٤٩٦) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَقِيْلَ لَهُ هَلْ كَانَ لَكُمْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ؟ قَالَ: مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَقِيْلَ لَهُ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ: كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنَنْفُخُهُ، فَيَطِيْرُ مَا طَارَ، وَمَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ﴾ (رواه البخاری)

قَوْلُهُ: "اَلنَّقِيُّ" هُوَ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَكَسْرِ الْقَافِ وَتَشْدِيْدِ الْيَاءِ، وَهُوَ الْخُبْزُ الْحُوَّارِيّ، وَهُوَ: الدَّرْمَكُ، قَوْلُهُ: "ثَرَّيْنَاهُ" هُوَ بِثَاءٍ مُّثَلَّثَةٍ، ثُمَّ رَاءٍ مُشَدَّدَةٍ، ثُمَّ يَاءٍ مُثَنَّاةٍ مِنْ تَحْتٍ ثُمَّ نُوْنٍ أَيْ: بَلَلْنَاهُ وَعَجَنَّاهُ.

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ نے نبی بنایا پھر وفات تک آپ نے میدے کے آٹے کی روٹی نہیں دیکھی ان سے پوچھا گیا آپ لوگوں کے پاس آپ ﷺ کے زمانے میں چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت سے اپنی وفات تک چھلنی نہیں دیکھی پھر ان سے پوچھا گیا آپ لوگ بغیر چھنے ہوئے جو کی روٹی کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہم جو کو پیستے پھر اس میں پھونک مارتے پس اس سے جو اڑتا وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہتا اسے ہم گوندھ لیتے۔''
(بخاری)

النقی: نون پر زبر، قاف پر زیر یا مشدد۔ میدے کی روٹی۔ ''ثرینا'' ثا پھر را مشدد پھر یا اور نون بمعنی اسے بھگوتے اور پھر آٹا گوندھ لیتے۔

لغات: ثریناہ: ثَرّٰی (ہ) تر کرنا۔ المکان چھڑکاؤ کرنا۔ الثری تری، نمنا کی (والثَّرَاء) نمناک مٹی۔

تشریح:

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق

حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ: جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنایا تھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''ابتعثہ اللّٰہ'' کا جو جملہ کہا ہے اس سے نبوت کے زمانے سے پہلے والے کو مستثنیٰ کیا ہے کہ اس دوران آپ ﷺ کا دو مرتبہ ملک شام کی طرف تجارتی سفر بھی ہوا تھا اور ایک سفر میں بحیرہ راہب نے پرتکلف میزبانی کی تھی۔ آپ ﷺ نے وہاں کھانا بھی نوش فرمایا تھا اور ملک شام کے لوگ مالدار تھے اس لئے بظاہر امکان ہے کہ آپ ﷺ نے وہاں پر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائی ہو۔ (۱) مگر نبوت کے بعد سے آخری لمحہ تک جو فقر و فاقہ کی زندگی

آپ ﷺ نے گزاری وہ تو سب کے سامنے ہے۔

اس حدیث سے سبق

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں ہم کو بھی اپنی زندگی سادہ اور بلا تکلف بنانے کی ترغیب ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کو اپنے کھانے پینے کا اہتمام نہیں تھا۔ ہر وقت آپ ﷺ کو آخرت کا غم سوار رہتا تھا[۲] اسی طرح ہم کو بھی سبق دیا جا رہا ہے کہ ہم بھی دنیا میں لگ کر آخرت کو بھول نہ جائیں بقول شاعر کے

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی — قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاطعمة تحت باب النفخ فی الشعیر و تحت باب ما کان النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه یاکلون. واحمد ۸/۲۲۸۷۷ وابن حبان ۶۳۴۷، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ: ۸/۱۶۵، مظاہر حق: ۴/۸۶ (۲) مرقاۃ: ۸/۱۶۶، مظاہر حق: ۴/۸۶

آپ ﷺ ابوبکر اور عمر وغیرہ ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے

(۴۹۷) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ، فَإِذَا هُوَ بِأَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: "مَا أَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ"؟ قَالاَ: اَلْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "وَأَنَا، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ، لَأَخْرَجَنِی الَّذِیْ أَخْرَجَكُمَا قُوْمَا" فَقَامَا مَعَهٗ، فَأَتٰى رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ، فَإِذَا هُوَ لَيْسَ فِیْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَأَتْهُ الْمَرْأَةُ قَالَتْ: مَرْحَبًا وَأَهْلًا. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيْنَ فُلَانٌ"؟ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، إِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِیُّ، فَنَظَرَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصَاحِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَا أَحَدٌ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافًا مِنِّیْ. فَانْطَلَقَ فَجَائَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَ تَمْرٌ وَرُطَبٌ، فَقَالَ: كُلُوْا، وَأَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ" فَذَبَحَ لَهُمْ، فَأَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا. فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ، ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى أَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ﴾ (رواه مسلم)

قوله: "يَسْتَعْذِبُ" أیْ يَطْلُبُ الْمَاءَ الْعَذْبَ، وَ "الْعِذْقُ" بكسر العين وإسكان الذال المعجمة: وهو الْكِبَاسَةُ، وَهِيَ الْغُصْنُ، وَ "الْمُدْيَةُ" بضم الميم وكسرها: هِيَ السِّكِّيْنُ وَ "الْحَلُوْبُ" ذَاتُ اللَّبَنِ. وَالسُّؤَالُ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ سُؤَالُ تَعْدِيْدِ النِّعَمِ لَا سُؤَالُ تَوْبِيْخٍ وَتَعْذِيْبٍ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. وَهٰذَا الْاَنْصَارِيُّ الَّذِیْ أَتَوْهُ هُوَ أَبُوْ الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَذَا جَاءَ مُبَيَّنًا فی رواية الترمذی وغيره.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن یا ایک رات آپ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو وہاں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی موجود تھے آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس وقت تم لوگوں کو تمہارے گھروں سے کس چیز نے نکالا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ! بھوک نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور مجھے بھی ''قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میری جان ہے'' اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم دونوں کو گھر سے نکالا ہے۔ پس وہ دونوں آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ پس ایک انصاری صحابی کے گھر پہنچے لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے جب ان کی بیوی نے آپ کو دیکھا تو خوش آمدید کہا آپ ﷺ نے پوچھا کہ فلاں انصاری صحابی ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں، اتنے میں وہ انصاری بھی آ گئے، ان انصاری نے آپ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ فرمایا الحمد للہ! آج مجھ سے زیادہ کوئی شخص معزز اور مکرم و مہمان والا نہیں ہے اتنا کہا اور چلے گئے۔ کھجور کا ایک توشہ لے آئے جس میں گدری اور خشک اور تر کھجوریں تھیں انہوں نے کہا کہ کھائیں اور خود انہوں نے چھری لی آپ ﷺ نے فرمایا دودھ دینے والی بکری کو ذبح مت کرنا پس انہوں نے ایک بکری ذبح کی ان سب نے بکری کا گوشت اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا پس جب شکم سیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کے دن ضرور تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم کو تمہارے گھروں سے بھوک نے نکالا پھر تم اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹے یہاں تک کہ تمہیں یہ نعمتیں حاصل ہوگئیں۔ "یستعذب" میٹھا پانی لینے گئے۔ "العذق" عین کے زیر دال ساکن بمعنی ٹہنی، شاخ۔ "المدیة" میم پر پیش اور زیر دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے بمعنی چھری۔ "الحلوب" بمعنی دودھ والا جانور، ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک ان کو اپنی نعمتیں گنوائے گا ورنہ یہ سوال توبیخ اور عذاب کے انداز کا نہیں

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ جس انصاری صحابی کے پاس آپ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی تشریف لے گئے ان کا نام ابوالہیثم بن التیہان ہے یہی ترمذی وغیرہ روایت میں صراحتاً مذکور ہے۔''

لغات: رووا: رَوِیَ (س) رِیًّا وَرَیًّا وِرِوًی مِنَ الْمَاءِ پانی سے سیراب ہونا۔ صفت۔ (رَیَّان) مونث۔ (رَیَّا) جمع۔ رِوَاءٌ. الشجر درخت کا سرسبز ہونا۔

تشریح: فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ: آپ ﷺ نے پوچھا تم دونوں کو کس چیز نے اس وقت تمہارے گھروں سے نکالا۔

بھوک کی حالت میں بھوک کو ختم کرنے کے اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے

ملاعلی قاری نے علامہ نووی سے نقل کیا ہے کہ جب بھوک کی شدت ہو جائے اور اس بھوک کے ذریعہ حالات میں رکاوٹ آنے لگے تو اس صورت میں گھر سے نکل کر مباح اسباب و وسائل کے ذریعہ بھوک کو مٹانے کا علاج کرنا اور اس سلسلہ میں سعی و کوشش کرنا محض جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ (۱)

فَاَتٰى رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ: پھر آپ ایک انصاری صحابی کے گھر پہنچے جس کا نام ابوالہیثم تھا۔ اس جملہ سے علماء استدلال فرماتے ہیں کہ ایسے ساتھیوں کے پاس ضیافت کے لئے جانا جائز ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ دیکھ کر خوش ہوگا اور محبت و مروت میں زیادتی کا باعث ہوگا۔ (۲)

فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَاَهْلًا: مگر وہ اپنے گھر میں موجود نہیں تھے ان کی بیوی نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا خوش آمدید۔ اس جملہ سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ آدمی گھر پر موجود نہ ہو تو اس کی بیوی آنے والے مہمان کی نوعیت دیکھ کر گھر پر بیٹھا سکتی ہے بشرطیکہ اس مہمان سے کوئی خطرہ کا اندیشہ نہ ہو دوسرے یہ کہ اپنے شوہر کی رضا مندی کا یقین ہو۔ (۳)

مہمان کی آمد پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے

قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: ان صحابی نے دیکھ کر کہا اللہ کا شکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معزز مہمانوں کا آنا اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہے اور نعمت کے ظاہر ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا مستحب ہے۔ علماء یہ بھی فرماتے ہیں جب بھی مہمان آجائے تو مستحب ہے کہ اس کے سامنے خوشی کا اظہار کیا جائے۔ (۴)

فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا: جب پیٹ بھر گیا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا کھانا جائز ہے اور بعض روایات میں پیٹ بھر کر کھانا کھانے پر جو وعید وارد ہوئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عادت نہ بنالی جائے کہ اس کی عادت بنانے میں غربا کے حال سے فراموشی کا مظہر ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الاشربة تحت باب جوار اشباعه غیره الی غیره الی دار من یثق برضاء ذلک وکذا ابن حبان ٥٢١٦ والطبرانی فی الصغیر ١٨٥.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ: ۸/۲۰۴ مظاہر حق: ۴/۱۲۵

(۲) مرقاۃ: ۸/۲۰۴ مظاہر حق: ۴/۱۲۵

(۳) مظاہر حق: ۴/۱۲۵

(۴) مرقاۃ: ۸/۲۰۴، روضۃ المتقین: ۲/۴۷

(۵) شرح مسلم للنووی، روضۃ المتقین ۲/۴۷

دنیا منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے

(٤٩٨) ﴿وَعَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرِ الْعَدَوِيّ قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ، وَكَانَ أَمِيرًا عَلَى الْبَصْرَةِ، فَحَمِدَاللّٰهِ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ آذَنَتْ بِصُرْمٍ، وَ وَلَّتْ حَذَّاءَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْإِنَاءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا، وَإِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا إِلَى دَارٍ لاَ زَوَالَ لَهَا، فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ، فَإِنَّهُ قَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِى فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا، لَايُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا، وَاللّٰهِ لَتُمْلَانَّ ...... أَفَعَجِبْتُمْ! وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا أَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَا عَيْنٍ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ أَرْبَعِيْنَ عَامًا وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَيْهِ يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِىْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ، حَتّٰى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا، فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِىْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا، وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا، فَمَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا أَصْبَحَ أَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِّنَ الْاَمْصَارِ. وَإِنِّىْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ أَكُوْنَ فِىْ نَفْسِىْ عَظِيْمًا، وَعِنْدَاللّٰهِ صَغِيْرًا﴾

(رواه مسلم)

قوله: "آذنت" هو بمد الالف، أى: أعلمت وقوله: "بصرم": هو بضم الصاد. أى: بانقطاعها وفنائها وقوله: "وولت حذاء" هو بحاء مهملة مفتوحة، ثم ذال معجمة مشددة، ثم الف ممدودة، اى سريعة و "الصبابة" بضم الصاد المهملة: وهى البقية اليسيرة: وقوله: "يتصابها" هو بتشديد الباء قبل الهاء، اى: يجمعها. و "الكظيظ" الكثير الممتلىء. وقوله: "قرحت" هو بفتح القاف

وکسر الراء، ای: صارت فیھا قروح.

ترجمہ: ''حضرت خالد بن عمیر عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا اور یہ (اس وقت) بصرہ کے گورنر (امیر) تھے انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا اما بعد: پس تحقیق دنیا ختم ہونے کا اعلان کررہی ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ منہ پھیر کر بھاگ رہی ہے اور دنیا سے صرف اتنا حصہ باقی ہے جتنا کہ برتن کے نچلے حصے میں پانی رہ جاتا ہے جس کو وہ پیتا ہے۔ بے شک تم کو اس دنیا سے ایسے گھر کی طرف جانا ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگا پس جو چیز تمہارے پاس بہتر ہے اس کو لے کر اس جہاں کی طرف منتقل ہو اس لئے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے پتھر پھینکا جائے گا اور وہ جہنم کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم! جہنم کو بھرا جائے گا کیا تمہیں اس پر کچھ تعجب ہے اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازوں کے دو کواڑوں کے درمیان ۴۰ سال کی مسافت کے بقدر فراخی ہوگی لیکن اس پر بھی ایک دن ایسا آئے گا جب وہ لوگوں کی بھیڑ سے بھرا ہوا ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات آدمیوں میں سے ساتواں تھا، ہماری خوراک صرف پتے تھے اس کو کھاتے ہوئے ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں۔ مجھ کو ایک چادر مل گئی اور اس کو اپنے اور سعد بن مالک کے درمیان نصف نصف کر دیا آدھے حصے کے ساتھ میں نے تہہ بند بنا لیا اور دوسرے نصف کا سعد بن مالک نے تہہ بند بنا لیا۔ لیکن آج ہم میں سے ہر آدمی کسی نہ کسی شہر کا گورنر ہے اور میں اللہ پاک کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھوں جب کہ اللہ کے ہاں حقیر ہوں۔''

''اذنت'' الف پر مد۔ اعلان کیا، آگاہ کیا ''صرم'' صاد پر پیش فنا اور ختم ہونا دنیا کا۔ ''وولت حذاء'' حا پر زبر دال پر شد پھر لمبا الف بمعنی تیزی سے۔ ''الصبابة'' صاد پر پیش بمعنی بچا ہوا، تھوڑا سا حصہ۔ ''یتصابھا'' باء سے پہلے بائے مشدد اسے پیتا جمع کرتا ہے۔ ''الکظیظ'' بہت بھرا ہوا۔ ''قرحت'' قاف پر زبر را پر زیر بمعنی اس میں زخم ہو گئے۔

لغات: ❖ قرحت: قَرَحَهُ قَرْحًا (ف) وَقَرَّحَهُ زخمی کرنا۔ قَرَحَ وَقَرَّحَ البِئرَ ایسی جگہ کنواں کھودنا جہاں پانی نہ نکلتا ہو۔
❖ الشداقنا. الشِّدْقُ والشَّدْقُ باچھ۔ جبڑا۔ شِدْقُ الْوَادِیْ وادی کا کنارہ۔ جمع۔ اَشْدَق و شُدُوْق شَدِقَ (س) شَدَقًا چوڑی باچھوں والا۔ صفت (اَشْدَقُ) مونث شَدْقَا جمع شُدْق

تشریح: فَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَوَلَّتْ حَذَّاءَ: بے شک دنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کیا اور قیامت کی طرف تیزی سے منہ پھیر لیا۔ ''اَصْبَحَ اَمِیْرًا عَلٰی مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ'' آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے۔ اس جملہ

میں صحابہ کو حاصل ہونے والی خوش حالی کا تذکرہ ہے جس میں اللہ جل شانہ نے اس وعدے کی تکمیل کی کہ وہ انہیں دنیا میں اقتدار وتمکن عطا فرمائے گا۔

جنت کے دروازے کے دونوں پٹ کے درمیان کی مسافت

مَا بَيْنَ مِصْرَا عَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ اَرْبَعِينَ عَامًا: جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے دوسرے پٹ تک کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت کے برابر ہے۔

ایک سوال اوراس کے دو جوابات

سوال: ایک دوسری روایت میں جنت کے دونوں دروازوں کے درمیان کے فاصلہ کے بارے میں آتا ہے۔
عَرَضَ مَسِيرَةِ الرَّاكِبِ الْجَوَادِ ثَلاثًا: کہ جنت کے دروازے کا عرض تیز رفتار گھڑسوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہے۔تو دونوں روایات میں تعارض ہے۔

پہلا جواب: جس روایت میں چالیس برس کی مسافت کا ذکر ہے۔ یہ روایت مسلم شریف کی ہے اور وہ روایت قولی ہے [1] اور وہ روایت جس میں گھڑسوار کی تین دن کی مسافت کو بیان کیا گیا ہے وہ ترمذی شریف کی روایت ہے اس روایت کے بارے میں خود صاحب ترمذی نے فرمایا کہ یہ کمزور ہے۔ [2]

دوسرا جواب: مقصود حصر نہیں بلکہ مقصود تکثیر ہے کہ بتانا یہ مقصود ہے کہ وہ دروازہ بہت وسیع ہوگا اس وسیع ہونے کی تعبیر الگ الگ طرح سے سمجھائی گئی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزهد والرقائق واحمد ۱۷۵۸۶/۶.

راوی حدیث حضرت خالد بن عمیر کے مختصر حالات:

نام خالد، والد کا نام عمیر (عین کے پیش) اور میم اور را کے زیر کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے یہ قبیلہ عدی سے تعلق رکھتے تھے بصرہ کے رہنے والے تھے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بڑے تابعین میں سے ہیں۔ ان سے مسلم ترمذی، شمائل، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں روایات نقل کی جاتی ہیں۔
مزید حالات کے لئے دیکھیں: (۱) تقریب (۲) لب اللباب الصفہانی (۳) الاستیعاب لابن عبدالبر وغیرہ۔

---

(۱) رواہ مسلم ۲۰۸/۲ واحمد، مجمع الزوائد ۳۹۷/۱۰، ورواه الطبرانی رجاله ثقات

(۲) ترمذی شریف وقال ابوعیسی هذا حدیث غریب قال سالت محمداً عن هذا الحدیث فلم یعرفه وقال لا بن ابی بکر عن سالم بن عبدالله.

وہ کپڑے جن میں سرکار دو عالم ﷺ نے سفر آخرت اختیار فرمایا

(۴۹۹) ﴿وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَخْرَجَتْ لَنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

كِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا قَالَتْ: قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں (اوپر لپٹنے والی) چادر (اور نیچے لپٹنے والی) موٹی چادر نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ان دو چادروں میں ہوئی۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ کِسَاءً: کپڑا۔ کمبل جمع۔ اَکْسِیَةٌ کَسٰی یَکْسِیَ (ض) کِسَاء شریف ہونا۔ تَکَسّٰی تَکَسِّیًا بالکساء اوڑھنا۔ پہننا۔

تشریح: کِسَاءً وَإِزَارًا غَلِيظًا: اوپر والی چادر اور نیچے والی موٹی چادر نکال کر دکھائی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف کھانے پینے میں سادگی کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ تمام ہی رہن سہن میں ایسی سادگی کو اختیار فرمایا ہوا تھا یہاں پر آپ ﷺ کے لباس کا ذکر ہے کہ وہ کتنا سادہ تھا۔

علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے حق میں یہ دعا کی تھی کہ "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا" یعنی اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے۔ اسی کا یہ اثر تھا کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر دو انتہائی معمولی درجے کے کپڑے تھے۔ [1]

یا رب صل وسلم دائما ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب ما ذکر من درع النبی صلی الله علیه وسلم وعصاه وسیفه وفی کتاب اللباس تحت باب الاکسية والخمائص واحمد ۹/۲۵۰۰، ابوداود وابن ماجه و ابن حبان ٦٦٢٣، وعبدالرزاق ٢٠٦٢٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۴/۱۵۸

حضرت سعد پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا

(۵۰۰) ﴿وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنِّي لَأَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ، وَهٰذَا السَّمُرُ حَتّٰى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَالَهُ خَلْطٌ﴾ (متفق علیه)

"الحبلة" بضم الحاء المهملة واسكان الباء الموحة: وفی والسمر، نوعان معروفان من شجر البادية.

ترجمہ: ''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں پہلا عرب آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر اندازی کی اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارا یہ حال تھا کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے جنگلی درخت اور کیکر کے پتوں کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ہم بکری کی مینگنیوں کی طرح قضا حاجت کرتے اس میں لیس اور مادہ نہ ہوتا۔''

الحبلة حاء پر پیش اور باء ساکن یہ اور سمر (کیکر) یہ دونوں جنگل کے مشہور دو درخت ہیں۔

لغات: ❖ خلط: ٹیڑھا تیر، ٹیڑھی کمان۔ احمق۔ کہتے ہیں هو خَلِطٌ بین الخَلاطَةِ وہ صاف اور کھلا بے وقوف ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز سے ملے۔ خَلَطَ (ض) خَلْطًا و خلط. الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ ایک چیز کو دوسرے سے ملانا۔

تشریح: حضرت سعد نے پہلا تیر کب اور کس پر چلایا

اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: میں پہلا عرب آدمی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر اندازی کی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آپ ﷺ نے ا ھ میں حضرت عبداللہ بن الحارث کی سرکردگی میں ساٹھ سواروں کا ایک لشکر ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھی مشرکین کے مقابلے کے لئے روانہ فرمایا تھا اس میں اگرچہ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ مگر اس میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے دشمنان اسلام کی طرف تیر پھینکا جو اسلام میں دشمنان اسلام پر چلایا جانے والا پہلا تیر تھا۔ (۱)

مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ: ہمارے پاس کھانے کے لئے صرف جنگلی درخت کے پتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد میں جاتے وقت سامان خوراک کا بندوبست تو کچھ کیا جاتا تھا مگر وہ بھی اختتام جنگ تک کفایت نہیں کرتا اس وجہ سے درختوں کے پتے کھانے کی نوبت آجاتی تھی یہ تو ممکن نہیں تھا کہ وہ جنگ سے واپس آجائیں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے۔

اَلْحُبْلَةُ وَهِیَ السَّمُرُ: بعض کہتے ہیں دونوں ایک ہی درخت کے نام ہیں۔ یعنی کیکر کا درخت مگر بعض کہتے ہیں کہ سمر یہ تو کیکر کے درخت کو کہتے ہیں مگر حبلة یہ دوسرا جنگلی درخت ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی باب مناقب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنه وفی کتاب الا طعمة تحت باب ما کان النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه یاکلون وغیرهما من الکتب، ومسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق واحمد ۱/۱۴۹۸، والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۶۶۹۸۹، والدارمی ۲۴۱۵.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۵/۱۴۷، روضۃ المتقین: ۲/۵۱

(۲) روضۃ المتقین: ۲/۵

اے اللہ روزی بقدر ضرورت عطا فرما

(۵۰۱) ﴿وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا﴾ (متفق علیه)

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ وَالْغَرِیْبِ: مَعْنٰی "قُوْتًا" أَیْ: مَا یَسُدُّ الرَّمَقَ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! محمد کے گھر والوں کو صرف اتنی روزی دے جس سے جسم و روح کا تعلق برقرار رہے یعنی بقدر کفایت۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ "قوتاً" کا معنی اتنی خوراک جس سے بھوک مٹ جائے (یعنی نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم)۔''

لغات: ❖ رزق: روزی جمع۔ اَرْزَاقٌ بارش۔ الرِّزْقُ الْحَسَنُ بلا محنت و مشقت ملنے والی روزی۔ اَلرَّزْقَةُ جمع رَزَقَاتٌ سپاہیوں کی رسد۔ رَزَقَ (ن) روزی پانا۔ خوش قسمت ہونا۔

تشریح: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا: اے اللہ! محمد ﷺ کے گھر والوں کو بقدر ضرورت روزی دے۔ بخاری کی دوسری روایت میں "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا" کے الفاظ بھی ہیں مطلب ایک ہی ہے۔

آل سے کون مراد ہیں

"آل محمد" ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول اس سے مراد اولاد اور اہل بیت یا امت کے آپ کے سچے تابعدار ہیں (۱) مگر شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آل سے مراد آپ ﷺ کی امت کے تمام ہی متبعین ہیں۔ (۲) "قوتا" اتنی مقدار جو زندگی کو باقی رکھے۔ بعض فرماتے ہیں مراد اتنی مقدار ہے جو جان بچانے کے لئے کافی ہو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے۔ اور بعض محدثین فرماتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اسباب معیشت اور ضروریات زندگی کو کم سے کم پر اکتفا کرنے کو کہا گیا ہے۔ اور ضرورت سے زیادہ اسباب معیشت کو حاصل کرنے کے لئے محنت و مشقت کے پیچھے نہ لگے (۳) بقول شاعر کے ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا صرف بقدر ضرورت رکھی جائے اور ضرورت کی تعریف حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ ضروری وہ ہے جس کے نہ ہونے سے ضرر اور نقصان ہو خواہ دنیا کا ہو یا آخرت کا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب کیف کان عیش النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه ومسلم فی اوائل کتاب الزهد والرقائق، واحمد ۷۱۷۶/۳، والترمذی وابی بن ماجه وابن حبان ۶۳۴۴، وابن شیبه ۱۳/ ۲۴۰.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ: ۹/۳۵۵ (۲) اشعۃ اللمعات (۳) مظاہر حق: ۴/۷۸، مرقاۃ: ۹/۳۵۵

ایک پیالہ دودھ تمام لوگوں کے لئے کافی ہوگا

(۵۰۲) ﴿وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ إِلَّا هُوَ، إِنْ كُنْتُ لَا عْتَمِدُ بِكَبِدِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ، وَإِنْ كُنْتُ لَاشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِيْ مِنَ الْجُوْعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُّ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الَّذِيْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ، فَمَرَّبِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِيْ، وَعَرَفَ مَا فِيْ وَجْهِيْ وَمَا فِيْ نَفْسِيْ، ثُمَّ قَالَ: "أَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "اِلْحَقْ" وَمَضٰى فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَأْذَنَ، فَأَذِنَ لِيْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ فَقَالَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ" قَالُوْا: أَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ: أَوْ فُلَانَةٌ، قَالَ: "أَبَاهِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "اِلْحَقْ إِلٰى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ" قَالَ: وَأَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ الْاِسْلَامِ، لَا يَأْوُوْنَ عَلٰى أَهْلٍ وَلَا مَالٍ، وَلَا عَلٰى أَحَدٍ، وَكَانَ إِذَا أَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، وَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيْهَا، فَسَاءَ نِيْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِيْ أَهْلِ الصُّفَّةِ! كُنْتُ أَحَقَّ أَنْ أُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا، فَإِذَا جَاؤُوْا وَاَمَرَنِيْ فَكُنْتُ أَنَا أُعْطِيْهِمْ، وَمَا عَسٰى أَنْ يَّبْلُغَنِيْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ، فَأَقْبَلُوْا وَاسْتَأْذَنُوْا، فَأَذِنَ لَهُمْ وَأَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ قَالَ: "يَا أَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: "خُذْ فَأَعْطِهِمْ" قَالَ: فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَأُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْرَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ: "أَبَا هِرٍّ" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "بَقِيْتُ أَنَا وَأَنْتَ" قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اُقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُّ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ: "اِشْرَبْ" فَشَرِبْتُ، فَمَازَالَ يَقُوْلُ: "اِشْرَبْ" حَتّٰى قُلْتُ: لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهٗ مَسْلَكًا! قَالَ: "فَأَرِنِيْ" فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ، فَحَمِدَاللّٰهَ تَعَالٰى، وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ﴾ (رواه البخاري)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بے شک میں بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ کو زمین پر ٹیک دیتا تھا اور (اسی طرح بعض دفعہ) بھوک کی شدت سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے چنانچہ میرے پاس سے نبی ﷺ گزرے۔ تو آپ ﷺ نے جس وقت مجھے دیکھا آپ ﷺ مسکرائے اور میرے چہرے اور دل کی کیفیت کو جان گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ابوہریرہ! میں نے کہا، حاضر یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا ساتھ آؤ! اور آپ ﷺ چل پڑے میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہولیا۔ آپ ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ میں نے اجازت طلب کی تو مجھے بھی اجازت مرحمت فرمادی اور میں بھی اندر چلا گیا، وہاں آپ ﷺ نے دودھ کا ایک پیالہ پایا، دریافت فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر والوں نے کہا فلاں مرد یا فلاں عورت نے آپ ﷺ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! (فرمایئے) حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اہل صفہ (درس گاہ نبوی کے طلباء) اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، گھر بار تھا نہ کوئی مال اور نہ کسی اور کا سہارا۔ جب کبھی نبی کریم ﷺ کے پاس صدقے کی کوئی چیز آتی تو آپ ﷺ ان کی طرف بھیج دیتے۔ آپ ﷺ خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپ ﷺ ان کو بلا بھیجتے اور خود بھی اسے استعمال فرماتے اور ان کو بھی اس میں شریک فرماتے (چنانچہ اپنی اس عادت مبارکہ کے مطابق جب آپ ﷺ نے فرمایا اہل صفہ کو بلا لاؤ) تو آپ ﷺ کی یہ بات مجھے ناگوار سی گزری (کہ ایک پیالہ دودھ ہے اور میں بھوک کی شدت سے نڈھال ہوں اور آپ ﷺ مجھے پلانے کے بجائے فرمارہے ہیں کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ) میں نے (دل میں) کہا، اس دودھ سے اہل صفہ کا کیا بنے گا؟ میں اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ میں اتنا پی لوں جس سے میں طاقت حاصل کرلوں۔ پس جب وہ آئیں گے تو آپ ﷺ مجھے ہی حکم دیں گے کہ میں انہیں دوں، اور مجھے امید نہیں کہ اس دودھ کا کچھ حصہ مجھے بھی ملے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ (آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق) میں ان (اہل صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے پاس آیا اور ان کو بلایا، پس وہ سب آئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی اور وہ گھر میں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اے ابوہریرہ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ

نے فرمایا، یہ پیالہ پکڑو اور ان کو (باری باری) پیش کرو۔ پس میں نے پیالہ لیا اور ایک ایک آدمی کو دینے لگا۔ ایک کو دیتا، پس وہ پیتا یہاں تک کہ سیراب ہو جاتا، پھر وہ پیالہ مجھے لوٹا دیتا میں وہ دوسرے کو دے دیتا پس وہ پیتا حتی کہ میں نبی ﷺ تک پہنچ گیا اور سب لوگ پی کر سیراب ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھا اور پھر میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، اے ابو ہریرہ! میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ اور پیو، چنانچہ میں بیٹھ گیا اور دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اور) پیو! میں نے پھر پیا۔ پھر آپ ﷺ یہی فرماتے رہے، پیو! اور میں پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے کہا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا، اب میں کوئی گنجائش اس کے لئے اپنے اندر نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا مجھے دکھاؤ چنانچہ وہ پیالہ میں نے آپ ﷺ کو دے دیا پس آپ ﷺ نے اللہ کی حمد کی اور اس کا نام لیا اور (سب کا) بچا دودھ پی لیا۔" (بخاری)

لغات: اَتَقَوّٰی: تَقَوّٰی شدید و مضبوط ہونا۔ قوی ہونا۔ قَوِیَ (س) قُوَّةً طاقت ور ہونا۔ عَلَی الْاَمْرِ کسی کام کی طاقت و قدرت رکھنا۔ قوی۔ سخت بھوکا ہونا۔ اَلْمَطَرُ بارش رکنا۔ قَوِیَتْ قَیًّا وَقِوَایَةً الدَّارُ گھر کا خالی ہونا۔

تشریح: اس حدیث میں اصحاب صفہ کے فقر و فاقہ کی حالت کو بیان کیا جا رہا ہے اور یہ حال ان کا متعدد روایات میں ذکر کیا گیا ہے کبھی ان کی ہی صفیں نماز میں بھوک کی وجہ سے گر جاتی تھیں اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ خود فرماتے ہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتا تھا۔

ترغیب کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین دن فاقہ ہو گیا میں چلتے چلتے گر جاتا تھا لوگوں نے دیوانہ کہنا شروع کر دیا، میں صفہ کے چبوترے تک بمشکل پہنچا تو آپ ﷺ کے پاس دو پیالہ ثرید کے رکھے ہوئے تھے لوگ کھا رہے تھے آخر میں جو کچھ پیالہ کے آخر میں رہ گیا تھا آپ ﷺ نے جمع کر کے مجھے عطا فرمایا وہ ایک لقمہ سے زیادہ نہیں تھا فرمایا "کُلْ بِسْمِ اللّٰهِ" اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ۔ خدا کی قسم اس میں اتنی برکت ہوئی کہ میں اس کو کھاتا رہا پیٹ بھر گیا مگر ختم نہیں ہوا۔ (۱)

اصحاب صفہ پر فقر و فاقہ آنے کی وجہ سے

اصحاب صفہ پر یہ حالات کیوں آئے اس سلسلہ میں حاکم نے مستدرک میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

﴿تاملت هذه الاخبار الواردة فی اهل الصفة فوجدتهم من اكابر الصحابة رضی الله عنهم ورعا وتوكلاً على الله عزوجل وملازمة لخدمة الله ورسوله صلی الله علیه وسلم اختار الله تعالیٰ لهم ما اختاره لنبيه صلی الله علیه وسلم من المسكنة والفقر والتضرع لعبادة الله عزوجل وترک الدنيا

لاھلھا﴾ (۲)

ترجمہ: ”وہ روایات جو اصحاب صفہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں میں نے ان میں غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ پرہیزگاری اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے کے بارے میں (اور اللہ کے دین) اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت کے لئے جانے کی صفت میں بڑے درجے کے صحابہ میں سے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہی پسند فرمایا جو اپنے نبی ﷺ کے لئے پسند فرمایا تھا یعنی فقر و فاقہ اور مسکینی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے رو دھو کر عبادت کرنے اور دنیا کو دنیا والوں کے حوالے کرنے کی صفت سے ان کو نواز دیا (جیسا کہ آپ ﷺ کو ان خوبیوں سے نوازا تھا)“

واشرب اور پیو۔ اس سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مہمان کو مزید کھانے اور پینے کا کہنا چاہئے کہ اور کھاؤ وغیرہ۔

مَا اَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا اب میں کوئی گنجائش نہیں پاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ بھر کھانا یہ بھی جائز ہے مگر خوب پیٹ بھر جانے سے کم کھانا یہ بہتر ہوگا۔ (۳)

شَرِبَ الْفَضْلَةَ سب کا بچا ہوا آپ نے نوش فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا بچا ہوا کھانا یا پینا جھوٹا نہیں ہوتا بلکہ اس کو کھانا اور پینا چاہئے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب کیف کان عیش النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه؟ واحمد ۳/۱۰۶۸۴ وابن حبان ۶۵۳۵.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) ترغیب وترہیب (۲) مستدرک لحاکم (۳) روضۃ المتقین: ۵۴/۲ (۴) ایضاً

حضرت ابو ہریرہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے

(۵۰۳) ﴿وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَإِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ، فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى عُنُقِيْ وَيَرٰى اَنِّيْ مَجْنُوْنٌ وَمَا بِيْ مِنْ جُنُوْنٍ مَابِيَ اِلَّا الْجُوْعُ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ”محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میرا یہ حال ہوتا کہ منبر رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش ہو کر گر جاتا پس چلنے والا آدمی میری گردن پر پاؤں رکھتا یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے جنون ہے حالانکہ مجھے جنون نہ ہوتا صرف بھوک

ہوتی تھی۔''

لغات: لاخر: خر (ن ض) خَرًّا وَخُرُوْرًا بلندی سے پستی میں گرنا۔ خَرَّلِلّٰهِ سَاجِدًا اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑا۔ لِوَجْهِهٖ گرنا۔ اَلرَّجُلُ مرنا۔ عَلَيْهِ انجان جگہ سے اچانک آپڑنا۔

تشریح: مَغْشِيًّا عَلَيَّ: بے ہوش ہوتا۔ یہ حضرت ابوہریرہ اپنا حال خود بیان فرمارہے ہیں کہ میرا یہ حال ہوتا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے میں بے ہوش ہو جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اصحاب الصفہ میں سے تھے جنہوں نے دین کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا تھا کہیں سے کچھ آجاتا اس کو کھالیتے باقی وقتوں میں آپ ﷺ کے ارشادات کو سنتے اور یاد کرتے تھے۔ ''وَ یَرٰی اَنِّیْ مَجْنُوْنٌ'' میری گردن پر پاؤں رکھتا اور یہ خیال کرتا کہ مجھے جنون ہو گیا ہے۔ گردن پر پیر رکھنے کا مقصد کوئی تحقیر یا تنقیص نہیں تھی بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ جنون کا علاج یہی گردن پر پاؤں رکھنے کے ساتھ ہوتا تھا اس لئے لوگ ان کی گردن پر پاؤں رکھتے تھے۔ (۱)

یہ چند دنوں کا امتحان تھا پھر بعد میں یہ گورنر بنائے گئے بقول شاعر ؂

مصیبت نام ہے اہل وفا کی آزمائش کا اسی میں آدمی کا حوصلہ معلوم ہوتا ہے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری رحمه الله تعالیٰ فی کتاب الاعتصام تحت باب ما ذکر النبی صلی الله علیه وسلم وخص علی اتفاق اهل العلم وما اجمع علیه الحرمان المکة والمدینة وهکذا فی الترمذی.

راوی حدیث حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: محمد ابوبکر کنیت، والد کا نام سیرین جوحرایا عراق کے رہنے والے تھے سیرین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں گرفتار ہو کر آئے اور حضرت انس بن مالک کی غلامی میں آئے۔ حضرت انس نے ان سے بیس یا چالیس ہزار درہم لے کر انہیں آزاد کر دیا (ابن خلکان: ۴/۴۵۳)

محمد بن سیرین یہ ۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انس بن مالک کے پاس رہ کر علم الٰہی کو حاصل کیا اور ساتھ ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی خوب فیض اٹھایا۔ (تہذیب التہذیب: ۹/۲۱۵)

حضرت انس بن مالک نے نماز جنازہ پڑھانے کی بھی انہی کو وصیت کی تھی۔ (ابن خلکان: ۴/۴۵۳)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ علم تفسیر، حدیث، فقہ، تعبیر رویا وغیرہ فنون میں امام تھے۔ (تہذیب الاسماء)

ابن حبان کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متقی، فقیہ، فاضل وحافظ معبر خواب تھے۔ (تہذیب التہذیب: ۹/۲۱۶)

ان سب کے باوجود اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے ہشام بن حسان کہتے ہیں حضرت محمد بن سیرین کو دن میں ہم ہنستا دیکھتے مگر رات کی تاریکی میں ان کے رونے کی آواز بلند ہوتی تھی۔ موت کے ذکر سے ان پر موت کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔

وفات: بروز شنبہ ۱۱۰ھ میں تقریباً اسی سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مالک وخالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔ (طبقات ابن سعد: ۷/۱۴۹)

مزید حالات کے لئے: ابن خلکان: ۴/۴۵۳، تہذیب التہذیب: ۹/۲۱۵، طبقات ابن سعد: ۷/۱۴۰، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۶۷، شذرات الذہب: ۱/۱۳۹۔

---

(۱) حکایات الصحابة

آپ ﷺ نے انتقال کے وقت اپنی درع گروی رکھی ہوئی تھی

(٥٠٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فِي ثَلاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی آپ کی درع ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع کے بدلے میں گروی رکھی ہوئی تھی۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ مرهونة: رهن (ن) رهناً الشيء فلاناً وعند فلان گروی رکھنا۔ دائم وثابت رہنا اور اسی سے ہے نعمة الله راهنة اللہ کی نعمت دائم وقائم ہے۔ الشيء ہمیشہ رکھنا۔ بالمكان اقامت کرنا۔ رَهُوْنًا لاغر و دبلا ہونا۔ صفت راهنٌ مفعول۔ مرهونٌ۔

تشریح: دِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ: آپ ﷺ کی ذرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔

سوال: آپ ﷺ عموماً یہودیوں سے قرض لیتے بعض صحابہ اہل ثروت تھے ان سے کیوں نہیں لے لیتے تھے؟

پہلا جواب: اگر آپ صحابہ سے قرض لیتے تو وہ قرض کی رقم کو واپس لینا پسند نہ کرتے اور آپ ﷺ کی طبیعت میں غیرت تھی کہ واپس ضرور کریں۔

دوسرا جواب: اس مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے کہ یہودیوں اور غیر مسلموں سے قرض لیا جا سکتا ہے۔ (۱)

عند یھودی: اس یہودی کا نام ابوشحم تھا قبیلہ بنی ظفر سے تعلق رکھتا تھا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب ما قيل في درع النبي صلى الله عليه وسلم وفي كتاب المغازي، ومسلم في كتاب البيوع تحت باب الرهن وجوازه في الحضر كالسفر والنسائي وابن ماجه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۵۶/۲ (۲) دلیل الفالحین

آپ نے اپنی ذرہ جو کے بدلے گروی رکھوائی ہوئی تھی

(٥٠٥) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ، وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "وَمَا أَصْبَحَ لِآلِ

مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلاَ أَمْسٰى" وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ﴾ (رواه البخاری)

"اَلإِهَالَةُ" بكسر الهمزة: الشحم الذائب. و "السنخة" بالنون والخاء المعجمة، وهي: المتغيرة.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ذرہ جو کے بدلے گروی رکھی اور میں آپ کے پاس جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی جس میں کچھ تغیر آ چکا تھا لے کر گیا اور میں نے آپ کی زبان مبارک سے فرماتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس صبح اور شام کو ایک صاع خوراک بھی نہ ہوتی حالانکہ وہ نو گھر تھے۔''

"اهالة" ہمزہ پر زیر بمعنی پگھلی ہوئی چربی۔ "السنخة" نون اور خا کے ساتھ۔ جس میں تغیر آ چکا ہو۔

لغات: ❖ اهالة: پگھلی ہوئی چربی۔ ہر وہ روغن جس کو بطور سالن کے استعمال کیا جائے۔ اهل: (ن ض) اَهْلًا وَاُهُوْلًا الرَّجلُ شادی کرنا۔ اِمْرَاۃً کسی عورت کا نکاح کرنا۔ اَهِلَ (س) اَهْلًا بِہٖ کسی سے دل لگانا۔

❖ سَنِخَةٌ: سَنِخَ (س) سَنُخًا بگڑنا۔ متغیر ہونا صفت۔ سَنِخٌ مونث۔ سَنِخَةٌ من الطعام بہت کھانا۔

❖ اَلْصَمُ منہ کا دانتوں سے خالی ہونا۔ اَسْنَانُهٗ دانتوں کی جڑوں کا تباہ ہونا۔

تشریح: آپ ﷺ کی زندگی کا مختصر سا نقشہ

یہی آپ ﷺ کی زندگی اور موت کے وقت کا نقشہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا یہ نقشہ ایک دو نہیں سینکڑوں احادیث میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے دعا مانگی ہوئی تھی "اللهم اَحِیْنِیْ مسكنا وامتنی مسكینا واحشرنی فی زمرة المساكین" اے اللہ! مجھ کو زندہ بھی مساکین کے ساتھ رکھ، موت بھی ان کے ساتھ دے اور قیامت کے دن حشر بھی مسکینوں کے ساتھ فرما۔

اور جو دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں قیامت کے دن بھوکے ہوں گے جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، دنیا میں جو لوگ بھوکے رہتے ہیں آخرت میں وہی لوگ پیٹ بھرے ہوئے ہوں گے اور حق تعالیٰ شانہ کو وہ شخص بہت ناپسند ہے جو اتنا کھائے کہ بدہضمی ہو جائے (جو شخص کسی ایسی چیز کے کھانے کو شریک رہے جس کو دل چاہتا ہے اس کے لئے جنت کے درجے ہیں)، اللہ والے اس فقر کو سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے تھے اللہ تو نے مجھے اور میرے اہل وعیال کو بھوکا رکھا اندھیری راتوں میں بغیر روشنی کے رکھا۔ یہ تو اپنے نیک بندوں کے ساتھ معاملہ کرتا ہے اے اللہ! تو نے مجھے یہ دولت کس عمل پر عطا فرمائی؟

اسی طرح حضرت کہمس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا اللہ! تو نے مجھے بھوکا رکھا بغیر زائد کپڑے کے رکھا راتوں کو بغیر چراغ کے تھا (میں تو اس قابل نہیں تھا مجھے یہ انعام کس عمل پر تو نے عطا فرمایا)[1] بقول شاعر

ہر اک مصیبت کی تہ میں چھپی رہتی ہے راحت بھی — شب تاریک کے دامن سے ہوتی ہے سحر پیدا

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب البیوع تحت باب شراء النبی صلی اللہ علیه وسلم بالنسیئة وفی کتاب الرهن تحت باب الرهن فی الحضر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فضائل صدقات: ۲۰۲/۲

اصحاب صفہ کی ناداری

(۵۰۶) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ أَهْلِ الصُّفَّةِ، مَامِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوْا فِی اَعْنَاقِهِمْ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستر اصحاب الصفہ کو دیکھا ان میں سے کسی کے پاس اوپر نیچے کے لئے پورا کپڑا نہیں تھا یا صرف تہبند یا ایک چادر جس کو انہوں نے اپنی گردنوں میں باندھ رکھا تھا۔ بعض تہبند نصف پنڈلی تک پہنچتے اور بعض ٹخنوں تک پہنچتے تھے۔ پس وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنے تہبند کو سہلاتا رہتا تا کہ اس کی شرم گاہ ظاہر نہ ہو جائے۔''

لغات: ❖ كَرَاهِيَةَ: كَرِهَ (س) كرهًا وكرهًا وكراهة وكراهية ومكرهة. الشیء ناپسند کرنا۔ اسم فاعل۔ (كاره) كَرُهَ (ک) كَرَاهَةً وكراهية. الامْرَ وَالْمَنْظَرَ. بدنما ہونا۔ صفت كَرِيْهٌ.

تشریح: ان جیسی دوسری روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام کا معمول یہ تھا کہ دنیا کی زندگی میں زہد اور استغناء اختیار کئے ہوئے تھے۔ دنیا کی متاع اور لذتوں سے اعراض کئے ہوئے تھے اس وجہ سے ان کے لباس بھی معمولی اور پھٹے ہوئے ہوتے تھے اگرچہ وہ بہترین لباس بھی پہن سکتے تھے۔ مگر آخرت کی ہر وقت تیاری اور استحضار کی وجہ سے اس طرف ان کو توجہ ہی نہ رہتی تھی۔

اصحاب صفہ میں سب سے زیادہ قریب آپ ﷺ سے حضرت ابوہریرہ تھے

روایت بالا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں اصحاب صفہ کا حال بیان کر رہے ہیں یہی حال ان کا بھی

رہتا تھا اس سلسلہ میں حافظ ابن نعیم فرماتے ہیں:

﴿وهو يعني ابا هريرة اشهر من سكن الصفة واستو طنها طول عمر النبي صلى الله عليه وسلم ولم ينتقل عنها وكان عريف من سكن الصفة من القاطنين ومن نزلها من الطارقين وكان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يجمع اهل الصفة لطعام حضره تقدم الى ابي هريرة ليدعوهم ويجمعهم لمعرفته بهم ومنازلهم ومراقبهم﴾ (۱)

ترجمہ: ''وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صفہ میں قیام کرنے والوں میں سب سے زیادہ مشہور ہیں، آپ ﷺ جب تک بقید حیات رہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفہ ہی میں رہے اور وہاں سے منتقل نہیں ہوئے۔ صفہ میں اقامت کرنے والوں کو اور وہاں آ کر قیام کرنے والوں کو خوب جانتے تھے۔ آپ ﷺ جب اصحاب صفہ کو کھانے کے لئے بلانے کا ارادہ فرماتے تو حضرت ابوہریرہ کے پاس تشریف لاتے اور ان سے ہی ارشاد فرماتے کہ اصحاب صفہ کو بلاؤ اور جمع کرو کیونکہ حضرت ابوہریرہ ان سب کو خوب جانتے تھے اور ان کے مراتب سے بھی خواب واقف تھے۔''

اصحاب صفہ کی تعداد

سَبْعِيْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ: اصحاب صفہ کی تعداد مختلف رہتی تھی۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۰۱ نام گنوائے ہیں، محدث حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں چونتیس (۳۴) نام بتائے ہیں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ۴۳ نام لکھے ہیں اور علامہ قرطبی نے چارسو (۴۰۰) بتائے ہیں ان کی مقدار بڑھتی اور گھٹتی رہتی تھی۔

تخريج حديث: سبق تخريجه في باب الزهد في الدنيا الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم

آپ ﷺ کا بچھونا

(۵۰۷) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهُ لِيْفٌ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال اور پتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ أدم و الادَمُ: چمڑے کا اندرونی یا بیرونی حصہ۔ کہا جاتا ہے۔ فَلانٌ اِدَام قَوۡمِہٖ وَادَمُ بَنِیۡ اَبِیۡہِ وَاَدَمَۃُ قَوۡمِہٖ یعنی فلاں شخص اپنی قوم کا پیشوا اور سردار ہے جس سے اس کی قوم پہچانی جاتی ہے۔ اَدَمَ (ض) اَدۡمًا روٹی کو سالن سے تر کرنا۔ اَدۡمًا اھلہ اپنے اہل کے لئے نمونہ بننا۔

تشریح: لفظ "لیف" کی تحقیق "لیف" لام کے زیر یا کے جزم کے ساتھ کھجور کی چھال۔ آپ ﷺ کے بستر مبارک میں روئی وغیرہ کے بجائے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جس کے پاس روئی وغیرہ کے پیسے نہیں ہوتے، وہ اس چھال سے کام چلاتے کہ یہ تو مفت میں مل جاتی کہ کھجور کی چھال کو کوٹ کر نرم کر لیتے پھر اسے بستر میں بھر لیتے۔ (۱)

سوال: شمائل کی وہ معروف ومشہور روایت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جس میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کا بچھونا ٹاٹ کا تھا ایک دن میں نے اس کو چار تہہ کر کے بچھا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کیا بچھا دیا تھا اس کی نرمی صبح اٹھنے میں مانع بنی (۲) اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا اور حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے کہ بستر میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی؟

جواب: آپ کے پاس ایک وقت میں کھجور کی چھال والا بستر اور دوسرے وقت میں ٹاٹ والا تھا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه واحمد ۹/۲۴۲۶۴ وابن حبان ٦٣٦١.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق ۴/۴۴۳ (۲) شمائل ترمذی (۳) مرقاۃ

آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے

(۵۰۸) ﴿وَعَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا قَالَ: کُنَّا جُلُوۡسًا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ، إِذۡ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الۡاَنۡصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَیۡهِ، ثُمَّ أَدۡبَرَ الۡاَنۡصَارِیُّ، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: "یَاأَخَا الۡاَنۡصَارِ، کَیۡفَ أَخِیۡ سَعۡدُ بۡنُ عِبَادَةَ؟ فَقَالَ: صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ: "مَنۡ یَعُوۡدُهٗ مِنۡکُمۡ؟" فَقَامَ وَقُمۡنَا مَعَهٗ، وَنَحۡنُ بِضۡعَةَ عَشَرَ مَا عَلَیۡنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ، وَلَا قُمُصٌ، نَمۡشِیۡ فِیۡ تِلۡکَ السِّبَاخِ، حَتّٰی جِئۡنَاهُ فَاسۡتَأۡخَرَ قَوۡمُهٗ مِنۡ حَوۡلِهٖ حَتّٰی دَنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ وَأَصۡحَابُهُ الَّذِیۡنَ مَعَهٗ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

کہ ایک انصاری آدمی آیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا پھر واپس چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے انصاری! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ اس نے بیان کیا کہ وہ ٹھیک ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اس کی بیمار پرسی کرنا چاہتا ہے؟ اتنی بات کہہ کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ہم کچھ اوپر دس آدمی تھے نہ ہمارے پاؤں میں جوتیاں تھیں نہ موزے اور نہ سروں پر ٹوپیاں تھیں اور نہ قمیص۔ ہم شور والی زمین پر پیدل چل رہے تھے یہاں تک کہ ہم حضرت سعد کے گھر پہنچے اس پر حضرت سعد کی قوم کے لوگ اس کے اردگرد سے آگے پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء اس کے قریب ہو گئے۔“

لغات: ❖ السباخ: السِّبَاخُ مِنَ الْاَرْضِ ویران کھیت جو نہ جوتا گیا ہو۔ سَبِخَ (س) سبخًا المکان کسی جگہ کا شورے والی ہونا۔ قلانسٌ یہ قلنسوۃ کی جمع ہے بمعنی ٹوپی۔ نِعالٌ یہ نعل کی جمع ہے جوتے کو کہا جاتا ہے۔
خفاف: یہ خُفٌّ کی جمع ہے چمڑے کے موزے کو کہا جاتا ہے۔ ولا قُمُصٌ یہ قمیص کی جمع ہے قمیص اور کرتے کو کہا جاتا ہے۔

تشریح: آپ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھائی کہا

کَیْفَ اَخِیْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ: میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟ یہ حضرت سعد کی سعادت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنا بھائی فرمایا اور تقریباً یہی جملہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بھائی ہم کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

عیادت کرنے کی فضیلت

مَنْ یَّعُوْدُہٗ مِنْکُمْ؟ تم میں سے ان کی عیادت کے لئے کون تیار ہے۔ بیماروں کی عیادت کرنا یہ آپ ﷺ کی سنت ہے اور احادیث میں اس کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں ایک حدیث میں آتا ہے جو کسی کی عیادت کے لئے صبح کے وقت جائے تو پھر شام تک ستر ہزار فرشتے اس جانے والے کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کو جائے تو پھر صبح تک ستر ہزار فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

مَا عَلَیْنَا نِعَالٌ وَلَا خِفَافٌ وَلَا قَلَانِسُ وَلَا قُمُصٌ: ہمارے پاس نہ جوتے تھے اور نہ موزے اور نہ ٹوپیاں اور نہ قمیص۔ اس میں صحابہ کی غربت اور فقر کا حال ہے کہ اتنے فقر میں بھی وہ اللہ اور اس کے رسول سے راضی تھے اور اس طرف ان کی کوئی توجہ نہ ہوتی تھی۔

فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُہٗ مِنْ حَوْلِہٖ حَتّٰی دَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: پس ان کے گھر والے ان کے پاس سے

پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ آپ ان کے قریب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جگہ تنگ ہو تو گھر والوں کو چاہئے کہ مزاج پرسی کے لئے آنے والوں کے لئے جگہ خالی کر دیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار پرسی کرنے والا بیمار کے قریب ہو کر بیٹھ کر تسلی دے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب فی عیادة المرضی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے

(۵۰۹) ﴿وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" قَالَ عِمْرَانُ: فَمَا أَدْرِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا "ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السَّمَنُ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے (یعنی تابعین) پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے (تبع تابعین) حضرت عمران فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کلمہ دو بار فرمایا یا تین بار پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی کا مطالبہ نہیں ہوگا اور خیانت کریں گے اور انہیں امین نہیں سمجھا جائے گا اور نذر مانیں گے اور نذر کا ایفا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ السمن: سَمِنَ (س) سِمَنًا و سِمَانَةً موٹا و فربہ ہونا۔ صفت (سَامِنٌ و سَمِيْنٌ) جمع۔ (سِمَانٌ)

تشریح:

بہتر زمانے سے کیا مراد ہے

خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ: قرن زمانہ کو کہتے ہیں اس کی مقدار کے بارے میں کئی اقوال ہیں، بعض چالیس سال اور بعض اسی سال اور بعض نے ۱۰۰ سال بھی کہا ہے بعض کہتے ہیں کہ قرن ہم عمر لوگوں کے زمانے کو کہتے ہیں۔

تو اس اعتبار سے ''قرنی'' سے مراد صحابہ کا دور ہوگا جو ۱۲۰ھ تک رہا پھر دوسرا ''قرن'' تابعین کا جو ۱۷۰ھ تک رہا ہے تیسرا ''قرن'' تابعین کا جو ۲۲۰ھ تک رہا تھا ان تین قرنوں تک برکت رہی پھر فتنوں اور بدعتوں کا ظہور شروع ہو گیا۔ (۱)

اور بعض کہتے ہیں ''قرنی'' سے مراد خلفاء راشدین کا دور ہے کیونکہ 'ق' سے صدیق اکبر حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ ہے ''ر'' سے مراد عمر فاروق ''ن'' سے مراد عثمان غنی اور ''ی'' سے مراد حضرت علی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ''قرنی'' سے مراد ظرف نہیں بلکہ مظروف ہے یعنی وہ اعمال جو اس زمانے میں ہوتے تھے اور اس زمانے میں تین اعمال تھے ''یعلمھم الکتاب، والحکمۃ ویزکیھم'' قرآن کا سیکھنا، حکمت اور تزکیہ تو یہ جس زمانے میں بھی اعمال ہوں گے وہ بہترین زمانہ ہوگا خواہ وہ زمانہ کوئی سا بھی ہو۔ (۲)

یشھدون: گواہی دیں گے کوئی ان سے گواہی طلب نہیں کرے گا۔

سوال: بغیر طلب کئے گواہی دینے کے بارے میں حدیث بالا میں بڑی وعید بتائی گئی ہے حالانکہ ایک دوسری حدیث میں بغیر طلب کے گواہی دینے کو بہتر عمل بتایا گیا ہے۔

جواب: دونوں الگ الگ واقعہ کے مطابق ہیں۔ جس میں بغیر طلب کے گواہی کو برا کہا جا رہا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ اس گواہ کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ یہ گواہ ہے مگر اس کو جب بھی طلب نہیں کیا جا رہا۔ پس اس صورت میں یہ گواہی کے لئے چلا جاتا ہے تو یہ اچھا نہیں۔ (۳)

اور جس حدیث میں بغیر طلب کے گواہی کو اچھا عمل کہا گیا وہ اس وقت ہے جب کہ واقعہ اہم ہو مگر اس کے گواہ ہونے کا علم کسی کو نہیں اور اس کی گواہی اس واقعہ میں حق فیصلہ کروا سکتی ہے تو اب اس صورت میں اس کا جا کر گواہی دینا یہ بہتر عمل ہوگا ورنہ اس کے گواہی نہ دینے سے ناحق فیصلہ ہو جائے گا۔ (۴)

يَخُونُونَ وَلَا يُؤتَمَنُونَ: خیانت کریں گے اور ان کی امانت میں اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں اتنے مشہور ہو جائیں گے کہ ہر شخص ان کو خائن اور امانت کے وصف سے خالی سمجھے گا ہاں کبھی کبھار خیانت ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں۔

يَنذِرُونَ وَلَا يُوفُونَ: نذر مانیں گے مگر اس کو پورا نہ کریں گے۔ نذر کا پورا کرنا تو لازم ہے قرآن میں نیک بندوں کے بارے میں ارشاد ہے ''يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا'' وہ اللہ کے نیک بندے نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔ (۵)

موٹاپے سے کیا مراد ہے؟

يَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ: ان میں موٹاپا پیدا ہوگا۔ یہاں پر موٹاپا سے مراد وہ ہے جو عیش وتنعم کی وجہ سے پیدا ہوا ہو اور اگر وہ خلقا اور طبعًا ہے تو وہ مراد نہیں ہے۔

بعض محدثین فرماتے ہیں موٹاپے سے مراد اموال کا موٹاپا ہے مطلب یہ ہے کہ شیخی اور فخر کی باتیں کریں اور اپنے آپ کو بہتر مالدار اور عزت وشرف والا ظاہر کریں مگر حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ علامہ طیبی نے مشکوٰۃ کی شرح میں اس کا مطلب یہ بیان

فرمایا ہے کہ مراد یہاں پر احکام شریعت میں سستی کرنا ہے جس طرح موٹا آدمی سست اور کاہل ہوتا ہے اس طرح یہ آدمی احکام شریعت میں سستی کرتا ہے اگرچہ جسم کے اعتبار سے دبلا ہی ہو۔ (۶)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الشهادات تحت باب لا یشهد علی شهادة جورو مسلم فی کتاب فضائل اصحابة باب افضل الصحابة ثم الذین یلونهم وهکذا فی النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۶۴۲/۵ (۲) امانی الاحبار شرح لمعانی الاثار

(۳) مرقاۃ (۴) مظاہر حق: ۶۴۲/۵

(۵) مرقاۃ (۶) مرقاۃ، تعلیق الصبیح

بقدر ضرورت مال اپنے پاس رکھنا جائز ہے

(۵۱۰) ﴿وَعَنْ أَبِی أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَابْنَ آدَمَ إِنَّکَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ، وَاَنْ تُمْسِکَهُ شَرٌّ لَّکَ، وَلا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ﴾

(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو زائد مال خرچ کرے گا تو تیرے لئے بہتر اور اگر تو اس کو روکے گا تو تیرے لئے بری بات ہے اور تجھے ملامت نہیں کی جائے گی بقدر ضرورت مال رکھنے پر اور ان لوگوں سے ابتدا کر جو تیرے اہل وعیال ہیں (ترمذی، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

لغات: کَفَافٌ: مِنَ الرِّزْقِ گزارے کے لائق روزی جو لوگوں سے بے نیاز کر دے۔ کہتے ہیں قُوْتُهٗ کَفَافُ حَاجَتِهٖ اس کا گزارہ کمی بیشی کے بغیر اس کی ضرورت کے مطابق ہے۔ کَفَّ (ن) کَفًّا و کَفَافَةَ الثَّوْبَ کپڑے کی گوٹ کو لنگر کرنے کے بعد دوبارہ سینا۔ کفاً الاناء برتن کو بہت بھرنا۔ الشیء جمع کرنا۔

تشریح: ## زائد مال کو خرچ کرنے کی ترغیب

یَابْنَ آدَمَ إِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ: اے آدم کے بیٹے! تو زائد مال خرچ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے ضرورت سے زیادہ کو خرچ کرنے کی اتنی بار ترغیب دی کہ بعض صحابہ کرام کو یہ خیال ہونے لگا کہ آدمی کو اپنی ضرورت سے زیادہ چیز رکھنے کا حق ہی نہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ سفر

میں جا رہے تھے کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کو کبھی ادھر اور کبھی ادھر لے جاتے تھے اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس سواری زائد ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ایک ایک چیز کا اسی طرح ذکر فرمایا۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آدمی کا اپنی ضرورت سے زائد میں کوئی حق نہیں۔ (۱)

خرچ کرنے میں ترتیب

وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ: ان لوگوں سے ابتدا کرو جو تمہارے اہل وعیال میں ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے ایک درہم تو غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کرے ایک درہم تو کسی فقیر کو دے، ایک درہم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے ان میں سب سے افضل یہی ہے جو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے (۲) ایک دوسری حدیث میں خرچ کرنے کی ترتیب اس طرح بتائی گئی ہے کہ سب سے پہلے آدمی اپنے اوپر پھر اہل وعیال، پھر رشتہ دار، پھر اس سے بھی زائد ہو تو ادھر ادھر خرچ کرے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب بیان ان افضل الصدقة صدقة الصحیح الشحیح، والترمذی فی ابواب الزهد تحت باب الیدالعلیا خیر من الید السفلی، واحمد ۸/۲۲۳۲۸.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) ابوداؤد (۲) مشکوٰۃ (۳) کنزالعمال

صحت اور ایک دن کا کھانا موجود ہو تو اس کو پوری دنیا مل گئی

(۵۱۱) ﴿وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخُطْمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ، مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ، فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَا فِيْرِهَا﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

"سِرْبِہٖ" بکسر السین المهملة، ای: نفسه، وقیل: قومه.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن محصن انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو صبح کرے اس حال میں کہ اپنی جان کے لحاظ سے امن والا ہو اور اس کے جسم میں صحت موجود ہے اور اس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہے تو گویا کہ تمام کی تمام دنیا اس کو دے دی گئی ہے۔ (ترمذی، یہ حدیث حسن ہے) ''سربہ'' سین کے زیر کے ساتھ اس کے معنی جان یا قوم کے ہیں۔''

لغات: سربہ: السِّرْبُ ہرنوں کا ریوڑ پرندوں کا ٹولہ۔ کھجور کے درختوں کا جھنڈ۔ راستہ۔ دل۔ فلان واسع السرب فلاں

فراخ دل ہے۔ جمع اَسرابٌ سَرَبَ (ن) سُرُوْبًا الماءُ پانی کا جاری ہونا۔ بہنا۔ الرَّجُل گھستے چلے جانا۔ الابل اونٹوں کا چرنے کے لئے جانا۔

تشریح: مَنْ اَصْبَحَ مِنكُم آمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ: کہ وہ صبح کرے اس حالت میں کہ اپنی جان کے لحاظ سے امن میں ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو کسی دشمن کی طرف سے کسی نقصان وضرر کا خدشہ نہ ہو بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس کو برے ماحول سے بچنے اور اپنی لغزشوں پر خدا سے توبہ کرنے کی وجہ سے ان آفات کا خوف نہ ہو۔

لفظ ''سربہ'' کی تحقیق

''سربہ'' سین کے زیر اور را کے جزم کے ساتھ بمعنی نفس، راستہ، دل۔ یہاں پر سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو آدمی صبح کرے اس حال میں کہ اس کو مذکورہ چیزوں کے بارے میں کسی قسم کے نقصان اور ضرر کا خوف وخدشہ نہ ہو۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''سَرَبٌ'' ہے سین اور را دونوں کے زبر کے ساتھ۔ بمعنی بل، سوراخ، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ صبح کرے اس حال میں کہ اس کے گھر کے بلوں اور سوراخوں میں بسنے والے چوہوں اور لومڑیوں اور ہر قسم کے تکلیف دینے والے جانور سے اس کو امن ہو۔

خلاصہ حدیث

خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ آدمی کو امن اور صحت کے ساتھ روزی بھی عافیت والی میسر آجائے تو گویا کہ اس کو تو ساری دنیا ہی مل گئی اور اگر امن یا صحت نہ ہو تو پھر دنیا بھر کے خزانے بھی اس آدمی کے لئے بے کار ہیں کیونکہ یہ دولت نہ اس کو امن فراہم کر سکتی ہے اور نہ اس کو صحت سے ہمکنار کر سکتی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی الزهادة فی الدنیا، وابن ماجه وفی اسناده سلمة بن عبیدالله بن محصن مجهول ولکنه شواهد لحدیث الباب فیقوی به ویحسن والله اعلم.

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن محصن کے مختصر حالات:

نام عبداللہ، والد کا نام محصن، مدینہ والوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، اکثر لوگوں نے ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ رہنے کو ثابت کیا ہے اور بعض نے انکار کیا ہے۔ ان کے بیٹے سلمہ ان سے عموماً روایت نقل کرتے ہیں حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ کچھ لوگ ان کی روایت کو مرسل کہتے ہیں۔

کامیاب ہو گیا وہ شخص جس کو ایمان کی دولت اور بقدر ضرورت روزی مل گئی

(۵۱۲) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور اس کا رزق ضرورت کے مطابق ہے اور اللہ پاک نے اس کو جو مال دیا ہے اس پر اسے قناعت کی نعمت سے نوازا۔'' (مسلم)

لغات: قَنَّعَهٗ: راضی کرنا۔ قَنَّعَ الْمَرْأَةَ عورت کو اوڑھنی اوڑھانا۔ قَنِعَ قَنْعًا وَقَنَاعَةً وقُنْعَانًا (س) جو کچھ حصہ میں آئے اس پر صبر کرنا۔ قَنَعَ قُنُوعًا (ف) عاجزی دکھانا اور مانگنا۔ الجَبَلَ پہاڑ پر چڑھنا۔

تشریح:

لفظ ''فلاح'' کا مطلب

قَدْ اَفْلَحَ: قرآن وحدیث میں ''فلح'' کا لفظ بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ قاموس نے لکھا ہے کہ ''فلح'' کے معنی آدمی کو مراد حاصل ہو جائے اور ہر تکلیف اس سے دور ہو جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ بہت ہی جامع لفظ ہے ظاہر ہے کہ آدمی کی ہر مراد پوری ہو جائے اور ہر تکلیف دور ہو جائے دنیا میں کسی بڑے سے بڑے انسان کے بس میں یہ نہیں خواہ وہ دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

ان صفات والوں کو جو حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے ان کو ''فلاح'' کامل تو جنت میں ہی نصیب ہوگی مگر افلح کا پرتو اور سایہ اس دنیا میں بھی ان کو ملے گا۔

حدیث میں تین صفات کا بیان ہے

حدیث بالا میں تین صفات کو بیان کیا جا رہا ہے جن پر فلاح اور (کامیابی) دنیا وآخرت کی بیان کی گئی ہے وہ یہ ہیں:
پہلی صفت: اسلام کی ہدایت ملی۔ کہ اللہ نے اس کا سینہ دین اسلام کے لئے کھول دیا اس کو اس نے پہلے اختیار کیا پھر اس کے مطابق عمل کیا۔

دوسری صفت: ''رَزَقَهٗ كَفَافًا'' بقدر کفایت روزی میسر آئی جس سے اس کا گزارہ چل جائے اس پر وہ راضی اور خوش ہے اس کے جمع کرنے کی اس کو حرص نہیں۔

تیسری صفت: ''وقنعه الله بما اتاه'' جو کچھ اللہ جل شانہ نے اس کو عطا فرما دیا ہے اس پر وہ قناعت کئے ہوئے ہے کسی سے شکایت وشکوہ نہیں کرتا۔ جیسے کہ مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

کوزہ چشم حریصاں پر نہ شد   تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد

کہ حریصوں کی آنکھ کا کوزہ کبھی پر نہ ہوا اور سیپی جب تک قناعت اختیار نہیں کرتی یعنی اپنے حرص کا جب تک منہ بند نہیں کرتی اس میں موتی نہیں بنتا۔

حدیث سے سبق

حدیث بالا میں اسلام کی نعمت کے بعد قناعت کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ قناعت حاصل ہوگی تو آدمی آخرت کی اچھی طرح تیاری کر سکے گا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فی الکفاف والقناعة واحمد ۲/۶۵۸۳، والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۶۷۰، وهکذا فی البیهقی ۱۹۶۴.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اس کے لئے خوشخبری ہے جس کو ایمان کی دولت مل گئی

(۵۱۳) ﴿وَعَنْ أَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدِالْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "طُوْبٰی لِمَنْ هُدِیَ إِلَی الْإِسْلَامِ، وَکَانَ عَیْشُهٗ کِفَافًا وَقَنَعَ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت ابو محمد فضالہ بن عبید الانصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جسے اسلام کی ہدایت دے دی گئی اور جس کی گزران بقدر کفایت ہو اور قناعت پر بسر ہو۔"

لغات: ❖ طُوْبٰی: رشک۔ سعادت۔ خیر۔ بہتری۔ طَابَ (ض) طَیْبًا. وَطَیْبَةً وتَطْیَابًا مزیدار۔ میٹھا۔ عمدہ ہونا۔

تشریح:

لفظ "طوبیٰ" کا مطلب

"طوبیٰ" اس کے دو معنی آتے ہیں (۱) جنت کا نام ہے یا جنت کے ایک درخت کا نام ہے (۲) دوسرا یہ کہ طوبیٰ کے معنی مبارک بادی اور خوش خبری بھی آتے ہیں دونوں معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔

حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ شخص بہت ہی زیادہ مبارک بادی کے قابل ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اسلام کی توفیق عطا فرما دی ہو اور بقدر کفایت اس کو روزی بھی مل گئی ہو اور اس روزی پر اس کو قناعت بھی نصیب ہو گئی ہو۔ اس کو یقین ہو گیا ہو کہ رزق تو من جانب اللہ مقدر ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہو۔

ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ متقی بن جاؤ سب سے بڑے عبادت کرنے والے بن جاؤ گے اور کم سے کم مقدار پر قناعت کرنے والے بن جاؤ تو سب سے زیادہ شکر گزار ہو جاؤ گے اور ایک

حدیث میں ارشاد وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص غریب ہو یا امیر ایسا نہ ہوگا جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ کاش دنیا میں اس کو صرف ضرورت کے درجہ کی روزی ملتی اس سے زیادہ نہ ملتی۔

تخریج حدیث: رواه الترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی الكفاف واحمد ۲۳۹۹۹/۹، وابن حبان ۸۰۵ والحاكم ۹۸/۱ واسناده قوی.

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: فضالہ، ابو محمد کنیت والد کا نام عبید بن نافذ اور والدہ کا نام عقبہ بنت محمد بن عقبہ تھا۔ حضرت فضالہ مدینہ منورہ میں آنے کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئے تھے غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی، بیعت الرضوان میں شرکت کا شرف بھی ان کو حاصل ہوا۔ (اصابہ ۲۱۰/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ شام تشریف لے گئے وہاں پر خود مکان بنایا یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنا کر دیا تھا۔ (مسند احمد ۱۹/۶)

حضرت ابو درداء دمشق کے قاضی تھے انتقال سے پہلے انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد فضالہ بن عبید کو قاضی بنانا لوگ ان کے پاس دور دور سے حدیث رسول اللہ سننے آتے تھے ایک آدمی ان سے حدیث سننے آیا تو دیکھا کہ یہ پراگندہ سر اور برہنہ پاؤں ہیں اس نے تعجب میں پوچھا کہ آپ امیر شہر ہیں اور یہ حالت ہے فرمایا: کہ ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تن آسانی اور بناؤ سنگار سے منع فرمایا تھا اور کبھی کبھی ننگے پاؤں رہنے کو فرمایا تھا۔ (مسند احمد: ۲۲/۶)

وفات: ۵۳ھ میں امیر معاویہ کے دور میں انتقال ہوا، دمشق میں آج تک ان کی قبر موجود ہے ان سے ۵۰ روایات منقول ہیں صحیح مسلم میں ان سے دو روایات منقول ہیں۔

آپ کئی کئی رات بھوکے رہتے تھے

(۵۱۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا، وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزُ الشَّعِيْرِ﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی راتیں بھوکے رہتے، آپ کے اہل وعیال کے پاس بھی شام کا کھانا نہیں ہوتا تھا جب کہ عام طور پر ان کی خوراک جو کی روٹی ہوا کرتی تھی۔ (ترمذی، اور یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔''

لغات: ❖ طَاوِيًا: طَوٰى يَطْوِىْ (ض) طَيًّا الثَّوْبَ کپڑا لپیٹنا۔ اَللّٰهُ عُمْرَهٗ موت دینا۔ طَوِىَ (س) طویً واَطْوٰی بھوکا ہونا۔

تشریح: يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا: کئی کئی راتیں بھوکے رہتے۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کے احوال ایک دو نہیں بقول شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ (۱)

شمائل ترمذی کی ایک روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں۔ تو میرا رونے کو بے اختیار دل چاہتا ہے پھر رونے لگتی ہوں کسی نے عرض کیا یہ کیا بات ہے؟ فرمانے لگیں: کہ مجھے آپ ﷺ کا زمانہ یاد آ جاتا ہے کہ گوشت سے یا روٹی سے کبھی بھی آپ ﷺ کو وصال تک دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر تناول کی نوبت نہیں آئی۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضور نے فرمایا یہ کیا چیز ہے؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آج روٹی پکائی تھی میرے دل نے بغیر آپ کے نوش فرمائے کھانا گوارا نہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین دن کے اندر پہلی چیز ہے جو تمہارے باپ کے منہ میں جا رہی ہے۔

تخریج حدیث: رواہ الترمذی فی ابوب الزھد تحت باب ماجاء فی معیشة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و احمد ۱/۲۳۰۳ وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر کے حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) فضائل صدقات: ۵۵۹ (۲) شمائل ترمذی

بعض صحابہ بھوک کی وجہ سے نماز میں گر جاتے تھے

(۵۱۵) ﴿وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلّٰى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْأَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ، فَإِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى، لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً﴾ (رواہ الترمذی، وقال: حدیث صحیح)

"الخصاصة": الفاقة والجوع الشديد.

ترجمہ: "حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو صف میں کھڑے بعض لوگ بھوک کی شدت سے گر پڑتے تھے اور یہ اصحاب صفہ تھے یہاں تک کہ دیہاتی لوگ کہتے کہ یہ پاگل ہیں۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ جل شانہ کے ہاں تمہارے لئے کیا ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تم اس سے زیادہ حاجت اور فاقے میں مبتلا ہو (ترمذی، یہ حدیث صحیح ہے)۔"

"خصاصة" فاقے اور بھوک کو کہتے ہیں۔

لغات: الخصاة: خص (س) خَصَاصَةً وخَصَاصًا وخَصَاصَاءُ محتاج ہونا۔ مفلس ہونا۔ فقیر ہونا۔ اور تنگ دست ہونا وغیرہ میں مستعمل ہے۔

تشریح: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ: یہ سب مجنون ہیں۔ حدیث بالا میں اصحاب صفہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ ان پر فقر و فاقہ کا کیا حال ہوتا تھا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اصحاب صفہ کے بارے میں فرماتے ہیں

علامہ نووی نے اصحاب صفہ کے بارے میں لکھا ہے:

﴿واصحاب الصفة زهاد من الصحابة رضى الله عنهم وهم الفقراء الغرباء الذين كانوا ياوون الى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم وكانت لهم فى آخره صفة وهى مكان منقطع من المسجد مظلل يبيتون عليه وياوون عليه. قال ابراهيم الحربى والقاضى عياض وكانوا يقلون ويكثرون ففى وقت كانو سبعين وفى وقت غير ذلک وقد بلغوا اربع مائة كما ذكره القرطبى فى تفسير سورة النور و مثله فى الكشاف عند قوله تعالىٰ للفقرآء الذين احصروا فى سبيل الله فيزيدون بمن يقدم عليهم وينقصون بمن يموت او يسافر او يتزوج﴾ (تہذیب الاسماء واللغات)

ترجمہ: ''اصحاب صفہ وہ پردیسی اور بے سروسامان صحابہ تھے جو دنیا سے بے رغبت تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کو قیام گاہ بنائے ہوئے تھے مسجد کے آخر میں ان کے لئے ایک چبوترہ تھا جو مسجد سے علیحدہ تھا اور اس پر سایہ کے لئے کچھ پڑا ہوا تھا اس پر رات گزارتے تھے۔ ابراہیم حربی رحمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کبھی کم ہو جاتے تھے اور کبھی بڑھ جاتے تھے، کبھی ستر ہو گئے اور کبھی اس سے کم و پیش حتی کہ چار سو تک پہنچ گئے تھے جیسا کہ علامہ قرطبی نے سورت نور کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے اور تفسیر کشاف میں بھی سورت آل عمران کی آیت: ''لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ''. کی تفسیر کرتے ہوئے ایسا ہی لکھا گیا ہے۔ کبھی زیادہ ہوتے تھے ان کی وجہ سے جو آئے تھے، اور کبھی کم ہو جاتے تھے ان لوگوں کی وجہ سے جو یا تو مر جاتے یا سفر کر لیتے یا شادی کر لیتے تھے۔''

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً: اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارا کیا مقام ہے اگر تم جان لو تو تم اس سے زیادہ فاقہ و حاجت میں مبتلا ہو جاتے۔ فقر و فاقہ ایک بڑی اچھی نعمت ہے بشرطیکہ کوئی اس کی قدر کرے جیسے کہ ایک روایت میں آپ نے حضرت عائشہ کو مخاطب فرمایا ہے: اے عائشہ! مساکین سے محبت رکھو اور ان کو اپنے سے قریب کرو کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ تجھے اپنے سے قریب کرے گا۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ فقراء قیامت کے دن مالدار لوگوں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے (۲)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی معیشة النبی صلی اللّٰه علیه واسلم، واحمد ۲۳۹۹۳، وابن حبان ۷۲٤ ورجال اسناده رجال الصحیح غیر ابی علی الجنبی وهو عمرو بن مالک وهو ثقة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت فضالہ بن عبید کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۱۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ شریف (۲) مشکوٰۃ ۱۹۱ عن ابی داؤد

زیادہ پیٹ بھر کر کھانا شریعت میں مستحسن نہیں

(۵۱٦) ﴿وَعَنْ أَبِیْ کَرِیْمَةَ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَا مَلَأَ آدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ کَانَ لَا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ﴾ (رواه الترمذی وقال حدیث حسن)

"أُکُلَاتٌ" أی: لُقَمٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوکریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ کوئی آدمی کسی برتن کو نہیں بھرتا جو پیٹ کے برتن سے برا ہو، انسان کے لیے چند لقمہ کفایت کر سکتے ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھ سکتا ہے لیکن اگر زیادہ کھانا ضروری ہے تو پیٹ کا ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے۔ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔ "اکلات" "ای لقم" چند لقمے۔"

لغات: ❖ وِعَاء: الوِعَاءُ والوَعَاءُ برتن۔ جمع۔ اوعیة وَعٰی یَعِیْ (ض) وَعْیًا الشَّیْءَ جمع کرنا الحدیث قبول کرنا۔ غور کرنا۔ یاد کرنا۔

تشریح: مَا مَلَاءَ آدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ: کوئی آدمی کسی برتن کو نہیں بھرتا جو پیٹ کے برتن سے برا ہو۔

حدیث کا مطلب: علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں پیٹ کو برتن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں کوئی چیز رکھی جائے اسی طرح پیٹ میں کھانا رکھا جاتا ہے اس میں صرف اتنا کھانا رکھا جائے جس سے جسمانی توانائی باقی رہے۔ اور اگر ضرورت سے زیادہ اس کو بھر لیا جائے گا تو اس کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ پھر اس کی وجہ سے ایسی برائیاں اور خرابیاں پیدا ہوں گی جو دین و دنیا کو نقصان پہنچائیں گی اس اعتبار سے پیٹ کو سب سے برا برتن کہا گیا۔ [1]

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ واجب ہے کہ پیٹ بھرنے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے اور جو زیادہ مقدار میں کھانے کی خواہش رکھے تو وہ بھی بس اس سے زیادہ نہ کھائے جو ایک تہائی سے زائد ہو ایک حصہ کھانے کے لئے ہوگا تو پھر دوسرا پانی کے لئے اور پھر تیسرا سانس لینے کے لئے ہو۔ (۲)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی دنیا میں کھانے پینے کی مقدار کو کم رکھتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کی وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں جو لقمہ اس نے کم کیا ہے اس کے بدلے میں جنت کے درجے اس کو عطا کروں گا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی کراهية كثرة الاكل واحمد ۱۷۱۸٦/٦، وابن حبان ٦٧٤، والحاكم ۷۱۳۹ وابن ماجه ۳۳٤٩.

نوٹ: راوی حدیث ابوکریمہ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۸٦) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق جدید: ۴/۶۹۸ (۲) شرح طیبی مشکوٰۃ (۳) احیاء العلوم

سادگی ایمان کا حصہ ہے

(۵۱۷) ﴿وَعَنْ أَبِی أُمَامَةَ إِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِیّ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ أَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ" يَعْنِی التَّقَحُّلُ﴾

(رواه ابو داود)

"اَلْبَذَاذَةُ" بالباء الموحدة والذالين المعجمتين، وهی رَثَاثَةُ الْهَيْئَةِ، وَتَرْكُ فَاخِرِ اللِّبَاسِ، وَأَمَّا "التَّقَحُّلُ" فبالقاف والحاء، قال أهل اللغة: اَلْمُتَقَحِّلُ: هُوَ الرَّجُلُ الْيَابِسُ الْجِلْدِ مِنْ خُشُوْنَةِ الْعَيْشِ، وَتَرْكِ التَّرَفُّةِ.

ترجمہ: "حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ نے ایک دن آپ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم سنتے نہیں ہو؟ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ عیش وعشرت کو چھوڑ کر زاہدانہ زندگی بسر کرنا ایمان میں سے ہے یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے اس سے مراد آپ ﷺ کی تکلفات اور زیب وزینت کی چیزوں کا ترک ہے۔"

"البذاذة" باء اور ذال کے ساتھ اس کا معنی ہے انسان کی ظاہری حالت کا اچھا نہ ہونا اور عمدہ قیمتی پوشاک

سے اجتناب کرنا۔ "تقحل" قاف اور حا کے ساتھ اہل لغت کے نزدیک متقحل وہ شخص ہے جس کی جلد، روکھی سوکھی کھانے، اور عیش و راحت کی زندگی سے گریز کی وجہ سے جھریوں والی اور خشک ہو جائے۔

لغات: ❖ البذاذة: بذ (س) بَذَذًا. وَبَذَاذَةً وبُذُوْذَةً بدحال ہونا۔شکستہ حال ہونا۔صفت۔بَذّ و بَاذٌّ بَذَّهٗ (ن) بُذًّا غالب ہونا۔فوقیت و برتری رکھنا۔

تشریح: اَلاَ تَسْمَعُوْنَ؟: آپ ﷺ نے یہ جملہ مکرر ارشاد فرمایا اس سے غرض یہ ہے کہ بات پوری توجہ سے سنی جائے۔ "اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ" سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر معاملہ میں سادگی کو اختیار کرے جتنا دنیا کے تکلفات سے اجتناب کرے گا اتنا ہی تیاری سے غافل ہوتا چلا جائے گا۔ (۱)

سادگی کا مطلب

سادگی کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی صفائی سے گریز کرے کیونکہ صفائی خود مطلوب اور نصف ایمان ہے۔ آدمی اپنی شرعی حدود کے اندر رہ کر دنیاوی چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے مگر ان دنیاوی چیزوں میں الجھ کر وہ آخرت کو بھول جائے اس کی ممانعت فرمائی جارہی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه ابوداؤد فی اوائل کتاب الترجل، وابن ماجه والحمیدی ۳۵۷، قال الحافظ العراقی فی امالیه حدیث حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۶۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۲) تعلیق الصبیح، ومظاہر حق ۴/۶۷، اور روضۃ المتقین ۲/۶۵

عنبر مچھلی کا واقعہ

(۵۱۸) ﴿وَعَنْ أَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، نَتَلَقّٰى عِيْرًا لِقُرَيْشٍ وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهُ، فَكَانَ أَبُوْعُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً، قِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا؟ قَالَ: نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ، وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ، فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هِیَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرُ، فَقَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ: مَيْتَةٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا، فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا، وَنَحْنُ ثَلاثُمِائَةٍ، حَتّٰى سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهٖ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ، وَنَقْطَعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ أَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ أَخَذَ مِنَّا أَبُوْعُبَيْدَةَ ثَلاثَةَ عَشَرَ رَجُلاً فَأَقْعَدَهُمْ فِيْ وَقْبِ عَيْنِهٖ وَأَخَذَ ضِلَعًا مِنْ أَضْلاعِهٖ فَأَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ أَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ، فَقَالَ: "هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ، فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا"؟ فَأَرْسَلْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَأَكَلَهٗ﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْجِرَابُ": وِعَاءٌ مِنْ جِلْدٍ مَعْرُوْفٌ، هُوَ بِكَسْرِ الْجِيْمِ وفتحها، والكسر أفصح، قوله "نَمَصُّهَا" بفتح الميم "وَالْخَبَطُ" ورق شجر معروف تأكله الابل. "وَالْكَثِيْبُ": اَلتَّلُّ مِنَ الرَّمْلِ، "وَالْوَقْبُ": بفتح الواو واسكان القاف وبعدها باء موحدة، وهو نُقْرَةُ الْعَيْنِ. "وَالْقِلَالُ" الْجِرَارُ. "وَالْفِدَرُ" بكسر الفاء وفتح الدال: اَلْقِطَعُ. "رَحَلَ الْبَعِيْرَ" بتخفيف الحاء: اى جَعَلَ عَلَيْهِ الرَّحْلَ. "الْوَشَائِقُ" بالشين المعجمة والقاف: اَللَّحْمُ الَّذِيْ اقْتُطِعَ لِيُقَدَّدَ مِنْهُ، والله اعلم.

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارا امیر بنایا کہ ہم قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کریں اور زاد راہ کے طور پر آپ ﷺ نے کھجور کا ایک تھیلہ ہمیں دیا، اس کے علاوہ آپ کو کچھ اور میسر نہیں آیا (ورنہ آپ ﷺ ہمیں ضرور دیتے) پس حضرت ابوعبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ اس پر کیسے گزارہ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہم اسے اس طرح چوستے جیسے بچہ چوستا ہے پھر اس پر ہم پانی پی لیتے۔ پس ہمیں پورے دن و رات تک کافی ہو جاتا (یعنی ایک کھجور اور پانی ایک دن اور رات کی خوراک ہوتی) اور ہم اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے، پھر انہیں پانی میں تر کرتے اور کھا لیتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم سمندر کے ساحل پر چلے تو ہمارے سامنے ساحل سمندر پر ریت کے بڑے ٹیلے کی طرح ایک چیز بلند ہوئی، ہم اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک بڑا جانور ہے جسے عنبر کے نام سے پکارا جاتا تھا (ہمارے امیر) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ مردار ہے (اس لئے ہمارے لئے بے کار ہے) پھر فرمایا: نہیں بلکہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں اور اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں اور تم اضطرار کی حالت میں ہو اس لئے کھاؤ۔ پس ایک مہینہ ہم نے اسی کے

گوشت پر گزارہ کیا اور ہم تین سو افراد تھے یہاں تک کہ ہم فربہ ہو گئے اور ہمارا یہ حال تھا کہ ہم اس جانور کی آنکھ کے گڑھے سے تیل کے گھڑے کے گھڑے نکالتے اور اس سے بیل کی مثل یا بیل کے بقدر (گوشت کے) ٹکڑے کاٹتے۔ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمی لئے اور انہیں اس کی آنکھ کے گڑھے میں بٹھا دیا اور اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی پکڑ کر اسے کھڑا کیا پھر ہمارے پاس موجود سب سے بڑے اونٹ پر کجاوہ رکھا اور اسے اس کے نیچے سے گزار دیا اور ہم نے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر زاد راہ کے طور پر ساتھ لے لئے۔ جب ہم مدینہ پہنچ گئے تو ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس جانور کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ رزق تھا جسے اللہ نے تمہارے لئے نکالا تھا، کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی ہے؟ پس وہ ہمیں بھی تو کھلاؤ، چنانچہ ہم نے اس کا ایک حصہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا جسے آپ نے تناول فرمایا۔'' (مسلم)

''جِرَابٌ'' چمڑے کا مشہور تھیلا، برتن۔ جیم پر زیر اور زبر کے ساتھ دونوں طریقے سے پڑھنا جائز ہے تاہم زیر زیادہ فصیح ہے۔ ''نَمَصُّهَا'' میم پر زبر کے ساتھ۔ ''الخَبَطُ'' مشہور درخت کے پتے جسے اونٹ کھاتے ہیں۔ ''الکثیب'' ریت کا ٹیلہ۔ ''الوَقْبُ'' واؤ پر زبر اور قاف ساکن اور اس کے بعد با آنکھ کا گڑھا، ''قلال'' مٹکے۔ ''الفِدَرُ'' فا پر زیر دال پر زبر، ٹکڑے۔ ''رَحَلَ الْبَعِيرِ'' حا پر زبر بغیر شد کے ساتھ۔ اونٹ پر کجاوہ رکھا۔ ''الوَشَائِق'' شین اور قاف کے ساتھ۔ وہ گوشت جسے خشک کرنے کے لئے کاٹا جائے، یعنی ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ واللہ اعلم۔

لغات: ❖ وشائق: الوشيق والوشيقة کاٹ کر ٹکڑوں میں خشک کیا ہوا گوشت جمع وشائق وشق الشیء ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اَوْشَقَ الشَّیْءَ فِی الشَّیْءِ چمٹنا۔

تشریح: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آپ ﷺ نے ہمیں بھیجا۔ یہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امتحان لیا گیا اور انہوں نے اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر کے اس امتحان میں پاس ہو گئے۔

تَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ: ہم اس کو چوستے تھے جیسے کہ بچہ چوستا ہے۔ اس جملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر اللہ کی مدد جو نازل ہوئی اس کا ذکر ہے کہ صرف ایک کھجور سے وہ ۲۴ گھنٹے گزارتے تھے اس میں صحابہ کے زہد اور بھوک پر صبر کرنے کا بھی تذکرہ ہے۔ (۱)

اَلْخَبَطُ پتے اس کے معنی ہوتے ہیں درخت کے وہ پتے جو ڈنڈے وغیرہ سے مار کر گرائے جائیں۔ اس لشکر کا نام جیش الخبط بھی ہے کیونکہ اس سفر میں صحابہ کرام نے درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ یہاں تک کہ صحابہ کے منہ اور ہونٹ پتوں کے کھانے سے زخمی ہو گئے تھے۔ (۲)

تُدْعَى الْعَنْبَرُ اس کو عنبر مچھلی کہتے ہیں اصل عنبر کے معنی ہوتے ہیں خوشبو کے۔ یہ ایک خاص قسم کی سمندری مچھلی ہے اس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے۔ (۳)

ایک مچھلی کو ایک مہینے تک کھاتے رہے

فَاَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا: وہاں ہم ایک مہینہ رہے۔ حدیث میں ایک مہینے کا ذکر ہے بعض روایات میں اٹھارہ دن اور بعض روایات میں ۱۵ دن کھانے کا ذکر آتا ہے۔ ان سب روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اس مچھلی سے ۱۵ دن (آدھے مہینے) تک پورے لشکر نے کھایا اس کے بعد لشکر میں سے کچھ لوگوں نے اٹھارہ دن اور کچھ لوگ پورے ایک مہینے تک کھاتے رہے اور اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ (۴)

اس جملہ میں صحابہ کرام کی کرامت کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ تین سو افراد نے ایک مہینے تک کھایا مگر وہ ختم نہیں ہوئی۔

تخریج حدیث: رواہ مسلم فی کتاب الصید والذبائح تحت باب اباحۃ میتۃ البحر. واحمد ۱۴۳۴۴/۵، وبلفظ قریب اخرجہ البخاری.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۶۶/۲ (۲) مرقاۃ، مظاہر حق: ۵۸/۴ (۳) تعلیق الصبیح، روضۃ المتقین: ۶۶/۳ (۴) مظاہر حق: ۵۸/۴

آپ ﷺ کی آستین کی لمبائی

(۵۱۹) ﴿وَعَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّصْغِ﴾ (رواہ ابوداود، والترمذی، وقال: حدیث حسن)

"الرُّصْغُ" بِالصَّادِ وَالرَّسْغُ بِالسِّيْنِ أَيْضًا: هُوَ الْمَفْصِلُ بَيْنَ الْكَفِّ وَالسَّاعِدِ.

ترجمہ: "حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچے تک تھی (ابوداؤد، ترمذی نے نقل کر کے فرمایا ہے یہ حدیث حسن ہے)۔"

"الرصغ" اور "الرسغ" دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، بازو اور ہتھیلی کے درمیان کے جوڑ کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ الرصغ: الرسغ کے معنی۔ گٹا۔ پہنچا جمع ارساغ وارسغ. رسغ (ن) رسغاً البعیر اونٹ کی اگلی ٹانگوں کے گٹے

میں رسی باندھنا۔ رسغ المطر ٹخنوں بارش ہونا۔

تشریح: كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّصْغِ: آپ ﷺ کی قمیص کی آستین پہنچے تک تھی۔ بعض روایات میں آپ ﷺ کے کرتے کی آستین کا ہاتھ کی انگلیوں کے سروں تک ہونا بھی منقول ہے مگر وہ بہت کم تھی عموماً پہنچے تک ہی ہوتی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ لمبا کپڑا عام طور پر تکبر کی علامت ہے دوسرا وہ کام کاج میں بھی مانع بنتا ہے اور ضرورت سے زیادہ چھوٹا کپڑا سردی، گرمی کی شدمت میں تکلیف کا باعث ہوتا ہے اس لئے شریعت میں ہر جگہ پر میانہ روی اپنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: **اخرجه ابوداؤد فى كتاب اللباس تحت باب ماجاء فى القميص والترمذى فى ابواب اللباس تحت باب ماجاء فى القميص ورجال اسناده ثقات، غير شهر بن حوشب وهو مختلف فيه.**

راویہ حدیث حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات:

نام: اسماء، ام سلمہ کنیت، اسماء بنت یزید بن السکن بن رافع۔ ہجرت کے بعد چند عورتوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئیں۔ ۱ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی ہوئی تو جن عورتوں نے ان کو سنوارا ان میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔

۱۵ھ میں یرموک کی جنگ میں انہوں نے اپنے خیمہ کی لکڑی سے ۹ رومیوں کو مارا۔ (اصابۃ)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کانت ذات العقل والدین، یعنی وہ عقل اور دین دونوں سے متصف تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں۔ (مسند احمد: ۶/۴۵۹)

بہت مہمان نواز تھیں ایک مرتبہ ان کے پاس حضرت شہر بن حوشب آئے تو انہوں نے کھانا رکھا تو شہر بن حوشب نے انکار کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ سنایا جس میں اشارہ تھا کہ انکار کرنا مناسب نہیں اس پر شہر بن حوشب نے کہا کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ (مسند احمد: ۶/۴۵۸)

وفات: ان کی وفات کے صحیح سن کے بارے میں اسماء الرجال والے خاموش ہیں۔

مرویات: ان سے ۸۱ روایات منقول ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین: ۲/ ۶۷

جنگ خندق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیافت

(۵۲۰) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّا كُنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ، فَجَاؤُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: هٰذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ، فَقَالَ: "أَنَا نَازِلٌ" ثُمَّ قَامَ، وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ، فَعَادَ كَثِيْبًا أَهْيَلَ، أَوْ أَهْيَمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ إِلَى الْبَيْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ:

رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا فِي ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ: عِنْدِي شَعِيْرٌ وَعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ، وَطَحَنْتُ الشَّعِيْرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ تَنْضَجُ، فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِي فَقُمْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ أَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: "كَمْ هُوَ"؟ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ: "كَثِيْرٌ طَيِّبٌ، قُلْ لَهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ" فَقَالَ: "قُوْمُوْا" فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ! قَالَتْ هَلْ سَأَلَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: "اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا" فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ، وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ إِذَا أَخَذَ مِنْهُ، وَيُقَرِّبُ إِلٰى أَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ، فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَبَقِيَ مِنْهُ، فَقَالَ: "كُلِيْ هٰذَا وَأَهْدِيْ، فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ" (متفق عليه)

وَفِي رِوَايَةٍ: قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا، فَانْكَفَأْتُ إِلٰى امْرَأَتِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ، فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيْدًا؟ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ، وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ فَفَرَغَتْ إِلٰى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا، ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ: إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ" فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى أَجِيْءَ "فَجِئْتُ، وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ، حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِي فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ! فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ، فَأَخْرَجَتْ عَجِيْنًا، فَبَسَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: "اُدْعِي خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا" وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا، وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

قوله: "عَرَضَتْ كُدْيَةٌ" بضم الكاف واسكان الدال وبالياء المثناة تحت، وهي قطعة غليظة

صلبة من الارض لا يعمل فيها الفأس. "وَالْكَثِيْبُ" أصله تَلُّ الرمل، والمراد هنا صارت ترابا ناعما، وهو معنى "أهيل" و "الأثافِيُّ" الاحجار التى يكون عليها القدر. تَضَاغَطُوْا" تزَاحَمُوْا وَ "الْمَجَاعَةُ" اَلْجُوْعُ، وهو بفتح الميم و "اَلْخَمَصُ" بفتح الخاء المعجمة والميم: الجُوْعُ وَ "انْكَفَات" انقلبت ورجعت. و "اَلْبُهَيْمَةُ" بضم الباء: تصغير بُهْمَة، وهى العَنَاق بفتح العين و "والدَّاجِنُ" هى التى الفت البيت. "وَالسُّؤْرُ" الطعام الذى يدعى الناس اليه، وهو بالفارسية، و "حَيَّهَلا" اى: تعالوا وقَوْلها: "بك وبك" اى: خاصمته وسَبَّته، لانها اعتقدت ان الذى عندها لايكفيهم، فاستحيت وخفى عليها ما اكرم الله سبحانه وتعالىٰ به نبيه صلى الله عليه وسلم من هذه المعجزة الظاهرة والاية الباهرة. بسق" أى بصق، ويقال ايضاً: بزق ثلاث لغات و "عَمَد" بفتح الميم: أى قصد و "اقدحى" أى: اغرفى والمقدحة: المغرفة. و "تغط" اى لغليانها صوت، والله اعلم.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم خندق والے دن کھود رہے تھے کہ ایک نہایت سخت چٹان سامنے آگئی، (جسے توڑنے میں صحابہ ناکام رہے) چنانچہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ سخت چٹان خندق میں آگئی ہے (جو ٹوٹنے میں نہیں آرہی ہے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (اچھا) میں خود خندق میں اترتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور بھوک کی شدت سے آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اور تین دن ہمارے ایسے گزرے تھے کہ کوئی چیز ہم نے چکھی تک نہیں تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے کدال پکڑی اور چٹان پر ماری، جس سے وہ ریت کا ٹیلہ ہوگئی یعنی ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی (حضرت جابر حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں (چنانچہ میں گھر آیا) اور اپنی بیوی سے کہا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی ایسی حالت دیکھی ہے جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا میرے پاس کچھ جو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ چنانچہ میں نے وہ بچہ ذبح کیا اور جو پیسے۔ یہاں تک کہ گوشت (پکنے کے لئے) ہنڈیا میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جب کہ آٹا تیار تھا اور ہنڈیا چولہے پر چڑھی ہوئی، پکنے کے قریب تھی۔ میں نے کہا میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے، یارسول اللہ! آپ تشریف لے چلئے اور ایک یا دو آدمی ساتھ لے لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو تفصیل بتلائی تو فرمایا وہ بہت ہے اور عمدہ ہے، تم اپنی بیوی سے کہہ دو

کہ میرے آنے تک ہنڈیا چولہے سے نہ اتارے اور نہ تنور سے روٹیاں نکالے۔''

پھر آپ ﷺ نے (تمام صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا) اٹھو (چلو) پس تمام مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں گھر آیا اور بیوی سے کہا، تیرا بھلا ہو، نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ تمام مہاجرین وانصار سب آ گئے۔ بیوی نے کہا نبی ﷺ نے تم سے (کھانے کی مقدار کی بابت) پوچھا تھا؟ میں نے کہا ہے (دارمی کی روایت میں اس کے بعد ہے، پس بیوی نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے، تم نے ان کو جو کچھ ہمارے پاس ہے بتلا دیا تھا، بیوی کی یہ بات سن کر مجھے کچھ حوصلہ ہوا اور میرے دل کا بوجھ دور ہو گیا اور میں نے بیوی سے کہا تو نے سچ کہا) نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا اندر آ جاؤ اور تنگی نہ کرو۔ پھر آپ ﷺ نے روٹی کے ٹکڑے کرنے اور ان پر گوشت رکھنا شروع کر دیا اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی نکال لیتے تو انہیں ڈھک دیتے اور انہیں اپنے ساتھیوں کی خدمت میں پیش کر دیتے اور پھر نکالتے (اور اس طرح دوسروں کو دیتے) پس اس طرح آپ ﷺ روٹیاں توڑتے اور گوشت نکالتے رہے (اور سب کو دیتے رہے) یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اس میں سے کچھ کھانا (پھر بھی) بچ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے (جابر کی بیوی سے) فرمایا تو بھی کھالے اور دوسروں کو ہدیہ بھی بھیج، کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے نبی کریم ﷺ کو بھوکا دیکھا، پس میں اپنی بیوی کی طرف لوٹا اور اس سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ ﷺ سخت بھوکے ہیں پس اس نے ایک تھیلا نکال کر مجھے دکھایا جس میں ایک صاع جو تھے، اور بکری کا ایک پالتو بچہ بھی ہمارے پاس تھا میں نے اسے ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے۔ اور میرے (گوشت بنانے سے) فارغ ہونے تک وہ بھی (جو پیس کر) فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہنڈیا میں ڈالا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جانے لگا تو بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے چپکے چپکے بات کی میں نے، یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے اپنا بکری کا بچہ ذبحہ کیا ہے اور ایک صاع (ڈھائی کلو) جو پیسے ہیں پس آپ تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ چند آدمی پس رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا اے خندق (کھودنے) والو! جابر نے کھانا تیار کیا ہے، پس تم سب آؤ اور نبی کریم ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا کہ تم اپنی ہنڈیا (چولہے

سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹی پکانا، یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔ پس میں آیا اور نبی کریم ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آگے آگے چلنے لگے حتی کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا (اور اسے سب کے آنے کی خبر دی) اس نے مجھے کوسنا شروع کر دیا، میں نے کہا (میرا کیا قصور ہے؟) میں نے تو وہی کیا جو تجھ سے کہا تھا۔ (بہر حال رسول اللہ ﷺ) تشریف لے آئے بیوی نے آٹا نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا (یعنی تھوکا) اور برکت کی دعا فرمائی پھر ہماری ہنڈیا کی طرف آئے، اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا (یعنی تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا کوئی روٹی پکانے والی بلالے، پس وہ تیرے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہنڈیا میں سے پیالوں میں (سالن) ڈالی جا، مگر اسے چولہے سے نہ اتارنا اور یہ سب (شریک طعام) افراد ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے کھانا کھایا، یہاں تک کہ کھانا باقی چھوڑ گئے اور چلے گئے اور ہماری ہنڈیا یقیناً جوش مار رہی تھی جیسے وہ پہلے ابل رہی تھی اور ہمارے آٹے سے بھی پہلے کی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

"كُدْيَة" کاف پر پیش، دال ساکن اور اس کے بعد یا، زمین کا ایسا سخت ٹکڑا، جس میں کلہاڑی بھی کام نہ کرے۔ "كَثِيب" کے اصل معنی تو تو دہ، ریت ہیں لیکن یہاں مراد ہے کہ وہ چٹان ریت کی طرح نرم ہوگئی اور یہی معنی "اهيل" کے ہیں۔ "الا ثافی" وہ پتھر جن پر ہانڈی رکھی جاتی ہے (یعنی چولہے کے تین پتھر) "تضاغطوا" بھیڑ کرو "المجاعة" بھوک میم پر زبر ہے۔ "الخَمَص" خا اور میم پر زبر بھوک۔ "انكفات" میں پھرا اور لوٹا "الهيمة" با پر پیش "بهمة" کی تصغیر۔ یہ عناق (بکری کے چھوٹے بچے) کو کہتے ہیں اور عناق کی عین پر زبر ہے۔ "داجن" وہ جانور جو گھر سے مانوس ہو یعنی پالتو جانور "سؤر" اس کھانے کو کہتے ہیں جس کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔

"حيهلا" کے معنی ہیں، آؤ "بک وبک" اپنے خاوند سے جھگڑی اور اسے برا بھلا کہا، اس لئے کہ اسے یہ یقین تھا کہ اس کے پاس جتنا سامان خوراک ہے، وہ ان سب مہمانوں کو کافی نہیں ہوگا، پس وہ شرمندہ ہوئی اور اس پر وہ ظاہر معجزہ اور واضح نشانی مخفی تھی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے پیغمبر کو نوازا۔

"بسق، بصق" اور "بزق" تینوں لغتیں ہیں، معنی ایک ہی ہے بمعنی تھوکنا۔ "عَمَد" میم پر زبر بمعنی ارادہ کیا۔ "اِقْدَحِیْ" چمچے سے نکال نکال کر دینا۔ "مِقْدَحَةٌ" چمچے اور ڈوئی کو کہتے ہیں۔ "تغط" ابلنے کی آواز کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ لا تضاغطوا: غطاعطا ایک دوسرے کو بھینچنا۔ تنگ کرنا۔ ضَغَطَه (ف) ضَغْطًا و اَضْغَطَهٗ نچوڑنا۔ بھینچنا۔ بھیڑ کرنا۔ تنگی کرنا۔ "سوراً السور" شہر پناہ۔ جمع "اسوار و سیران السور" عمدہ اونٹ۔ "سار (ن) سورا، الحائط" دیوار پر چڑھنا یا اس کو پھاندنا۔

تشریح: جنگ خندق کے دن آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اس کے مطلب میں اختلاف

وَبَطْنُهٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ: آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ بھوک کے وقت میں اگر پتھر باندھ لیا جائے تو بھوک کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔ مگر علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ یہ لفظ "معصوب بحجز" زا کے ساتھ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے کمر کسی ہوئی تھی۔ (۱)

پتھر بندھا ہوا نہیں تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے: "انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی" کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (۲)

مگر اس کو حافظ ضیاء الدین مقدسی اور علامہ کرمانی وغیرہ نے رد کیا ہے اور کہا ہے کہ "بحجر" کا لفظ ہی صحیح ہے کہ پتھر باندھا ہوا تھا اور اہل حجاز کی عادت یہ تھی کہ پتھر باندھ لیا کرتے تھے جس سے ایک طرف بھوک کی شدت میں کمی آ جاتی ہے، اور دوسری طرف کمر کو سہارا مل جاتا ہے اور وہ سیدھی رہتی ہے۔ (۳)

وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ: جب آٹے کو گوندھ کر کچھ دیر رکھ دیا جائے تو آٹے پر خمیر ہونے لگتا ہے کہ اس کی اوپر کی سطح بلند ہونے لگتی ہے اور اس میں درزیں پڑ جاتی ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ اتنی دیر ہوگئی تھی کہ آٹے میں یہ کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔ "قالت هل سالک؟" عورتوں کو اس کا زیادہ تجربہ ہوتا ہے کہ یہ کھانا کتنے لوگوں کے لئے کافی ہوگا تو فوراً ان کی اہلیہ نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو بتا دیا تھا کہ کتنا کھانا ہے، کہا بتا دیا تھا، تو پھر ان کی اہلیہ نے کہا کہ پھر آپ ﷺ اپنے اور اللہ پر اعتماد کر کے تشریف لا رہے ہیں، اور ان کی اہلیہ مطمئن ہوگئیں۔ (۴)

وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا: "داجن" کے بارے میں علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ اس بکری کو کہتے ہیں جس کو پالا گھر ہی میں گیا ہو، چراہ گاہ میں وہ نہیں چری ہو۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المغازی تحت باب غزوۃ الخندق و مسلم فی کتاب الاشربة تحت باب جواز استتباعة غیره الی دار من یثق برضاء بذالک.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری: ۱۸۰/۱۷ (۲) مشکوٰۃ (۳) کرمانی شرح بخاری: ۳۰/۲۰ (۴) فتح الباری: ۲۰/۸ (۵) فتح الباری: ۲۰/۸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھوڑا سا کھانا اسی آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھالیا

(۵۲۱) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ، فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ:، نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ، ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا، فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهٖ، ثُمَّ أَرْسَلَتْنِيْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَهَبْتُ بِهٖ، فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اَلطَّعَامِ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قُوْمُوْا" فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ: قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ! فَقَالَتْ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ. فَانْطَلَقَ أَبُوْطَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ" فَأَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَأَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَآدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" فَأَذِنَ لَهُمْ، فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا، ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ"فَأَذِنَ لَهُمْ، فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا، ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوْا، وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُوْنَ﴾ (متفق علیه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ، حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَ، فَأَكَلَ حَتّٰى شَبِعَ، ثُمَّ هَيَّأَهَا فَإِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ أَكَلُوْا مِنْهَا. وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَأَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً، حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا، ثُمَّ أَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَهْلُ الْبَيْتِ، وَتَرَكُوْا سُؤْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ: ثُمَّ أَفْضَلُوْا مَا بَلَغُوْا جِيْرَ انَهُمْ. وفي روايةٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا، فَوَجَدْتُهٗ جَالِسًا مَعَ أَصْحَابِهٖ، وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهٗ بِعِصَابَةٍ، فَقُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِهٖ لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهٗ؟ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ فَذَهَبْتُ إِلٰى أَبِيْ طَلْحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ أُمِّ

سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَتَاهُ، قَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَأَلْتُ بَعْضَ أَصْحَابِهِ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ فَدَخَلَ أَبُوْ طَلْحَةَ عَلَى أُمِّيْ فَقَالَ: هَلْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ عِنْدِيْ كِسَرٌ مِّنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٍ، فَإِنْ جَائَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ أَشْبَعْنَاهُ وَإِنْ جَاءَ آخَرُ مَعَهُ قَلَّ عَنْهُمْ، وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی اہلیہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میرا خیال ہے وہ بھوک کی وجہ سے ہے، کیا تیرے پاس (کھانے پینے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ پھر انہوں نے جو کی روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ پکڑا اور اس کے ایک کنارے میں دو روٹیاں لپیٹیں اور میرے (یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے) کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اس دوپٹے کا کچھ حصہ میرے جسم پر لپیٹ دیا، پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ میں وہ لے گیا، تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں تشریف فرما پایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے، میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا کیا کھانے کے لئے؟ میں نے کہا جی ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے (ساتھیوں سے) کہا۔ اٹھو، پس وہ سب چلے اور میں ان کے آگے چلتا رہا، یہاں تک کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور آپ کو اس بات کی خبر دی۔ پس ابوطلحہ نے فرمایا اے ام سلیم! رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے ہیں۔ اور ہمارے پاس تو اتنا کھانا نہیں ہے جو ان سب کو کھلا سکیں۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ پس ابوطلحہ (باہر نکل کر) چلے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو جا ملے۔ پس رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ آگے بڑھے حتیٰ کہ یہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم سے فرمایا، تمہارے پاس جو کچھ ہے لے آؤ، پس انہوں نے وہ روٹیاں پیش کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان روٹیوں کو توڑا گیا اور ام سلیم نے ان پر گھی کی کپی نچوڑ دی جس نے ان کو سالن والا بنا دیا (یعنی چپڑی روٹی سالن کا کام بھی دے گئی) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس میں جو اللہ نے چاہا کہا (یعنی خیر و برکت کی دعا فرمائی) اور فرمایا، دس آدمیوں کو (کھانے کی) اجازت دو۔ پس ابوطلحہ نے انہیں اجازت دی انہوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ پھر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا، دس آدمیوں کو اجازت دو۔ پس انہیں اجازت دی۔ انہوں نے بھی کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر

ہو گئے اور نکل گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو۔ ابوطلحہ نے اجازت دی، یہاں تک کہ سب لوگوں نے (دس دس کر کے) سیر ہو کر کھانا کھالیا اور یہ ستر یا اسی آدمی تھے۔" (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے پس انہوں نے دس دس آدمیوں کی صورت میں کھانا کھایا یہاں تک کہ ۸۰ آدمیوں نے ایسا کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے اور گھر والوں نے کھانا کھایا۔ ایک اور روایت میں ہے پھر اتنا کھانا بچا کہ پڑوسیوں کو بھی پہنچایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے کہ میں ایک دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے پیٹ پر پٹی باندھی ہوئی دیکھی، میں نے بعض ساتھیوں سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے پیٹ پر پٹی کیوں باندھی ہوئی ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ بھوک کی وجہ سے۔ چنانچہ میں ام سلیم بنت ملحان کے خاوند حضرت ابوطلحہ کے پاس گیا اور کہا ابا جان! میں نے آپ ﷺ کے پیٹ پر پٹی باندھے ہوئے دیکھی ہے تو میں نے آپ کے بعض ساتھیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ پس حضرت ابوطلحہ میری والدہ کے پاس آئے اور کہا کیا کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! میرے پاس روٹی کے کچھ ٹکڑے اور چند کھجوریں ہیں اگر آپ ﷺ ہمارے پاس اکیلے تشریف لائیں تو ہم آپ کو سیر کر دیں گے اور اگر دوسرے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ آئے پھر ان کے لئے یہ کم ہو جائے گا اور باقی حدیث اوپر والی کی طرح بیان کی۔

لغات: ❖ فلفت: لَفَّ (ن) لَفًّا الشَّیْءَ لپیٹنا۔ ملنا۔ جمع کرنا۔ المَیِّتُ فِیْ اَکْفَانِہٖ میت کو کفن میں لپیٹنا۔ اَلشَّیْءَ بِالشَّیْءِ چیز کو چیز سے ملانا۔ جوڑنا۔ ففت فَتَّ (ن) فَتًّا و فَتَّتَ الشَّیْءَ انگلیوں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا۔ کہا جاتا ہے۔ فَتَّ فِیْ سَاعِدِہٖ اس نے اس کو کمزور کر دیا۔

تشریح: اس حدیث کی کئی اہم باتیں

اس حدیث میں بھی نبی کریم ﷺ کے معجزے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں کئی باتیں اہم ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

پہلی بات: "یابتاہ" اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہ کو ابا جان کہا۔ یہ ادب واحترام کی وجہ سے کہا ورنہ حضرت ابوطلحہ یہ حضرت انس کے سگے والد نہیں تھے ان کے سگے والد کا نام مالک بن نضر تھا۔ اور حضرت انس کی والدہ ام سلیم مسلمان ہو گئیں مگر مالک بن نضر نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ ملک شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ام سلیم نے دوسرا نکاح ابوطلحہ سے کیا تو یہ حضرت انس کے سوتیلے والد ہو گئے۔ والد ہونے کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو

بھی ابا جان کہا۔

دوسری بات: "ثُمَّ اَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاَھْلُ الْبَیْتِ" اس کے بعد آپ ﷺ نے اور گھر والوں نے کھانا کھایا۔ اس جملہ سے علامہ نووی استدلال کرتے ہیں کہ میزبان کو پہلے مہمانوں کو کھانا کھلانا چاہئے پھر اگر بچ جائے تو خود کھائے جیسے کہ یہاں پر آپ ﷺ نے اور حضرت طلحہ کے گھر والوں نے کیا۔ (۱)

تیسری بات: "فَاَکَلُوْا عَشَرَۃً عَشَرَۃً" دس دس آدمیوں نے کھایا۔ اس میں دو وجہ ممکن ہے (۱) جگہ تنگ تھی، دس سے زیادہ آدمی بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتے تھے (۲) جس برتن میں کھانا تھا وہ چھوٹا تھا اس لئے بھی دس سے زیادہ آدمی بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الانبیاء تحت باب علامات النبوۃ فی الاسلام وفی کتاب المساجد وفی کتاب الاطعمة، ومسلم فی کتاب الاشربة تحت باب جواز استتباعه غیره الی دار من یثق برضاء بذلک وھکذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۳۸۷ بحوالہ شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ (۲) روضۃ المتقین: ۲/۷۲

(۵۷) بَابُ الْقِنَاعَةِ وَالْعَفَافِ وَالْاِقْتِصَادِ فِی الْمَعِیْشَةِ وَالْاِنْفَاقِ وَذَمِّ السُّؤَالِ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَةٍ

قناعت اور سوال سے بچنے اور معیشت میں میانہ روی اختیار کرنے اور بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی مذمت کا بیان

سب کی روزی اللہ کے ذمہ ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا﴾ (سورۃ ھود: ۶،۷)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور کوئی زمین پر چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے۔"

تشریح: وما علماء نحو فرماتے ہیں لفظ "ما" عموم کے لئے کلام عرب میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے جاندار خواہ وہ جنگل کے درندے ہوں یا فضا کے پرندے یا زمین کے حشرات ہوں یا دریا اور خشکی کے کسی قسم کے بھی جاندار ہوں سب اس

میں داخل ہیں۔ "دابة" ہر وہ جانور جو زمین پر چلے، اس میں پرندے بھی داخل ہیں کیونکہ ان کا بھی آشیانہ زمین پر ہی ہوتا ہے اور دریائی جانوروں کا بھی تعلق زمین سے ہی ہوتا ہے۔ "اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا" اللہ کے ذمہ ہے ان سب کا رزق۔ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے یہ ذمہ داری اٹھائی ہے ورنہ اللہ پر کسی کا جبر تو نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: جیسے کہ آیت سے معلوم ہو رہا ہے ہر جانور کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے تو ایسے دنیا میں کئی واقعات پیش آتے ہیں کہ بہت سے جانور اور انسان بھوک کی وجہ سے مرجاتے ہیں؟

جواب: اس کے بہت سے جوابات ہیں آسان سا ایک جواب یہ ہے کہ ہر جاندار پر موت تو آتی ہے اور موت کے آنے کے لئے بہت سے اسباب ہیں مثلاً جل جانا، مریض ہو جانا، حادثہ ہو جانا ان اسباب میں سے بعض لوگوں کے لئے بھوک کا ہونا اور غذا کا نہ ملنا بھی سبب ہوتا ہے۔

اصل فقیر وہ ہے جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (سورۃ البقرہ: ۲۷۳)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ (صدقات کا) اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور ناواقف ان کو مال دار خیال کرتا ہے ان کے سوال سے بچنے کے سبب سے، تم ان لوگوں کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو، وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے۔"

تشریح: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: یہاں فقراء سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو دینی مشغولیت کی وجہ سے دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے۔ "تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ" مطلب یہ ہے کہ بھوک اور دکھ کی وجہ سے ان کے چہروں کی زردی اور لباس کی بوسیدگی سے وہ پہچانے جاسکتے ہیں۔ "سِيْمَاهُمْ" کسی چیز کی وہ خصوصی علامت جس سے وہ چیز پہچانی جائے۔ (۱)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسئلہ یہ استنباط کیا ہے کہ علامات کو دیکھ کر حکم لگانا صحیح ہے جیسے کہ کوئی آدمی مرجائے اور اس کا ختنہ بھی نہیں ہوا ہے تو اب ایسے شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ (۲)

لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لپٹ کر نہیں مانگتے بغیر لپٹے مانگتے ہیں

مگر جمہور مفسرین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سوال بالکل ہی نہیں کرتے۔ (۳)

(۱) معارف القرآن: ۱/۶۴۲، تفسیر مظہری: ۲/۸۷ (۲) قرطبی: ۲/۳۳۹ (۳) قرطبی: ۲/۳۳۹، تفسیر مظہری: ۲/۸۷ وکذا ابن کثیر: ۱/۳۲۳

ایمان والے بخل اور اسراف نہیں کرتے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾

(سورة الفرقان: ٦٧)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ جب وہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں ان کا خرچ کرنا اعتدال سے ہوتا ہے۔''

تشریح: اس آیت میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں (۱) ''یسرفوا'' (۲) ''یقتروا اسراف'' کے معنی ہے حد سے تجاوز کرنا، اور حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ، وغیرہ کے نزدیک اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے، اگرچہ ایک ہی پیسہ کیوں نہ ہو۔

لَمْ يَقْتُرُوْا: اس کے معنی ہیں خرچ میں تنگی کرنا، بخل کرنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ ہی سے منقول ہے جن کاموں میں اللہ اور اس کے رسول نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اس میں تنگی کرنا، ان دونوں کے درمیان اعتدال اور میانہ روی کا راستہ ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے نیک بندے مال خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ فضول خرچی سے کام لیتے ہیں۔ (۱)

شریعت میں میانہ روی پسندیدہ ہے

علامہ ابن کثیر نے ایک روایت نقل کی ہے: ''من فقه الرجل قصده فی معیشته'' (۲) انسان کی دانش مندی کی علامت یہ ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص خرچ کرنے میں میانہ روی اور اعتدال سے کام لیتا ہے وہ کبھی فقیر ومحتاج نہیں ہوتا۔ (۳)

(۱) تفسیر مظہری ومعارف القرآن: ۶/۵۰۴
(۲) ابن کثیر: ۳/۳۲۴
(۳) ابن کثیر: ۳/۳۲۴

اللہ نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۝ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعِمُوْنِ﴾ (سورة الزاريات: ٥٦، ٥٧)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور میں نے جن و انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں، میں ان سے رزق رسائی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔“

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جنات اور انسان کو عبادت کے سوا کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا۔

ایک سوال اور اس کے چار جوابات

سوال: اللہ نے جنات و انسان کو عبادت کے لئے بنایا ہے مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے کہ اکثر عبادت سے دور ہیں تو کیسے ممکن ہوا کہ اللہ کی مشیت کے خلاف ہو گیا۔

پہلا جواب: اس کے مفسرین نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ (۲) حضرت ضحاک اور سفیان کے یہاں مؤمن جن اور انسان مراد ہیں اور وہ تو عبادت میں لگے رہتے ہیں اس قول کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت سے ہوتی ہے کہ ان کی قرأت میں اس طرح ہے ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْا“

دوسرا جواب: حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہاں پر ”لیعبدون“ لیعرفون کے معنی میں ہے کہ انسان اور جنات مجھ کو پہچان لیں تو اللہ کو جہاں مسلمان پہچانتے ہیں وہاں کافر بھی اللہ کو پہچانتے ہیں۔

تیسرا جواب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر اس طرح نقل کی گئی ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنات اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ انہیں عبادت کا حکم دوں جیسے کہ قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے: ”وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا“

چوتھا جواب: انسان اور جنات کی پیدائش میں استعداد اور صلاحیت عبادت کرنے کی رکھی گئی ہے کوئی بھی کوشش کرے وہ عبادت کرسکتا ہے اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے: ”كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ“ ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے کہ اس میں اللہ کی عبادت کرنے کی بھی استعداد ہوتی ہے اور اس کے علاوہ کی بھی۔ (۲)

مَا نُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِّزْقٍ اللہ نے انسان اور جنات کو پیدا فرمایا مگر کمانے کے لئے نہیں جیسے کہ لوگ غلام خریدتے ہیں اپنے نفع کے لئے کہ وہ کمائی وغیرہ میں مدد کریں گے مگر اللہ ان سب چیزوں سے بالاتر ہیں۔ (۳)

(۱) معارف القرآن: ۸/۱۷۳ (۲) قرطبی: ۹/۵۵، ابن کثیر: ۴/۲۳۸، مظہری: ۱۱/۱۱۷ (۳)

﴿واما الا حادیث، فتقدم معظمها فی البابین السابقین ومما لم یتقدم﴾

اصل مالداری دل کی مالداری ہے

(۵۲۲) ﴿عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غنی النَّفْسِ﴾ (متفق علیه)

"اَلعَرَضَ" بَفَتحِ الْعَینِ وَالرَّاءِ. هُوَ الْمَالُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: غنی مال واسباب کے زیادہ ہونے کا نام نہیں غنی تو نفس کے استغناء کا نام ہے۔" (بخاری ومسلم)

"اَلْعَرَضُ" بِفَتحِ الْعَیْنِ وَالرَّاءِ: مال کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ اَلْعَرَضُ: اسباب۔ سامان۔ جمع۔ عروض، عَرَضَ (ض) عَرَضًا الشَّیْءَ بِفُلاَنٍ پیش کرنا۔ الشَّیْءِ عَلَیْهِ دکھلانا۔ اَلْمَتَاعَ لِلْبَیْعِ سامان کوفروخت کے لئے خریداروں کے سامنے پیش کرنا۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں تھوڑی سی وضاحت آتی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! کیا تمہارا خیال ہے کہ مال کی کثرت غنی ہے؟ میں نے عرض کیا بے شک۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ مال کی قلت فقر ہے؟ میں نے عرض کیا بے شک۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ غنی تو صرف دل کا غنا ہے اور فقر صرف دل کا فقر ہے۔ (۱)

اور یہ حقیقت ہے کہ آدمی کے پاس جتنا بھی مال ہو اگر اس کا دل غنی نہیں تو وہ خرچ کرنے میں بخل سے کام لے گا۔ ہر وقت اس کو اپنے مال کے ختم ہونے کا خطرہ رہے گا اس کے بخلاف اگر آدمی کا دل غنی ہے تو وہ خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لے گا اور اس کو مال کے جمع کرنے کی فکر نہیں رہے گی بلکہ اللہ کی خوشنودی کی فکر رہتی ہے بقول شاعر

زندگی ہے امر اللہ، زندگی اک راز ہے   قلب کہے اللہ اللہ زندگی کا ساز ہے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب الغنی النفس ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب لیس الغنی عن کثرة العرض واحمد ۷۳۲۰/۳ والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۶۷۹.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ فی الترغیب والترہیب وابن حبان (۲) روضۃ المتقین: ۷۵/۲

کامیاب وہ ہے جس کو اسلام کے اندر قناعت کی دولت مل گئی

(۵۲۳) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کرلیا اور بقدر ضرورت اس کو رزق دیا گیا اور اللہ نے جو کچھ اس کو دیا اس پر اس کو قناعت کی توفیق بھی حاصل ہوگئی۔''

لغات: افلح: الرَّجُلُ مطلوب میں کامیاب ہونا۔ کوشش میں کامیاب ہونا۔ کام کا درست ہونا۔ بِالشَّیْءِ زندگی گزارنا۔ فَلَحَ (ف) فَلْحًا الارْضَ زمین جوتنا۔ فُلانًا مکر کرنا۔

تشریح: یہ حدیث "باب فضل الجوع واخشونة العیش الخ" میں گزر چکی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ: دنیا اور آخرت دونوں جگہ کی کامیابی اس کے حصے میں ہوگی، جس کو اللہ جل شانہ نے اسلام اور ایمان کی دولت نصیب فرمادی ہو (کیونکہ اس کے بعد آج جو کچھ بھی کرے آخرت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔)

بقدر کفایت روزی مل گئی

رُزِقَ كَفَافًا کفاف: اتنی روزی کہ جو نہ زیادہ ہو اور نہ کم۔ اس کو کفاف بمعنی رکنا اس لئے ہی کہتے ہیں کہ اتنی روزی ملنے کے بعد یہ شخص سوال کرنے سے رک جاتا ہے۔ نیز اس حدیث میں ایسے لوگوں کی خصلت کا بیان ہے جو بقدر ضرورت روزی پر راضی رہتے ہیں کسی سے شکایت نہیں کرتے۔ نیز اس جملہ میں یہ بھی ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے مناسب روزی کفاف والی یعنی بقدر ضرورت والی ہے۔ کیونکہ مال داری آدمی کو متکبر بنا دیتی ہے اور فقیری وغربت آدمی کو ذلیل کر دیتی ہے بقدر کفاف میں دونوں ہی خطروں سے آدمی مامون رہتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب الکفاف والقناعة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت تک کسی سے کوئی چیز نہیں لی

(۵۲۴) ﴿وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ: "يَا حَكِيْمُ، إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ، فَمَنْ

أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَىٰ" قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ، فَيَأْبَىٰ أَنْ يَقْبَلَهُ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَيَأْبَىٰ أَنْ يَقْبَلَهُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، أُشْهِدُكُمْ عَلَىٰ حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَهُ اللّٰهُ لَهُ فِي هٰذَا الْفَيْءِ، فَيَأْبَىٰ أَنْ يَأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ﴾ (متفق علیه)

"یرزا" براء ثم زای ثم همزة، ای: لم یاخذ من احد شیئا واصل الرزء: النقصان، ای: لم ینقص احدا شیئا بالاخذمنه. و "اشراف النفس": تطلعها وطمعها بالشیء و "سخاوة النفس": هی عدم الاشراف الی الشیء، والطمع فیه، والمبالة والشَّرَه.

ترجمہ: ''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ ﷺ نے پھر عطا فرمایا۔ پھر سوال کیا پھر عطا فرمایا۔ پھر فرمایا: اے حکیم بے شک یہ مال سرسبز اور شیریں ہے پس جو شخص سخاوت نفس کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس بیمار کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

حضرت حکیم کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ آپ ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حکیم کو بلایا تا کہ انہیں کچھ دیں لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انہیں کچھ دینے کے لئے بلایا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم گواہ رہنا کہ میں حضرت حکیم کو اس کا وہ حق دینا چاہتا ہوں جو اللہ جل شانہ نے اس مال فیء میں ان کے لئے مقرر کیا ہے لیکن وہ اسے لینے سے انکار کر رہے ہیں پس حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے بعد سے اپنی وفات تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔ "یرزأ" را پھر زا پھر ہمزہ بمعنی کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ "رزء" بمعنی نقصان، یعنی کسی سے کوئی چیز لے کر اس

کی چیز میں کمی نہیں کی "اشراف نفس" کسی چیز کی طرف جھانکنا، اور اس کا لالچ کرنا۔ "سخاوۃ نفس" کسی چیز کی طرف نہ جھانکنا اور نہ لالچ کرنا اور اس کی پرواہ نہ کرنا۔ اور حرص نہ کرنا۔

لغات: لاأرزأ: رزأ ورزأ ومرزئة الرجل ماله کچھ حاصل کرنا، کم کرنا، کم دینا۔ ھو یرزء وہ فیاض وسخی ہے۔

تشریح: سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي: میں نے سوال کیا آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔

سوال کرنے میں تین خرابیوں میں سے ایک خرابی تو ضروری ہے

· عموماً تو تینوں کا اجتماع ہوتا ہے تو تینوں ضروری ہیں۔

حضرت علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں ضرورت کے وقت سوال کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں کیونکہ اس میں تین خرابیوں میں سے کوئی ایک خرابی لازم آتی ہے جو حرام ہے۔

❶ اللہ تعالیٰ کی شکایت کا اظہار ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنگی ہے۔

❷ مانگنے والے کا اپنے نفس کو غیر اللہ کے سامنے ذلیل کرنا ہے۔

❸ جس سے سوال کیا جا رہا ہے اس کی اکثر ایذا ہوتی ہے۔ کہ خوشی سے وہ نہیں دیتا محض شرم وحیا سے وہ دے دیتا ہے اور اگر انکار کرے تو اس کو اس پر بھی رنج ہوتا ہے۔

لَا اَرْزَأُ اَحَدًا بَعْدَکَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا: میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ علماء نے لکھا ہے کہ بغیر اشراف کے اگر مال ملے تو آدمی کا اس کو لینا جائز ہے مگر جب بھی عزیمت اور فضیلت اسی میں ہے کہ قبول نہ کرے اسی عزیمت پر حضرت حکیم بن حزام نے عمر بھر عمل کیا اور نبی سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا بقول شاعر

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں — اب تو اس دل کو تیرے قابل بنانا ہے مجھے

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الوصایا وفی کتاب الزکاة تحت باب الاستعفاف من المسئلة، ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، والنسائی، وابن حبان ۳۲۲۰، والدارمی، وعبدالرزاق ۲۰۰۴۱، واحمد ۱۵۳۲۱/۵، وھکذا فی البیہقی ۱۹۶/۴.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ

(۵۲۵) ﴿وَعَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ، وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهُ، فَنَقِبَتْ أَقْدَامُنَا، وَنَقِبَتْ قَدَمِيْ، وَسَقَطَتْ أَظْفَارِيْ، فَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى أَرْجُلِنَا الْخِرَقَ، فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ عَلٰى أَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ. قَالَ أَبُوْبُرْدَةَ: فَحَدَّثَ أَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ، وَقَالَ: مَا كُنْتُ أَصْنَعُ بِأَنْ أَذْكُرَهُ قَالَ: كَأَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَّكُوْنَ شَيْئًا مِّنْ عَمَلِهِ أَفْشَاهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوبردہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ گئے اور ہم چھ آدمی تھے ہمارے درمیان ایک اونٹ تھا، جس پر ہم باری باری سوار ہوتے پس پیدل زیادہ چلنے کی وجہ سے ہم سب کے پیر زخمی ہو گئے تھے اور میرا پیر بھی زخمی ہو گیا تھا۔ اور میرے پیروں کے ناخن گر گئے تھے، پس ہم نے اپنے پیروں پر کپڑے کے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ پس اس غزوہ کا نام ہی غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا کیونکہ ہم نے اپنے پیروں پر چیتھڑے باندھے تھے۔ ابوبردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ نے یہ روایت بیان کی پھر اسے ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ میں اسے بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔ راوی حدیث (حضرت ابوبردہ) بیان کرتے ہیں گویا آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ ان کے نیک اعمال کا افشاء ہو۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نقبت: نَقِبَ (س) نَقَبًا الخُفُّ الْمَلْبُوْسُ پہنے ہوئے موزے کا پھٹا ہوا ہونا۔ البَعِيْرُ اونٹ کا گھسے ہوئے کھر والا ہونا۔ الرجل پہاڑی راستوں میں چلنا۔ فی البلاد ملک میں جانا۔

تشریح: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ: اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ ذات الرقاع کے سفر کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔

غزوہ ذاتِ الرقاع کہنے کی وجہ

فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ: بعض محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں ”رقاع“ کہتے ہیں چیتھڑے کو۔ اور اس سفر میں جیسے کہ حدیث بالا میں بھی ہے کہ زیادہ چلنے کی وجہ سے صحابہ کرام کے پاؤں میں آبلے پڑے گئے تھے اس وجہ سے انہوں نے چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ علامہ ابن کثیر نے فرمایا ذات الرقاع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس غزوے میں صحابہ نے رنگ برنگے کپڑوں کے جھنڈے بنائے تھے۔ (۱) شعر ؎

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے — میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے

یا بعض کے نزدیک ذات الرقاع اصل میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس میں مختلف رنگوں کے نشانات ہیں، آپ ﷺ نے

وہاں قیام فرمایا تھا اس لئے اس کا نام ذات الرقاع ہو گیا۔ (۲)

غزوہ ذات الرقاع کا سبب

آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ غطفان کے دو قبیلے بنو محارب اور بنو ثعلبہ نے مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع کیا ہے آپ ﷺ نے اس سے پہلے کہ وہ پیش قدمی کریں۔ مختلف چار سو صحابہ کو لے کر تشریف لے گئے۔ (۳)

وَنَحۡنُ سِتَّةُ نَفَرٍ: ہم چھ آدمی تھے مطلب یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کی مختلف ٹولیاں اور جماعتیں بنا دی تھیں جس جماعت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے اس جماعت میں بھی چھ آدمی تھے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس غزوہ میں کل چھ ہی آدمی تھے)۔ (۴)

كَأَنَّهُ أَنۡ يَّكُوۡنَ شَيۡئًا مِّنۡ عَمَلِهِ أَفۡشَاهُ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غزوے میں اپنی شرکت کو تو بیان کر دیا لیکن اس بات کو انہوں نے پسند نہ کیا کہ ان کے کسی نیک عمل کا لوگوں کو پتہ چلے گا کہ اس سے آدمی میں ریا کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المغازی تحت باب غزوة ذات الرقاع ومسلم فی کتاب الجهاد والسیر تحت باب غزوة ذات الرقاع وابن حبان ٤٧٣٤، وهكذا فی البیهقی ٢٥٨/٥.

راوی حدیث حضرت ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عامر، ابوبردہ کنیت ہے، یہ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری کے صاحبزادے تھے۔ حضرت ابوبردہ نے زیادہ تر علم حضرت عبداللہ بن سلام سے حاصل کیا اور ساتھ ساتھ اپنے والد سے بھی علم حاصل کیا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"ابو بردة بن ابی موسی الاشعری الفقیه احد الائمة الاثبات" (تذکرۃ الحفاظ: ۸۳/۱)

امام نووی تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (۱۷۹/۲)

علامہ ابن سعد فرماتے ہیں: "کان ثقة کثیرا الحدیث" احادیث کو کثرت سے روایت کرتے ہیں ثقہ ہیں۔ قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی بنے۔ (شذرات الذہب: ۱۲۶/۱) اس کے بعد ان کے لڑکے بلال قاضی بنے۔ (ابن سعد: ۱۸۷/۵)

وفات: ۱۰۴ھ میں ہوئی۔ (ابن سعد: ۱۸۷/۵)

نیز راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ: ۸۳/۴ (۲) طبقات ابن سعد: ۶۱/۲ والبدایۃ والنہایۃ ایضاً
(۳) طبقات ابن سعد: ۶۱/۲ (۴) فتح الباری: ۴۱۷/۷

عمرو بن تغلب کے استغنا کی گواہی خود نبی کریم ﷺ نے دی

(۵۲۶) ﴿وَعَنۡ عَمۡرِو بۡنِ تَغۡلِبَ بِفَتۡحِ التَّاءِ الۡمُثَنَّاةِ فَوۡقَ وَإِسۡكَانِ الۡغَيۡنِ الۡمُعۡجَمَةِ وَكَسۡرِ اللَّامِ.

رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ أَوسَبيٍ فَقَسَّمَهُ، فَأَعطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ اَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا، فَحَمِدَاللّٰهَ، ثُمَّ أَثنیٰ عَلَيهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَمَّا بَعدُ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأُعطِي الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعطِي، وَلٰكِنِّي إِنَّمَا أُعطِي أَقوَامًا لِمَا أَریٰ فِي قُلُوبِهِم مِنَ الجَزَعِ وَالهَلَعِ، وَأَكِلُ أَقوَامًا إِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِي قُلُوبِهِم مِنَ الغِنیٰ وَالخَيرِ، مِنهُم عَمرُو بنُ تَغلِبَ" قَالَ عَمرُو بنُ تَغلِبَ: فَوَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حُمرَ النَّعَمِ﴿ (رواہ البخاری)

"اَلهَلَعُ": هُوَ أَشَدُّ الجَزَعِ، وَقِيلَ: اَلضَّجَرُ.

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن تغلب (تا پر زبر، غین ساکن اور لام پر زیر) سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ مال یا قیدی آئے آپ نے ان کو تقسیم فرمایا پس کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا آپ کو جب یہ بات پہنچی کہ جن کو آپ ﷺ نے نہیں دیا۔ انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (آپ نے خطبہ دیا) آپ نے اللہ کی تعریف و ثنا کے بعد فرمایا: اما بعد! اللہ کی قسم میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا، وہ لوگ جن کو میں چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے ان سے زیادہ محبوب ہیں جن کو میں دیتا ہوں۔ میں ان کو صرف اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور سخت بے چینی دیکھتا ہوں اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں استغنا وغیرہ موجود ہے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں ان میں سے عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ عمرو بن تغلب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کی اس بات کے مقابلے میں سرخ اونٹ بھی لینا پسند نہیں کروں گا۔''

"الھلع" شدید گھبراہٹ کو کہتے ہیں اور بعض نے بے قراری کا بھی ترجمہ کیا ہے۔

لغات: ❖ عتبوا: عَتَبَ (ن ض) عَتبًا وعُتبَانًا ومَعتبًا ومَعتَبَةً مَعتِبَةً عَلَيهِ سرزنش کرنا۔ خفگی کرنا۔

تشریح: اُتِيَ بِمَالٍ اَو بِسَبيٍ فَقَسَّمَهُ: کچھ مال یا قیدی آئے تو آپ نے تقسیم فرما دیا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی کہیں سے آتا تو اس کو آپ ﷺ لوگوں میں تقسیم فرماتے مختلف پہلو کو دیکھ کر مثلاً زیادہ ضرورت مند یا حاجت مند ہو۔ اور کچھ تالیف قلب کے لئے بھی دیتے کہ جن کے بارے میں امید ہوتی کہ ان کافروں کو دے دوں وہ مسلمان بن جائیں گے یا ایسے لوگوں کو جن کے بارے میں آپ ﷺ کو معلوم ہوتا کہ اگر ان کو نہ دیا جائے تو یہ بے قراری اور کمزوری کا مظاہرہ کریں گے۔

مِنهُم عَمرُو بنُ تَغلِبَ: کہ عمرو بن تغلب یہ قناعت والے ہیں اس جملہ میں حضرت عمرو بن تغلب کی بہت فضیلت اور اعزاز ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو دل کی قناعت والا فرمایا ہے۔ "حُمرُ النَّعَمِ" یہ جملہ حضرت عمرو بن تغلب کو سرخ اونٹ

سے محبوب تھا۔ سرخ اونٹ عرب میں سب سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ یہ اونٹ وغیرہ تو دنیا میں ہی ختم ہو جائیں گے مگر رسول اللہ ﷺ کی تعریف یہ تو انسان کو جنت میں لے جانے کا سبب بنے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجمعة تحت باب من قال فی الخطبة بعد الثناء "اما بعد؟".

راوی حدیث عمرو بن تغلب کے مختصر حالات:

نام: عمرو، والد کا نام تغلب، قبیلہ اکثر لوگوں کے نزدیک نمیری تھا۔ آخری عمر میں بصرہ میں منتقل ہو گئے تھے۔ ان سے دو حدیثیں مروی ہیں اور دونوں ہی بخاری شریف میں ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین: ۲/۷۹

اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے

(۵۲۷) ﴿وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفُّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ﴾ (متفق عليه)

وهذا لفظ البخاری، و لفظ مسلم اخصر.

ترجمہ: ''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور خرچ کرنے کی ابتدا ان لوگوں سے کرو جن کی کفالت تمہارے ذمے ہے اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے اور جو لوگوں سے (استغنا) بے نیازی اختیار کرے اللہ جل شانہ اسے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) الفاظ بخاری کے ہیں مسلم میں الفاظ مختصر ہیں۔''

لغات: تعول: عَالَ (ن) عَوْلًا عِيَالَةً. عُوُوْلًا. الرَّجُلُ عِيَالَهٗ آل واولاد کے معاش کی کفالت کرنا۔ الیتیم کفالت کرنا۔ کہتے ہیں۔ عَالَ عَوْلُهٗ عِيْلَ عَوْلُهٗ اس کی ماں نے اسے گم کر دیا۔

تشریح: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ مراد دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

بہترین صدقہ وہ ہے جو آدمی ضرورت سے زائد کا دے

خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى: بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضرورت کے بعد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ صدقہ اتنا دیا

جائے کہ اہل وعیال کے لئے کافی ہوا ایسا نہ ہو کہ صدقہ دے دیا اب اپنے اور اہل وعیال کے پاس کچھ بھی باقی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر کا توکل

اس میں محدثین فرماتے ہیں کہ اگر آدمی میں اللہ کی ذات پر توکل کامل ہو تو اب سب کچھ خرچ کر سکتا ہے جیسے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تمام مال اللہ کے راستہ میں دے دیا اور جب آپ ﷺ نے پوچھا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو۔

اور اگر ابھی تک اللہ کی ذات پر توکل کامل حاصل نہیں ہوا تو پھر ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگ اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو مقدم رکھتے ہوئے صدقہ دیں کہ ان سے جو بچ جائے اس کو صدقہ کر دیں۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب لا صدقة الا عن ظهر غنی ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب النفقة علی العیال.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۹) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق: ۲/۲۷۹

سوال کرنے میں اصرار نہیں کرنا چاہئے

(۵۲۸) ﴿وَعَنْ أَبِی سُفْیَانَ صَخْرِ بْنِ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمُسْأَلَةِ، فَوَاللّٰهِ لَا یَسْأَلُنِیْ أَحَدٌ مِنْكُمْ شَیْئًا، فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْأَلَتُهُ مِنِّیْ شَیْئًا وَاَنَا لَهُ كَارِهٌ فَلَا یُبَارَكُ لَهُ فِیْمَا أَعْطَیْتُهُ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سوال کرنے میں اصرار نہ کرو اللہ کی قسم تم میں سے جو شخص مجھ سے جو کچھ مانگے گا اور میں ناپسندیدگی کے ساتھ اس کو دوں تو اس کو اس مال میں برکت حاصل نہ ہوگی۔" (مسلم)

لغات: ❖ لا تلحفوا: لَحَفَهٗ (ف) لَحْفًا وغیرہ سے ڈھکنا۔ الثَّوْبَ کپڑا پہنانا۔ اَلْحَفَ السَّائِلُ اصرار سے مانگنا۔ الثَّوْبَ کپڑا پہنانا۔ کسی کے لئے لحاف بنانا۔ شَارِبَهٗ مونچھ کو بہت نیچے سے کاٹنا۔

تشریح: لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمَسْئَلَةِ: مبالغہ کے ساتھ مت مانگو۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ سوال کرنا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

سوال کرنے والے کے لئے تین شرطیں

❶ سوال کرنے والا اپنے کو ذلیل نہ کرے۔
❷ مانگنے میں بہت زیادہ اصرار اور مبالغہ کے ساتھ نہ مانگے (جیسے کہ حدیث بالا کا مفہوم ہے)۔
❸ جس سے مانگ رہا ہے اس کو ایذا میں مبتلا نہ کردے۔[1]

وَاَنَالَهٗ کَارِهٌ فَلَا یُبَارَکُ لَهٗ فِیْمَا أَعْطَیْتُهٗ: میں اس کو دینا برا سمجھتا ہوں تو اس مال میں برکت حاصل نہیں ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص انتہائی مبالغہ کے ساتھ مجھ سے سوال کرتا ہے اگرچہ میں اس کو دینا نہیں چاہتا مگر اس کے اصرار پر بھی کچھ اس کو دے دیتا ہوں تو اب میری ناخوشی کی وجہ سے اس مال میں برکت کیسے آسکتی ہے؟[2] اس سے معلوم ہوا کہ طیب نفس سے دیئے ہوئے مال میں برکت ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاۃ تحت باب النهی عن المسالة والنسائی ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سفیان صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) احیاء العلوم (۲) مرقاۃ: ۴/۱۷۴، نزہۃ المتقین: ۱/۳۹۲

کسی سے سوال نہ کرنے پر بھی آپ ﷺ نے بیعت لی

(۵۲۹) وَعَنْ أَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِکِ نِ الْاَشْجَعِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً أَوْ ثَمَانِیَةً أَوْ سَبْعَةً، فَقَالَ: "أَلَا تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" وَکُنَّا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِبَیْعَةٍ، فَقُلْنَا، قَدْ بَایَعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثُمَّ قَالَ: "أَلَا تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَسَطْنَا أَیْدِیَنَا وَقُلْنَا: قَدْ بَایَعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَعَلَامَ نُبَایِعُکَ؟ قَالَ: "عَلٰی أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَالصَّلٰوتِ الْخَمْسِ وَتُطِیْعُوْا" وَأَسَرَّ کَلِمَةً خَفِیَّةً: "وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَیْئًا" فَلَقَدْ رَأَیْتُ بَعْضَ أُولٰئِکَ النَّفَرِ یَسْقُطُ سَوْطُ أَحَدِهِمْ فَمَا یَسْأَلُ أَحَدًا یُنَاوِلُهٗ إِیَّاهُ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک سے روایت ہے کہ ہم ۹ یا ۸ یا ۷، آدمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم نے تھوڑے ہی قبل آپ ﷺ کے ہاتھ میں بیعت کی تھی پس ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے بیعت ہو چکے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا تم رسول اللہ سے بیعت نہیں کرتے؟ پس ہم نے بیعت کے لئے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم

آپ کی بیعت کر چکے ہیں پس اب کس چیز کی بیعت آپ سے کریں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس بات پر کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے۔ پانچوں نمازیں پڑھو گے اللہ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔ عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر ان کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو وہ کسی سے اس کے اٹھا کر دینے کا سوال کرتے نہ تھے۔"

لغات: ❖ یناوله: نَالَ (ن) نَوَالًا وَّنَوْلًا. فَلانًا العَطِيَّةَ وَبِالْعَطِيَّةِ. ونال له العطية وبالعطية عطیہ بخشنا۔ نَالَ يَنَالُ (س) نَيْلًا ونائلًا فیاض ہونا۔ نَاوَلَه مُنَاوَلَةَ الشَّيْءَ دینا یا ہاتھ دراز کر کے دینا۔

تشریح: قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: کچھ عرصہ قبل ہی ہم نے یا رسول اللہ بیعت کی تھی۔ محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس بیعت سے بیعت "لیلۃ العقبۃ" مراد ہے۔ (۱) "عَلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ" ایک مرتبہ چند چیزوں پر بیعت ہوئی اس کے بعد پھر دوبارہ ضرورت ہو پھر بیعت ہو سکتی ہے، نیز اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت ہر عبادت کی چیز پر کی جا سکتی ہے، یہاں پر اللہ کی وحدانیت اور مکارم اخلاق کی بیعت لی گئی ہے۔

وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً: ایک بات آہستہ سے فرمائی۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں سب شریک تھے اس لئے سب سے بیعت لی گئی مگر چند لوگوں سے کہ اس میں سب شریک نہیں کرتے تھے صرف بعض سے یہ بیعت لی جاتی تھی اس لئے آہستہ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ (۲)

يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْأَلُ اَحَدًا: ان کا کوڑا بھی اگر زمین پر گر جاتا تو کسی سے سوال نہ کرتے تھے کوڑے کا تذکرہ کیا کہ یہ معمولی چیز ہے جب اس کے اٹھانے کا سوال نہیں کرتے تو دوسری چیزوں کا تو بدرجہ اولی سوال نہیں کرتے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن جائز چیزوں کی بیعت کی جائے اس کا ہر ممکن اہتمام اور التزام کرنا چاہئے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب كراهية المسالة بالناس وابوداؤد والنسائی وابن ماجه و ابن حبان ۳۳۸۵.

راوی حدیث حضرت ابوعبدالرحمٰن عوف بن مالک الاشجعی کے مختصر حالات:

نام: عوف، والد کا نام مالک، کنیت ابوعبدالرحمٰن، قبیلہ الاشجعی کے تھے۔ خیبر کے غزوہ میں سب سے پہلے شریک ہوئے اور ان کے پاس ہی اسلامی جھنڈا تھا، فتح مکہ کے دن بھی ان کی قوم کا جھنڈا ان کے پاس ہی تھا۔ ملک شام میں رہتے تھے۔ کہتے ہیں وہاں ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا۔

مرویات: ان سے ۶۷ احادیث کتب احادیث میں ملتی ہیں ان میں سے چھ بخاری و مسلم میں ہیں ایک میں امام بخاری منفرد اور باقی میں امام مسلم منفرد ہیں۔

---

(۱) روضۃ المتقین: ۲/۸۱ (۲) نفس مصدر (۳) دلیل الطالبین: ۱/۴۷۱

سوال کرنے والے کے چہرے پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا

(۵۳۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ﴾ (متفق عليه)

"اَلْمُزْعَةُ" بضم الميم واسكان الزاء وبالعين المهملة (القطعة).

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو شخص برابر سوال کرتا رہے گا تو قیامت کے دن جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی۔'' (بخاری ومسلم)

"المُزْعَة" جیم کے پیش اور زا کے سکون کے اور عین مہملہ کے ساتھ ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ مُزْعَةٌ: گوشت یا چربی کا ٹکڑا۔ مِنَ الْمَاءِ پانی کا گھونٹ جمع کرنا۔ مِزَعٌ ومُزَعٌ مُزَعٌ (ف) مَزْعاً الظبى ونحوه ہرن وغیرہ کا آہستہ سے چھانگ مارنا۔

تشریح: وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ: اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی نہیں ہوگی۔ بعض علما فرماتے ہیں قیامت کے دن سوال کرنے والوں کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے وہ چہرہ جو اللہ کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے تھا انہوں نے لوگوں کے سامنے ذلیل کیا اس پر یہ سزا دی جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے ذلت ورسوائی سے۔ اس سے سوال کرنے سے نفرت دلانی مقصود ہے کہ اس سوال کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں ہی جگہ ذلت ورسوائی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزكاة تحت باب من سال الناس تكثراً و مسلم فی کتاب الزكاة تحت باب كراهية المسألة بالناس والنسائی ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۸۲/۲ نزہۃ المتقین: ۲۹۳/۱

دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے

(۵۳۱) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ ذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ: "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى. وَالْيَدُ الْعُلْيَاهِيَ الْمُنْفِقَةُ، وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّائِلَةُ﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ نے صدقہ کا اور سوال سے بچنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والے ہاتھ (سے مراد) خرچ کرنے والا ہاتھ، اور نیچے والے ہاتھ (سے مراد) مانگنے والا ہاتھ ہے۔''

لغات: ❖ ذَكَرَ: (ن) ذِكْرًا اَوْتِذْكَارًا اللہ اللہ تعالیٰ کی پاکی و بزرگی بیان کرنا۔ الشَّیْءَ یاد کرنا۔ لفلان حَدِیْثًا ذکر کرنا۔ الامْرَ اچھی طرح سمجھنا۔ اِسْمَ اللّٰہِ اللہ کا نام لینا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے اسی باب حدیث نمبر (۵۳۰) کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب لا صدقة الا عن ظهر غنی ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب النفقة علی العیال.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

مال کے بڑھانے کے لئے سوال کرنا انگارے کو جمع کرنا ہے

(۵۳۲) ﴿وَعَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا یَسْأَلُ جَمْرًا، فَلْیَسْتَقِلَّ أَوْ لِیَسْتَكْثِرْ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں سے مال میں اضافہ کرنے کے لئے سوال کرتے ہیں تو وہ آگ کے انگارے کا سوال کرتا ہے۔ خواہ کم طلب کرے یا زیادہ طلب کرے۔''

لغات: ❖ جَمْرًا: جَمْرًا (ض) جَمَّرًا واَجْمَرَ وَاسْتَجْمَرَ الْقَوْمُ عَلٰی اَمْرٍ لوگوں کا اکٹھا ہونا، جمع ہونا۔ جَمْرَةٌ چنگاری دینا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت محض مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگنے پر یہ وعید فرمائی جا رہی ہے کہ وہ مال کو جمع نہیں کر رہا بلکہ آگ کے انگارے جمع کر رہا ہے اب اس کی مرضی ہے کہ زیادہ کرے یا کم کرے۔

فَلْیَسْتَقِلَّ اَوْلِیَسْتَكْثِرْ: کم طلب کرے یا زیادہ کرے مطلب یہ ہے کہ حقیر و کمتر چیز کے لئے سوال کرے یا کسی قیمتی اور اعلیٰ چیز کے لئے سوال کرے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب کراهیة المسالة بالناس وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق: ۲/۲۳۱

سوال کرنا ہو تو حاکم وقت سے کرے

(۵۳۳) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْمَسْأَلَةَ كَدٌّ يَكُدُّ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ إِلَّا أَنْ يَّسْأَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا أَوْ فِيْ أَمْرٍ لاَ بُدَّ مِنْهُ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

"اَلْكَدُّ": اَلْخَدَشُ وَنَحْوُهُ.

ترجمہ: "حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوال کرنا ایک عمل جراحی ہے جس کے ذریعے سے آدمی اپنے چہرے کو چھیلتا ہے اور زخمی کرتا ہے مگر یہ کہ حاکم وقت سے سوال کرے یا حالت مجبوری میں سوال کرے جس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔"

لغات: ❖ يَكُدُّ: (ن) كَدًّا سخت کام کرنا۔ روزی تلاش۔ سائل کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا۔ مانگنے میں اصرار کرنا۔ الکد کوشش محنت۔ وہ چیز جس میں کوئی چیز کوٹی جائے جیسے ہاون۔

تشریح:

حاکم وقت سے سوال کرنے کی وجہ

يَسْأَلُ الرَّجُلُ سُلْطَانًا: حاکم وقت سے سوال کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی کو سوال کرنا ہی ہے تو کم از کم ایسے شخص سے سوال کرے جس پر اس کا حق ہے اور وہ حاکم اور بادشاہ ہے کہ تم فقیر ہو تو تمہارا حق بھی بیت المال میں ہے تو اب تم اپنا حق مانگو جس کے تم مستحق ہو تو اب یہ ناجائز نہیں ہوگا۔ (۱)

حالت اضطراری میں سوال کرے

اَوْ فِیْ اَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ: بحالت مجبوری سوال کرے جس سے چارہ کار نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی پر کوئی حال آ گیا جس سے وہ سوال کرنے پر مجبور ہو گیا ہو مثلاً وہ کسی کا ضامن بن گیا یا طوفان و سیلاب کی وجہ سے اس کا نقصان ہو گیا یا کوئی حادثہ و مصیبت کی وجہ سے اس کا مال ختم ہو گیا تو ان حالات میں وہ حالت اضطراری میں پہنچ گیا تو اب اس اضطراری صورت میں وہ مانگ کر اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی وقال حدیث حسن صحیح و ابوداؤد واحمد ۷/۲۰۴۰، وابن حبان

۳۳۹۷، وهكذا في البيهقي ٤/١٩٧.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ: ۴/۱۷۸ امظاہر حق: ۲/۲۳۴ (۲) مرقاۃ: ۴/۱۷۸

جو لوگوں کے سامنے اپنے فقر کو ظاہر کرے تو اس کا فقر ختم نہیں ہوگا

(٥٣٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ، وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ﴾

(رواه ابو داود، والترمذی وقال: حدیث حسن)

"يُوْشِكُ" بِكَسْرِ الشِّيْنِ: أي يُسْرِعُ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو فاقہ پہنچے وہ اس کا لوگوں کے سامنے اظہار کرے تو اس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جو اس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو اللہ جل شانہ جلد یا کچھ دیر میں روزی عطا کر دیتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ حدیث حسن ہے) "یوشک" شین کے زیر بمعنی جلدی کرتا ہے۔''

لغات: لَمْ تُسَدَّ: سَدًّا (س ض) سِدَادًا درست ہونا۔ سَدَّ (ن) سَدًّا الاِنَاءَ برتن بند کرنا۔ الثُّلْمَةَ سوراخ یا رخنہ دور کرنا، درست کرنا۔ البَابَ دروازہ بند کرنا۔

تشریح: لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ: اس کا فاقہ بند نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ آج ایک ضرورت کے لئے اس نے بھیک مانگی اس کی وہ ضرورت پوری ہوگئی تو کل کوئی اس سے زیادہ اہم ضرورت سامنے آجائے گی پھر وہ اس کے لئے پھر بھیک مانگے گا اسی طرح یہ سلسلہ اس کا موت تک چلتا رہے گا اسی وجہ سے ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ قسم کھا کر چند باتیں فرماتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا حق تعالیٰ شانہ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں۔[1] بقول شاعر کے

ہر اک مصیبت کی تہہ میں چھپی رہتی ہے راحت بھی — شب تاریک کے دامن سے ہوتی ہے سحر پیدا

اللہ اس کے فقر کو کیسے ختم کریں گے؟

وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ آجِلٍ: جو اپنے فاقہ کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تو حق تعالیٰ

شانہ اس کو روزی عطا فرماتے ہیں جلد ہو جائے یا کچھ تاخیر ہو جائے ایک اور حدیث میں آتا ہے۔

﴿وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ اَوْشَکَ اللّٰهُ لَهُ بِالغِنٰی اِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ اَوْ غِنًی عَاجِلٍ﴾ (رواہ ابوداود)

اور ایک روایت میں "وَمَنْ اَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ آتَاهُ اللّٰهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ بِمَوْتٍ آجِلٍ" (۲) کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو فقر و فاقہ کو اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے تو اللہ جل شانہ بھی اس کے فقر کو دور فرما دیتے ہیں کبھی موت دے کر اور کبھی مال دے کر اس کا فقر بند کر دیتے ہیں یا کسی اور کی موت سے اس کا فقر بند کر دیتے ہیں کہ اس کو وراثت میں یا وصیت میں مال مل جاتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه ابوداؤد فی کتاب الزکاة تحت باب الاستعفاف والترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی الهم فی الدنیا واحمد ۳۶۹۶/۲ واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مشکوۃ روایۃ عن الترمذی (۲) رواہ احمد (۳) فضائل صدقات: صفحہ: ۴۲۵

سوال نہ کرنے پر جنت کی ضمانت

(۵۳۵) ﴿وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَكَفَّلَ لِيْ أَنْ لَّا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا، وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ؟" فَقُلْتُ: أَنَا، فَكَانَ لَايَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا﴾

(رواہ ابوداود باسناد صحیح)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں میں نے عرض کیا کہ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد ثوبان کسی سے بھی کوئی سوال نہیں کرتے تھے (ابوداؤد، اس کی سند صحیح ہے)۔"

لغات: ❖ تَكَفَّلَ: لَهُ بِكَذَا ضامن ہونا۔ كَفَلَ (ن) كِفلاً و كَفَالَةً فُلَانًا کسی کے نان ونفقہ اور خبر گیری کا ذمہ دار ہونا۔

تشریح: لَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا وَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ: لوگوں سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کرے گا میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ حدیث بالا میں سوال نہ کرنے پر یہ بشارت سنائی جا رہی ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سوال نہ کرنے والے کو خاتمہ بالخیر کی سعادت نصیب ہوگی تب ہی تو وہ جنت میں جائے گا۔ (۱)

نیز اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ بغیر عذاب کے ابتداءً جنت میں داخل ہوگا ورنہ مؤمن تو کبھی نہ کبھی جنت میں

جائے گا ہی۔ (۲)

مگر اس سے حالت اضطراری کی مستثنیٰ ہے

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سوال نہ کرنے میں اضطراری حالت مستثنیٰ ہے۔ مثلاً موت کا خوف ہے یا ایسی شدید قسم کی ضرورت ہو اس میں دوسرے سے مانگے بغیر چارہ کار ہی نہ ہو تو اب سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه ابو داود فی کتاب الزکاة تحت باب کراهیة المسالة واحمد ۸/۲۲۴۴۸ ایضاً.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۲/۸۵ (۲) مظاہر حق: ۲/۲۴۰ (۳) مرقاۃ: ۴/۱۸۴

تین شخصوں کے لئے سوال کرنا جائز ہے

(۵۳۶) ﴿وَعَنْ أَبِی بِشْرٍ قَبِیصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِیْهَا، فَقَالَ "أَقِمْ حَتّٰى تَأْتِیَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَکَ بِهَا" ثُمَّ قَالَ "یَا قَبِیصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى یُصِیبَهَا ثُمَّ یُمْسِکُ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى یُصِیبَ قِوَامًا مِّنْ عَیْشٍ، أَوْ قَالَ: سِدَادًا مِّنْ عَیْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ، حَتّٰى یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِی الْحِجٰى مِنْ قَوْمِهٖ: لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ، فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى یُصِیبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْ قَالَ سِدَاداً مِنْ عَیْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْأَلَةِ یَاقَبِیصَةُ سُحْتٌ، یَأْکُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا"﴾ (رواه مسلم)

"اَلْحَمَالَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ: أَنْ یَّقَعَ قِتَالٌ وَنَحْوُهٗ بَیْنَ فَرِیْقَیْنِ، فَیُصْلِحُ اِنْسَانٌ بَیْنَهُمْ عَلٰى مَالٍ یَتَحَمَّلُهٗ وَیَلْتَزِمُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ "الْجَائِحَةُ" اَلْآفَةُ تُصِیبُ مَالَ الْإِنْسَانِ، وَ"الْقِوَامُ" بِکَسْرِ الْقَافِ وَفَتْحِهَا: هُوَ مَا یَقُوْمُ بِهٖ أَمْرُ الْإِنْسَانِ مِنْ مَالٍ وَنَحْوِهٖ. وَ "السِّدَادُ" بِکَسْرِ السِّیْنِ: مَا یَسُدُّ حَاجَةَ الْمُعْوِزِ وَیَکْفِیْهِ وَ "الْفَاقَةُ" اَلْفَقْرُ وَ "الْحِجٰى": اَلْعَقْلُ.

ترجمہ: "حضرت ابوبشر قبیصہ بن مخارق سے روایت ہے کہ میں نے ضمانت کو اپنے ذمہ لے لیا اس سلسلہ میں، میں آپ ﷺ کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو تا کہ ہمارے پاس صدقے کا مال آئے پھر ہم اس سے تمہاری مدد کریں گے اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا اے قبیصۃ! سوال کرنا

صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے ① ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت اٹھالی اس کے لئے سوال کرنا حلال ہے یہاں تک کہ ضرورت کے مطابق اس کو حاصل کرلے پھر وہ رک جائے۔ ② وہ آدمی جو کسی آفت یا حادثے کا شکار ہو جائے جس نے اس کے مال کو تباہ و برباد کر دیا اس کے لئے بھی اس حد تک سوال کرنا جائز ہے جس سے وہ اپنی گزران کے مطابق مال حاصل کرے۔ ③ وہ شخص جو فاقے کی حالت کو پہنچ جائے یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عقل مند آدمی اس کی گواہی دے دیں کہ فلاں آدمی فاقے میں مبتلا ہے تو اس کے لئے بھی سوال کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ وہ گزران کے مطابق مال حاصل کرلے (یا فرمایا) جو اس کی حاجت کو پورا کردے اس کے سوا اے قبیصۃ! سوال کرنا حرام ہے اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔"

"الحمالة" حا پر زبر بمعنی دو فریقوں کے درمیان لڑائی وغیرہ ہو جائے پھر کوئی شخص ان کے درمیان مال پر صلح کروادے اور مال کی ذمہ داری خود اٹھالے "جائحة" بمعنی ایسی آفت جو انسان کے مال کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ "والقوام" قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے بمعنی مال یا اس طرح کی کوئی چیز جس سے انسان کا معاملہ درست ہو جائے "سداد" سین کے زیر کے ساتھ بمعنی ضرورت مند کی حاجت کو پورا کردے۔ اور وہ اسے کافی بھی ہو جائے۔ "والفاقة" بمعنی فقیری۔ "الحِجیٰ" عقل کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ جائحة: بلا ہلاکت۔ بڑی آفت۔ سنةٌ جائحة خشک سال۔ جمع جائحات و جوائح. جَاحَ (ن) جُوحًا سیدھے راستے سے ہٹ جانا۔ جَاحَهٗ جُوحًا و جِیاحةً و اَجَاحَهٗ و اِجْتَاحَهٗ جڑ سے اکھیڑنا۔ ہلاک کرنا۔

تشریح: لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ: تین آدمیوں کے سوا کسی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ پہلا شخص: یہ ہے کہ۔

تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ: جس نے کسی کی ضمانت اٹھالی تو اب اس کے لئے سوال کرنا جائز ہوگا۔

حَمَالَةٌ اس مال کو کہتے ہیں جو کسی شخص پر بطور دیت کے ضروری ہو گیا ہو کہ اس نے جھگڑے کو نمٹانے کے لئے مال کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس وجہ سے وہ قرض ادا ہو جائے تو اب اس کو سوال کرنا جائز ہو جائے گا۔ دوسرا شخص "وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَة" مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آفت و مصیبت مثلاً قحط و سیلاب وغیرہ میں مبتلا ہو گیا اور اس میں اس کا سارا مال ضائع و ہلاک ہو گیا تو اب اس کے لئے بھی سوال کرنا جائز ہوگا۔ تیسرا شخص: "وَرَجُلٌ اَصَابَتْهُ فَاقَةٌ" مطلب یہ ہے کہ امیر ہو مگر اس پر کوئی ایسی سخت حاجت پیش آ جائے مثلاً گھر کا سارا مال چوری ہو گیا یا کسی بھی حادثہ میں وہ فقیر ہو گیا تو اس کے لئے بھی سوال کرنا جائز ہوگا۔ "حَتّٰی یَقُوْلَ ثَلَاثَةٌ" اس کی فقیری پر تین سمجھ دار آدمی گواہی دے دیں کہ یہ شخص حقیقتاً فقیر ہو گیا ہے یہ مستحب کے درجہ میں ہے۔ دوسرا اس میں یہ بات بھی ہے کہ سوال کرنے کے راستے کو روکنا ہے کہ ہر آدمی سوال نہ کرنا شروع کردے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب من تحل له المسالة واحمد ١٥٩١٦/٥

وابوداود والنسائي والدارمي وابن حبان ۳۲۹۱ وهكذا في البيهقي ۶/۷۳.

راوی حدیث حضرت ابوبشر قبیصۃ بن المخارق کے مختصر حالات:

نام: قبیصۃ والد کا نام مخارق، اور کنیت ابوبشر تھی سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ قبیصۃ بن مخارق بن عبداللہ بن شداد بن ربیعۃ بن نہیک بن حلال بن عامر الحلالی البصری۔ اپنے قبیلہ کے ساتھ وفد کی شکل میں آکر مسلمان ہوئے، بصرہ کے رہنے والے تھے۔ (تقریب)

ان سے چھ احادیث مروی ہیں ان میں سے ایک مسلم میں ہے اور ابوداؤد اور نسائی میں بھی ان سے کئی روایات موجود ہیں۔

لوگوں کے گھروں کا چکر لگانے والا فقیر نہیں ہے

(۵۳۷) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ، وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ، وَلٰكِنَّ الْمِسْكِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ، وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ، وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے گھروں کا چکر لگائے اور ایک ایک دو دو لقمے یا ایک ایک دو دو کھجوریں اس کو وہاں سے لوٹا دیں۔ لیکن اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے دوسروں سے مستغنی کر دے اور نہ اس کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے مانگنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔''

لغات: ❖ یطوف: طَافَ (ن) طَوْفًا وطَوَافًا طُوْفَانًا بِالْمَكَانِ وحَوْلَهُ چاروں طرف گھومنا۔ چکر لگانا۔ فِي الْبِلَادِ ملک میں پھرنا۔

تشریح: لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ: مسکین وہ نہیں جو لوگوں (کے گھروں) کا چکر لگائے۔

اس جملہ میں ترغیب دی جا رہی ہے پیشہ ور قسم کے گداگروں کو دینے کے بجائے صدقہ ضرورت مند مسکینوں کو دیا جائے۔

جو عموماً لوگوں کے گھروں کا چکر لگاتے ہیں وہ دراصل مسکین نہیں وہ تو ایک قسم کے تاجر ہوتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سائل کی آواز سنی تو آپ نے کسی سے فرمایا کہ اس کو کھانا کھلا دو اس نے کھلا دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سائل کی آواز سنی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کھانا کھلانے کو کہا تھا، کھانا کھلانے والے نے عرض کیا کہ کھانا کھلا دیا گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فقیر کی طرف دیکھا تو اس کے بغل میں ایک جھولی پڑی ہوئی تھی جس میں بہت سی روٹیاں تھیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو فرمایا تو فقیر نہیں ہے بلکہ تاجر ہے اور اس کی روٹیوں کو لے کر صدقہ کے اونٹوں کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا پھر ایسا نہ کرنا۔ (۱)

اصل مسکین کون ہے؟

وَلٰكِنَّ الْمِسْكِيْنَ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ: اصل مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے دوسرے سے مستغنی کر دے اس جملہ میں ترغیب ہے کہ مسکین اور ضرورت مند کو تلاش کرے کیونکہ وہ شرم کی وجہ سے گھر پر ہی رہتے ہیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے ان کو شرم آتی ہے اس لئے ایسے کو تلاش کر کے ان کو صدقہ دینا چاہئے جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے۔

﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۝﴾

(سورۃ البقرہ آیت:۲۷۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاۃ تحت باب لا یسألون الناس الحافاً ومسلم فی کتاب الزکاۃ تحت باب المسکین الذی لا یجدغنی الخ واخرجه مالک واحمد ۹۱۲۲/۳ وابن حبان ۳۲۹۸ والنسائی وھکذا فی البیھقی ۱۹۵/٤.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) احیاء العلوم

(۵۸) بَابُ جَوَازِ الْاَخْذِ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَّلَا تَطَلُّعٍ إِلَيْهِ

بلاسوال، بلا لالچ جو مال مل جائے اس کا لینا جائز ہے

بغیر اشراف کے مال ملے تو اس کو لے لینا چاہئے

(۵۳۸) ﴿وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِى الْعَطَاءَ، فَأَقُوْلُ اَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّىْ. فَقَالَ: "خُذْهُ، إِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَىْءٌ، وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ، فَخُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ فَإِنْ شِئْتَ كُلْهُ وَإِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهٖ، وَمَالَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ" قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا، وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهُ﴾ (متفق علیه)

"مُشْرِفٌ" بِالشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ: أَىْ مُتَطَلِّعٌ إِلَيْهِ.

ترجمہ: ''حضرت سالم اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مجھے عطیہ دیتے تو میں کہتا یہ آپ اس کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے تو آپ فرماتے اس کو لے لو۔ جب تمہارے پاس کوئی مال اس طرح آئے کہ تم کو اس کی حرص وطمع نہ ہو اور نہ اس کے بارے میں تم نے سوال کیا ہو تو اسے لے لو اور اس کو اپنے مال میں شامل کر لو پھر اگر تم چاہو تو اسے کھالو اور اگر تم چاہو تو اسے صدقہ کر دو اور جو مال اس طرح نہ ملے تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔ حضرت سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے اور کوئی چیز آپ کو بغیر مانگے مل جاتی تو اسے لینے سے انکار بھی نہیں فرماتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

''مشرف'' شین کے ساتھ بمعنی اس کی طرف میلان ہو اور جھانک رہا ہو یعنی دل میں اس کی حرص وطمع رکھنے والا ہو۔

لغات: ❖ فَتَمَوَّلْهُ: مَالَ (ن س) مَوْلًا ومُوُوْلًا بہت مال والا ہونا۔ مالدار ہونا۔ مَوَّلَهُ مال دار بنانا۔ تَمَوَّلَهُ الْمَالَ جمع کرنا۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نقل کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عامر نے کچھ دراہم اور کچھ کپڑے حضرت عائشہ کو بھیجے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میری عادت کسی سے کچھ لینے کی نہیں ہے جب لانے والا واپس جانے لگا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بلایا اور اس کے ہدیہ کو قبول کر لیا اور فرمایا کہ مجھے ایک بات یاد آئی کہ آپ ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ اے عائشہ! بغیر طلب کے کوئی چیز ملے تو اس کو لے لینا چاہئے وہ اللہ کی طرف سے روزی ہے جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے۔ ''وَاَنْتِ غَيْرُ مُشْرِفَةٍ'' کہ تمہیں اس کے ملنے کی حرص وطمع نہ ہو۔ ترغیب میں امام احمد کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ ''اشراف'' کیا ہے؟ تو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ یہ شخص مجھے کچھ دے گا فلاں شخص مجھے کچھ بھیجے گا۔ (۱)

ہدیہ قبول کرنے کے لئے تین باتیں دیکھیں

اس پر امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کسی کے ہدیہ کے قبول کرنے میں تین باتیں دیکھنا چاہئیں۔

❶ مال دینے والے کی غرض کہ کس نیت سے دے رہا ہے، صدقہ کی نیت سے یا محبت بڑھانے کے لئے یا اپنی شہرت کے لئے یا رشوت ہے ہدیہ کی صورت میں، اگر ہدیہ ہے تو قبول کرے ورنہ نہ کرے۔

❷ لینے والے کی غرض کیا ہے ضرورت ہو تو لے۔

❸ مال کو دیکھے، کہ یہ حرام کمائی کا تو نہیں، حلال ہو تو قبول کرے ورنہ نہ کرے۔ (۲)

یہی بات صحابہ اور تابعین اور اکابر کی زندگی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ بعض کے ہدیہ قبول کرتے اور بعض کے ہدیہ کو رد کر دیتے تھے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب من اعطی اللّٰہ شیئا من غیر المسألة ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب اباحة الاخذ لمن اعطی من غیر مسالة.

راوی حدیث حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کے مختصر حالات:

یہ عبداللہ بن عمر کے بیٹے ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ عبداللہ تھے اور عبداللہ کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ سالم تھے۔ (ابن سعد: ۱۴۵/۵) علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سالم فقیہ، حجت اور مخصوص علماء میں تھے ان کی ذات علم وعمل دونوں میں جامع تھی۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سالم کی امامت، جلالت، زہد، ورع پر سب کا اتفاق ہے۔

حدیث میں بہت مشہور تھے حدیث کا علم انہوں نے ابو ہریرہ، ابوایوب انصاری، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حاصل کیا، اسی وجہ سے ابن سعد لکھتے ہیں کہ سالم ثقہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں سے تھے (ابن سعد: ۱۴۸/۵)

اور یہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے تھے (اعلام الموقعین: ۳۵/۱) امام مالک ان کے بارے میں فرماتے ہیں: زہد و ورع میں سلف صالحین میں ان سے مشابہ کوئی نہ تھا (تذکرۃ الحفاظ: ۷۷/۱) ان میں چند صفات نمایاں تھیں (۱) بہت زیادہ محتاط (۲) امراء سے بے نیازی (۳) خون مسلم کی حرمت وغیرہ۔

وفات: ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، ہشام بن عبدالملک نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابن سعد: ۱۴۸/۵)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) تہذیب التہذیب: ۴۳۸/۳ (۲) ابن سعد: ۱۴۵/۵ (۳) تذکرۃ الحفاظ: ۷۷/۱۔

---

(۵۹) بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْاَكْلِ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَالتَّعَفُّفِ بِهٖ عَنِ السُّؤَالِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْاِعْطَاءِ

اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے، سوال سے بچنے اور دوسروں کو مال دینے سے گریز نہ کرنے کی ترغیب وتاکید

نماز جمعہ کے بعد تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ﴾

(سورة الجمعه: ۱۰)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو۔''

تشریح: اس آیت سے پہلی آیت میں اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو پھر تم اپنا تجارتی کاروبار کر سکتے ہو۔

نماز جمعہ کے بعد تجارت کرنے میں برکت ہے

ابن کثیر نے بعض سلف صالحین سے نقل کیا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرنا اس میں ستر گنا برکت ہے۔ اسی طرح ابن کثیر نے عراک بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَکَ وَصَلَّیْتُ فَرِیْضَتَکَ وَانْتَشَرْتُ کَمَا اَمَرْتَنِیْ مَا رَزَقْتَنِیْ مِنْ فَضْلِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ﴾ (ابن کثیر، ومعارف القرآن: ۸/۴۴۱)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں نے تمہارے حکم کی اطاعت کی اور تمہارا فرض ادا کیا اور جیسا کہ تم نے حکم دیا ہے نماز پڑھ کر میں باہر جاتا ہوں تو اپنے فضل سے مجھے رزق عطا فرما اور تو تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔''

جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا لے کر فروخت کرنا سوال کرنے سے بہتر ہے

(۵۳۹) ﴿عَنْ أَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ یَأْخُذَ أَحَدُکُمْ أَحْبُلَهُ ثُمَّ یَأْتِیَ الْجَبَلَ، فَیَأْتِیَ بِحِزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰی ظَهْرِهٖ فَیَبِیْعُهَا، فَیَکُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ یَّسْأَلَ النَّاسَ، أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی ایک شخص کا رسیاں لے کر پہاڑ پر جانا کہ ان لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے پھر اسے بیچے، پس اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ذلت سے بچائے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اسے دیں یا نہ دیں۔'' (بخاری)

لغات: ❖ بحزمةٍ: الحُزْمَة لکڑی کا گٹھا۔ حَزَمَهُ (ض) حَزْمًا وحَزْمَةً باندھنا۔ حزم الفرس گھوڑے پر تنگ کسنا۔ حزم (س) حَزَمًا سینہ میں کسی چیز کا پھنس جانا۔ حَزُمَ (ک) حَزْمًا وحَزَامَةً پکے ارادہ والا اور مستقل مزاج ہونا صفت۔ حَازِمٌ جمع حَزَمَة.

تشریح: حدیث بالا میں دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے مقابلے میں اس بات کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاؤ، اگر چہ وہ کام لوگوں کی نظروں میں کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو مگر یہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔[1] کیونکہ ہاتھ پھیلانے میں ذلت ہی ذلت ہے اور اسلام ذلت نفس سے بچاتا ہے اور کرامت نفس کی ترغیب دیتا ہے جیسے ایک شاعر نے کہا ہے ؎

دوستو حکم خداوندی سنو ۔۔۔ اور معاش اپنی میں کچھ محنت کرو

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب الاستعفاف عن المسألة، رواه ابن حبان.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر بن العوام کے حالات حدیث نمبر (۲۰۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۲/۸۹، نزہۃ المتقین: ۱/۳۹۸

مزدوری کرنا سوال کرنے سے بہتر ہے

(۵۴۰) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا، فَيُعْطِيَهٗ أَوْ يَمْنَعَهٗ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہے اور اسے بیچ کر گزارا کرتا ہے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے وہ اس کو دے یا نہ دے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یحتطب: حَطَبَ (ض) حَطْبًا وَاحَطَبَ وَاحْتَطَبَ لکڑی چننا۔ صفت حَاطِبٌ کہتے ہیں، هو حَاطِبُ لَيْلٍ وہ کلام میں رطب و یابس ملانے والا ہے۔

تشریح: لَاَنْ يَّحْتَطِبَ اَحَدُ كُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ: ایک دوسری روایت میں ''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَأْخُذُ اَحَدُ كُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبُ عَلٰى ظَهْرِهٖ''[1] کے الفاظ آئے ہیں۔ کہ ایک شخص لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے۔ اس حدیث میں بھی طلب کسب حلال کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

فقہاء کے نزدیک کمانے میں درجات

فقہاء نے فرمایا ہے کہ کبھی کمانا فرض ہوتا ہے اور کبھی حرام اور کبھی مستحب اور کبھی مباح۔ فرض: اس وقت ہوتا ہے کہ جب کمانے والے اور اس کے اہل و عیال کے لئے اس وقت کی ضرورت کے لئے کافی ہو جائے۔

حرام: اس وقت ہوتا ہے کہ جب کہ تکبر و فخر اظہار کے لئے کمائے۔

مستحب: اس وقت ہوتا ہے جب کہ ضرورت سے زائد کمانا میسر ہوگا بشرطیکہ اس نیت کے ساتھ کمائے۔ کہ جو زائد ہوگا اس کو فقراء، مساکین اور دوسرے مستحق حضرات میں تقسیم کروں گا۔

مباح: اس وقت ہوگا جب کہ وہ ضرورت سے زائد کمائے اس نسبت کے ساتھ کہ اپنی شان وشوکت اور وقار وغیرہ کی حفاظت ہو۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکوة تحت باب الاستعفاف عن المسألة وباب لا یسئلون الناس الحافا ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب کراهیة المسالة بالناس، وفی کتاب البیوع ایضاً، والترمذی والنسائی وابن حبان ۳۳۸۷، وابن بی شیبه ۲۰۹/۳ واحمد ۱۰۱۵۶/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) بخاری شریف

داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے

(۵۴۱) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَايَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ یاکل: اَكَلَ (ن) اَكْلًا وَمَا كَلًا الطَّعَامَ کھانا۔ الشیء فنا کرنا۔ اَكَلَهُ (ن) اِكْلًا واُكَالًا راسه سر کھجلانا۔ اَكِلَ (س) اَكَلًا وتَاَكَّلَ السِنُّ اَوِ العُوْدُ دانت یا لکڑی کا کھوکھلا ہوکر گر جانا۔

تشریح: كَانَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لا يَأْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھایا کرتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے زرہ بنانا کس طرح شروع کی

کہتے ہیں کہ ایک رات کو حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بارے میں تجسس کر رہے تھے تو رات کو ایک فرشتہ ان کو آدمی کی صورت میں ملا اس سے بھی یہ سوال کیا اس فرشتہ نے کہا کہ داؤد ہیں تو بہت اچھے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ وہ بیت المال سے روزی کھاتے ہیں؟ وہ کچھ اپنی روزی کا انتظام کریں تو بہت اچھا ہو جائے اسی وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے بیت المال سے مستغنی کر دے اور مجھے کوئی ہنر عطا فرما دے، اللہ نے دعا قبول کی اور انہیں زرہ بنانے کا ہنر عطا فرمایا

کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہ بناتے اور ایک زرہ کو چار ہزار یا چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے۔ دو ہزار اپنی ذات پر اور اہل وعیال پر خرچ کرتے اور چار ہزار یا دو ہزار فقراء ومساکین پر خرچ کرتے۔

حدیث بالا میں بھی آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کمائیں تو اچھا ہے جیسے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب البیوع تحت باب کسب الرجل وعمله بیده وفی کتاب الانبیاء ایضاً، وابن حبان ٦٢٢٧.

نوٹ: حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے

(٥٤٢) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَانَ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا"﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔" (مسلم)

لغات: ❖ نجاراً: بڑھئی۔ نَجَرَ (ن) نَجْرًا اَلْیَوْمُ دن کا گرم ہونا۔ اَلْمَاءُ پانی کا گرم پتھروں سے گرم کرنا۔ اَلرَّجُلَ کسی کو مار کر ہٹانا۔ اَلْخَشَبَ لکڑی کو چھیلنا اور ہموار کرنا۔ اَلشَّیْءَ ارادہ کرنا۔ اَلْاِبِلَ اونٹ کو ہانکنا۔ نَجِرَ (س) نَجَرًا سخت پیاس لگنا۔

تشریح: کون سے نبی نے کون سا کام کیا؟

اس حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے، نوح علیہ السلام بھی بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اسی طرح ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام بکریاں بیچتے تھے۔ سلیمان علیہ السلام مچھلیوں کا کاروبار کرتے تھے۔

تین خلفاء تاجر تھے اور حضرت علی مزدوری کرتے تھے اور اکثر صحابہ تاجر اور کھیتی باڑی کرنے والے تھے، ان سب میں اس بات کی ترغیب ہے کہ آدمی محنت مزدوری کر کے کمانے میں عار نہ سمجھے، کسی نے ان سب کو ان اشعار میں جمع کر دیا ہے۔

انبیاء و مرسلین کی محنتیں اکل طیب کی کوششیں
کھیتی باڑی حضرت آدم نے کی طیب و طاہر انہیں روزی ملی

نوح کیا کرتے تھے پیارے دوستو — صاحب نجاری پیشہ سن رکھو
بکریاں بیچیں خلیل اللہ نے — بکریاں بیچیں کلیم اللہ نے
بیچا اسرائیل نے اون اور پنیر — جن سے بس راضی ہو رب قدیر
کام لوہے کا کیا داؤد نے — موم لوہا کر دیا معبود نے
مچھلیاں بیچیں سلیمان شاہ نے — گو کہ تھا سب کچھ دیا اللہ نے
نوکری کی جب رسول اللہ نے — ہم کو پھر روکا ہے کس بدخواہ نے
مفت خوری ہے وہ شاہد نابکار — کیوں نہیں اس سے ہمیں آتی ہے عار
اور غلے کی تجارت کس نے کی — حضرت صدیقؓ و عثمان غنیؓ
ڈول کھینچے کیوں علی مرتضٰی — اس لئے تاکہ وہ راضی ہو خدا
کس نے بیچے ہیں بہت ریشم کے تھان — ابوحنیفہ جن کو کہتا ہے جہان
کس نے بیچیں ٹوپیاں سی کر بھلا — جس کا عالمگیر اول نام تھا
اب تو پیشے اور کسب سے عار ہے — اب تو بس ذلت گلے کا ہار ہے

تخريج حديث: اخرجه مسلم فی کتاب الفضائل تحت باب من فضائل زکریا علیه السلام، واحمد ۳/۷۹۵۲.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں

(۵٤۳) ﴿وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامِ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: قط: ظرف زمان ہے، احاطہ زمان ماضی کے لئے اور یہ منفی کے لئے خاص ہے جیسے **مَا فَعَلْتُ قَطُّ** میں نے اپنے

گزشتہ عمر میں یہ کبھی نہیں کیا۔ اس کو کبھی قط اور قط بھی بولتے ہیں۔ قَطَّ قَطًّا (ن) وَاقْتَطَّ الْقَلَمَ ونحوہ قلم وغیرہ پر قط لگانا۔ الْبَيْطَارُ حَافِرَ الدَّابَةِ سلوتری کا جانور کے کھر تراشنا اور ہموار کرنا۔

تشریح: کمانے کے فضائل

قَالَ مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ: کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کبھی کوئی کھانا نہیں کھایا۔ اس حدیث میں بھی اپنے ہاتھ سے کمانے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ صاحب مجالس الابرار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کی خبر گیری مال حلال سے کرتا ہے تو وہ گویا جہاد کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ (۱)

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص "مخلوق" سے بے پرواہ ہونے کے لئے یا اپنے عزیزوں اور پڑوسیوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے حلال کمائی کرتا ہے تو قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور اور چمکتا ہوگا۔ (۲)

ایک اور روایت میں آتا ہے مسلمان تاجر کو اللہ اپنا دوست رکھتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب البیوع تحت باب کسب الرجل وعمله بیده.

نوٹ: راوی حدیث حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۸۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مجالس الابرار (۲) کیمیائے سعادت للغزالی (۳) نفس المصدر ایضاً

(۶۰) بَابُ الْكَرَمِ وَالْجُوْدِ وَالْاِنْفَاقِ فِيْ وُجُوْهِ الْخَيْرِ ثِقَةً بِاللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ جل شانہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کرم، سخاوت اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

آدمی جو اللہ کے لئے خرچ کرے اللہ اس کا بدلہ عطا فرماتا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ﴾ (سورة سبا: ۳۹)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: کہ تم جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ اس کا تمہیں بدلہ دے گا۔"

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ بھی رضاء الٰہی کے لئے خرچ کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کا بدلہ کبھی دنیا میں اور

کبھی آخرت میں اور کبھی دونوں میں عطا فرماتے ہیں۔ جتنا آدمی خرچ کرتا ہے اتنا ہی اللہ کی طرف سے بدلہ ملتا رہتا ہے مثلاً وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے گائے، بکری وغیرہ جتنا اس کا خرچ ہوتا ہے اتنا ہی اس کا بدلہ اور پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، بخلاف کتے، بلی کہ ان کی نسل بظاہر زیادہ بھی ہوتی ہے مگر اس کا خرچ کچھ نہیں اس لئے اس کی تعداد کم نظر آتی ہے۔ مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب سے عربوں نے اونٹوں کی سواری بند کر دی اس وقت سے اس کی پیداوار گھٹ گئی ہے۔ (۱)

مسلم شریک کی ایک روایت میں بھی اسی قسم کا مضمون آتا ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَاَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا﴾ (مسلم شریف بحوالہ معارف القرآن: ۷/۳۰۳)

ترجمہ: ”اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کر دے۔“

---

(۱) مسلم شریف بحوالہ معارف القرآن: ۷/۳۰۴

جو کچھ اللہ کے لئے خرچ کیا جائے اس کا اجر ضرور ملے گا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ بقرہ آیت: ۲۷۳)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے فائدہ کی غرض سے اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ جل شانہ کی رضا جوئی کے لئے اور جو کچھ تم مال میں سے خرچ کرتے ہو یہ سب پورا پورا تم کو مل جائے گا اور اس میں ذرا کمی نہ کی جائے گی۔“

تشریح: آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جو کچھ بھی صدقہ وخیرات دیتا ہے اللہ کی خوشنودی کے لئے تو اس کا فائدہ اسی کو ہوتا ہے اس کا بدلہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دونوں جگہ ملتا ہے۔ نیز اس آیت میں مفسرین کہتے ہیں کہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو کچھ تم کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ اس کا احسان اپنے فائدے کے لئے فقیر پر رکھتے ہو اور جب اپنے فائدے کے لئے ہے تو صدقہ اور خیرات میں اچھا مال دینا چاہئے ورنہ مال کی بربادی ہوگی اور اس کا فائدہ نہ ملے گا جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ تم خرچ کرو تم پر بھی خرچ کیا جائے گا۔ (۱)

بندہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اللہ کے علم میں ہوتا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (سورۃ بقرہ: ۲۱۵)

ترجمہ: ''ارشاد خداوندی ہے: جو کچھ تم کرو گے بھلائی سو وہ بے شک اللہ کو خوب معلوم ہے۔''

تشریح: جو کچھ بھی عمل کرو گے کہ کس نیت کے ساتھ کیا ہے کیا اس لئے کہ اللہ راضی ہو جائے یا اس لئے کہ لوگ مجھ کو اچھا کہیں۔ کوئی بھی نیت ہو صحیح ہو یا غلط اللہ جل شانہ تمام کی نیتوں کو بھی جانتے ہیں اور اسی اعتبار سے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

نیز اس آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو اللہ کے راستے میں تم خرچ کرو وہ ضرورت سے زائد ہونا چاہئے یہ نہیں کہ ضرورت سے زائد جو کچھ بھی ہو اس کو صدقہ کر دینا ضروری یا واجب ہے، صحابہ کرام کے تعامل سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ (۲)

(۱) مشکوٰۃ (۲) معارف القرآن: ۱/۵۱۴

دو آدمی قابلِ رشک ہیں

(۵۴۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِيْ اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً، فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا﴾ (متفق عليه)

مَعْنَاهُ: يَنْبَغِيْ أَنْ لَا يُغْبَطَ أَحَدٌ إِلَّا عَلٰى إِحْدٰى هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ① ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور پھر اسے حق کی راہ میں اس کو خرچ کرنے پہ مسلط کر دیا ② دوسرا وہ شخص جس کو اللہ جل شانہ نے علم وحکمت عطا فرمائی اور وہ اس کے ساتھ ہی فیصلہ کرتا ہے اور دوسرے کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ کسی پر رشک نہ کیا جائے سوائے ان دو خصلتوں کے کسی ایک پر یعنی ان پر رشک کرنا درست ہے۔

لغات: ❖ يَقْضِيْ: قَضٰى (ض) قَضَاءَ الشَّيْءِ مضبوطی کے ساتھ بنانا اور اندازہ کرنا۔ حَاجَتَهٗ ضرورت کو پورا کرنا اور اس سے فارغ ہونا۔ وَطَرَهٗ اپنی مراد کو پہنچنا۔ قَضٰى قَضَاءً وَّقَضْيًا وقَضِيَّةً بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ فیصلہ کرنا۔

تشریح:

یہاں حسد سے مراد غبطہ ہے

لَا حَسَدَ اِلَّا فِيْ اِثْنَتَيْنِ: حسد دو آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ حسد کے معنی کسی کے اندر کوئی کمال اور نعمت دیکھ کر اس

کے زوال کی تمنا کرنا ① یہ مطلقاً ممنوع ہے اس لئے علماء نے یہاں پر حسد کو غبطہ کے معنی میں لیا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی میں کسی صفت کو دیکھ کر اس کے حاصل کرنے کی تمنا تو کرے مگر دوسرے سے اس کے زوال کی تمنا نہ کرے۔ ② یا بعض علماء فرماتے ہیں کہ حسد یہاں پر علی سبیل الفرض والتقدیر ہے کہ اگر کہیں حسد جائز ہوتا تو یہ دو جگہیں ایسی ہیں کہ اس میں جائز ہوتا مگر اس میں بھی جائز نہیں تو اب کسی بھی جگہ جائز نہیں ہوگا۔

فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں دو طرح سے مال کے ختم کرنے کو بتایا جا رہا ہے ① "تَسْلِيْطٌ" کہ وہ اس کے ختم کرنے پر مسلط ہے ② دوسرا "عَلٰی هَلَكَتِهٖ" کہ اس کے پاس مال باقی نہیں رہتا۔

فِي الْحَقِّ: پہلے جملہ "فسلط علی هلكته" سے یہ وہم ہو رہا تھا کہ پس وہ مال کے خرچ کرنے پر مسلط ہے ہر جگہ مال کو خرچ کر دیتا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فی الحق" سے بتایا جا رہا ہے کہ وہ صرف حق اور دینی جگہ پر خرچ کرتا ہے اس کے علاوہ کسی اور جگہ پر خرچ نہیں کرتا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب العلم تحت باب الاغتباط فی العلم والحکم ومسلم فی کتاب صلاة المسافرین تحت باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه، واحمد ۳۶۵۱/۲، وابن ماجه وابن حبان ۹۰ وهکذا فی البیهقی ۸۸/۱۰.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاة: ۲۶۸/۱، نزہۃ المتقین: ۴۰۱/۱ (۲) طیبی شرح مشکوٰۃ: ۳۶۰/۱

کس کو وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟

(۵۴۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهٖ؟" قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَامِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهٗ أَحَبُّ إِلَيْهِ. قَالَ: "فَإِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا أَخَّرَ﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے صدقہ کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔" (بخاری)

لغات: ❖ وارثه: وَرِثَ (ح) وِرْثًا وَّوَرْثًا وَّارْثًا وَّارْثَةً وَّ رِثَةً، وتُرَاثًا فُلَانًا وارث ہونا۔ وَرَّثَ الرَّجُلَ مَالًا میراث قرار

دینا۔ مِنْ فُلَانٍ وارث بنانا۔

تشریح: اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَیْهِ مِنْ مَّالِهٖ؟ تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں نبی کریم ﷺ نے بڑے حکیمانہ انداز سے صدقہ دینے کی ترغیب دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل مال تو وہی ہے جو مال، مال کی محبت کو نظر انداز کر کے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی راہ میں اور اس کی پسندیدہ جگہوں پر خرچ کرے اگر اس نے اس طرح خرچ کیا تو یہ مال اس کو قیامت کے دن کام آئے گا اس کے علاوہ جو مال بھی اس کے پاس باقی رہے گا وہ سب اس کے ورثاء کے ہاتھ لگے گا۔ نیز حدیث بالا میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس شخص کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہو تو اسے اللہ کی راہ میں زیادہ خرچ کرے۔[1]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب ماقدم من ماله فهو له، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۹۴/۲

جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کے ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو

(۵۴۶) ﴿وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اتقوا: اِتَّقَی اِتِّقَاءً وَتَوَقّٰی تَوَقِّیًا فُلَانًا کسی سے بچنا۔ ڈرنا۔ خوف کرنا۔ پرہیز گار ہونا۔ التَّقْوٰی اللہ سے خوف اور اس کی اطاعت کے مطابق عمل کرنا۔

تشریح: [1] اس حدیث میں ترغیب ہے کہ آدمی حسب استطاعت صدقہ دیتا رہے اگر زیادہ نہیں دے سکتا تو کم ہی دے کیونکہ صدقہ کے ذریعہ سے آدمی جہنم سے نجات پائے گا۔[2]

مکمل حدیث

بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے اور مکمل حدیث بخاری میں اس طرح آتی ہے:

﴿عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنه قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فجاءه رجلان احدهما یشکو العیلة والاخر یشکو قطع السبیل، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: اما قطع

السبیل فانه لا یاتی علیک الا قلیل حتی تخرج العیر الی مکة بغیر خفیر واما العیلة فان الساعة لاتقوم حتی یطوف احدکم بصدقته لا یجد من یقبلها منه ثم لیقفن احدکم بین یدی اللّٰہ لیس بینه و بینه حجاب ولا ترجمان یترجم له ثم لیقولن له الم اوتک مالا؟ فلیقولن! بلی ثم یقولن: الم ارسل الیک رسولا؟ فلیقولن: بلی فینظر عن یمینه فلا یری الا النار ثم ینظر عن شماله فلا یری الا النار فلیقین احدکم النار ولو بشق تمرة فان لم یجد فبکلمة طیبة﴾ (بخاری: جلد ۱ صفحه ۱۹۰)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب طیب الکلام ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة واحمد فی مواضع متعددة ۱۸۲۷۴، وابن حبان ۴۷۳.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) یہ حدیث پہلے باب الخوف میں اور باب ''بیان کثرۃ طرق الخیر'' میں گزر چکی ہے۔

(۲) روضۃ المتقین، نزہۃ المتقین: ۱/۴۰۲

آپ ﷺ نے کبھی سوال کرنے والے کو نہ نہیں کہا

(۵۴۷) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ: لَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا کہ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو۔''

لغات: ❖ سئل: سال (ف) سُؤالًا وسَالَةً ومَسْأَلَةً وَتَسْآلًا مانگنا۔ چاہنا درخواست کرنا۔

تشریح: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ شَیْئًا قَطُّ: کبھی کسی نے آپ سے کوئی سوال کیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو (ایسا کبھی نہیں ہوا)۔

آپ ﷺ کی سخاوت

حدیث بالا میں آپ ﷺ کی سخاوت اور جود کو بیان کیا جا رہا ہے کہ آپ کی زبان پر فقیر کے لئے نہیں کا لفظ نہیں آتا تھا اگر کوئی چیز موجود ہوتی تو فوراً ادا فرما دیتے اور کبھی قرض لے کر فقیر کی حاجت پوری فرماتے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہوتا تو آپ ﷺ آئندہ وقت کے لئے اس سے وعدہ فرما لیتے کہ کہیں سے کچھ آ جائے تو پھر آ جانا۔ (۱)

اسی وجہ سے فرزدق شاعر نے کہا کہ اگر تشہد میں ''اَشْهَدُ ان لا اله الا اللّٰہ'' نہ ہوتا تو آپ ''لا'' (نہیں) نہ کہتے۔ اس

کے مقابلہ میں ایسا بھی واقعہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا اور آپ ﷺ نے ''مرحمت'' نہیں فرمایا کہ اس کو اس وقت دینا مناسب نہیں تھا۔ جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے: "اِذَا سُئِلَ فَاَرَادَ اَنْ یَّفْعَلَ قَالَ نَعَمْ وَاِذَا لَمْ یُرِدْ اَنْ یَفْعَلَ فَسَکَتَ،،(۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الادب تحت باب حسن الخلق والسخاء وما یکره من البخل ومسلم فی کتاب فضائل النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ماسئل الرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم شیئا قط فقال لا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۴۰۲ (۲) طبقات ابن سعد

سخی کے لئے فرشتوں کی دعا اور بخیل کے لئے بددعا

(۵۴۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَكَانِ یَنْزِلَانِ، فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَیَقُوْلُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے مال کو ہلاک کر دے۔''

لغات: ❖ ممسکا: مَسَکَ (ن ض) مَسَکًا بِہٖ چمٹنا۔ متعلق ہونا۔ بالنار زمین کے گڑھے میں آگ کو راکھ سے چھپانا۔ دفن کرنا۔ اَمْسَکَہٗ روکنا۔ اَمْسَکَ بِہٖ چمٹنا۔ الشَّیْءَ عَلٰی نَفْسِہٖ حفاظت کرنا۔

تشریح: مَامِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَكَانِ یَنْزِلَانِ: ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ یہ مضمون کئی روایات میں آتا ہے مثلاً حضرت ابودرداء کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں طرف دو فرشتے اعلان کرتے ہیں جس کو جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو، تھوڑی چیز جو کفایت رکھتی ہے اس زیادہ مقدار سے بہت بہتر ہے جو اللہ سے غافل کر دے۔

کنز العمال کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں جن کے متعلق صرف یہی کام ہے کوئی دوسرا کام نہیں ایک کہتا ہے یا اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے یا اللہ! روک کر رکھنے والے کو ہلاک کر

دے۔ (۱)

سوال: پہلی وایت میں یہ دعا صبح وشام سے متعلق ہے اور کنز کی روایت سے یہ ہر وقت کے لئے معلوم ہوتی ہے۔

جواب: علماء نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہ دعا فرشتے ہر وقت کرتے ہیں۔ ہاں صبح وشام زیادہ خصوصیت سے کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا: خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مراد پسندیدہ اعمال میں خرچ کرنا ہے مثلاً اہل وعیال کے نفقہ پر مہمانوں پر یا دوسری عبادتوں کے ادا کرنے پر۔ (۲)

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا: روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر دے۔ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بربادی کبھی اس کے مال کی بربادی ہوتی ہے جس کو اس نے جمع کیا ہوا ہے یا کبھی صاحب مال کی ہلاکت ہو جاتی ہے یا کبھی نیک اعمال کے ضائع ہونے کے ساتھ کہ یہ آخرت میں اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب قوله تعالیٰ فاما من اعطی واتقی، ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فی المنفق والممسک.**

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کنز العمال (۲) شرح مسلم للنووی (۳) فتح الباری

خرچ کرو تم پر بھی خرچ کیا جائے گا

(۵۴۹) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنْفِقْ يَاابْنَ آدَمَ يُنْفَقْ عَلَيْکَ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! تو خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔'' (بخاری مسلم)

لغات: ❖ انفق: اَنْفَقَ محتاج ہونا۔ توشہ ختم ہونا۔ اَلْمَالَ مال صرف کرنا۔ خرچ کرنا۔ نَفَقَ (ن) نَفَاقًا ونَفِقَ (س) نَفَقًا الشَّیْءَ ختم ہونا۔ کم ہونا۔

تشریح: یُنْفَقْ عَلَیْکَ: تمہارے اوپر خرچ کیا جائے گا۔ اس حدیث کے مفہوم میں قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے:

وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ الاية: ترجمہ: تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو خدا تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ عطا کرتا ہے۔ کہ آدمی جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے اللہ کی خوشنودی کے لئے تو ایک طرف دنیا میں بھی اللہ جل شانہ اس کا بدلہ عطا فرماتے ہیں اور دوسری طرف قیامت کے دن بھی اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ اے آدم کی اولاد! تم دنیا کے فانی مال کو میری راہ میں خرچ کرو تا کہ میں آخرت میں تمہیں ہمیشہ رہنے والی چیزیں عطا کروں۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر تحت باب قوله تعالیٰ: وکان عرشه علی الماء، وکتاب النفقات ومسلم فی کتاب الزکاۃ تحت باب الحث علی النفقة وتبشیر المنفق بالخلف.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق: ۲/۲۴۳

سلام کرنا، کھانا کھلانا بہترین عمل ہیں

(۵۵۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھانا کھلانا اور لوگوں کو سلام کرنا چاہے تم اس کو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اَلْاِسْلَام: اَسْلَمَ مطیع وفرماں بردار ہونا۔ مذہب اسلام قبول کرنا۔ العَدُوَّ دشمن کو چھوڑ دینا۔ اَمْرَهٗ اِلَی اللّٰهِ معاملہ کو اللہ کے سپرد کردینا۔ سَلِمَ (س) سَلَامَةً وسَلَامًا مِنْ عَیْبٍ اَوْ آفَةٍ کسی عیب یا آفت سے نجات پانا۔ چھٹکارا پانا۔ بری ہونا۔

تشریح: رَجُلًا: ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ نے فرمایا ہے کہ رجلًا سے کون سے مراد ہے یہ معلوم نہیں مگر بعض علماء نے اس سے مراد حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیا ہے۔ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ اسلام میں سب سے افضل عمل کون سا ہے۔

بہتر عمل کونسا ہے؟

سوال: سوال ایک ہی صحابی کا ہوتا ہے کہ کون سا عمل بہتر ہے مگر جواب آپ ﷺ کی طرف سے مختلف ہیں، افضل عمل تو ایک ہی ہونا چاہئے؟

جواب: سائل کے احوال کے اعتبار سے جواب مختلف ہوا کہ جس سائل میں جس چیز کی کمی آپ ﷺ نے محسوس فرمائی تو آپ ﷺ نے اس عمل کے کرنے کو اس کے لئے افضل و بہتر فرما دیا۔

دوسرا جواب: زمانہ کے لحاظ سے کہ جنگ کے زمانے میں جنگ کرنا، فقر کی حالت میں مال خرچ کرنا وغیرہ زمانے کے اعتبار سے افضل ہیں۔

تُطْعِمُ الطَّعَامَ: (بھوکوں) کو کھانا کھلانا، صحابہ نے اس پر اس قدر عمل کیا کہ باوجود اس کے کہ ان کو کھانے کی ضرورت

ہوتی اور ان کے اہل وعیال کو مگر جب نبی کریم ﷺ سے یہ سنا کہ دوسرے کو کھلانا بہتر عمل ہے اس وجہ سے وہ خود اور اہل و عیال کو بھوکا رکھتے اور دوسرے کو کھلا دیتے اس پر قرآن کی یہ آیت بھی نازل ہوئی:

﴿يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ، الآية﴾ (سورۃ الحشر)

بقول شاعر، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یہ کیفیت تھی

جیسا ہو بدن اپنا ہر بدن   تکلیف اپنی ہے سب کی تکلیف

مسلمان ہر ایک کو سلام کرے

وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ: سلام کرنے میں جان پہچان کی تخصیص نہ کرنا۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں اشارہ ہے کہ تمہارا سلام اسلامی سلام ہونا چاہئے صرف جان پہچان والے کو سلام کرنا اس میں حظ نفس، دنیوی غرض کا بھی اہتمام رہتا ہے۔ (۱)

ایک روایت میں آتا ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صرف جان پہچان والوں کو سلام کیا جائے گا۔ (افشاء سلام اس امت محمدیہ کا شعار ہے)۔ (۲)

تخریج حدیث: رواه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب اطعام الطعام، ومسلم فی کتاب الایمان، تحت باب بیان تفاضل الاسلام وفی ای اموره افضل؟ واحمد ۶۵۹۲/۲، ابوداؤد، نسائی، وابن ماجه وابن حبان ۵۰۰.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری: ۵۶/۱ (۲) بیہقی

دودھ والا جانور عطیہ کر دینا بہترین صدقہ ہے

(۵۵۱) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً أَعْلَاهَا مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا الْجَنَّةَ﴾

(رواه البخاری)

"وَقَدْ سَبَقَ بَيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثِ فِيْ بَابِ بَيَانِ كَثْرَةِ طُرُقِ الْخَيْرِ"

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چالیس خصلتیں ہیں ان میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ دینا ہے، جو شخص بھی ان خصلتوں میں

سے کسی ایک خصلت اوران پر کئے ہوئے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے عمل کرے گا تو حق تعالیٰ شانہ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

اس حدیث کا بیان ''باب بیان کثرة طرق الخیر'' میں گزر چکا ہے۔

لغات: ❖ الجنة: درختوں سے ہرا بھرا باغ ارضی ہو یا سماوی جمع۔ جِنَان وَجَنَّاتٌ جَنَّ (ن) جَنًّا وجُنُوْنًا اللَّيْلُ الشَّيْءَ وَعَلَيْهِ ڈھانپنا، چھپانا۔ جَنًّا وجُنُوْنًا وجنَانًا اللَّيْلُ رات کا تاریک ہونا۔

تشریح: مَنِيحَةُ: اس جانور کو کہتے ہیں جو صرف دودھ یا اون لینے کے لئے کسی کو عطیے کے طور پر دے دے کہ وہ چند دن اس سے فائدہ اٹھائے اور پھر واپس کر دے۔

چالیس خصلتیں کون سی ہیں؟

دوسری روایت میں ''اربعون حسنة'' بھی آتا ہے۔ ''اربعون خصلة'' چالیس خصلتیں ہیں۔ بعض علماء نے ان چالیس خصلتوں کو اپنے اپنے ذوق سے ذکر کیا ہے مگر ابن حجر نے اچھی بات فرمائی ہے کہ اس میں ہر خیر کی خصلت آجاتی ہے اس لئے اس کو شمار نہیں کرنا چاہئے کہ ہر ایک اچھی خصلت اس میں داخل ہونے کا احتمال ہے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو مبہم فرمایا متعین نہیں فرمایا اشارہ اس ابہام میں یہی ہے کہ کسی بھی نیکی کے کام کو حقیر سمجھ کر نہ چھوڑنا چاہئے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الھبة باب فضل المنیحة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری

بقدر ضرورت روک کر صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

(۵۵۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "یَاابْنَ آدَمَ اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاَنْ تُمْسِکَهُ شَرٌّ لَکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد مال خرچ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو اسے روک کر رکھے گا تو یہ تیرے لئے برا ہوگا اور تجھے بقدر ضرورت روکنے پر تو ملامت نہیں اور مال خرچ کرنے کی ابتدا اپنے اہل وعیال سے کرو اور اوپر والا

ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الفَضْلُ: فَضَلَ (ن س) فَضْلًا باقی رہنا۔ زائد ہونا۔ فَضَلَهٗ فضل میں غالب ہونا۔ الفَضْلُ احسان، زیادتی، بقیہ۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔ (۱) یہ حدیث اس باب میں یعنی انفاق فی وجوہ الخیر میں بھی ذکر کی جا رہی ہے کہ اس باب سے بھی اس حدیث کی مناسبت ہے۔ حدیث میں مال کے کمانے اور اس کو صحیح جگہ پر خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔

تخریج حدیث: سبق ذکرہ فی باب فضل الجوع

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصراً حالات حدیث نمبر (۷۳) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) باب فضل الجوع وخشونۃ العیش الخ

آپ نے ایک ہی آدمی کو تمام وادی کی بکریاں عطا فرمادیں

(۵۵۳) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ، وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ، فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ إِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ: يَا قَوْمِ أَسْلِمُوْا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِيْ عَطَاءَ مَنْ لَّا يَخْشَى الْفَقْرَ، وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ إِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْإِسْلَامُ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے اسلام کے نام پر کوئی سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ اس کو ضرور عطا فرماتے چنانچہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ کے پاس دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں اسے دے دیں۔ وہ آدمی اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہا۔ اے میری قوم! اسلام قبول کرلو اس لئے کہ محمد ﷺ اس شخص کی طرح عطا کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں ہوتا یقیناً ایک آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرتا لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرتا کہ اسلام اسے دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجاتا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ يَلْبَثُ: لَبِثَ (س) لَبْثًا ولُبْثًا ولَبَثًا ولَبَاثًا ولُبَاثًا ولَبَاثَةً ولَبَثَانًا ولَبِيْثَةً بِالْمَكَانِ ٹھہرنا۔ مَالَبِثَ اَنْ فَعَلَ اس نے اس کے کرنے میں دیر نہیں کی۔ لَبَّثَ وَاَلْبَثَ فُلَانًا فِي الْمَكَانِ کسی کا کسی کو ٹھہرانا۔ مقیم کرنا۔

تشریح: جَاءَهُ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ: ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں اس کو دے دیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہ نومسلم تھا پہلے نومسلموں کو اسلام میں پختہ کرنے کے لئے صدقہ اور زکوۃ کا مال دیا جاسکتا تھا اسی کو قرآن نے ”مؤلفة القلوب“ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس میں بھی ان کے لئے تالیف قلب ہوتا ہے اس طرح کرنے سے بہت سے نومسلم پختہ مسلمان ہو گئے۔

مگر بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کے مشورہ کے ساتھ اس حصہ کو ختم کر دیا اب کسی کو دین میں پختہ کرنے لئے زکوۃ کا مال دینا ختم ہو گیا ہے اگر کسی نے دے دیا تو اب اس کو دوبارہ ادا کرے۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب فضائل النبی صلی اللہ علیه وسلم باب ماسئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم شیئا قط الخ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

اصرار کی وجہ سے کبھی غیر مستحق کو بھی آپ ﷺ کچھ عطا فرما دیتے تھے

(٥٥٤) ﴿وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَاءِ كَانُوْا أَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ؟ قَالَ: "إِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِیْ أَنْ يَّسْأَلُوْنِیْ بِالْفُحْشِ، أَوْ يُبَخِّلُوْنِیْ، وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کے مقابلے میں دوسرے لوگ زیادہ حقدار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے میرے بارے میں دو باتوں میں سے ایک نہ ایک اختیار کر کے مجھے مجبور کر دیا یا تو یہ مجھ سے سختی سے سوال کرتے۔ پس مجھے ان کو دینا پڑتا یا یہ مجھے بخیل قرار دیتے حالانکہ میں بخل کرنے والا نہیں ہوں۔“ (مسلم)

لغات: ❖ الفُحشِ: فَحُشَ (ک) فُحشًا فَحَاشَةً الامْرُ برا ہونا۔ الفاحش قبیح۔ بدخلق۔ بہت بخیل۔ ہر وہ چیز جو حد سے بڑھ جائے۔ الفُحشُ قبیح قول یا فعل۔

تشریح: یَسْأَلُوْنِیْ بِالْفُحْشِ فَأُعْطِيَهُمْ: مجھ سے سختی سے سوال کرتے ہیں پس مجھے ان کو دینا پڑتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں ان نومسلموں کا بیان ہے جو مسلمان تو ہو گئے مگر ابھی تک رسالت کا ان کو علم نہیں ہوا اس لاعلمی اور نومسلم ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ آپ ﷺ پر اصرار کیا اور آپ کو مجبور کیا۔ آپ ان کو کچھ دیں۔

نیز اس حدیث میں آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا بھی ذکر ہے کہ ان کی سختیوں کے باوجود آپ ﷺ ان پر ناراض نہیں ہوئے بلکہ ان کی تالیف قلوب کا خیال رکھتے ہوئے ان کو مال بھی مرحمت فرمایا۔ [1]

پڑھ تو درود مصطفیٰ صل علی محمد   عقدہ کشا ہے یہ دعا صلی علی محمد

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزکاة تحت باب فی الکفاف و القناعة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۴۰۵

میں نہ بخیل ہوں اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل

(۵۵۵) ﴿وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ الْاَعْرَابُ يَسْأَلُوْنَهُ، حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ إِلٰى سَمُرَةٍ، فَخَطِفَتْ رِدَاءَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ، فَلَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا، لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذَّابًا وَلَا جَبَانًا﴾ (رواه البخاری)

"مَقْفَلَهُ" أَيْ: حَالَ رُجُوْعِهِ وَ"السَّمُرَةُ" شَجَرَةٌ وَ "الْعِضَاهُ" شَجَرٌ لَهُ شَوْكٌ.

ترجمہ: ”حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ غزوہ حنین سے واپسی پر آپ ﷺ کے ساتھ تھے چند دیہاتی لوگ آپ سے چمٹ گئے آپ ﷺ سے کچھ مانگ رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ایک درخت کی طرف سہارا لینے پر مجبور کر دیا چنانچہ آپ ﷺ کی چادر بھی انہوں نے چھین لی۔ اس پر آپ ﷺ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے میری چادر تو مجھے واپس کر دو (اور فرمایا) کہ اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں یقیناً انہیں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔“ (بخاری)

”مقفله“ واپسی آتے ہوئے۔ ”السَّمُرَةُ“ ایک قسم کا درخت ہے۔ ”العِضَاهُ“ خاردار درخت کو کہتے ہیں۔

لغات: ❖ مَقْفَلَهُ: (مص) قَفَلَ (ن ض) قَفْلًا وقُفُوْلًا سفر سے واپس آنا فی الْجَبَلِ چڑھنا۔ الاَمِيْرُ الْجُنْدَ امیر کا لشکر کو واپس بلانا۔ الشَّیْءَ تخمینہ کرنا۔ قَفْلًا. الطَّعَامَ جمع اور ذخیرہ کرنا۔

تشریح:

غزوہ حنین کا مختصر خاکہ

مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ: غزوہ حنین: ۶ شوال ۸ھ کو بارہ ہزار جانباز صحابہ کے ساتھ مقام حنین میں یہ جنگ ہوئی ابتداءً مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر آپ ﷺ جمے رہے آپ ﷺ کی برکت سے کچھ اور مسلمان واپس آ گئے اور تھوڑی ہی دیر میں مسلمانوں کا

لشکر غالب آگیا دشمنوں کے ستر آدمی مارے گئے چھ ہزار قید ہوئے، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی مال غنیمت میں ملی، اس غزوہ میں چار مسلمان شہید ہوئے۔

حَتَّی اضْطَرُّوْہُ اِلَی السَّمُرَۃ: یہاں تک کہ آپ مجبوراً کیکر کے درخت سے جا لگے۔

اس میں آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ نے کس طرح صبر وحلم کے ساتھ دیہاتیوں کی سختی کو برداشت کیا اور زبان سے ایک جملہ بھی نہیں نکلا۔ (۱)

مولای صَلِّ وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

لَقَسَمْتُہٗ بَیْنَکُمْ: میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم وقت اور امیر وقت کے اندر بخل اور بزدلی اور خوف جیسی مذموم عادت نہیں ہونی چاہئے۔

لَا تَجِدُوْنِیْ بَخِیْلًا: پھر تم مجھے بخیل نہ پاؤ گے۔ اس جملہ سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ کبھی کبھار تحدیث بالنعمت کے طور سے اپنی اچھی عادت کو بیان کیا جا سکتا ہے جیسے کے اس حدیث میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں بخیل نہیں ہوں۔ یہ تحدیث بالنعمت کے طور سے یہ فخر و ریاء نہیں تھا جو قابل گرفت اور قابل مذمت ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الجهاد تحت باب ما کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعطی المؤلفة قلوبهم، واحمد ٥/١٦٧٥، وابن حبان ٤٨٢٠.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین: ۱/۴۰۶

معاف کرنے سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے

(٥٥٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ، اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ﴾

(رواۃ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ خیرات کرنے سے مال کم نہیں ہوتا اور بندے کو معاف کرنے میں اس کی عزت میں اللہ کے ہاں اضافہ ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں۔''

لغات: ❖ تَوَاضَعَ: ذلیل و عاجز ہونا۔ وَضَعَهٗ (ف) وَضعًا کمینہ بنانا۔ ذلیل کرنا۔ وَضَعَ عُنُقَهٗ گردن مارنا۔ الحدیث بات

بات گھڑنا۔ الکتاب کتاب تصنیف کرنا۔ السلاح فِی الْعَدُوِّ مقاتلہ کرنا۔

تشریح: تین اہم باتیں

محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں تین اہم باتیں خصوصی طور پر بیان کی جا رہی ہیں۔

پہلی بات

مَا نَقَصتُ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ صدقہ دینا ظاہری طور پر مال میں کمی کا باعث ہوتا ہے مگر حقیقت میں صدقہ مال میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے مال میں برکت آتی ہے اور مال بلاؤں و آفات سے محفوظ رہتا ہے جیسے کہ پہلے بھی حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ دینے کے بعد اللہ اس کا بدلہ دنیا میں بھی عطا فرماتے ہیں اس دنیاوی بدل کے علاوہ آخرت کا اجر اپنی جگہ مزید ہے۔ (۱)

دوسری بات

وَمَا زَادَاللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا: جو شخص کسی کی خطا معاف کرتا ہے۔ تو اللہ جل شانہ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود معاف کر دیتا ہے اور اس کی خطا سے درگزر کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ اس کی دنیا و آخرت دونوں جگہ عزت کو بڑھاتا ہے بقول کسی کے کوئی بھی انتقام معافی اور درگزر کے برابر نہیں ہے۔ (۲)

تیسری بات

وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ: جو شخص محض اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے، متکبر و مغرور خود کو بڑا عظیم اور عزت والا سمجھتا ہے اور لوگوں پر اپنی فوقیت دیکھتا ہے مگر وہ خدا کے نزدیک ذلیل و حقیر بن جاتا ہے اس کے مقابلہ میں جو تواضع اختیار کرتا ہے اگرچہ وہ اپنی نظر میں خود کو حقیر سمجھتا ہے مگر وہ اللہ کے نزدیک عزت والا ہوتا ہے۔ (۳) بقول شاعر

انکساری میں کیسی لذت ہے ۔۔۔ یہ رئیس و نواب کیا جانیں

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب استحباب العفو والتواضع.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۲/۲۶۰ روضۃ المتقین

(۲) مظاہر حق: ۲/۲۶۰

(۳) مظاہر حق: ۲/۲۶۰

دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں

(۵۵۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عُمَرَ بْنِ سَعْدِ ن الْاَنْمَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: 'ثَلَاثَةٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا، فَهُوَ يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ، وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا، وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ نِيَّتُهٗ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ. وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْبِطُ فِيْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ، وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ، وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ. وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا، فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِيْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ نِيَّتُهٗ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوکبشہ عمرو بن سعد الانماری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اسے یاد کرلو۔ ① کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہو جاتا ② جس پر ظلم کیا جائے وہ اس پر صبر کرلے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔ ③ اور جو مانگنے کا درواز کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر ومحتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے فقر فرمایا یا اس جیسا کوئی اور کلمہ فرمایا اور ایک بات تمہیں بتاتا ہوں پس اسے یاد رکھنا دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال اور علم دونوں عطا کیۓ پھر وہ ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتا ہے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور اس میں اللہ کے حق کو جانتا پہچانتا ہے اور یہ شخص سب سے اعلیٰ مرتبہ میں ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا مگر مال عطا نہیں فرمایا پس وہ انسان اپنے ارادے میں سچا ہے جب وہ یہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں انسان کی طرح عمل کرتا۔ پس اس کو نیت کا ثواب ملے گا ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔''

تیسرا وہ آدمی ہے جس کو اللہ جل شانہ نے مال دیا ہے اور علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں علم وبصیرت نہیں رکھتا، اندھا دھند طریقے سے خرچ کرتا ہے اس کے بارے میں نہ اپنے رب سے ڈرتا ہے نہ اس میں رشتے داروں کے

جو حقوق ہیں وہ پورے کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حق اس میں پہچانتا ہے یہ سب سے بدتر مرتبہ والا ہے۔

چوتھا وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہ مال دیا ہے اور نہ ہی علم لیکن وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (یعنی اندھا دھند خرچ کرتا) پس جب اس کی نیت یہ ہے تو ان دونوں کا (تیسرے اور چوتھے) کا گناہ برابر ہوگا۔ (ترمذی، اور صاحب ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)۔

لغات: ❖ یَخبِطُ: خَبَطَهُ (ض) خَبطًا زور سے مارنا۔ الشّیٔ سخت روندنا۔ کچلنا۔ اللَّیلَ رات کو بے راہ چلنا۔ کہا جاتا ہے۔ اِنَّهُ یَخبِطُ خَبطَ عَشوَاءَ وہ اندھی اونٹنی کی طرح پاؤں مارتا ہے یعنی بغیر غور وفکر کے کام کرتا ہے

تشریح: حدیث سے مستنبط کئی مسائل

محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے کئی باتیں مستفید ہوتی ہیں مثلاً:

❶ اچھی اور بری نیت سے مراد پختہ نیت ہے۔ صحیح عزم کرنے کے بعد ہی آدمی کو ثواب اور برے عزم پر گناہ ملتا ہے۔

❷ ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ مال کو جمع رکھنا اور اس میں حدود شرعیہ کا خیال رکھنا محمود ہے اور مال کے جمع کرنے کی مذمت اور اس کی خطرناکی کا بیان بھی ہے۔

❸ نیز ایک بات حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی علم دین کو حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔

❹ جہل کی مذمت اور اس کے نقصانات کا بیان بھی ہے کہ یہ جہالت ہی انسان کو حرمات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر، و اخرجه احمد ۱۸۰۵۳/٦.

راوی حدیث حضرت ابو کبشہ عمر بن سعد الانماری کے مختصر حالات:

نام: ان کے نام میں بہت اختلاف ہے بعض نے عمر بعض نے عمرو بن سعد اور بعض نے مسلم بھی کہا ہے یہ غلام تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ (اسد الغابۃ ۲۸۲/۵)

غزوہ بدر اور احد اور دوسرے غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ (استیعاب: ۶۷۴/۲)

وفات: ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ سہ شنبہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ (ابن سعد: ۳۳/۳)

مرویات: ان سے چند روایات مروی ہیں جس کی صحیح تعداد بتانے سے اسماء الرجال والے عاجز ہیں۔

---

(۱) نزہۃ المتقین: ۴۰۷/۱

نبی کریم ﷺ کے گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی

(۵۵۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَقِيَ

مِنهَا؟" قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنهَا إِلَّا كَتِفُهَا، قَالَ: "بَقِيَ كُلُّهَا غَيرَ كَتِفِهَا﴾ (رواه الترمذی وقال: حدیث صحیح)

وَمَعْنَاهُ: تَصَدَّقُوا بِهَا إِلَّا كَتِفَهَا فَقَالَ: بَقِيَتْ لَنَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَتِفَهَا.

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی تو نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: کہ بکری میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ صرف اس کا دست باقی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دست کے علاوہ سب ہی باقی رہ گیا ہے۔"

لغات: ❖ ذبحوا: ذَبَحَ (ف) ذِبْحًا وذَبَاحًا پھاڑنا۔ ذبح کرنا۔ گلا گھونٹنا۔ الدَّنّ مٹکے میں سوراخ کرنا۔ ذَبَّحَ الْقَوْمُ ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا۔

تشریح: بَقِيَ كُلُّهَا اِلَّا كَتِفُهَا: سب باقی ہے اس شانہ کے علاوہ۔ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کے لئے خرچ کر دیا گیا وہ درحقیقت باقی ہے اور اسی پر آخرت میں ہمیشہ کا اجر وثواب ملے گا۔ اور اس حدیث میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ بھی پایا جاتا ہے:

﴿مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَاللّٰهِ بَاقٍ، الاية﴾

ترجمہ: "جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے وہ سب ایک دن ختم ہو جائے گا اور جو اللہ جل شانہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"(۱)

سہل بن تستری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عبرتناک واقعہ

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ حضرت سہل بن تستری اپنے مال کو اللہ کے راستہ میں بہت کثرت سے خرچ کرتے تھے ان کی والدہ اور بھائیوں نے ان کی شکایت حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کی کہ یہ تو سب کچھ خرچ کر دیں گے اور پھر فقیر ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے جب حضرت سہل بن تستری سے اس سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ بتائیں کہ اگر کوئی مدینہ طیبہ کا رہنے والا "رستاق" (ملک فارس کے ایک شہر کا نام ہے) میں زمین خرید لے اور وہاں منتقل ہونا چاہے تو مدینہ طیبہ میں کوئی چیز چھوڑ دے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ کہنے لگے بس یہی بات ہے۔ (کہ میں آخرت میں جانے والا ہوں اس لئے وہاں مال منتقل کر رہا ہوں)۔(۲)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابوب صفة القيامة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۱/۱۴۴ (۲) تنبیہ الغافلین

اے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا! مال کو گن گن کر خرچ نہ کیا کرو

(۵۵۹) ﴿وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرِ ‌الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاتُوْكِیْ فَيُوْكٰى عَلَيْكِ" وَفِیْ رِوَايَةٍ "أَنْفِقِیْ أَوْ انْفِحِی، أَوْ انْضِحِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَيُحْصِي اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِیْ فَيُوْعِي اللّٰهُ عَلَيْكِ﴾ (متفق عليه)

وَ "انْفِحِی" بالحء المهملة: وهو معنى أَنْفِقِیْ، كذلك: "أَنْضِحِیْ".

ترجمہ: ''حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مال کو روک روک کر نہ رکھو کہ اللہ جل شانہ بھی تم سے روک لے گا ایک اور روایت میں ہے خرچ کرو یا عطیہ دو یا مال کو پھینکو اور مال کو گن گن کر ذخیرہ بنا کر نہ رکھو کہ اللہ جل شانہ بھی تم سے مال کو محفوظ کر لے گا۔''

وانفحی: حا کے ساتھ۔ انضحی ضاد کے ساتھ ان دونوں کے معنی بھی انفقی خرچ کرو، ہی ہے۔

لغات: ❖ لاتُوكِی: اَوْكٰى اِيْكَاءً القِرْبَةَ وَعَلٰى مَافِی الْقِرْبَةِ مشک کو بندھن سے باندھنا۔ الرجل بخل کرنا۔ تیز دوڑنا۔ وکی (ض) وکیاً والقربۃ مشک کو بندھن سے باندھنا۔

تشریح: اَنْفِقِیْ وَلَا تُحْصِی: خرچ کرو اور شمار نہ کرو۔ حدیث کا مطلب ظاہر ہے کہ خوب خرچ کرنے کا صاف صاف حکم ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ خرچ تو وہی معتبر ہوگا جو شریعت کے موافق ہو اور جو شریعت کے خلاف خرچ کیا جائے گا تو معتبر بھی نہیں اور اس پر اجر کیا اس پر تو وبال ہوگا۔

شمار نہ کرو اس کے دو مطلب ہیں

وَلَا تُحْصِی: شمار مت کرو۔ محدثین اس جملہ کے دو مطلب بیان کرتے ہیں:

❶ پہلا شمار کرنے سے مراد شمار کر کر کے رکھنا اور جمع کرنا ہے۔ تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر تو شمار کر کے رکھے گی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے بھی عطا میں شمار کر کے ملے گا جیسے کہ قانون ہے ''جیسا کرنا ویسا بھرنا''۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ فقراء کو دیتے وقت گن گن کر دیا جائے تو اس صورت میں اجر و ثواب بھی گن گن کر ملے گا اور اگر بے حساب فقراء کو دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام و اجر بھی بے حساب ملے گا۔ (۱)

بخاری شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت اسماء نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ میرے پاس اپنی تو کوئی چیز نہیں، جو میرے خاوند حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ کو دے دیں، کیا میں اس کو صدقہ کر دیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کیا کرو اور برتن میں محفوظ نہ کیا کرو اگر تم محفوظ رکھو گی تو اللہ جل شانہ بھی تم سے اپنی عطا کو محفوظ فرما لے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الزکاۃ تحت باب التحریض علی الصدقة، ومسلم کتاب الزکاۃ، واحمد ١٠/٢٦٩٧٨، والنسائی وابن حبان ٣٢٠٩.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۳۲۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ: ۴/۱۸۵ (۲) بخاری شریف

بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال

(٥٦٠) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِنْ ثُدِیِّهِمَا إِلَی تَرَاقِیْهِمَا، وَأَمَّا الْمُنْفِقُ، فَلَا یُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ، أَوْوَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهِ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَهُ، وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ، وَأَمَّا الْبَخِیْلُ، فَلَا یُرِیْدُ أَنْ یُنْفِقَ شَیْئًا إِلَّا لَزِقَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَهَا، فَهُوَ یُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ﴾ (متفق علیه)

وَ "الْجُنَّةُ" الدِّرْعُ، وَمَعْنَاهُ: أَنَّ الْمُنْفِقَ کُلَّمَا أَنْفَقَ سَبَغَتْ، وَطَالَتْ حَتّٰی تَجُرَّ وَرَاءَهُ، وَتُخْفِیَ رِجْلَیْهِ وَأَثَرَ مَشْیِهِ وَخُطُوَاتِهِ.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہوں ان کے بدن پر سینے سے ہنسلی تک لوہے کی زرہیں ہیں۔ پس خرچ کرنے والا خرچ کرتا ہے تو یہ زرہ اس کے بدن پر کھل جاتی ہے یا چوڑی ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں کے پوروں کو چھپا لیتی ہے اور اس کے نشان قدم کو مٹا دیتی ہے اور بخیل آدمی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے پس وہ اسے ڈھیلا کرتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔"

الجنۃ: (جیم کے پیش کے ساتھ) بمعنی زرہ اور مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ زرہ مکمل اور لمبی ہو جاتی ہے حتی کہ اس کے پیچھے سے گھسٹنے لگتی ہے اور اس کے پیروں کو اور اس کے چلنے کے نشان اور قدموں کو چھپا لیتی ہے۔

لغات: ❖ وَفَرَتْ: وَفَرَ (ض) وَفْرًا وَفِرَةً لَهُ الْمَالَ زیادہ کرنا۔ پورا کرنا۔ عَرَضَ فُلَانٍ عزت کی حفاظت کرنا۔ اور گالی نہ دینا۔

تشریح: كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مثال ایسی ہے جیسے دو آدمیوں پر لوہے کی زرہ ہیں۔

بخاری شریف کی روایت میں "جُبَّتَان" آتا ہے مراد وہی زرہ ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں اس تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ انسان کو اس طرح چھپا لیتا ہے جیسے ایک پورے جسم کی زرہ جو سر سے پاؤں تک کی ہو اس کے بدن کے ساتھ اس کے نشان قدم بھی چھپا لیتی ہے۔ (۱)

نیز اس حدیث میں صدقہ کرنے والے کے لئے یہ بشارت بھی ہے اس کے باقی مال کی حفاظت بھی اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوگی۔ صدقہ سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جب سخی آدمی صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ فراخ ہو جاتا ہے اور وہ خوشی خوشی صدقہ دیتا ہے۔ (۲)

وَاَمَّا الْبَخِيْلُ فَلَا يُرِيْدُ اَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ الخ: اور بخیل جب کچھ بھی خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ زرہ اس سے چمٹ جاتی ہے۔

حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ بخیل بلاؤں کا نشانہ بنا رہتا ہے نیز آگے والے جملہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بخیل آدمی جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اس میں بخیل آدمی کے لئے وعید ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: **اخرجه البخاری فی کتاب الزکاة تحت باب مثل البخیل والمتصدق ومسلم فی کتاب الزکاة تحت باب مثل المنفق والبخیل واحمد ۷۴۸۸/۳، والنسائی وهكذا فی البیهقی ۱۸۰۶/۴.**

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

(۱) روضۃ المتقین: ۱۰۵/۲، نزہۃ المتقین: ۴۰۹/۱، ۴۰۸

(۲) روضۃ المتقین: ۱۰۵/۲، نزہۃ المتقین: ۴۰۹/۱

(۳) مظاہر حق: ۲۴۴/۲، نزہۃ المتقین: ۴۰۹/۱

حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے

(۵٦۱) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ، إِلَّا الطَّيِّبَ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ، ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا، كَمَا يُرَبِّىْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ﴾ (متفق عليه)

"اَلْفَلُوُّ" بِفَتْحِ الْفَاءِ وَضَمِّ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِ الْوَاوِ، وَيُقَالُ أَيْضًا: بِكَسْرِ الْفَاءِ وَإِسْكَانِ اللَّامِ وَتَخْفِيْفِ الْوَاوِ: وَهُوَ الْمُهْرُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص پاکیزہ مال کی

کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ صدقہ کو ہی قبول فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے پھر وہ اسے صاحب صدقہ کے لئے بڑھاتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھیرے کو پالتا ہے اور پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔"

الفَلُوّ فا پر زبر لام پر پیش اور واؤ مشدد اور "فلو "فلا پر زیر لام ساکن اور واؤ مخفف کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے بمعنی گھوڑے کا بچہ۔

لغات: ❖ فلوہ: فَلَا يَفْلُوْ (ن) فَلَاءً وفَلْوًا سفر کرنا۔ بالسیف تلوار سے مارنا۔ القوم قوم کے درمیان میں آنا۔ وافْلٰی وافْتَلٰی الصَّبِیُّ اَوِالْمُهْرُ بچہ یا بچھیرے سے دودھ چھڑانا اور ماں سے جدا کرنا۔ الغُلامَ لڑکے کی پرورش کرنا۔ الفِلْوُ جمع اَفْلاء وفِلَاء اِوالْفَلُوْا والفُلُوُّ جمع اَفْلاء وفَلَاوِی بچھیرا یا گدھے کا بچہ جو دودھ چھڑانے کے زمانہ میں ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔

تشریح: مَنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ: یعنی وہ مال جو حلال ذریعوں سے جمع کیا گیا ہے، جب حلال طریقوں سے کمایا ہوا مال اللہ کے راستہ میں صدقہ کرے گا تو اللہ اس کو قبول فرمائیں گے۔ (۱)

وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ: اللہ تعالیٰ صرف حلال مال کو ہی قبول کرتا ہے۔ کہ حلال مال کا صدقہ قبول ہوتا ہے اور جو حرام ہوگا اللہ جل شانہ اس کو قبول نہیں فرماتے۔ اس حدیث میں بعض علماء نے ایک عجیب نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ حلال مال اچھی اور نیک جگہ پر خرچ ہوتا ہے عموماً صدقہ دینے والے حلال مال والے ہی ہوتے ہیں حرام مال والوں کو اس کی توفیق ملتی ہی نہیں ہے۔ (۲)

فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ: علماء فرماتے ہیں اس جگہ میں کنایہ ہے کہ حلال مال کے صدقہ سے اللہ جل شانہ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ پسندیدہ اور محبوب چیز کو آدمی داہنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ (۳)

كَمَا يُرَبِّىْ اَحَدُكُمْ فُلُوَّهٗ: جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے بچھیرے کو پالتا ہے کہ اللہ جل شانہ حلال مال سے صدقہ کے ثواب کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کا اجر بہت زیادہ دیا جائے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی كتاب الزكاة تحت باب الصدقة من كسب طيب، و مسلم فی كتاب الزكاة تحت باب الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها والترمذی ونسائی، وابن ماجه وابن حبان ۲۷۰ واحمد ۷۶۳۸/۳.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۲۵۸/۲ (۲) مرقاۃ: ۲۰۰/۴ (۳) مرقاۃ: ۲۰۰/۴ (۴) مظاہر حق: ۲۵۹/۲

کسان کی زمین پر بارش اور اس کی وجہ

(٥٦٢) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْاَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ: اَسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهٗ فِي حَرَّةٍ، فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهٗ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ، فَقَالَ لَهٗ: يَا عَبْدَاللّٰهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ، فَقَالَ لَهٗ: يَا عَبْدَاللّٰهِ لِمَ تَسْأَلُنِيْ عَنْ اِسْمِيْ؟ فَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَاؤُهٗ يَقُوْلُ: اِسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا؟ فَقَالَ: أَمَّا إِذَا قُلْتَ هٰذَا، فَإِنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا، وَأَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهٗ﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْحَرَّةُ" الْاَرْضُ الْمُلْبَسَةُ حِجَارَةً سَوْدَاءَ. "وَالشَّرْجَةُ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ الْمُعْجَمَةِ وَإِسْكَانِ الرَّاءِ وَبِالْجِيْمِ هِيَ مَسِيْلُ الْمَاءِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ایک آدمی ایک جنگل میں جا رہا تھا کہ اس نے بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں انسان کے باغ پر بارش برساؤ۔ پس وہ بادل کا ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک پتھریلی زمین پر برسایا تو نالوں میں سے ایک نالہ میں وہ پانی جمع ہوا۔ اور پانی نالے میں چلنے لگا یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا، تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا بیلچے سے پانی لگا رہا ہے اس نے اس سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، پس باغ کے مالک نے کہا، اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا اس بادل میں جس کا یہ پانی ہے میں نے ایک آواز سنی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتایا ہے تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لئے اللہ نے بادل کو حکم دیا؟ اس باغ والے نے کہا جب تم یہ کہہ رہے ہو تو میں (بتا دیتا ہوں کہ میں) اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے ایک تہائی حصہ صدقہ کرتا ہوں۔ ایک تہائی میرے اہل وعیال کی ضرورت کے لئے ہو جاتا ہے اور ایک تہائی حصہ اس باغ میں دوبارہ لگا دیتا ہوں۔''

الحَرَّۃ: سیاہ پتھریلی زمین۔ الشرعۃ شین پر زبر را ساکن اور جیم پانی کا نالہ یا پانی کی گزرگاہ ہے۔

لغات: ❖ فَتَنَحّٰی: تَنَحّٰی عَنْ مَوْضِعِہٖ اپنی جگہ سے الگ ہونا۔ لِلشَّیْءِ اعتماد کرنا۔ الرَّجُلُ اپنے کلام میں اعراب استعمال کرنا۔ نَحَا (ن) نَحْوًا الشَّیْءَ قصد وارادہ کرنا۔

تشریح:

حدیث سے سبق

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ آدمی اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے متعین کرلے۔ جیسے کہ اس حدیث میں اس دیہاتی آدمی نے متعین کیا ہوا تھا۔ اس میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پھر خیر کے مصارف اور خرچ کرنے کے مواقع پر وہ خرچ کردے گا ورنہ نفس وشیطان خرچ کرتے وقت یہ بات دل میں ڈالتے ہیں کہ ابھی نہیں پھر خرچ کردینا یا یہاں پر خرچ کرنا کوئی ضروری نہیں۔

حدیث کی تائید دوسری حدیث سے بھی

اس حدیث کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے ایک روایت میں حضرت ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریظہ کی طرف بھیجا اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ وہاں جاکر وہی عمل کرو جو بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی کرتا تھا وہ یہ کہ وہ تہائی مال کو صدقہ کرتا تھا۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الزهد والرقاق تحت باب الصدقة فی المساکین.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) کنز العمال

(٦١) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُخْلِ وَالشُّحِّ

بخل اور حرص سے روکنے کا بیان

مرنے کے بعد آدمی کو اس کا مال کوئی فائدہ نہیں دے گا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی وَمَا يُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰی﴾ (سورة اللیل: ۸ تا ۱۱)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: جس نے نہ دیا اور بے پرواہ رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو، سو ہم اس کو عنقریب پہنچادیں گے سختی میں اور کام نہ آئے گا اس کا مال جب یہ گڑھے میں گرے گا۔''

تشریح: شانِ نزول آیت کریمہ "واما من بخل واستغنی"

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ بن خلف سے دس اوقیہ [۱] کے بدلے میں خریدا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ امیہ بن خلف اس پر خوش ہوا کہ میں نے یہ غلام بہت زیادہ قیمت سے فروخت کر دیا۔ [۲]

مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس میں امیہ بن خلف کے تین اعمال کی مذمت بیان کی جا رہی ہے۔

(۱) "واما من بخل" (۲) "واستغنی" (۳) "وکذب بالحسنی"

1. **بخل:** اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بخل کرنا خواہ زکوۃ فرض ہو یا صدقات واجبہ ہوں۔
2. **استغنی:** اللہ جل شانہ سے بے نیازی اور بے رخی اختیار کرنا، چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ سے ڈرتا اور اس کی طرف مائل ہوتا اور اس کے احکامات کی پیروی کرتا۔
3. **"وکذب بالحسنی"** کلمہ ایمان اور اسلام کی تکذیب کرتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا مگر ایسا نہیں کیا۔ [۲]

وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدّٰى: جب وہ ہلاک ہوگا تو اس کا مال اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا یعنی جب وہ قبر کے گڑھے میں یا جہنم کے گڑھے میں گرے گا تو کوئی بھی اس کو وہاں سے نکال نہ سکے گا، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوصالح وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر گڑھے سے مراد جہنم میں گرنا ہے۔ [۳]

---

(۱) تفسیر مظہری: (اردو) ۱۲/۴۳۰ (۳) تفسیر مظہری (اردو): ۱۲/۴۳۱

جو شخص بخل سے بچ جائے وہ کامیاب ہو جائے گا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يُوْقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورة التغابن: ١٦)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

تشریح: شح بمعنی بخل، مگر شح میں کچھ مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ بخل اور یہ شح حقوق العباد واجبہ مثلاً اہل وعیال کے نفقہ میں کمی یا اپنے حاجت مند والدین وعزیزوں پر خرچ کرنے وغیرہ میں ہو یا حقوق اللہ میں مثلاً، زکوۃ، صدقۃ الفطر قربانی وغیرہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہو، تو اس طرح کرنا یہ حرام ہوگا اور وہ امور جو مستحب ہوں یا فضائل والے کاموں میں ہوں تو وہ بھی مکروہ اور مذموم ہوں گے۔ [۲]

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شح یہ ہے کہ حرام مال کو حاصل کرے اور اس کی زکوۃ نہ دے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ شح ایسی شدید حرص جو ممنوعات کے ارتکاب کا سبب بنے اس کو کہتے ہیں۔ [۳]

واما الاحادیث فتقدمت جملة منها فی الباب السابق.

اس سلسلہ کی کئی احادیث گزشتہ باب میں گزر چکی ہیں۔

(۱) تفسیر مظہری (اردو): ۱۲/۴۳۱ (۲) معارف القرآن: ۸/۳۷۹ (۳) تفسیر مظہری: ۱۱/۴۱۰

ظلم قیامت کے دن اندھیرے کا باعث ہوگا

(۵۶۳) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُو الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَ هُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے کا باعث ہوگا اور بخل وحرص سے بھی بچو۔ اس لئے کہ حرص اور بخل نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اس حرص اور بخل نے ہی اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خون ریزی کریں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھیں۔''

لغات: ❖ سَفَكُوْا: سَفَكَ (ض) سَفْكًا الماءَ اَو الدَّمَ پانی یا خون بہانا۔ الکَلَامَ بہت بولنا۔ تَسَفَّكَهٗ کسی کے سامنے سفکہ پیش کرنا۔ السُّفْكَةُ تھوڑی سی خوراک جو غذا سے پہلے کھائی جائے۔

تشریح: اِتَّقُوا الظُّلْمَ: ظلم کرنے سے بچو۔ ظلم کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے غیر جگہ استعمال کرنا مثلاً ٹوپی کی جگہ سے ہٹا کر کوئی اس کو پاؤں میں پہن لے تو اس کا نام ظلم ہے اسی طرح انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ جل شانہ کی اطاعت ہے اگر یہ اطاعت چھوڑ کر نافرمانی پر اتر آئے تو اسی کا نام ظلم ہوگا تو اس مفہوم کے اعتبار سے ظلم ہر گناہ کو شامل ہوگا۔ (۱)

فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں ہوگا۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سخت اندھیرا ہوگا اور دوسری طرف ظلم کا بھی اندھیرا ہوگا جس میں ظالم بھٹکتا ہوگا اور اس کو نجات کا راستہ نہیں ملے گا۔ بخلاف مؤمن کے کہ اس کے آگے پیچھے نور دوڑتا ہوگا جس کی روشنی میں وہ جنت کا راستہ پالے گا (۲) بعض علماء فرماتے ہیں کہ ظلم سے مراد شدائد و مصائب ہیں۔ یعنی قیامت کے دن ظلم مزید ہولناکیوں اور سختیوں کا باعث بن جائے گا۔

وَاتَّقُوا الشُّحَّ بخل سے بچو۔ بخل اگرچہ ظلم کی قسم ہے مگر اہمیت کے پیش نظر اس سے بطور خاص بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

فَإِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ: کہ حرص نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ کہ بخل خون ریزی اور حرام کو حلال

کرنے کا باعث ہے کہ اسی بخل کے باعث آدمی ترکِ ملاقات اور انقطاع تعلقات کرتا ہے اسی سے ایک دوسرے سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اسی بخل کے ذریعہ سے آدمی بہت سے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ (۳)

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق: ۲/۲۴۴ (۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۰۸، مظاہر حق: ۲/۲۴۴ مرقاۃ (۳) روضۃ المتقین: ۲/۱۰۸، مظاہر حق: ۲/۲۴۴

(٦٢) بَابُ الْاِیْثَارِ وَالْمُوَاسَاۃِ

ایثار اور غم خواری کی فضیلت کے بیان میں

انصار مدینہ کی تعریف

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ﴾ (سورۃ الحشر: ۹)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ وہ اپنے اوپر فاقہ ہی کریں۔''

تشریح: آیت بالا میں انصار مدینہ کے ایک خاص وصف کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ان کی عادت یہ ہے کہ دوسروں کی خواہش اور حاجت کو اپنی خواہش اور حاجت پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان کو خود اس کی حاجت اور ضرورت ہوتی ہے۔

اس آیت کے مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کئی شان نزول لکھے ہیں ان میں کوئی تضاد و اختلاف نہیں کیونکہ جس طرح کے واقعہ اس آیت کے نزول کا مصداق بن سکتے ہیں۔ یہاں دو شان نزول لکھے جاتے ہیں۔

❶ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو کسی شخص نے ایک بکری کا سر بطور ہدیہ پیش کیا انہوں نے خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھائی اور اس کے اہل وعیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ یہ سر ان کے پاس بھیج دیا۔ اسی طرح دوسرے نے خیال کر کے تیسرے کے اور تیسرے نے اس کو چوتھے کے پاس بھیج دیا۔ غرض یہ سر سات گھروں میں پھرنے کے بعد پھر پہلے ہی گھر پر واپس آ گیا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

❷ حضرت حذیفہ عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا اور تھوڑا پانی ساتھ لیا کہ ان میں اگر کچھ جان ہوگی تو پانی پلا دوں گا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان میں کچھ جان باقی تھی میں نے کہا پانی پلا دوں؟ انہوں نے اشارہ سے کہا کہ ہاں، مگر فوراً قریب سے ایک زخمی کی آواز آئی تو میرے بھائی نے کہا پانی ان کو پلاؤ۔ مگر میں ان کے پاس پہنچا تو تیسرے آدمی کی آواز ان کے کان میں آئی انہوں نے تیسرے کو پانی دینے کا اشارہ کیا اسی طرح یکے بعد دیگرے سات شہیدوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوا۔ جب ساتویں کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے یہاں سے

پھر اپنے بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی طرح تفسیر قرطبی نے متعدد واقعات لکھے ہیں۔ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی

کھانا کھلاتے ہیں باوجود اپنی حاجت ہونے کے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّأَسِيْرًا﴾ (سورة الدهر: ۸)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم اور قیدی کو۔''

تشریح: یہاں ان آیات سے اہل جنت کے اوصاف کو بیان کیا جا رہا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں اس آیت میں ''علی'' بمعنی مع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی حالت میں بھی غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں جب کہ اس کھانے کی طرف خود ان کی ضرورت اور حاجت ہوتی ہے۔ (۱)

آیت بالا میں تین قسم کے لوگوں کو کھانا کھلانے کا ذکر ہے۔ مسکین اور یتیم یہ دونوں تو محتاج ہوتے ہیں اس لئے ان کو کھلانے کا اجر وثواب ظاہر ہے۔ قیدی کو کھانا کھلانا یہ تو بیت المال اور حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے تو جو قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں گویا وہ بیت المال میں حکومت کی اعانت کرتے ہیں اس لئے قیدی چاہے کافر بھی ہو اس کو کھانا کھلانا باعث ثواب ہوگا۔ (۳)

شانِ نزول ''يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ'' الآية

حضرت مجاہد اور حضرت عطاء وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی کی مزدوری کر کے کچھ پیسے حاصل کئے ایک تہائی کا جو پیس کر دو روٹیاں پکائیں پھر جب کھانے کو بیٹھے تو ایک مسکین نے آ کر سوال کیا گھر والوں نے سارا کھانا اس مسکین کو دے دیا۔ پھر دوبارہ ایک تہائی جو کی روٹی پکائی تو ایک یتیم نے آ کر سوال کیا تو گھر والوں نے اس کو سارا دے دیا۔ تیسری بار جو باقی تھا اس کی روٹی پکائی جب کھانے کے لئے پہنچے تو ایک قیدی نے آ کر سوال کر دیا تو پھر اس کو دے دیا اس دن بھی سب بھوکے رہے اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (۳)

''بعض دوسرے مفسرین نے دوسرا شان نزول بھی بیان کیا ہے۔''

(۱) معارف القرآن: ۸/۶۳۸

(۲) معارف القرآن: ۸/۶۳۸

(۳) تفسیر مظہری: ۱۲/۲۳۸

صحابی نے کھانا کھلانے کے بہانے چراغ بجھا دیا

(٥٦٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَأَرْسَلَ إِلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ، فَقَالَتْ: وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ إِلَّا مَاءٌ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى أُخْرٰى، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ: لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ إِلَّا مَاءٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُضِيْفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَانْطَلَقَ بِهٖ إِلٰى رَحْلِهٖ فَقَالَ لِامْرَأَتِهٖ: أَكْرِمِیْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

وَفِیْ رِوَايَةٍ قَالَ لِامْرَأَتِهٖ: هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ؟ فَقَالَتْ: لَا، إِلَّا قُوْتَ صِبْيَانِیْ. قَالَ: عَلِّلِيْهِمْ بِشَیْءٍ وَإِذَا أَرَادُوا الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيْهِمْ، وَإِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَأَطْفِئِی السِّرَاجَ، وَأَرِيْهِ أَنَّا نَأْكُلُ، فَقَعَدُوْا وَأَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: "لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں (بھوک سے) نڈھال ہوں پس آپ ﷺ نے بعض ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا انہوں نے بھی اس کے مثل جواب دیا حتی کہ سب نے یہی کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں ہے۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا آج کی رات کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں، پس وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ اور بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف بچوں کے لئے خوراک ہے اس نے کہا بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلا دو، اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں کسی طریقے سے سلا دینا اور جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں چنانچہ وہ سب (کھانے کے لئے) بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا اور دونوں نے بھوکے رات گزار دی جب صبح ہوئی اور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو

سلوک کیا اللہ اس پر بہت خوش ہوا ہے۔“

لغات: مجھود: جَھِدَ (س) عَیْشُہٗ زندگی کا مکدر ہونا۔ گزران مشکل ہونا۔ طَاوِیَیْنِ طَوٰی (س) طَوًّا واطوٰی بھوکا ہونا صفت طَیَّان طَوٰی (ض) طَیًّا الثَّوْبَ کپڑا لپیٹنا۔ عَلِّلِیھِمْ عَلَّلَہٗ بار بار پلانا۔ ھکذا مشغول کرنا۔ کھیل کود میں ڈالنا۔ عَلَّلَ الشَّیْءَ علت بیان کرنا۔ دلیل سے ثابت کرنا۔ المَالَ بہترین انتظام کرنا۔ ہٗ علاج کرنا۔ عَلَّ (ن ض) عَلًّا وعَلَلاً وتَعِلَّۃً دوسری بار پینا۔

تشریح: صحابہ کی زندگی میں اس قسم کے ایثار کا یہ صرف ایک واقعہ نہیں بلکہ ان کی زندگی اس قسم کے ایثار سے بھری ہوئی ہے علامہ قرطبی نے ”ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ“ کے تحت بہت سے واقعات جمع کر دیئے ہیں۔ (۱)

سوال: اس قسم کے واقعات پر ایک مشہور سوال کیا جاتا ہے وہ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا پورا مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا: جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے انڈے کے برابر سونے کا ٹکڑا آپ ﷺ کو صدقہ کے طور پر دیا تو آپ ﷺ نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا اور ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے بعض لوگ اپنا سارا مال صدقہ کر دیتے ہیں پھر محتاج ہو کر لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں۔ (۲)

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں پورا مال صدقہ کرنے کی ممانعت ان لوگوں کے لئے جو فقر پر صبر نہ کرسکیں اور بھیک مانگنا شروع کر دیں اور اگر وہ عزم و ہمت والے ہوں تو اب وہ پورا مال صدقہ کر دیں تو کوئی حرج نہیں جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبوک کے موقع پر سارا مال آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے قبول فرمالیا اس طرح کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جو منع فرمایا وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو صبر نہ کر سکتے ہوں۔ (۳)

حدیث کے الفاظ کی تحقیق اور طرق احادیث

اِنِّیْ مَجْھُوْدٌ بخاری کی دوسری روایت میں آتا ہے ”یا رسول اللہ اصابنی الجھد“ (یا رسول اللہ مجھ کو بھوک کی مشقت پہنچی ہے) یہ الفاظ ہیں۔

فَأَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَائِہٖ: بخاری کی دوسری روایت میں ”فَبَعَثَ اِلٰی نِسَائِہٖ“ کہ آپ ﷺ نے گھر والوں کی طرف آدمی بھیجا۔ یہ الفاظ ہیں۔

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: مسلم کی روایت میں آدمی کا نام حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب المناقب تحت باب (ویوثرون علی انفسھم) و کتاب التفسیر ومسلم فی کتاب الاشربۃ تحت باب اکرام الضیف وفضل الایثار والترمذی وابن حبان ۵۲۸۶، وھکذا البیھقی رحمہ اللہ فی الکبری ۱۸۵/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) تفسیر قرطبی (۲) مشکوۃ شریف (۳) تفسیر قرطبی

دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے

(۵٦۵) ﴿وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ"﴾ (متفق علیہ)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ.

ترجمہ: "سابقہ راوی ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے۔" (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہے۔

لغات: ❖ کافی: كَفٰى (ض) كِفَايَةً الشَّیْءُ کافی ہونا۔ صفت کاف كَفَى الشَّیْءُ فلانًا کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔

تشریح: طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ الخ: دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لئے کافی ہے۔

کہ جو کھانا دو آدمیوں کو سیر کرتا ہے تو اتنا کھانا تین آدمیوں کے لئے بطور قناعت کے کافی ہو جاتا ہے کہ اس کھانے سے تین آدمیوں کی بھوک ختم ہو جاتی ہے اور ان کو عبادت کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہونے کا مطلب بھی یہی ہے باقی کو اسی طرح قیاس کر لیا جائے۔ (۱)

حدیث سے سبق

اس حدیث میں یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ تمہارے پاس جو کھانا موجود ہے تو بقدر ضرورت تم کھاؤ اور باقی کسی محتاج وفقیر کو کھلا دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قحط سالی کے زمانے میں فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہر گھر والوں کو آدھے آدھے پیٹ کھانا بھیجوں کہ اس آدھا پیٹ کھانا کھانے سے آدمی مرتا نہیں۔ (۲)

حدیث کا دوسرا سبق

حدیث بالا میں جہاں ایثار و قناعت کا سبق ملتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کا نفس امارہ تو

یہ چاہتا ہے کہ سب کچھ میں کھالوں، میں جمع کرلوں مگر انسانیت کی ہمدردی کا تقاضہ یہ ہے کہ خدا نے جو تم کو دیا ہے اس میں دوسروں کو بھی شریک کرو۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاطعمة تحت باب طعام الواحد یکفی الاثنین ومسلم فی کتاب الاشربة تحت باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل والترمذی وابن ماجه وابن حبان ٥٢٣٧، وهكذا ابن ابی شیبة ٣٢٢/٨.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ: ۱۶۸/۸، مظاہر حق: ۸۸/۴

(۲) مرقاۃ: ۱۶۸/۸، مظاہر حق: ۸۹/۴

(۳) مظاہر حق: ۸۹/۴، روضۃ المتقین: ۱۱۱/۲

جس کے پاس زائد چیز ہو وہ دوسرے کو دے دے

(٥٦٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَةٍ لَهُ، فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَهٗ یَمِیْنًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْیَعُدْ بِهٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ، فَلْیَعُدْبِهٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَهُ، وَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰی رَأَیْنَا أَنَّهُ لَاحَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِیْ فَضْلٍ﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں اپنی نظر کو گھمانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ ہو تو وہ اس کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو، اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف مالوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا ضرورت سے زائد مال پر کوئی حق نہیں۔''

لغات: ❖ یَصْرِفُ: صَرَفَهٗ (ض) صَرْفًا واپس کرنا۔ ہٹانا۔ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اللہ ان کے دلوں کو گمراہ کر دے۔ صَرَفَ الشَّرَابَ خالص شراب پینا۔ صَرَفَ (ن) صَرِیْفًا بنا بہ دانت پیسنا۔ الباب دروازہ کا کھولتے یا بند کرتے وقت چوں چوں کرنا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اجتماعی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنا چاہئے اور اپنی ضرورت سے زائد چیز ضرورت مند مسلمان کو دے دینی چاہئے۔ "لا حق لاحد منا فی فضل" ہم نے خیال کیا کہ ہم میں سے کسی شخص کا ضرورت سے زائد چیز پر کوئی حق نہیں۔

استحبابی حکم ہے

یہ حکم فرض اور واجب نہیں بلکہ جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے [1] علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس حدیث میں لوگوں کو صدقہ دینے پر ترغیب دی جا رہی ہے۔ [2] اگر اس فرمان نبوی کے کریمانہ اخلاق پر عمل کیا جائے گا تو یہ معاشرہ اخوت و مساوات کے اعتبار سے مثالی بن جائے گا جیسے کہ قرون اولی میں بنا ہوا تھا ورنہ آج کل اس کریمانہ اخلاق کو چھوڑ کر جو خرابی دیکھنے میں آ رہی ہے وہ سب کے سامنے ہے [3] "فَإِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى"

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب اللقطة تحت باب استحباب المواساة بفضول المال وهكذا فی ابی داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۲) شرح مسلم للنووی (۳) مظاہر حق جدید اردو

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے چادر اپنے کفن کے لئے مانگ لی

(۵۶۷) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ، فَقَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدَيَّ لِأَكْسُوْكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ فَقَالَ فُلَانٌ: أُكْسُنِيْهَا مَا أَحْسَنَهَا! فَقَالَ: "نَعَمْ" فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ: فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ! لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا! فَقَالَ: إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بنی ہوئی چادر لے کر آئی اور کہنے لگی، میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے تا کہ آپ ﷺ کو پہناؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ضرورت کی چیز سمجھتے ہوئے قبول فرمالیا پھر اسے آپ ﷺ تہبند کے طور پر باندھ کر تشریف لائے۔

ہمارے ایک آدمی نے عرض کیا یہ چادر کس قدر خوبصورت ہے یہ مجھے پہنا دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا، آپ مجلس میں بیٹھ گئے پھر واپس چلے گئے اور اس چادر کو لپیٹا اور اس آدمی کی طرف اس کو بھیج دیا۔ پس لوگوں نے اس سے کہا تو نے اچھا نہیں کیا، آپ ﷺ نے اس کو اپنی ضرورت سمجھ کر لپیٹا تھا۔ پھر تو نے آپ ﷺ سے اس کا سوال کیا اور تجھے یہ بھی معلوم تھا کہ آپ ﷺ کسی سائل کو واپس نہیں کرتے۔ تو اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس لئے سوال نہیں کیا تھا کہ میں اس کو پہنوں، میں نے تو اس چادر کا سوال اس لئے کیا تھا کہ یہ چادر میرا کفن بن جائے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ چادر ان کے کفن میں لگائی گئی۔" (بخاری)

لغات: ❖ مَنسُوجَةٍ: نَسجَ (ن ض) نَسجًا الثوبَ کپڑا بننا۔

تشریح: اِمرَأَةٌ جاءَ ت: ایک عورت آئی۔ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

فَاَخذَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ: علماء فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ایک دوسرے کو ہدیہ کا تبادلہ کیا کرے۔ جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے باہمی محبت پیدا ہوتی ہے۔ (۱)

اُکسُنِیهَا مجھ کو پہنا دیں یعنی مجھ کو دے دیں۔ جب اس نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کو مرحمت فرما دی کیونکہ کبھی آپ سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں فرماتے تھے۔ (۲)

لِتَکُونَ کَفَنِی: تاکہ میرا کفن بن جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی آخرت کو ہمیشہ یاد بھی کرے اور اس کے لئے تیاری کرتا رہے اور اگر کفن وغیرہ پہلے سے تیار رکھتا ہے تو یہ بھی اس حدیث سے جائز معلوم ہوتا ہے۔

نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے جیسے ان صحابی نے آپ ﷺ سے چادر لی کہ اس متبرک چادر کو میں اپنا کفن بناؤں۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری رحمه الله تعالیٰ فی کتاب الجنائز تحت باب من استعد الکفن فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم فلم ینکر علیه، و کتاب الادب ومسند احمد ۲۲۸۸۸/۸.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مشکوۃ ادب المفرد (۲) روضۃ المتقین: ۱۱۳/۲، دلیل الفالحین: ۵۷۵/۲ (۳) روضۃ المتقین: ۱۱۳/۲، دلیل الفالحین: ۵۷۵/۲

قبیلہ اشعری والوں کی فضیلت

(۵۶۸) ﴿وَعَن اَبِی مُوسٰی اَشعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الاَشعَرِیِّینَ اِذَا اَرمَلُوا فِی الغَزوِ، اَوقَلَّ طَعَامُ عِیَالِهِم بِالمَدِینَةِ، جَمَعُوا مَا کَانَ عِندَهُم فِی ثَوبٍ وَّاحِدٍ،

ثُمَّ اقْتَسَمُوْا بَيْنَهُم فِي إِنَاءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُم﴾ (متفق علیه)

"أَرْمَلُوْا": فَرَغَ زَادُهُمْ، أَوْقَارَبَ الْفَرَاغَ.

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اشعری (قبیلہ کے) لوگ جب جہاد میں زادراہ ختم ہو جاتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے یا مدینہ میں (حالت قیام میں) ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے سب کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں پھر اس کو سب کے برتنوں میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں پس یہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ "اَرْمَلُوْا" ان کا زادراہ ختم ہو گیا یا ختم ہونے کے قریب ہو گیا۔"

لغات: ❖ ارملوا: اَرْمَلَ الْقَوْمُ قوم کی خوراک یا توشہ کا ختم ہو جانا۔ فقیر ہونا۔ زادھم توشہ ختم ہونا۔ رَمَلَ (ن) رَمْلًا الطَّعَامَ کھانے میں ریت ملانا۔

تشریح: اِنَّ الْاَشْعَرِيِّيْنَ: قبیلہ اشعری والے۔ اشعری یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو اشعر کی طرف منسوب ہے اس قبیلہ کا بانی شیث بن اود بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا اور اسی قبیلہ میں سے مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ (۱)

جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ: کہ سب سامان کو ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں۔ اس میں قبیلہ اشعری والوں کی ایک عادت کا تذکرہ ہے کہ جب ان کے پاس کھانا وغیرہ کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ہوتا ہے سب کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں کہ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور تعاون کا جذبہ ہے خاص کر کے ابتلاء و مصیبتوں کے وقتوں میں باہم تعاون کرتے ہیں۔ (۲)

فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ: وہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں۔ اس کا مطلب محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ قبیلہ اشعری والے اور میں اخلاق، کردار اور اعمال خیر میں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ (۳)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں مبالغۃً یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اللہ جل شانہ کی اطاعت کے سلسلہ میں ہم دونوں کا بہت زیادہ اتحاد واتفاق ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الشرکة تحت باب الشرکة فی الطعام ومسلم فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب من فضائل الاشعریین.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین: ۲/۱۱۳، دلیل الفالحین: ۲/۵۷۶ (۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۱۴

(۳) دلیل الفالحین: ۲/۵۷۶، روضۃ المتقین: ۲/۱۱۳ (۴) دلیل الفالحین: ۲/۵۷۶، روضۃ المتقین: ۲/۱۱۳

(٦٣) بَابُ التَّنَافُسِ فِيْ أُمُوْرِ الْآخِرَةِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِمَّا يُتَبَرَّكُ بِهٖ

آخرت کے امور میں رغبت کرنے اور متبرک چیزوں کی زیادہ خواہش کرنے کے بیان میں

دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا محمود ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ (سورة المطففين:)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے۔''

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تنافس کا معنی یہ ہے کہ چند آدمی کسی خاص مرغوب ومحبوب چیز کے حاصل کرنے کے لئے دوڑیں اور جھپٹیں کہ وہ دوسرے سے پہلے اس چیز کو لے لیں۔ تنافس اس وقت مذموم ہے جب کہ وہ دنیوی امور میں ہو اور یہ دینی امور میں پسندیدہ ہے کہ خود ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے۔ یہاں اس آیت میں جنت کی نعمتوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ دنیا کی چیزیں اس قابل نہیں کہ اس کو مقصود زندگی سمجھ کر اس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے کیونکہ دنیا کی چیز ناقص اور فانی ہے تنافس اور مقابلہ کرنے کی چیز تو جنت کی نعمتیں ہیں جو ہر حیثیت سے مکمل اور دائمی ہیں۔ (١)

(١) معارف القرآن: ٨/٦٩٩، تفسیر مظہری: ١٢/ ٣٣٩

دائیں طرف سے تقسیم کرنا مستحب ہے

(٥٦٩) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ غُلَامٌ وَعَنْ يَّسَارِهِ الْاَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ: "أَتَأْذَنُ لِيْ أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ أَحَدًا، فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ﴾ (متفق عليه)

"تَلَّهٗ" بِالتَّاءِ الْمُثَنَّاةِ فَوْقَ، أَيْ وَضَعَهٗ، وَهٰذَا الْغُلَامُ هُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پینے کی کوئی چیز لائی گئی آپ ﷺ نے اس میں سے پیا آپ کے دائیں جانب ایک لڑکا اور بائیں جانب بوڑھے لوگ (بیٹھے) تھے آپ ﷺ نے لڑکے سے کہا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان بوڑھوں کو دے دوں۔ پس لڑکے نے کہا نہیں اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے حصہ کو جو آپ ﷺ سے مل رہا ہے کسی ایک کو بھی اپنے اوپر ترجیح نہیں دوں گا پس نبی ﷺ نے وہ پیالا اس لڑکے کے ہاتھ میں رکھ دیا۔''

''تلّہ'' تاء مثناۃ کے ساتھ یعنی اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور یہ لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

لغات: فَتَلَّهُ: تَلَّهُ (ن) تَلًّا پچھاڑنا۔ الشَّیْءَ اِلَیْهِ مٹانا۔ دفع کرنا۔ الحَبْلَ فِی الْبِئْرِ کنویں میں رسی لٹکانا۔ الشَّیْءَ فِی یَدِهٖ کوئی چیز ہاتھ میں رکھنا۔

تشریح: عَنْ یَّمِیْنِهٖ غُلَامٌ وَعَنْ یَّسَارِهِ الْاَشْیَاخ: دائیں طرف لڑکا تھا جس کا نام حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھا اور بائیں طرف کچھ بزرگ لوگ تھے اس سے مراد حضرت خالد بن ولید وغیرہ ہیں۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں ایک سے زائد لوگ موجود ہوں اور کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو دائیں طرف کا شخص زیادہ اس چیز کا حق دار ہوگا۔ (۲)

اَتَاذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَ: کیا مجھ کو اجازت دو گے کہ میں پہلے ان بزرگوں کو دے دوں۔ دوسری روایت میں آتا ہے: ''فَقَالَ لِیَ الشَّرْبَةُ لَکَ فَاِنْ شِئْتَ اٰثَرْتَ بِهَا خَالِدًا'' (۳)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن عباس! پینے کی باری تمہاری ہے تم چاہو تو خالد کو اپنے اوپر ترجیح دو یعنی پہلے پینے دو۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ چیز بائیں طرف والے کو دینا ہو تو پہلے دائیں طرف والے سے اجازت لی جائے کیونکہ زیادہ حق تو دائیں طرف والے کا ہے یہ امور استحبابی میں سے ہیں مگر آپ ﷺ امور استحباب کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ علماء فرماتے ہیں یہ حدیث آپ ﷺ کے کمال عدل وانصاف پر دلالت کرتی ہے۔ (۴)

اُوْثِرُ بِنَصِیْبِیْ: آپ کی طرف سے ملنے والے حصے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ مشروب کا وہ پیالہ جس میں آپ ﷺ کا بچا ہوا مشروب تھا اور جسے آپ ﷺ کے منہ مبارک سے مس ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا اس تبرک سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے پہلے خود برکت حاصل کرنا چاہتے تھے اس وجہ سے انہوں نے بڑوں کے ادب واحترام کے مقابلے پر نبی اکرم ﷺ کے تبرک کو ترجیح دی۔ (۵)

اس جگہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی صحبت اور تبرک میں کتنے حریص تھے۔ (۶)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المظالم تحت باب اذا اذن له او اله وفی کتاب الشرب

وغیرھما من کتب الصحیح ومسلم فی کتاب الاشربۃ تحت باب استحباب ادارۃ الماء واللبن ونحوھما عن یمین المبتدی و مالک واحمد فی مسندہ ۲۲۸۸۷/۸، وابن حبان ۵۳۳۵ وھکذا فی البیھقی ۲۸۶/۷.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، فتح الباری

(۲) مظاہر حق: ۱۴۴/۴

(۳) رواہ ترمذی

(۴) مظاہر حق: ۱۴۳/۴

(۵) روضۃ المتقین: ۱۱۵/۲

(۶) روضۃ المتقین: ۱۱۵/۲

غسل کرتے ہوئے حضرت ایوب علیہ السلام پر ٹڈیوں کی بارش

(۵۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَیْنَا أَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا، فَخَرَّ عَلَیْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ أَیُّوْبُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ، فَنَادَاهُ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ: یَا أَیُّوْبُ أَلَمْ أَکُنْ أَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَرٰی؟ قَالَ: بَلٰی وَعِزَّتِکَ، وَلٰکِنْ لَا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِکَ﴾

(رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے تو ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام لب بھر کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے تو پس ان کو اللہ نے پکارا اے ایوب! کیا میں نے تم کو ان چیزوں سے بے پرواہ نہیں کر دیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ کی عزت کی قسم لیکن مجھے آپ کی برکتوں سے بے نیازی نہیں ہو سکتی۔''

لغات: ❖ یَحْثِیْ: حَثَا (ن) حَثْوًا وَحَثٰی (ض) حَثْیًا وتَحْثَاءَ التُّرَابَ مٹی ڈالنا۔ التُّرَابُ مٹی کا گرنا۔ لَہٗ تھوڑا سا دینا۔ کہا جاتا ہے۔ حَثَا فِیْ وَجْهِهِ الرَّمَادَ یعنی اس نے اس کو شرمندہ نادم کر دیا۔

تشریح:

ستر چھپا کر غسل کرنا مستحب ہے

یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا: آپ کپڑے اتار کر غسل فرما رہے تھے۔ ''عریاناً'' سے بالکل ننگے ہو کر نہانا مراد نہیں ہے بلکہ تہبند کے

علاوہ کوئی کپڑا جسم پر نہیں تھا یہ مراد ہے اس بات کی تائید آگے کی عبارت سے ہوتی ہے جس میں آتا ہے۔ "یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ" کہ آپ ٹڈی کو پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑے میں جمع کر رہے تھے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اگر بالکل ننگے ہو کر نہانا بھی مراد ہو تو تنہائی اور پوشیدہ جگہ پر اس طرح نہانا بھی جائز ہے۔ ہاں بہتر اور مستحب تو یہی ہے کہ اس وقت میں بھی اپنے پروردگار سے حیا و شرم کی جائے اور ستر پوشی کر لی جائے۔ (۱)

فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ: حضرت ایوب علیہ السلام ان ٹڈیوں کو اپنے کپڑے میں رکھنے لگے۔

اس میں محدثین کے کئی اقوال ہیں:

1. اسی تہبند میں رکھ رہے تھے جس کو پہن کر نہا رہے تھے۔
2. غسل کر کے جو کپڑا پہننا تھا اس میں جمع کرنا شروع کر دیا۔
3. غسل کرنے کے وقت جو کپڑا قریب میں رکھا تھا اس میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ (۲)

فَنَادَاهُ رَبُّهٗ: اللہ نے آواز دی۔ محدثین فرماتے ہیں اللہ جل شانہ کا اس طرح حضرت ایوب علیہ السلام کو مخاطب کرنا بطور عتاب اور ناراضگی کے نہیں تھا بلکہ بطور شفقت اور محبت کے تھا۔ (۳)

وَلٰکِنْ لَا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِکَ: دوسری روایت میں "مَنْ یَّشْبَعُ عَنْ رَّحْمَتِکَ" کہ آپ کی رحمت سے کوئی سیراب نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں تیری نعمت کی کثرت سے بے نیاز نہیں ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا اس طرح انہماک سے ٹڈیوں کو جمع کرنا دنیا کی حرص اور مال و دولت میں اضافہ کی خواہش کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اللہ کی نعمت سے فائدہ اٹھانے کی بنا پر تھا۔ ملا علی قاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جائز مال و دولت میں اضافہ کی حرص اس شخص کے لئے جائز ہے جس کو اپنے نفس پر اعتماد ہو کہ اس مال و دولت پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی نہیں ہوگی۔ (۴)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الانبیاء تحت باب قول اللّٰه تعالیٰ: وایوب اذ نادی ربه، واحمد ۳/۸۱۶۵، وابن حبان ۶۲۲۹، وابوداؤد الطیالسی ۲٤۵۵.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، روضۃ المتقین: ۲/۱۱۶

(۲) مظاہر حق: ۵/۲۷۶ وتعلیق الصبیح

(۳) تعلیق الصبیح، مظاہر حق: ۵/۲۷۶

(۴) مرقاۃ

(٦٤) بَابُ فَضْلِ الْغَنِيِّ الشَّاكِرِ وَهُوَ مَنْ أَخَذَ الْمَالَ مِنْ وَّجْهِهٖ وَصَرَفَهٗ فِيْ وُجُوْهِهِ الْمَأْمُوْرِ بِهَا

شکر گزار مالدار کی فضیلت کا بیان اور شکر گزار مالدار وہ ہے جو جائز طریقہ سے مال حاصل کرے اور ایسی جگہوں پر خرچ کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے

کس کو نیک اعمال کی توفیق ملے گی؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰی وَاتَّقٰی۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی۝﴾

(سورة الليل: ۵ تا ۷)

ترجمہ: ''ارشاد خداوندی ہے: کہ جس نے (خدا کی راہ میں مال) دیا اور پرہیز گاری کی اور نیک بات کو سچ جانا ہم اس کو آسان راستہ (نیکی) کی توفیق دیں گے۔''

تشریح: فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰی: ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جس نے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کیا تو پھر اللہ اس کو جہنم کی آگ سے بچالیں گے۔ ایک روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ دوزخ سے بچو اگر چہ کھجور کے آدھے حصہ ہی سے ہو۔ (۱)

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی: حضرت ابن عباس اور ضحاک رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ کا قول ہے کہ ''حُسْنٰی'' سے مراد ''لا اله الا الله'' ہے مجاہد کے نزدیک ''حُسْنٰی'' سے مراد جنت ہے جیسے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ پر بھی آتا ہے ''للذين احسنوا الحسنى''۔ (۲) یہاں پر بھی ''حسنیٰ'' سے مراد جنت ہے۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰی: ہم اس کو سہولت کر دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے عمل کی توفیق دیں گے جو اللہ کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا ذریعہ بن جائے گی (۳) اس میں اشارہ ہے کہ ان لوگوں کی طبیعتوں اور مزاجوں کو ایسا بنا دیا جائے گا کہ ان کے اعمال ان کی طبیعت بن جائے گی اس کے خلاف کرنے میں وہ تکلیف محسوس کرنے لگیں گے۔

---

(۱) متفق علیہ عن عدی بن حاتم

(۲) سورۃ یونس

(۳) تفسیر مظہری: ۱۲/ ۴۲۹

حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ۝ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰی ۝﴾ (سورة الليل: ۱۷ تا ۲۱)

ترجمہ: ”ارشاد خداوندی ہے: بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال محض اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے۔ اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔“

تشریح: وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی ۝: بچالیا جائے گا اس کو جہنم سے جو پرہیزگار ہوگا جو اپنا مال محض اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔

شان نزول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات ایسے غلام جو مسلمان تھے جن پر کفار مکہ نے ظلم کیا ہوا تھا۔ مسلمان ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال خرچ کر کے ان کو کفار سے خرید کر آزاد کر دیا اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱)

مگر مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت عام ہے جو شخص بھی ایمان کے ساتھ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرے گا اس کے لئے یہی بشارت ہوگی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلاموں کو صرف اللہ کی رضا کے لئے آزاد کیا

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ۝: اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کے علاوہ ان غلاموں کا کوئی احسان ان کے ذمہ نہیں تھا کہ جن کے بدلہ میں انہوں نے یہ عمل کیا ہو۔ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کو غلام آزاد کرنا ہی ہے تو تم قوی اور بہادر غلاموں کو آزاد کیا کرو تاکہ وہ تمہارے کام آسکیں تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میرا آزاد کرنے سے مقصد ان غلاموں سے کوئی فائدہ اٹھانا نہیں ہے۔ صرف اللہ جل شانہ کی رضا کے لئے آزاد کرتا ہوں۔ (۲)

وَلَسَوْفَ يَرْضٰی: اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایک عظیم خوش خبری ہے کہ ان کو دنیا میں ہی اللہ جل شانہ کی طرف سے راضی کر دیئے جانے کی خوشخبری سنا دی گئی ہے۔ (۳) اسی طرح آپ ﷺ کو بھی اللہ جل شانہ کی طرف سے

خوش خبری دی گئی ہے۔ "وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی" (۴)

(۱) معارف القرآن: ۷۶۳/۸
(۲) معارف القرآن: ۷۶۳/۸
(۳) تفسیر مظہری: ۴۳۶/۱۲
(۴) معارف القرآن: ۶۳/۸

چھپ کر صدقہ دینا زیادہ اچھا ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَاءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّكُمۡ وَیُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِنۡ سَیِّـَٔاتِكُمۡ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ﴾ (سورۃ البقرہ: ۲۷۱)

ترجمہ: "ارشاد خداوندی ہے: اگر تم ظاہر کر کے صدقہ دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر اس کو مخفی طور سے فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔"

تشریح: اِنۡ تُبۡدُو الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ: اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ صدقات خواہ فرض ہوں یا نفل ہوں اگر کسی مصلحت سے ظاہر کر کے دے تب بھی جائز ہے کہ لوگوں کو بھی ترغیب ہو جائے اور اس پر جو تہمت ہے وہ ختم ہو جائے وغیرہ مگر اسی آیت میں یہ بھی فرمایا گیا "وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا" کہ اگر صدقہ کو مخفی طور سے دیں تو یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں ریاکاری کا خطرہ بھی ختم ہو جاتا ہے جس کو دیا جا رہا ہے اس کو شرم نہیں آتی وغیرہ۔ (۱)

صدقہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

یُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِنۡ سَیِّـَٔاتِكُمۡ: اللہ تعالیٰ تمہارے کچھ گناہ بھی معاف کر دیں گے۔

بظاہر یہ سوال کا جواب ہے کہ مخفی طور سے صدقہ دیا تو اب کسی نے دیکھا ہے نہیں؟ تو جواب دیا جا رہا ہے کہ مقصد صدقہ دینے کا یہ ہے کہ اللہ گناہ معاف کر دیں تو مقصود حاصل ہو رہا ہے کہ اللہ گناہوں کو معاف فرما دیں گے یہ فائدہ عظیمہ ہے۔ (۲)

بعض گناہ معاف تو ہوں گے یعنی صغیرہ گناہ کبیرہ گناہ تو توبہ استغفار سے معاف ہوتے ہیں۔ (۳)

(۱) معارف القرآن: ۶۴۲/۱
(۲) معارف القرآن: ۶۴۲/۱
(۳) تفسیر مظہری: ۷۳/۲

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

(سورة آل عمران: ۹۲)

ترجمہ: ''ارشاد خداوندی ہے: تم خیر کام کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اس کو خوب جانتے ہیں۔''

آیت بالا کا مطلب گزر چکا ہے اس آیت میں بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کو بیان کیا جا رہا ہے۔

﴿وَالْآيَاتُ فِيْ فَضْلِ الْإِنْفَاقِ فِي الطَّاعَاتِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ﴾

ترجمہ: ''اور نفاق فی سبیل الطاعات میں آیتیں بہت زیادہ ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔''

دو آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے

(۵۷۱) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَتَقَدَّمَ شَرْحُهٗ قَرِيْبًا﴾

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مال دیا اور اس کو نیک راستے میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی۔ اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت سے نوازا وہ اس کے ذریعے فیصلے کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ بخاری و مسلم اور اس کی شرح قریب ہی گزری ہے۔''

لغات: ❖ آتاه: آتٰى اِيْتَاءً فُلَانًا الشَّيْءَ کسی کو کوئی چیز دینا۔ اَتٰى (ض) اِتْيَانًا وَّاِتْيَانَةً ومَأْتَاةً آنا۔ بالمکان حاضر ہونا۔

تشریح: اس حدیث کی وضاحت "باب فضل الکرم والجود" میں گزر چکی ہے۔ یہاں پر دوبارہ لانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جب کسی کو مال عطا فرمایا ہو تو اب اس مال کا شکریہ ادا کرے اور وہ یہ ہے کہ اسے اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق نیک کاموں میں خرچ کیا جائے اسی طرح جس کو اللہ نے علم و حکمت کی دولت عطا کی ہو تو اس کا بھی وہ شکریہ ادا کرے اس کے شکریہ کا طریقہ حدیث بالا میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ خود اس پر عمل کرے اور دوسرا یہ کہ وہ دوسروں کو بھی سکھایا جائے۔

تخریج حدیث: "سبق تخریجه فی باب فضل الکرم والجود."

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حسد جائز نہیں مگر دو شخصوں پر

(۵۷۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا حَسَدَ إِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَهُوَ یُنْفِقُهٗ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ متفق علیه. "الآناءُ": الساعات﴾

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صرف دو خصلتوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک اس آدمی پر جسے اللہ جل شانہ نے قرآن مجید عطا فرمایا پس وہ رات کے اوقات میں بھی اس پر عمل کرتا ہے اور دن میں بھی۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ جل شانہ نے مال عطا فرمایا ہو پس وہ اسے رات کے اوقات میں بھی خرچ کرتا ہے اور دن کے اوقات میں بھی۔''

لغات: ❖ آناء: اَنٰی (ض) اَنْیًا وَاِنًی وأَناءً وَأَنّٰی تَأْنِیَةً قریب ہونا۔ آنا۔ النَّبَاتُ نبات کا پکنا۔ اَنٰی (ض) و اَنِیَ (س) اَنْیًا وَاِنًی پیچھے رہنا۔ دیر کرنا۔ الانی بردباری۔ نرمی، پورا دن۔ یا اس کا ایک حصہ۔ جمع۔ آناء و اِنْیٌ کہا جاتا ہے۔ آنَاءَ اللَّیْلِ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ یعنی رات دن، شب و روز۔

تشریح: لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ: حسد جائز نہیں ہے مگر دو آدمیوں میں۔ حسد ناجائز ہے اس لئے علماء نے حدیث بالا میں حسد سے غبطہ مراد لیا ہے حسد میں دوسرے سے زوال نعمت کی تمنا ہوتی ہے خواہ اپنے لئے اس کا حصول ہو یا نہ ہو۔ اور غبطہ میں دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر اپنے لئے اس کی تمنا کی جاتی ہے۔

حسد سے کیا مراد ہے

بعض علماء فرماتے ہیں یہاں مراد بالفرض والتقدیر ہے کہ اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دونوں چیزیں اس قابل ہیں کہ اس میں جائز ہوتا جب اس میں جائز نہیں تو باقی جگہوں پر تو بدرجہ اولی جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

دو صورتوں میں حسد جائز ہے

❶ کوئی نعمت کسی کافر کے پاس ہو اور وہ اس نعمت کو معاصی میں استعمال کر ہو۔

❷ دوسری صورت فاسق کے پاس جو نعمت ہو وہ غلط کاموں میں لگاتا ہو تو ان دونوں صورتوں میں زوال نعمت کی تمنا کرنا اور حسد کرنا جائز ہوگا۔ (۲)

اس سے پہلی حدیث میں قرآن کی جگہ پر لفظ حکمت آیا ہے علماء فرماتے ہیں حکمت سے مراد وہاں پر قرآن ہی ہے۔

"فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قیام کا مطلب اس پر عمل کرنا ہے جس میں قرآن کریم کی تلاوت نماز اور غیر نماز میں، لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا، اس کے ساتھ فیصلہ کرنا، اس کے مطابق فتوی دینا وغیرہ سب شامل ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب التوحید وکتاب فضائل القرآن ومسلم فی کتاب صلاة المسافرین تحت باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ: ۲۶۸/۱ (۲) شرح طیبی: ۳۵۹/۱ (۳) فتح الباری باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ

تسبیحات فاطمہ کی فضیلت

(۵۷۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ أَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى، وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، فَقَالَ: "وَمَا ذَاکَ" فَقَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ، وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ، وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَلَا أُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَكُوْنُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟" قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: "تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ، دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً، فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا: سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوْا مِثْلَهُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ (متفق علیه وهذا لفظ روایة مسلم)

"اَلدُّثُوْرُ": الْاَمْوَالُ الْكَثِيْرَةُ، والله أعلم.

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دولت مند لوگ بلند درجہ اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے آپ ﷺ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے کہ ہم روزے رکھتے ہیں وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں اور ہم صدقہ کرنے کی قوت نہیں رکھتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں، اور ہم آزاد نہیں

کر سکتے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جس کے ذریعے تم اپنے سے آگے بڑھنے والوں کو پالو گے اور اپنے بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ گے اور کوئی تم سے زیادہ فضیلت والا نہیں ہوگا مگر وہی جو تم جیسا عمل کرے گا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ پس فقراء مہاجرین نبی ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے دولت مند بھائیوں کو معلوم ہوگیا جو ہم کرتے تھے اور وہ بھی اس طرح کرنے لگے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ "الدثور" بہت زیادہ مال واللہ اعلم۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الدثور: الدثر بہت مال وثر بہت مال۔ جمع دثور دثر (ن) دثوراً الرسم نشان کا محو ہونا۔ مٹنا۔ السیف تلوار پر زنگ چڑھنا۔ الشجر درخت کا پتے لانا۔ الثوب کپڑے کا میلا ہونا۔ الرجل انسان پر بڑھاپے کے آثار کا آشکارا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں صحابہ کرام کا ایک دوسرے سے نیکیوں میں مقابلہ اور سبقت کرنے کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے کس طرح بڑھ جائیں گے اس میں بے چین رہتے تھے۔ (۱)

جب آپ ﷺ نے فقراء کو ہر نماز کے بعد تسبیحات فاطمہ پڑھنے کو بتایا تو اب امراء نے بھی اس کو شروع کر دیا اہل ثروت ایک طرف تو تمام احکام و فرائض اسلام کی پابندی کر رہے تھے۔ مال ہونے کی وجہ سے مالی عبادات کا صدقہ خیرات وغیرہ بھی کرتے تھے اور پھر ساتھ میں ان تسبیحات کو بھی شروع کر دیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ" یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے دیتا ہے۔ (۲)

ایک سوال اور اس کا جواب

"دُبُرَ کُلِّ صَلَاۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ مَرَّۃً" کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔

سوال: عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کے مجموعہ ۳۳، مرتبہ پڑھنا ہے یعنی ہر کلمے کو گیارہ، گیارہ مرتبہ حالانکہ مشہور تو یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک تسبیح کو تینتیس (۳۳) مرتبہ پڑھنا ہے۔

جواب: اس کا جواب علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں اصل عبارت یہاں پر یہ ہے: "تسبحون خلف کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین" مطلب یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ، سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہو جیسے کہ دوسری روایت سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے۔ (۳)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ اور پھر ایک بار "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له، له الملک والحمد وهو علی کل شیء قدیر" بھی پڑھنا چاہئے۔ (۴)

اس تعداد سے زائد نہ پڑھا جائے

فتح الباری میں ہے کہ ہر مسنون سے زائد پڑھنے سے اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے جیسے کہ حکیم کے نسخے میں کمی بیشی کرنے سے اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الاذان تحت باب الذکر بعد الصلاۃ ومسلم، فی کتاب المساجد تحت باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ وابن حبان ۲۰۱۴ وھکذا فی البیھقی ۲/۱۸۶.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین: ۲/۱۱۹ (۲) مظاہر حق (۳) فتح الباری (۴) شرح مسلم للنوی (۵) فتح الباری

(۶۵) بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَقَصْرِ الْأَمَلِ

موت کو یاد کرنے اور آرزوؤں کو کم کرنے کا بیان

ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ہر جان (دار) کو موت کا مزہ چکھنا ہے تم کو پوری پاداش قیامت ہی کے دن ملے گی جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے۔''

تشریح: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ: ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ جو شخص بھی دنیا میں آیا ہے اس کو موت کا مزہ چکھنا ہوگا علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ بغوی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا تو زمین کی مٹی نے شکایت کی کہ میرا ایک جز (حصہ) لیا گیا ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا گیا تو اللہ جل شانہ نے زمین سے وعدہ کیا کہ جو کچھ بھی مٹی سے لیا ہے وہ تجھے ہم واپس کر دیں گے چنانچہ جو شخص بھی مٹی سے بنا ہوگا وہ اسی مٹی میں مل جاتا ہے۔ (۱)

وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: تم کو پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا۔ اگر اچھے عمل کئے تو اس کا اچھا بدلہ ملے

گا اور اگر برے عمل کئے ہیں تو اس کا برابر بدلہ ملے گا۔ (۲)

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ: جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا خواہ وہ جنت میں ابتداءً داخل ہو جیسے کہ انبیاء صلحاء وغیرہ یا سزا بھگتنے کے بعد جیسا کہ گنہ گار مسلمان کہ یہ بھی آخر کار جہنم سے نجات پا کر ہمیشہ کے لئے جنت کی نعمتوں کے مالک بن جائیں گے بخلاف کفار کے کہ ان کا دائمی ٹھکانا جہنم ہوگا۔ (۳)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں مگر صرف دھوکہ کا سودا ہے۔

''متاع'' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دنیا گھاس کی سبزی اور لڑکیوں کی گڑیوں کی طرح ہے جس کا کوئی حاصل نہیں۔ (۴)

---

(۱) تفسیر مظہری: ۲/۴۴۱

(۲) معارف القرآن: ۲/ ۲۵۵

(۳) تفسیر مظہری: ۲/۴۴۲

(۴) تفسیر مظہری: ۲/۴۴۲

آئندہ کل کا حال کسی کو معلوم نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ﴾

(سورة لقمان: ٣٤)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔''

موت کا وقت مقرر ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (سورة النحل: ٦١)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: پھر جب ان کا وقت معین آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔''

تشریح: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر آدمی کی موت کا ایک وقت مقرر فرما دیا ہے۔ جب وہ وقت مقرر آ جاتا ہے پھر اس کے بعد نہ آگے ہو سکے گا نہ پیچھے۔

سوال: آگے ہونا تو سمجھ میں آتا ہے پیچھے ہونا یہ کیسے ہوگا؟ یہ محاورتاً کہا گیا ہے جیسے کہ آدمی بائع سے کہتا ہے کہ اس چیز میں کچھ کمی بیشی ممکن ہے مقصود کمی ہوتی ہے بیشی اس کے ساتھ لگا دیا جاتا ہے اسی طرح آیت بالا کو سمجھ لینا چاہئے۔

سوال: بعض روایات میں بعض اعمال پر وعدہ ہے کہ ان اعمال کے کرنے سے عمر بڑھ جاتی ہے مثلاً صدقہ کہ اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ اس سے موت کا وقت مؤخر ہو جاتا ہے؟

جواب: موت کے مؤخر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ موت کا وقت آگے ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی جتنی زندگی ہے اسی میں اللہ اس سے اتنا کام لے لیتے ہیں جتنی لمبی زندگی والا کرتا ہے۔

موت کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال کر لے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۞ وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَا أَخَّرْتَنِيْ إِلٰى أَجَلٍ قَرِيْبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ ۞ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ المنافقون: ۹ تا ۱۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پاویں اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آئے پھر وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اور تھوڑے دنوں مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر و خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب اس کی میعاد آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔''

تشریح: يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ: اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پاویں۔ ذکر اللہ سے پانچ وقت کی نماز یا حج یا زکوۃ یا قرآن اور بقول حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ تمام ہی طاعات و عبادات مراد ہیں۔ مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ آدمی اپنی اولاد اور مال کے ساتھ اشتغال اور تعلق رکھے مگر اس حد تک نہ رکھے کہ یہ چیزیں آدمی کو اللہ کی اطاعت سے دور کردیں۔ (۱)

وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ: اور ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آئے۔ مفسرین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ'' موت کے آجانے سے موت کے آثار آجانا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موت کے آثار آنے سے پہلے پہلے اپنی صحت و قوت کی حالت

میں اپنے اموال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرلو ورنہ موت کے بعد یہ مال وغیرہ کچھ بھی کام نہیں دیں گے۔ اسی وجہ سے ایک روایت میں آتا ہے کہ جب ایک شخص نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ سب سے زیادہ اجر والا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسے وقت میں خرچ کرے جب کہ آدمی تندرست ہو اور اپنی آئندہ ضروریات کے پیش نظر یہ خوف بھی ہو کہ مال خرچ کر ڈالا تو کہیں میں محتاج نہ ہو جاؤں۔ (۲)

فَيَقُوْلُ رَبِّ لَوْ لَا أَخَّرْتَنِيْ إِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ: تو وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے اور تھوڑے دنوں مہلت کیوں نہ دی۔ مفسر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ واجب تھی اور اس نے ادا نہیں کی یا حج فرض تھا اور ادا نہیں کیا موت سامنے آجانے کے بعد اس کی وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جاؤں تاکہ میں یہ کام کرلوں۔ (۳)

---

(۱) تفسیر قرطبی
(۲) رواہ البخاری فی الصحیح
(۳) معارف القرآن: ۴۵۹/۸

تم دنیا میں کتنے عرصہ رہے؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۝ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُوْنَ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ۝ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّيْنَ۝ قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيْلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۝﴾

(سورۃ المؤمنون: ۹۹ تا ۱۱۵)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھ کو پھر واپس بھیج دے تاکہ جس کو میں چھوڑ کر آیا ہوں اس میں نیک کام کروں۔ ہرگز نہیں ہوگا ایک ہی بات ہے جس کو وہ کہے جا رہا ہے ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔ پھر جب صور

پھونکا جائے گا ان میں باہمی رشتے ناطے اس دن نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا سو جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے ان کے چہروں کو آگ جھلساتی ہوتی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے کیوں کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں نہیں جایا کرتی تھیں اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے، ارشاد ہوگا کہ تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین میں رہے ہوگے وہ جواب دیں گے کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے۔ سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ارشاد گرامی ہوگا کہ تم تھوڑی ہی مدت رہے کیا خوب ہوتا کہ تم سمجھتے ہوتے۔ ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی پیدا کر دیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔"

تشریح: درمیان کی آیات اور ان کا ترجمہ

﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ، قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

ترجمہ: "وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب! ہم کو نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو ہم بے شک پورے قصوروار ہیں ارشاد ہوگا: کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔ میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو عرض کیا کرتے تھے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں سو تم نے ان کا مذاق کیا تھا یہاں تک کہ ان کے ساتھ اس مشغلہ نے تم سے ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے مستی کیا کرتے تھے میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔"

تشریح: حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اس سے مراد قبر یا میدان حشر ہے کہ جب یہاں پر اس کو بتایا جاتا ہے کہ اگر تو ایمان لاتا تو جنت کا یہ ٹھکانہ تم کو ملتا اب ایمان نہ لانے کی وجہ سے دوزخ تیرا ٹھکانہ ہے اس وقت یہ تمنا کرتا ہے اے میرے رب! مجھے دنیا واپس کر دیں تا کہ اب میں نیک کام کر کے واپس آ ؤں۔ (۱)

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ: "برزخ" سے مراد موت سے قیامت تک کی مدت یا قبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اب واپس آنے کے لئے یہ چیزیں مانع بن جائیں گی۔

دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُونَ: قیامت کے دن دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا پہلے صور میں زمین و آسمان کے درمیان کی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی دوسرے صور میں تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔ یہاں پر کون سا صور مراد ہے ابن عباس کے نزدیک پہلا صور مراد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دوسرا صور مراد ہے۔

مفسرین کے نزدیک ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول زیادہ راجح ہے کہ دوسرے صور کے بعد ہر ایک کو اپنی ہی فکر ہوگی کوئی نسبی رشتے اور قرابتیں اس وقت میں کام نہ آئیں گی۔ (۲)

نیک اعمال بھاری ہوئے تو وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ: کہ اگر نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوا تو اب یہ کامیاب ہوگا اور اگر نیک اعمال کا پلہ ہلکا ہوا تو اب یہ ناکام ہو جائے گا اگر یہ مسلمان تھا تو پہلے اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا پھر پاک کر کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اگر یہ کافر ہے تو اب اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہی رکھا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کا ترازو ایسا صحیح وزن کرنے والا ہوگا کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی اس میں کمی بیشی نہ ہوگی اور جس کی نیکی اور برائی برابر ہوگی تو اس کو پہلے اعراف (جہنم اور جنت کے درمیان کی جگہ) رکھا جائے گا پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ (۳)

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آگ ان کو جب پکڑے گی تو ان کے گوشت ایڑیوں پر جا گریں گے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو آگ کی لپٹ ان کو لگے گی جس سے گوشت ہڈی کو چھوڑ دے گا سارا گوشت ایڑیوں پر جا گرے گا۔ (۴)

قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا: جہنمی اللہ جل شانہ سے عرض کریں گے کہ ہم بے شک گمراہ ہو گئے تھے اور ہم حق سے بھٹک گئے تھے "قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ" "اِخْسَئُوا" کا ترجمہ یہ ہے کہ ذلت کے ساتھ چپ ہو جاؤ۔ "ولا تکلمون" حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول جہنمی کا یہ آخری کلام اللہ جل شانہ سے ہوگا اس کے بعد اللہ ان سے کوئی بات نہیں فرمائیں گے پھر وہ جانوروں کی طرح ایک دوسرے کی طرف بھونکیں گے۔ (۵)

(۱) تفسیر مظہری: ۸/۲۱۲ (۲) معارف القرآن
(۳) معارف القرآن (۴) تفسیر مظہری: ۸/۲۱۹
(۵) معارف القرآن: ۶/۳۳۷

نصیحت کے لئے اللہ نے دین حق نازل فرمادیا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾

(سورة الحديد: ١٦)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے۔ کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت اور جو دین نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان کے قبل کتاب ملی تھی ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سے لوگ ان میں سے فاسق ہیں۔''

تشریح: شان نزول ''أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے جب بعض مسلمانوں کے دل میں کچھ سستی محسوس فرمائی اس پر یہ آیت بالا نازل ہوئی۔ امام اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کچھ معاشی سہولتیں اور آرام ملا تو اعمال میں کچھ کمی اور سستی آئی تو اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱) بہرحال آیت بالا میں ترغیب دی جا رہی ہے کہ اپنے اندر مکمل خشوع اور عمل صالح کے لئے ہر وقت مستعد رہیں۔ علماء فرماتے ہیں ''تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ'' سے مراد دل کا نرم ہونا اور وعظ ونصیحت کو قبول کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ (۲) ''لِذِكْرِ اللّٰهِ'' اللہ کے ذکر کے لئے۔ مراد قرآن ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن کے احکام اور اوامر ونواہی کی مکمل اطاعت کے لئے تیار ہو جائے اور اس پر عمل کرنے میں سستی اور کمزوری کو آنے نہ دے۔ (۳)

''وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ'' اس سے مراد بھی قرآن مجید ہے۔ ''فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ'' مسلمانوں کو ترغیب دی جاری ہے کہ تم اہل کتاب کی طرح نہ ہونا کہ ان پر عذاب آنے کی مدت لمبی ہوگئی تو ان کے دل اور سخت ہو گئے۔ (۴)

﴿وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ﴾

---

(۱) معارف القرآن: ۸/۳۱۰ وتفسیر مظہری: ۱۳/۳۱۰

(۲) معارف القرآن: ۸/۳۱۱

(۳) نفس مصدر

(۴) تفسیر مظہری: ۱۱/۳۱۱

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

(۵۷۴) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: إِذَا أَمْسَيْتَ، فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے مونڈھوں کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کہ کوئی مسافر یا راہ گزر رہتا ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی فرمایا جب تم شام کرلو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح کرلو تو شام کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت کے زمانے میں بیماری کے لئے اور اپنی زندگی میں موت کے لئے تیاری کرلو۔'' (بخاری)

لغات: ❖ عابر: عَبَرَ يَعْبُرُ عَبْرًا وعُبُوْرًا باب نصر وغیرہ سے مستعمل ہے بمعنی طے کرنا، گزرنا۔ مزید میں یہ باب تفعیل وغیرہ سے بھی آتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں دنیا کی امیدوں کو ختم کرنے اور زندگی کی بے ثباتی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جب آدمی شام کرے تو اس کو صبح کا انتظار نہ ہو بلکہ وہ یہ خیال کرے کہ اس سے پہلے ہی میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا اس حال میں وہ دنیا سے کیا دل لگائے گا؟ صحابہ کرام اور اسلاف نے ایسی ہی زندگی گزاری پھر اس سلسلہ میں ایک دو واقعات نہیں لاکھوں واقعات ہیں۔

ایک نیک عورت کا واقعہ

ایک نیک عورت ہیں جن کا نام تاریخ میں حضرت معاذہ عدویہ رحمہا اللہ سے مشہور ہے ان کے بارے میں علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ وہ ساری رات نماز پڑھتیں اور جب نیند کا غلبہ ہوتا تو ٹہلتی رہتیں اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتیں اے نفس! نیند تو تیرے سامنے ہے اور تیرا اس سے سابقہ پڑے تو سو لینا ان کی خادمہ کہتی ہیں کہ حضرت معاذہ عدویہ یہ فرماتی جاتیں اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور اسی میں صبح کر دیتیں [1] ان کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔

یہی معاذہ عدویہ رحمہا اللہ ہیں جب دن کو روشنی نکلتی تو فرماتیں یہی دن ہے جس کا مجھ کو انتظار تھا اسی دن میں دنیا سے سفر کروں گی یہ کہہ کر پورا دن خوف الٰہی میں رونے اور عبادت میں گزار دیتیں اسی طرح جب شام ہوتی تو فرماتیں یہی رات ہے جس میں، میں دنیا سے رخصت ہوں گی اور پھر سجدہ میں صبح کر دیتیں۔

نوٹ: یہ حدیث باب "فضل الزهد فی الدنيا والحث على التقلل منها وفضل الفقر" میں گزر چکی ہے۔

تخریج حدیث: سبق ذكره في باب "فضل الزهد في الدنيا وَالْحَثّ على التقلل منها وفضل الفقر."

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) صفة الصفوة لابن جوزي: ۱۴/۴

وصیت نامہ آدمی کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا چاہئے

(۵۷۵) ﴿وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُوْصِيْ فِيْهِ، يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ"﴾ (متفق عليه هذا لفظ البخاري)

وفي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ "يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ إِلَّا وَعِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کے پاس مال موجود ہو کہ جس میں وہ وصیت کرنا چاہے اور دو راتیں اس حال میں گزر جائیں کہ اس نے وصیت لکھی نہ ہو (بخاری و مسلم، یہ بخاری کے الفاظ ہیں)۔''

اور مسلم کی روایت میں ہے یہ جائز نہیں ہے کہ وصیت کے بغیر تین راتیں گزارے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے جب سے یہ بات سنی ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہ گزری کہ میرے پاس میری وصیت موجود نہ ہو۔

لغات: ❖ یوصی: اَوْصٰى يُوْصِيْ اِيْصَاءً وصیت کرنا، حکم دینا۔ يَبِيْتَ: بَاتَ يَبِيْتُ (ض) بَيْتُوْتَةً رات گزارنا۔

تشریح: لَهٗ شَيْءٌ يُوْصِيْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ: دوسری روایت میں آتا ہے "يُرِيْدُ اَنْ يُوْصِيَ فِيْهِ"[1] دو راتیں ایسی نہ گزارے کہ اس نے وصیت نہ لکھی ہو۔ ''وصیت'' کہتے ہیں جو شخص اپنی زندگی میں اپنے وارثوں سے یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں کام کرنا ہے۔[2]

وصیت میں مذاہب

علماء ظواہر کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک ابتداء اسلام میں آیت میراث کے نازل ہونے سے پہلے تو واجب تھی اب مستحب ہے ہاں اگر کسی پر قرض ہو یا کسی کی امانت وغیرہ ہو تو اب اس کے لئے وصیت واجب ہوگی۔[3]

لیلتین: دوراتیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ حقیقتاً دوراتیں مراد نہیں ہے بلکہ کم مدت کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے جلد سے جلد وصیت نامہ لکھ دے۔ اگر وصیت نامہ موجود نہ ہوگا تو پھر ورثاء کی لاعلمی کی صورت میں دوسرے لوگوں کی حق تلفی کا وبال اسی مرنے والے پر ہوگا۔ (۴)

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کا قرض یا امانت اس پر ہو تو وصیت نامہ لکھ کر اس پر دو اشخاص کی گواہیاں بھی کروالی جائیں تو اچھا ہے۔ (۵)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الوصایا باب الوصایا وقول النبی صلی الله علیه وسلم وصیة الرجل مکتوبة، ومسلم فی اول کتاب الوصیة و مالک فی موطاء والترمذی وابن ماجه وابن حبان ٦٠٢٤ و هکذا فی البیهقی ٦/٢٧١.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مسلم شریف

(۲) مرقاۃ، روضۃ المتقین: ۲/۱۲۴

(۳) مظاہر حق: ۲/۲۴۰

(۴) مرقاۃ، دلیل الفالحین: ۳/۱۰

(۵) روضۃ المتقین: ۲/۱۲۴

موت امیدوں سے پہلے آپہنچتی ہے

(٥٧٦) ﴿وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ: "هٰذَا الْإِنْسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ الْخَطُّ الْأَقْرَبُ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ لکیریں کھینچی اور فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے۔ پس انسان اسی طرح تمناؤں کے درمیان ہوتا ہے کہ سب سے قریب لکیر (موت) آپہنچتی ہے۔" (بخاری)

لغات: ❖ خط: خَطَّ يَخُطُّ خَطًّا (ن) لکیر کھینچنا، لکھنا۔ اَجَلُهُ اَلْاَجَلُ مدت، وقت، موت، جمع آجال اور مزید میں باب تفعیل سے آتا ہے۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی لمبی امیدیں اور آرزوئیں رکھتا ہے اور اس خیال میں رہتا ہے کہ اس کی یہ تمام امیدیں اور آرزوئیں پوری ہوں گی حالانکہ حقیقت میں وہ امیدوں اور آرزوؤں سے بہت دور ہوتا ہے اور موت اس سے

پہلے اس کو آپہنچتی ہے وہ اپنی آرزوؤں تک پہنچنے سے پہلے موت کی آغوش میں پہنچ جاتا ہے[۱] انہی آرزوؤں اور موت کو ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے لکیریں کھینچ کر سمجھایا۔ تاکہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھ میں آجائے، محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بہت سی شکلیں بتائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے: شکل
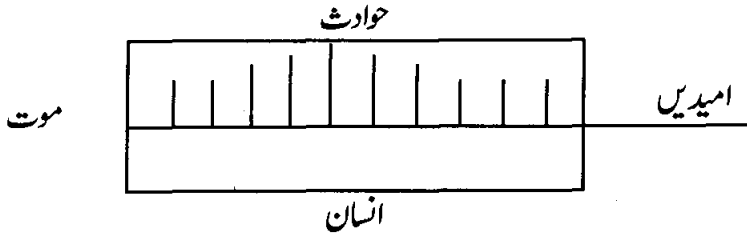
اس لئے سمجھ دار وہ ہے جو اس دنیا میں آخرت کی تیاری کرے امیدوں کی تکمیل کے پیچھے دوڑ نہ لگائے جیسے کہ ایک فارسی شاعر کہتا ہے ؎

کار دنیا کہ تمام نہ کرد گرچہ گیر و مختصر گیرد

امیدوں کو مختصر کرنے کے فوائد

علامہ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص امیدوں کو مختصر کرے اللہ جل شانہ اس کا چار طرح سے اکرام فرماتے ہیں:

۱. اپنی طاعت پر اس کو قوت عطا فرماتے ہیں۔
۲. اس کا غم کم ہوتا چلا جاتا ہے۔
۳. تھوڑی روزی پر راضی رہتا ہے۔
۴. اس کا دل منور کر دیا جاتا ہے۔[۲]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب فی الامل وطوله واحمد ۲۲۴۰/۴ وابن حبان ۲۹۹۸، واسناده قوی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، مظاہر حق: ۷۶۶/۴ (۲) تنبیہ الغافلین

آدمی حوادث سے بچ سکتا ہے مگر موت سے نہیں

(۵۷۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا، وَخَطَّ

خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلَى هٰذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ، فَقَالَ: هٰذَا الْإِنْسَانُ، وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيطًا بِهِ، أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ، وَهٰذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ، وَهٰذَا الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْأَعْرَاضُ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا، نَهَشَهُ هٰذَا، وَإِنْ أَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذَا رواه البخاري وَهٰذِهِ صُوْرَتُهُ ﴿
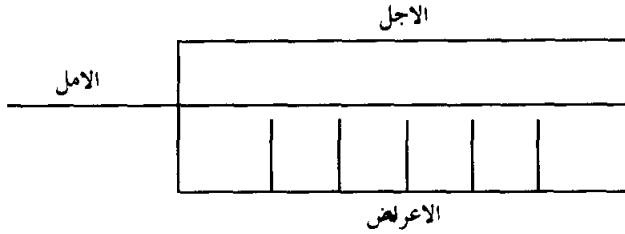
ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مربع قسم کا خط کھینچا اور اس کے درمیان میں ایک خط کھینچا جو اس سے باہر نکل رہا تھا اور درمیان والے خط کے ساتھ چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچی اس کے بعد فرمایا یہ درمیان والا خط انسان ہے اور مربع شکل کا خط اس کی موت ہے جس نے اس کو گھیر رکھا ہے اور باہر نکلنے والا خط اس کی امیدیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں حوادث ہیں اگر ایک حادثہ اس سے خطا کر جاتا ہے تو دوسرا اسے آ دبوچتا ہے اور اگر اس سے جان چھوٹتی ہے تو کوئی دوسرا اسے آ پکڑتا ہے (بخاری) اس کی شکل یوں ہے۔......شکل۔''
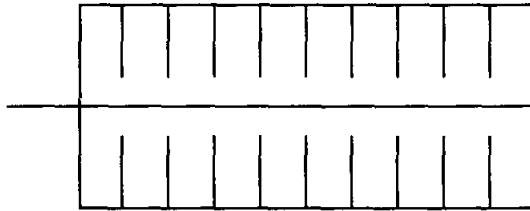
لغات: ❖ الاعراض: مفرد العَرَضُ متاع، سامان، غیر دائمی چیز۔ نهشه نَهَشَ يَنْهَشُ (ف ض) دانتوں سے نوچنا۔ دانت سے کاٹ کر نشان لگانا۔

تشریح: حدیث کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی پیہم حادثوں کا نام ہے کہ جب یہ ایک حادثے سے بچنا چاہتا ہے تو پھر دوسرا حادثہ اس کو آ گھیرتا ہے اسی کشمکش اور حادثوں میں اس کی زندگی گزرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں آرزوؤں اور امیدوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ بھی ہوتا ہے ابھی یہ اپنی امیدوں کی تکمیل کی کوشش میں ہوتا ہے کہ اس کو موت آجاتی ہے۔ (۱)

آپ ﷺ نے نقشہ بنا کر سمجھایا

اسی بات کو سمجھانے کے لئے آپ ﷺ نے ایک مرتبہ لکیریں کھینچ کر سمجھایا کہ آدمی کس طرح اپنی امیدوں کے پورا کرنے میں لگا رہتا ہے کہ اس کو موت آجاتی ہے اس کی صورت علماء نے مختلف بنائی ہے ان میں سے ایک صورت یہ بھی ہے جو زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے:

کہ درمیانی لکیر تو آدمی ہے اور چاروں طرف سے جو اس کو گھیر رہی ہے وہ اس کی موت ہے کہ آدمی اس سے کسی بھی حالت میں نکل نہیں سکتا اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے وہ اس کی امیدیں ہیں کہ وہ اپنی زندگی سے بھی آگے کی طرف نکلی ہوئی ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں وہ اس کی بیماریاں اور حوادث ہیں جو اس کی طرف متوجہ ہیں کہ وہ ایک سے بچ جائے تو دوسری مسلط ہوتی رہتی ہے اور وہ موت کے اندر تو گھرا ہی ہے[۲] "وَكَمْ حَسَرَاتٍ فِي بُطُوْنِ الْمَقَابِرِ"

لمبی امیدوں کے نقصانات

اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں جس کی امیدیں لمبی ہوتی ہیں وہ چار طرح کے عذابوں میں مبتلا رہتا ہے۔

1. عبادت میں سستی پیدا ہوتی ہے۔
2. دنیا کا ہر وقت غم سوار رہتا ہے۔
3. مال کے جمع کرنے اور بڑھانے کی فکر ہر وقت مسلط رہتی ہے۔
4. دل سخت ہو جاتا ہے۔[۳]

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق تحت باب فی الامل وطوله واحمد فی مسنده ۲۶۵۲/۲.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین، روضۃ المتقین: ۱۲۵/۲

(۲) فضائل صدقات: ۱۷۶/۲

(۳) تنبیہ الغافلین

سات چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے اعمال کرلیں

(۵۷۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ إِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا أَوْغِنًى مُطْغِيًا، أَوْمَرَضًا مُفْسِدًا، أَوْهَرَمًا مُفَنِّدًا، أَوْمَوْتًا مُجْهِزًا، أَوِالدَّجَّالَ، فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، أَوِالسَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ؟"﴾

(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات چیزوں سے پہلے پہلے نیک اعمال میں جلدی کیا کرو کیا تم بھلا دینے والے فقر کا انتظار کر رہے ہو، یا سرکش کر دینے والی مالداری کا، فاسد کر دینے والی بیماری کا یا سٹھیا دینے والے بڑھاپے کا یا تیزی سے آجانے والی موت کا یا دجال کا پس وہ ایک بدترین غائب چیز ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا پس وہ دہشت ناک اور کڑوی ہے۔ ترمذی حدیث حسن ہے۔''

لغات: ❖ مطغیا: اَطْغٰی یُطْغِیْ اِطْغَاءً سرکشی پر برانگیختہ کرنا، سرکش بنانا۔ هَرَمًا بہت بڑھاپا، نفس وعقل۔

❖ مفندا: فَنَّدَ یُفَنِّدُ تَفْنِیْدًا ملامت کرنا۔ خطا کار ٹھہرانا، ضعیف العقل بنانا۔ اَدْهٰی بری بات، مصیبت، بڑا معاملہ۔ اَمَرُّ کڑوا، فقر۔

تشریح: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا: سات چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو۔ یہ سات اعمال وہ ہیں جو اعمال صالحہ سے انسان کو روکتے ہیں اس لئے ترغیب دی جارہی ہے کہ ان چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے نیک کام کر لیں ورنہ افسوس کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

اَوْغِنًى مُطْغِيًا: ایسی دولت کا انتظار ہے جو گناہ میں ڈالنے والی ہے۔ کہ ایک آدمی فقر میں ہے کہ وہ فقر پر صبر واستقامت کی راہ اختیار کرتے ہوئے نیک اعمال میں لگا رہے مالداری کا انتظار نہ کرے کیونکہ مال داری عموماً آدمی کو اللہ سے دور ہی کر دیتی ہے اور اس کی وجہ سے آدمی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (۱)

فَقْرًا مُنْسِيًا: کیا فقر کا انتظار ہے جو خدا کو بھلا دینے والا ہے۔ اس جملہ میں امیر آدمی کو ترغیب ہے کہ وہ اپنی امیری میں اللہ کو نیک اعمال کے ذریعے چاہے ورنہ کبھی آدمی پر جب فقر و فاقہ آتا ہے تو وہ شخص بھوک و برہنگی کے مصائب میں پریشان ہو کر اور ضروریات زندگی کی فراخی کے چکر میں پھنس کر خدا کی اطاعت و عبادت کو بھول جاتا ہے۔

اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا: یا بیماری جو آدمی کے بدن کو خراب و تباہ کر دیتی ہے۔ اس میں صحت مند آدمی کو ترغیب ہے کہ اسی صحت کو غنیمت سمجھ کر عبادت میں لگاؤ ایسا نہ ہو کہ بیماری آجائے جس میں آدمی کا بدن کمزور اور سست ہو جاتا ہے پھر عبادت کرنا

چاہے تب بھی عبادت نہیں کر سکتا۔ (۲)

أَوْهَرَمًا مُفَنِّدًا: یا ایسا بڑھاپا جو بدحواس اور بے عقل بنا دیتا ہے اس میں جوان لوگوں کو ترغیب ہے کہ اسی جوانی کو عبادت میں لگا دیں ورنہ بڑھاپا آ جائے گا جس میں آدمی کی نہ عقل کام کرتی ہے اور نہ ہی اس کے اعضاء کام کرتے ہیں۔

حدیث کے دوسرے جملوں کے مطلب کو اسی طرح قیاس کر لیا جائے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت

اسی وجہ سے حضرت حکیم الامت حضرت اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ذکر اللہ اور اللہ کی اطاعت کے لئے سکون و اطمینان کا انتظار نہ کرو جس حالت میں بھی ہو فوراً خدا کی یاد میں، عبادت میں لگ جاؤ اللہ جل شانہ خود ہی اطمینان نصیب فرما دیں گے جیسے کہ کہا جاتا ہے ۔

گفت قطب شیخ گنگوہی رشید ذکر رایابی بہ ہر حالت مفید

حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ذکر کو خواہ سکون میں کیا جائے یا بے سکونی میں ہر حالت میں مفید ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی المبادرة بالعمل، وفی اسناده محرز بن هارون قال البخاری منکر الحدیث، اخرجه الحاکم ٤/٧٩٠٦ باسناد فیه انقطاع.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۴/۶۷۸

(۲) مظاہر حق: ۴/۶۷۸

لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو

(٥٧٩) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكْثِرُوْا ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ" يَعْنِى الْمَوْتَ﴾ (رواه الترمذی، وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔ ترمذی (یہ حدیث حسن ہے)۔"

لغات: ❖ ھاذم: هَذَمَ يَهْذِمُ هَذْمًا جلدی سے کاٹنا۔ ختم کرنا۔ یہ باب نصر وضرب وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: موت کے بارے میں کئی دوسری احادیث

آپ ﷺ کا یہ حکم مختلف روایات میں بہت کثرت سے وارد ہوا ہے مثلاً: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو جو شخص تنگی میں یاد کرتا ہے تو اس پر وسعت اور سہولت ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص فراغ دستی میں اس کو یاد کرتا ہے اس کے لئے اخراجات میں تنگی کا سبب ہوتا ہے۔ (۱)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ تشریف لائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہنس رہے تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لذتوں کو توڑنے والی چیز کو کثرت سے یاد رکھا کرو اس کو جو شخص فراخی میں یاد رکھتا ہے اس پر یہ تنگی کرتی ہے اور جو تنگی میں اس کو یاد کرتا ہے اس پر فراخی کرتی ہے۔ (۲)

موت کو یاد کرنے کے فوائد

اور بھی بہت سی روایات اس مضمون میں وارد ہوئی ہیں اس کو اتنے اہتمام سے بیان کرنے کی وجہ علماء، یہ فرماتے ہیں کہ موت کو یاد رکھنا یہ موت کی تیاری کے لئے سبب ہے دنیا سے بے رغبتی کا ذریعہ ہے اسی سے آدمی آخرت کے اعمال کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور گناہوں پر توبہ کرتے رہنے پر یہ ابھارنے والی ہے۔ دوسرے یہ ظلم و ستم اور دوسرے حقوق کو ضائع کرنے سے روکنے والی ہے غرض بہت سے اہم فوائد کو یہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب ماجاء فی ذکر الموت، واحمد ۷۹۳۰/۳، والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۲۹۹۲.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) الترغیب والترہیب

(۲) الترغیب والترہیب

اے لوگو! اللہ کو یاد کرو

(۵۸۰) ﴿وَعَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، قَامَ فَقَالَ: "يَاأَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ" قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ" قُلْتُ: اَلرُّبُعَ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ،

فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌلَّکَ" قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌلَّکَ" قُلْتُ: أَجْعَلُ لَکَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا؟ قَالَ: "إِذًا تُكْفٰى هَمَّکَ، وَيُغْفَرُ لَکَ ذَنْبُکَ"

(رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جب ایک تہائی رات گزر جاتی تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے پس آپ ﷺ فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ موت اپنی تمام خوفناکیوں کے ساتھ آگئی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود پڑھتا ہوں پس میں آپ پر درود کے لئے کتنا وقت مقرر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم چاہو۔ میں نے کہا چوتھائی، فرمایا جتنا تم چاہو اگر زیادہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا پھر آدھا، آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر زیادہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا دو تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اگر تم زیادہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا آپ پر سارا وقت درود کے لئے وقف کر دیتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے غم دور کرنے کے لئے کافی ہو جائے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی یہ حدیث حسن ہے)۔''

لغات: ❖ الراجفة: قیامت کے دن صور کا پہلا نفخہ۔ الرادفة قیامت کے دن صور کا دوسرا نفخہ۔

تشریح: جَاءَ تِ الرَّاجِفَةُ: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے مراد نفخہ اولیٰ ہے جس میں سب زندہ لوگ مر جائیں گے۔ "تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ" اس سے مراد نفخہ ثانیہ ہے جس میں لوگ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔ (۱)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند امام احمد کی ایک روایت سے یہ مضمون بھی نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں اپنے سارے وقت کو آپ ﷺ پر درود کے لئے مقرر کر دوں تو کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسی صورت میں حق تعالیٰ شانہ تیرے دنیا و آخرت کے سارے فکروں کی کفایت فرمائے گا۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث بالا کی مثال اس طرح ہے جیسے کہ دوسری روایت میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ جس کو میرا ذکر مجھ سے دعا مانگنے میں ہے تو میں اس کو دعا مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا اسی طرح درود شریف پڑھنے والوں کو سب کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں۔ (۲)

یا رب صل وسلم دائماً ابداً ۔۔۔ علی حبیبک خیر الخلق کلهم

سوال: حدیث بالا میں سب سے بہتر اوراد و وظائف میں درود شریف کو کہا جا رہا ہے جب کہ بعض روایات میں "افضل الدعاء الحمد للہ" کو اور بعض میں استغفار کو بتایا گیا ہے؟

جواب: لوگوں کے حالات اور اوقات کے اعتبار سے مختلف روایات ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب صفة القیامة واحمد ۸/ ۲۱۳۰۰، واسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) طیبی شرح مشکوۃ
(۲) القول البدیع
(۳) القول البدیع

(٦٦) بَابُ اِسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَمَا يَقُوْلُهُ الزَّائِرُ

مردوں کا قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے اور زیارت کرنے والا کیا کہے

قبر کی زیارت کیا کرو

(٥٨١) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا پس (اب) تم زیارت کیا کرو (مسلم) ایک روایت میں ہے کہ جو شخص قبروں کی زیارت کرنا چاہے پس وہ زیارت کرے بے شک قبروں کی زیارت آخرت کو یاد دلانے والی ہے۔''

لغات: ❖ نَهَيْتُكُمْ: نهی ینهی نَهْيًا ڈانٹنا۔ منع کرنا، باب کرم اور سمع وغیرہ سے آتا ہے۔ اور مزید باب افعال وافتعال وغیرہ سے مستعمل ہے۔

تشریح: ابتداءِ اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت تھی بعد میں اجازت ہوگئی

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت فرمائی تھی کیونکہ جاہلیت کا زمانہ قریب تھا اس لئے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید لوگ قبروں پر جا کر کفر وشرک کی باتیں کریں اور جب آپ ﷺ نے دیکھ لیا کہ اب صحابہ کے دلوں میں اسلام راسخ ہو گیا تو آپ ﷺ نے قبروں پر جانے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

اب تمام ہی علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہو گیا کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا مستحب ہے [1] اس کی وجہ سے آدمی کو موت کی یاد آتی ہے دل نرم ہوتا ہے دل و دماغ میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ دنیا فانی ہے [2] مرنے کے بعد اللہ کو منہ دکھانا

ہے اس کے بہت سے فوائد علماء نے لکھے ہیں۔

موت کے خطرے سے غافل کس قدر انسان ہے	کیسا عاقل کیسا دانا اور کیسا نادان ہے

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها وابوداؤد ۳۲۳۵ وهکذا فی النسائی.

راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات:

نام: بریدہ، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام مصیب بن عبداللہ ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام دی تو فوراً مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ میں بنو اسلم کے اسی (۸۰) خانوادے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک رہے (اسد الغابۃ: ۲/۷۵) اور فتح مکہ کے دن یہ ساتھ میں رہے (مسند احمد: ۵/۳۵۳) تقریباً سولہ غزوات میں شریک رہے (بخاری کتاب المغازی) آخری لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں بنایا اس میں یہ شریک تھے (طبقات ابن سعد) ان کی رگ رگ میں جہاد کا جذبہ دوڑتا تھا فرماتے تھے کہ زندگی کا مزہ گھوڑے دوڑانے میں ہے۔ (طبقات ابن سعد)

وفات: یزید کے عہد حکومت میں ۶۳ھ میں انتقال ہوا۔

مرویات: ان کی مرویات کی تعداد ۱۶۴ ہے ایک حدیث میں بخاری و مسلم دونوں مشترک ہیں باقی دو بخاری میں اور ۱۱ مسلم میں منفرد ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۷)

---

(۱) مرقاۃ: ۴/۱۱۲، مظاہر حق: ۲/۱۶۶، دلیل الفالحین: ۳/۱۸

(۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۲۹، مرقاۃ: ۲/۱۱۲

آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں کبھی جنت البقیع تشریف لے جاتے

(۵۸۲) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَأَتَاكُمْ مَاتُوْعَدُوْنَ، غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ الْبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ جب ان کی رات کی باری میں قیام فرماتے تو رات کے آخری حصہ میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے تم پر سلامتی ہو اے مؤمنین کے گھر تمہارے پاس وہ کل آگیا جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہیں ملنے والے ہیں اے اللہ! بقیع والوں کی مغفرت فرما۔"

لغات: ❖ مُؤَجَّلُوْنَ: اَجَّلَ يُوَجِّلُ تَأْجِيْلًا باب تفعيل سے مدت مقرر کرنا، مہلت۔ اجل موت کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع آجال آتی ہے۔

تشریح: يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ: رات کے آخری حصہ میں قبرستان بقیع تشریف لے جاتے۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ دن میں تو قبرستان جانا جائز ہی ہے بلکہ رات کو بھی جائز ہے جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہو رہی ہے کہ قبرستان میں جا کر دعا مذکور بھی پڑھنا مسنون ہے (اس دعا کے علاوہ احادیث میں دوسری دعا بھی آتی ہے وہ یہ ہے۔)

﴿السلام علیکم یا اهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر﴾

جنت البقیع میں تقریباً دس ہزار صحابہ مدفون ہیں

لِاَهْلِ الْبَقِيْعِ الْغَرْقَدِ: اس قبرستان کو جو مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ ہے غرقد بھی کہتے ہیں کیونکہ وہاں پہلے جھاڑی اور درخت تھے۔ اور بقیع بھی کہتے ہیں (۱) اس قبرستان میں بے شمار صحابہ کرام اور اولیاء اور عامہ المؤمنین مدفون ہیں بقول امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مدینہ منورہ میں دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها، والنسائی واحمد ۳۱۷۲/۹ وابن ماجه وابن حبان ۳۱۷۲ وعبدالرزاق ۶۷۲۲ وهکذا فی البیهقی ۷۹/۴.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین: ۱۹/۴

(۲) لباب وغنیۃ

قبرستان میں داخل ہوتے وقت دعا پڑھنی چاہیے

(۵۸۳) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ أَنْ يَّقُوْلَ قَائِلُهُمْ: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قبروں کی طرف جاتے تھے تو آپ ﷺ ان کو سکھاتے تے کہ وہ یہ دعا پڑھیں۔ اے مؤمنوں اور مسلمانوں کی بستیوں والو! تم پر سلامتی ہو اگر اللہ نے چاہا تو ہم یقیناً تم سے آملیں گے ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

لغات: ❖ لاحقون: لَحِقَ سمع سے لَحِقَ فُلَانًا پالینا، آملنا، آپہنچنا۔ اِلٰی قَوْمٍ کَذَا چمٹنا۔ لَحِقَ الْفَرَسُ گھوڑے کا دبلا ہونا۔

تشریح: اِذَا خَرَجُوْا اِلَی الْمَقَابِرِ: جب لوگ قبرستان جاتے تو آپ ﷺ ان کو یہ دعا سکھاتے، وہ دعا یہ ہے: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی ایسے مؤمن بھائی کی قبر پر پہنچے جسے وہ دنیا میں جانتا تھا پھر اس پر سلام پیش کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب الجنائز تحت باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها واحمد ۹/۲۳۰۴۶ ابن ابی شیبة ۳/۳٤۰ وهکذا فی البیهقی ٤/۷۹.

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۵۸۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۴/۱۱۶ بحوالہ البیهقی فی شعب الایمان ورواہ عبدالبر فی الاستذکار والتمهید عن ابن عباس ومظاہر حق: ۲/۱۷۰ وہکذا فی دلیل الفالحین ۳/۲۰

قبرستان میں داخل ہوتے وقت کی دعا

(۵۸٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَیْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَاأَھْلَ الْقُبُوْرِ، یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ، أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ﴾ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو اپنا رخ ان کی جانب کر کے فرماتے: اے قبروں والو! تم پر سلامتی ہو اللہ ہمارے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے تم ہم سے پہلے آگئے اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔"

لغات: ❖ سلف: گزشتہ آباء واجداد جمع اسلاف باب اس کا نصر ینصر ہے بمعنی گزرنا، آگے ہونا۔ فَأَقْبَلَ یہ صیغۂ ماضی ہے افعال سے اِقْبَالٌ عَلَیْهِ متوجہ ہونا، اَقْبَلَ اِلَیْهِ مجرد سمع سے بمعنی قبول کرنا۔

تشریح: دعا پڑھتے وقت چہرہ کہاں ہونا چاہئے

فَأَقْبَلَ عَلَیْهِمْ بِوَجْهِهٖ: آپ اپنے چہرۂ انور کو قبر کی طرف متوجہ کر کے دعا پڑھتے۔

علماء فرماتے ہیں دعا پڑھتے وقت آدمی کا چہرہ قبر کی طرف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہی جمہور علماء و مجتہدین کا

مسلک ہے مگر ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والا دعائے مغفرت کرتے وقت اپنا چہرہ قبلہ کی طرف رکھے۔ (۱)

قبر کے قریب کون بیٹھے

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہونی چاہئے کہ اگر دنیا میں وہ اس شخص سے ملاقات کے وقت میں اس سے دور بیٹھتا تھا تو اب اس کی قبر کی زیارت کے وقت میں بھی فاصلہ سے کھڑا ہو یا بیٹھے اور اگر زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب میں بیٹھتا تھا تو اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اس کے قریب میں کھڑا ہو یا بیٹھے۔ (۲)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قبر کی زیارت کے وقت کم از کم ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الجنائز تحت باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق: ۲/۰۷، مرقاۃ: ۴/۱۱۴

(۲) روضۃ المتقین: ۲/۱۳۱، مرقاۃ: ۴/۱۵۱، دلیل الفالحین: ۳/۲۰

(۳) مرقاۃ: ۴/۱۱۵، مظاہر حق: ۲/۱۷۰

(٦٧) بَابُ كَرَاهِيَةِ تَمَنِّى الْمَوْتِ بِسَبَبِ ضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ وَلَا بَأْسَ بِهٖ لِخَوْفِ الْفِتْنَةِ فِى الدِّيْنِ

کسی تکلیف کے آنے پر موت کی آرزو کرنے کی کراہیت کا بیان اور دین میں فتنہ کے خوف سے موت کی آرزو کرنے کا جواز

موت کی تمنا کرنا منع ہے

(۵۸۵) ﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَتَمَنّٰى أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ، وَإِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ﴾ (متفق علیه وهذا لفظ البخاری)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ "قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا یَتَمَنّٰی أَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَلَا یَدْعُ بِہٖ مِنْ قَبْلِ أَنْ یَّأْتِیَہٗ، إِنَّہٗ إِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ، وَإِنَّہٗ لَا یَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُہٗ اِلَّا خَیْرًا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کرے اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو شاید وہ نیکیوں میں زیادہ بڑھ جائے اگر وہ بدکار ہے تو شاید وہ توبہ کر لے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے اس لئے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں اور مؤمن کی عمر کی زیادتی اس کی بھلائی میں زیادتی کا سبب بنتی ہے۔

لغات: ❖ یستعتب: اِسْتَعْتَبَ یَسْتَعْتِبُ اِسْتِعْتَابًا رضا مند کرنا۔ رضا مندی طلب کرنا۔ لَا یَدْعُ دَعَا یَدْعُوْ دُعَاءً وَدَعْوٰی پکارنا، رغبت کرنا، مدد طلب کرنا۔

تشریح: لَا یَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ: تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جسمانی تکلیف و مصیبت اور دنیاوی ضرر کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ بے صبری اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے۔

موت کی تمنا کرنا کب جائز ہے؟

اس کے مقابل دینی فتنہ اور فساد کے خوف سے موت کی تمنا کرنے کو علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مستحب کہا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ نے بھی دینی فتنہ کے خوف سے موت کی تمنا کی تھی۔ (۱)

اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ: آدمی مرجاتا ہے تو اس کی امیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ مطلب واضح ہے کہ جب آدمی کی زندگی ہی ختم ہوگئی تو اب نیکی وبھلائی کی راہیں بھی ختم ہو جائیں گی اگر زندگی ہو تو ہر آدمی نیک اعمال بھی کرسکتا ہے اسی وجہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب مؤمن بندے کی زندگی لمبی ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کی نیکیوں اور بھلائیوں میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور جب اس مؤمن بندے پر بلا ومصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے تو اس سے بھی اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجہ البخاری فی کتاب الدعوات تحت باب الدعاء بالموت والحیاۃ ومسلم فی

كتاب الذكر والدعاء تحت باب كراهية تمني الموت لضر نزل به.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مختصر حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) شرح مسلم للنووی
(۲) مرقاۃ: ۴/۴۳، مظاہر حق: ۲/۶۶، روضۃ المتقین: ۲/۱۳۳

دنیاوی تکلیف کی بنا پر موت کی تمنا جائز نہیں

(۵۸۶) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّفَاعِلًا، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِيْ، وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص تکلیف پہنچنے کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرے اگر اس نے ضروری ہی کرنی ہے تو یہ کہے اے اللہ! مجھ کو اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہو اور مجھے موت اس وقت دے جب میرے لئے موت بہتر ہو۔''

لغات: ❖ لِضُرٍّ: تنگی، سختی، بدحالی، نقصان، باب نصر وغیرہ ہے۔ اور مزید افعال وتفعل وغیرہ سے مستعمل ہوتا ہے۔

تشریح: لَايَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍ اَصَابَهُ: تم میں سے کوئی شخص تکلیف وغیرہ پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ دنیاوی تکالیف ومصائب مثلاً مرض تنگدستی وغیرہ کی وجہ سے موت کی تمنا وآرزو کرنا منع ہے کیونکہ اس میں بے صبری اور تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دینی فتنہ وفساد کے خوف سے موت کی تمنا کی جا سکتی ہے۔ (۱)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے طاعون عمواس کے وقت موت کی تمنا کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ بلکہ علماء نے اس کو مستحب لکھا ہے۔ (۲)

جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہادت اور مدینہ کی موت کی تمنی کیا کرتے تھے۔ جیسے کہ صحیح روایت میں ان کی یہ دعا منقول ہے:

﴿اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ بِبَلَدِ رَسُوْلِكَ﴾ (مرقاۃ بحوالہ بخاری)

ترجمہ: ''اے اللہ مجھے اپنے راستے کی شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول کے شہر میں موت عطا فرما۔''

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المرضی تحت باب تمنی المریض الموت وفی کتاب الطب، ومسلم فی کتاب الذکر والدعاء تحت باب کراهیة تمنی الموت لضر نزل به واحمد ٤/١٢٠١٥ والنسائی، وابوداؤد وابن حبان ٢٩٦٦ هکذا فی البیهقی ٣/٣٧٧ بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات اس سے قبل حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین: ۲/۱۳۳ (۲) مرقاۃ: ۴/۳

مکان بنانے کے خرچہ پر اللہ جل شانہ کی طرف سے ثواب نہیں

(٥٨٧) ﴿وَعَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَعُوْدُهٗ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ: إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا، وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَالَا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ وَلَوْ لَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ، ثُمَّ أَتَيْنَا مَرَّةً أُخْرٰى وَهُوَ يَبْنِيْ حَائِطًا لَهٗ فَقَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهٗ إِلَّا فِيْ شَيْءٍ يَجْعَلُهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ﴾ (متفق علیه وهذا لفظ روایة البخاری)

ترجمہ: ''حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کرنے گئے اور انہوں نے سات داغ لگوائے تھے۔ انہوں نے کہا ہمارے وہ ساتھی جو پہلے گزر چکے ہیں۔ جو چلے گئے ان کو دنیا نے عیب ناک نہیں کیا اور ہمیں اتنا مال حاصل ہوگیا ہے کہ ہم اس کے لئے مٹی کے سوا اور کوئی جگہ نہیں پاتے۔ اگر نبی کریم ﷺ ہم کو موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں اس کی ضرور دعا کرتا۔ پھر ہم دوبارہ ان کے پاس آئے تو وہ اپنی دیوار بنا رہے تھے پس انہوں نے کہا کہ مؤمن جہاں بھی خرچ کرتا ہے تو اسے اجر ملتا ہے سوائے اس خرچ کے جو وہ اس مٹی پر کرتا ہے۔''

لغات: ❖ اکتوی: اِكْتَوٰى يَكْتَوِيْ اِكْتِوَاءً آدمی کا اپنے کو داغ دینا، داغ لگنا۔ سَلَفُوْا سَلَفَ يَسْلُفُ سلفا وسلوفا گزرنا آگے ہونا۔

مضوا: مَضٰى يَمْضِيْ وَيَمْضُوْا مَضَاءً وَمَضُوْاءً امداومت کرنا۔ جاری کرنا، پورا کرنا۔

تشریح: علاج کے لئے داغ لگوانا جائز ہے

وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ: انہوں نے بطور علاج کے ساتھ داغ لگوائے۔ داغ لگانا یہ علاج تھا زمانہ جاہلیت میں کہ لوہا

گرم کر کے متعلقہ حصوں پر داغ دیا جاتا تھا جس سے شفا ہو جاتی تھی۔ ابتدا اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا پھر اس کی اجازت دے دی گئی تو حدیث بالا میں حضرت خباب نے اپنی بیماری کے علاج کے لئے ایک دو بار نہیں سات بار داغ لگوایا مگر شفا نہیں ہوئی کیونکہ شفا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

وَهُوَ يَبْنِیْ حَائِطًا لَّهُ: کوئی دیوار بنا رہے تھے۔ بقدر ضرورت مکان بنانا جس سے آدمی اپنا سر چھپا سکے اور سردی و گرمی۔ بارش وغیرہ سے بچاؤ کر سکے یہ تو ضرورت ہے ایسے مکان بنانے پر تو اجر وثواب بھی ملے گا۔

﴿اِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِیْ شَیْءٍ يَجْعَلُهُ فِیْ هٰذَا التُّرَابِ﴾

ترجمہ: ''مؤمن جس پر بھی خرچ کرے اسے اجر ملتا ہے اس خرچ کے علاوہ جو مٹی پر کرتا ہے۔''

ایسی تعمیر جو ضرورت سے زائد ہو یا ضرورت کے بقدر تعمیر تو ہو مگر اس پر ضرورت سے زائد خرچ کیا جائے اس کے لئے یہ وعید ہے اگر ضرورت کے بقدر ہو تو اس کے لئے یہ وعید نہیں ہوگی۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب المرضی تحت باب تمنی المریض الموت وفی کتاب الدعوات تحت باب الدعاء بالموت والحیاة ومسلم فی کتاب الذکر والدعاء تحت باب کراهیة تمنی الموت لضر نزل به والنسائی وابن حبان ۲۹۹۹ وهکذا فی البیهقی ۳/۳۷۷.

راوی حدیث حضرت قیس بن ابی حازم کے مختصر حالات:

بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام عبد بن عوف تھا اور بعض کے نزدیک عوف الاحمسی تھا قبیلہ بجلی سے تعلق تھا کنیت ابوعبداللہ تھی کہتے ہیں کہ یہ اپنے گھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے چلے ابھی یہ راستہ میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

ان کے والد صحابی رسول ہیں یہ واحد تابعی ہیں جو عشرہ مبشرہ سے روایت نقل کرتے ہیں (تہذیب الاسماء واللغات: ۲/۶۱)

مگر امام ابوواسع فرماتے ہیں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ سب سے روایت نقل کرتے ہیں۔ (تہذیب الاسماء: ۲/۶۱)

وفات: ۸۴ھ یا ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں ہوئی (تہذیب التہذیب)

---

(۱) روضۃ المتقین: ۲/۱۳۵

(۶۸) بَابُ الْوَرَعِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ

پرہیزگاری اختیار کرنے اور شبہات کو چھوڑنے کا بیان

یہ ہلکی نہیں بلکہ بڑی بات ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ﴾ (سورة النور: ۱۵)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے۔ تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات ہے اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی بات ہے''

تشریح: اس آیت کا تعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان کی برات سے ہے یعنی جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اوپر بعض لوگوں نے بہتان لگایا جس کو "افک" کہا جاتا ہے تو اس کی برأت اللہ جل شانہ نے خود نازل فرمائی۔

آیت بالا کا مطلب یہ کہ تم اس بات کو معمولی سمجھ رہے ہو کہ ہم نے جس طرح سنا ویسا ہی دوسروں سے نقل کر دیا۔ تحقیق نہیں کی کہ یہ الزام صحیح بھی ہے یا غلط اس طرح بغیر تحقیق کے دوسرے کو بات نقل کر دینا سخت گناہ ہے کیونکہ اس سے دوسرے مسلمان کو سخت ایذا ہوتی ہے اور اس کی رسوائی اور پھر اس کے لئے زندگی گزارنا دوبھر ہو جاتا ہے۔ (۱)

حضرت عائشہ کی خصوصیت

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے سے ان کی برات ظاہر فرمائی اور حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگی تو ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کو بری کروایا مگر جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اللہ جل شانہ نے خود ان کی برأت کا اعلان فرمایا۔ (۲)

(۱) معارف القرآن: ۶/۳۷۹ (۲) تفسیر قرطبی

تمہارا رب گھات میں ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (سورۃ الفجر: ۱۴)

ترجمہ: "اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ...... بے شک تمہارا رب لگا ہے گھات میں۔"

تشریح: مِرْصَاد: کا ترجمہ انتظارگاہ۔ یعنی کوئی بلند جگہ پر بیٹھ کر وہاں سے دور دور تک کے لوگوں کو دیکھ رہا ہو۔ (۱)

مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ہر انسان کے تمام اعمال حرکات وسکنات کو دیکھ رہا ہے اور سب کو ان کی جزاو سزا دینے والا ہے اللہ جل شانہ کے یہاں کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری: ۱۲/۴۰۱ ومعارف القرآن: ۸/۷۴۱

حلال اور حرام کے درمیان مشتبہات ہیں

(۵۸۸) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقٰى

الشُّبُهَاتِ، اِسْتَبْرَ أَلِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ، وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَقَعَ فِيْ الحرام كالراعي يرعىٰ حول الحمىٰ يوشك ان يرتع فيه الا وانَّ لكل مَلِكٍ حَمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمىٰ اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، أَلا وَإِنَّ فِيْ الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ﴾

(متفق عليه)

ورویاه من طرق بالفاظ متقاربة.

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں چیزوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا اور جو شخص شبہات میں گر پڑا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا کہ وہ چرواہا جو چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے قریب ہے کہ وہ چراگاہ میں بھی چرانے لگے۔ خبردار ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے، خبردار اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، خبردار جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ صحیح ہوا تو سارا جسم صحیح اور اگر وہ خراب ہو تو تمام جسم خراب ہوتا ہے، خبردار وہ ٹکڑا دل ہے (بخاری و مسلم) اور ان دونوں نے اس روایت کو مختلف طریقوں سے متقارب الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔''

لغات: ❖ مشتبہات: اِشْتَبَهَ يَشْتَبِهُ اشْتِبَاهًا کسی چیز کا پوشیدہ اور مشتبہ ہونا۔ اِسْتَبْرَأَ اِسْتَبْرَأَ يَسْتَبْرِئُ اِسْتِبْرَاءً قرض یا گناہ سے برأت طلب کرنا۔ عرضہ العِرض اچھی عادت، آبرو، عزت و باعث فخر جمع اعراض الحمی چراگاہ جس میں دوسروں کے جانور کو چرانے کی ممانعت ہو، ہر وہ چیز جس کی حفاظت کی جائے۔ ان یرتع رَتَعَ يَرْتَعُ رُتْعًا وَرُتُوْعًا وَرِتَاعًا فِي الْمَكَانِ اقامت کرنا، فراخی کے ساتھ کھانا۔

تشریح:

اس حدیث کی اہمیت

بعض حضرات نے اس حدیث کو ثلث الاسلام کہا ہے ان حضرات کے نزدیک اسلام کا خلاصہ تین احادیث میں جمع ہے۔

1. حدیث بالا
2. ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ''
3. ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ'' (۱)

امام ابوداؤد کا پانچ لاکھ احادیث میں سے چار احادیث کا انتخاب

امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کر کے اپنی کتاب ابوداؤد شریف میں چار ہزار آٹھ سو احادیث کو

جمع کیا وہ فرماتے ہیں انسان کے لئے چار احادیث کافی ہے۔

١ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"

٢ "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالَا يَعْنِيْهِ"

٣ "لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يَرْضٰى لِاَخِيْهِ مَا يَرْضٰى لِنَفْسِهٖ"

٤ "اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ" (یعنی حدیث بالا)۔ (٢)

اس حدیث کی اہمیت کی وجہ سے حضرات محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو اس میں کھانے پینے وغیرہ میں حلال کا استعمال ارشاد فرمایا اور ترک حرام کو بتانے کے ساتھ مشتبہات کو چھوڑنے کا ارشاد فرمایا اور ان سب باتوں کو آپ ﷺ نے مثال کے ذریعہ ارشاد فرمایا پھر آخر میں اہم ترین امر یعنی احوال دل کی مراعات ونگرانی کے بارے میں بھی تاکید فرما دی۔ (٣)

حلال اور حرام واضح ہیں

"إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ"

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اس جملہ کا مطلب علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ بہت سی چیزیں حلال ہیں اور وہ واضح ہیں اور بہت سی چیزیں حرام ہیں وہ بھی واضح ہیں اور بہت سی چیزیں مشتبہات میں ہیں اس سے بچنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر وہ فی نفسہ حرام ہے تو آدمی حرام سے محفوظ رہے گا اور اگر وہ فی نفسہ مباح ہے تو بھی اس نیت حسنہ کی وجہ سے کہ وہ حرام کے خوف سے چھوڑ رہا ہے اس کو چھوڑنے پر اجر اور ثواب ملے گا۔ (٤)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شبہات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں حرمت اور حلت کے دلائل متعارض موجود ہوں تو اب اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ (٥)

"كَالرَّعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشَكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ"

جیسے کہ چرواہا چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے تو قریب ہے کہ وہ جانوروں کو اس میں داخل کر دے گا۔ قدیم زمانے کا دستور یہ تھا کہ بادشاہ اور بڑے لوگ زمین کا کچھ حصہ اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے اس میں سبزہ ہوتا تھا اگر کسی دوسرے کا جانور اس میں آجاتا تو اس کو سزا دی جاتی تھی۔ اور چرواہے کی سمجھداری یہ ہے کہ وہ ایسی چراگاہ کے قریب بھی اپنے جانوروں کو نہ لے جائے تاکہ اس میں وہ داخل نہ ہو جائے تو اس مثال سے سمجھایا جا رہا ہے کہ آدمی حرام کے قریب بھی نہ جائے یعنی مشتبہات سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے ورنہ حرام میں پڑ جائے گا۔ (٦)

"اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً" آگاہ ہو کہ جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے "اَلْقَلْبُ مَلِکٌ وَلَهُ جُنُوْدٌ وَاِذَا صَلَحَ الْمَلِکُ صَلَحَتْ جُنُوْدُهُ وَاِذَا فَسَدَ الْمَلِکُ فَسَدَتْ جُنُوْدُهُ" (۷) کہ دل کی مثال انجن کی طرح ہے یہ جس طرف ڈبے کو کھینچے گا اسی طرف ڈبے جائیں گے۔(۸)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب الایمان تحت باب فضل من استبرأ لدینه و کتاب البیوع و مسلم فی کتاب البیوع باب اخذ الحلال و ترک الشبهات و احمد ۱۸۴۰۲/۶.

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری: ۲۹۹/۱، وکرمانی شرح البخاری: ۲۰۳/۱، شرح مسلم للنووی: ۲۸/۲ کتاب البیوع باب اخذ الحلال وترک الشبہات

(۲) سیر اعلاء النبلاء ۲۱۰/۱۳، شرح مسلم للنووی: ۲۸/۲

(۳) شرح مسلم للنووی: ۲۸/۲، عمدہ القاری: ۲۹۹/۱، شرح الکرمانی: ۲۰۳/۱

(۴) فتح الباری: ۱۲۶/۱

(۵) شرح مسلم للنووی: ۲۸/۲

(۶) فضل الباری: ۵۴۶/۱

(۷) بیہقی فی شعب الایمان: ۱۳۲/۱

(۸) فضل الباری: ۵۴۷/۱

آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے تھے

(۵۸۹) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَجَدَ تَمْرَةً فِی الطَّرِیْقِ، فَقَالَ: "لَوْ لَا أَنِّیْ أَخَافُ أَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَ کَلْتُهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے راستے میں ایک کھجور کو پایا تو فرمایا اگر مجھے صدقہ کی ہونے کا خوف نہ ہوتا تو ضرور میں اسے کھالیتا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: محدثین نے اس حدیث سے کئی مسائل نکالے ہیں

وَجَدَ تَمْرَةً فِی الطَّرِیْقِ: راستہ میں ایک کھجور کو پایا۔ اس حدیث سے علماء نے کئی مسائل نکالے ہیں۔

پہلا مسئلہ: آپ کے لئے زکوۃ حرام تھی نیز آپ صدقہ واجبہ اور صدقہ نافلہ دونوں استعمال نہیں کرتے تھے۔

دوسرا مسئلہ: راستہ میں معمولی قیمت کی چیز کو اٹھا کر استعمال میں لانا جائز ہے جب کہ آدمی کو اس بات کا گمان ہو کہ اس کا مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا۔

تیسرا مسئلہ: جس چیز میں حرمت کا معمولی سا بھی شبہ ہو اس سے آدمی کو اجتناب کرنا چاہئے جیسے کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کو کھالیتا صدقہ کے شبہ سے آپ ﷺ نے استعمال نہیں فرمایا (۱) نیز حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ معمولی چیز ہو تو اس کا اعلان کرنا بھی ضروری نہیں ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کے اصل مالک تک اس کو پہنچائے جب کہ معلوم ہو کہ اس کا مالک اس کو تلاش نہیں کرے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب البیوع تحت باب ما ینزه من الشبهات و مسلم فی کتاب الزکاة باب تحریم الزکاة علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وعلی آله واحمد ۱۲۹۱/۴ وابن ابی شیبه ۲۱۴/۲ وهکذا فی البیهقی ۳۰/۷.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۲۲۱/۲، مرقاۃ ۱۶۵/۴
(۲) روضۃ المتقین ۱۳۸/۲

اچھائی اور برائی کی پہچان

(۵۹۰) ﴿وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِيْ نَفْسِکَ، وَکَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ﴾ (رواه مسلم)

"حَاکَ" بالحاء المهملة والکاف ای: تردد فیه.

ترجمہ: "حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا نیکی، اچھے اخلاق ہیں اور برائی وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تو اس کو ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو جائے۔" (مسلم)

"حاک" حائے مہملہ اور کاف کے ساتھ یعنی جس میں شک ہو۔

لغات: ❖ حاک: حَاکَ يَحِيْکُ حَوْکًا کسی چیز کے بارے میں دل میں تردد اور شک آنا۔ از باب نصر و سمع۔

تشریح: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔ اسلام میں اچھے اخلاق کی بار بار ترغیب دی گئی ہے اچھے اخلاق میں لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، لوگوں کو تکلیف نہ دینا، ان کو آرام و سہولت پہنچانا، لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور نیک کام میں تعاون کرنا، یہ سب اچھے اخلاق میں داخل ہیں۔

گناہ وہ عمل ہے جو دل میں کھٹکے

"وَالْاِثْمُ مَا حَاکَ فِيْ صَدْرِکَ" گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے (تردد پیدا کردے)۔

مطلب یہ ہے کہ کوئی کام ایسا کیا جائے جس سے آدمی کے دل و دماغ میں یہ ڈر پیدا ہو جائے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو میں کیا جواب دوں گا؟ حدیث بالا میں شر اور گناہ کے کام کی دو علامات بیان کی جا رہی ہیں۔

❶ "حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ" دل میں کھٹکا پیدا ہو جائے۔

❷ "کَرِھْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ" کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو یہ ناپسند کرے اور تمنا کرے کہ اس بات کی لوگوں کو اطلاع نہیں ہونا چاہئے۔ (۱)

حدیث بالا سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ اگر آدمی اپنے دل کو مسخ نہ کرے تو اللہ نے اس دل میں یہ خوبی رکھی ہے کہ وہ حق کو حق اور باطل کو باطل جانے۔ ہاں اگر اس نے اپنے دل کو مسخ کر دیا تو اب یہ حق کو باطل اور باطل کو حق جانے گا۔

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی کتاب البر والصلة تحت باب تفسیر البر والاثم والترمذی وابن حبان ۳۹۷، والدارمی واحمد ۶/ ۱۷۶۵۰، وھکذا فی البیھقی ۱۰/ ۱۹۲.

راوی حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات:

نام: نواس، والد کا نام سمعان بن خالد بن عمرو بن قرط تھا۔ یہ قبیلہ بنو کلاب سے تعلق رکھتے تھے شام میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اہل شام میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کے والد وفد کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے جوتوں کا ہدیہ بھی دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول بھی فرمایا اور دعا بھی دی۔

مرویات: ان سے ۱۷، احادیث منقول ہیں۔ اس میں سے تین مسلم شریف میں ہیں باقی اصحاب السنن نے نقل کی ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۱/۵۱۴، دلیل الفالحین ۳/۳۲

دل سے فتویٰ لو

(۵۹۱) ﴿وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ؟" قُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ: "اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ، اَلْبِرُّ: مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَیْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَیْهِ الْقَلْبُ، وَالْإِثْمُ مَاحَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاکَ النَّاسُ وَأَفْتَوْکَ حدیث حسن، رواه احمد، والدارمی فی "مسندیھما"﴾

ترجمہ: "حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نیکی کے متعلق سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے دل سے پوچھو نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو اور دل بھی اس پر مطمئن ہو اور گناہ وہ ہے جو نفس میں کھٹکے اور دل میں تردد

(شک) ہو اگرچہ لوگ تجھے فتوی دے دیں اگرچہ لوگ تجھے فتوی دے دیں۔ یہ حدیث حسن ہے، احمد اور دارمی نے اپنی مسند کتابوں میں روایت کی ہے۔''

لغات: ❖ اِسْتَفْتِ: اِسْتَفْتٰی یَسْتَفْتِیْ اِسْتِفْتَاءً فتوی طلب کرنا، پوچھنا، معلوم کرنا، مجرد میں باب سمع سے آتا ہے اور مزید فیہ میں یہ باب استفعال، افعال وغیرہ سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ: جس پر نفس اور دل مطمئن ہو۔ اس حدیث میں نیکی اور بدی کو پہچاننے کے لئے ایک ایسی واضح علامت بتائی گئی ہے جسے ہر ایک عالم و جاہل سمجھ سکتا ہے کہ جس قول یا عمل پر طبیعت میں خلش و چبھن اور دل میں شک پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ قول یا فعل برا ہے اور جس میں یہ بات پیدا نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ نیکی ہے۔

وَإِنْ اَفْتَاکَ النَّاسُ: کہ گناہ وہ ہے جس سے انسان کا دل خلش محسوس کرے اور اس کے دل میں شک پیدا ہو جائے اگرچہ لوگ اس کے صحیح ہونے پر فتوی بھی دے دیں۔ اس کی مثال یوں سمجھ لینی چاہئے کہ مثلاً ایک شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کے پاس حلال اور حرام دونوں قسم کا مال ہے وہ تم کو اس میں کچھ دینا چاہتا ہے تمہارا دل اس بات پر مطمئن ہو کہ جو مال دے رہا ہے وہ حلال مال میں سے ہے تو اس کو لے لو اور اگر دل یہ کہے کہ یہ حرام مال دے رہا ہے اگرچہ زبانی طور سے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ حلال ذرائع سے کمایا ہوا مال ہے تب بھی اس کو نہ لو۔ اس کی اس بات پر کہ یہ حلال ذرائع سے کمایا ہوا مال ہے اس پر مفتی فتوی بھی دے دے کہ اس مال کا لینا جائز ہے تب بھی نہ لو۔ (۱)

ضروری تنبیہ

علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ اس دل کی بات ہے جو قلب سلیم ہو کہ اس نے نفسانی خواہشات سے دل کو مسخ نہ کر لیا ہو اگر دل مسخ ہو چکا ہو تو اب یہ دل حق کو حق نہیں جانے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه احمد فی مسنده والدارمی فی کتاب البیوع تحت باب دع ما یریبک الی مالا یریبک واحمد ۱۸۰۲۱/٦.

راوی حدیث حضرت وابصہ بن معبد کے مختصر حالات:

نام: وابصہ ہے، والد کا نام معبد ابن مالک بن عبدالاسدی ہے ان کی کنیت ابوشداد اوسی ہے پہلے کوفہ میں قیام کیا پھر جزیرہ کی طرف منتقل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس آدمیوں کی جماعت کے ساتھ آ کر مسلمان ہوئے یہ سب سے زیادہ رونے والے صحابی تھے۔

وفات: ان کا انتقال مقام ''رقہ'' میں ہوا اور وہاں کی جامع مسجد میں مینارے کے پاس مدفون ہیں۔

مرویات: ان سے گیارہ احادیث منقول ہیں، زیادہ تر ان سے فرہاد بن ابی الجعد روایت نقل کرتے ہیں۔

---

(۱) مظاہر حق ۴۴/۳ (۲) مظاہر حق ۴۴/۳

دودھ شریک بہن سے نکاح جائز نہیں

(۵۹۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سِرْوَعَةَ. بِكَسْرِ السِّيْنِ الْمُهْمَلَةِ وَنَصْبِهَا. عُقْبَةَ ابْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ اِبْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ ابْنِ عَزِيْزٍ، فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ: اِنِّیْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ قَدْ تَزَوَّجَ بِهَا، فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ، فَرَكِبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَسَاَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَيْفَ، وَقَدْ قِيْلَ؟" فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (رواه البخاری)

"اِهَاب" بكسر الهمزة، و "عزيز" بفتح العين وبزای مكررة.

ترجمہ: ''حضرت ابوسروعہ (سین مہملہ اور اس پر کسرہ یا فتحہ کے ساتھ) عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی ایک بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے عقبہ اور جس کے ساتھ انہوں نے نکاح کیا ہے دونوں کو دودھ پلایا ہے عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا میں نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے مجھے بتایا ہے۔ عقبہ سوار ہو کر مدینہ آئے اور آپ ﷺ سے سوال کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نکاح کیسے قائم رہ سکتا ہے جب کہ یہ بات کہی گئی ہو پس عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے (عورت سے) جدائی اختیار کر لی اور اس عورت نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔''

"اھاب" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ۔ عزیز عین کے زبر کے ساتھ اور دو زاء کے ساتھ۔

لغات: ❖ ارضعتنی: اَرْضَعَ اِرْضَاعًا دودھ پلانا۔

فَفَارَقَهَا: فَارَقَ يُفَارِقُ مُفَارَقَةً وَّفِرَاقًا جدا ہونا، الگ ہونا۔ یہ باب نصر وغیرہ سے آتا ہے اور مزید فیہ میں یہ افعال، مفاعلہ وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: اَنَّهُ تَزَوَّجَ اِبْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ: ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا۔ ایک روایت میں ان کا نام ام یحییٰ بنت ابی اہاب آتا ہے (۱) مگر ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام غنیۃ بتایا ہے۔ (۲)

كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ: یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ بات کہی گئی؟

سوال: کیا رضاعت کے ثبوت کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہو جائے گی؟

جواب: اس بارے میں ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور جمہور فقہاء کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔ مگر امام احمد کے نزدیک رضاعت کے ثبوت کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی سمجھی جائے گی۔ امام احمد کا استدلال اسی حدیث بالا سے ہے کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے ایک عورت کی گواہی کا اعتبار کیا اور جدائی کا حکم ارشاد فرمایا۔

جمہور کے نزدیک اس حدیث کا تعلق محض احتیاط اور تقویٰ سے ہے یا آپ ﷺ کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ عورت صحیح کہہ رہی ہے اس لئے آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، اب وحی کا سلسلہ تو ہو نہیں سکتا اس لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی ضروری ہوگی۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب العلم تحت باب الرحلة فی المسالة النازلة و کتاب البیوع و کتاب الشبهات ومسند احمد ١٦١٤٨/٥، وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان ٤٢١٦، وهكذا فی البیهقی ٤٦٣/٧.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸۸) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) رواہ البخاری
(۲) فتح الباری
(۳) مرقاۃ تعلیق الصبیح ومظاہر حق ۳۲۶/۳

شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دینا

(۵۹۳) ﴿وَعَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ: "دَعْ مَا يُرِيْبُكَ إِلٰى مَالَا يُرِيْبُكَ﴾ (رواه الترمذی وقال: حديث حسن صحيح)

مَعْنَاهُ: "اُتْرُكْ مَا تَشُكُّ فِيْهِ، وَخُذْ مَالَا تَشُكُّ فِيْهِ.

ترجمہ: ''حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے (ترمذی حدیث صحیح حسن ہے) اس کے معنی ہیں جس میں تمہیں شک ہو وہ چھوڑ دو جس میں شک نہ ہو اختیار کرلو۔''

لغات: ❖ یریبک: رَابَ يَرِيْبُ رَيْبًا شک میں پڑنا، متحیر ہونا، عقل میں فتور آنا۔ باب نصر سے آتا ہے اور مزید فیہ میں افعال سے آتا ہے۔

تشریح: دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ: چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔ محدثین اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس چیز کی حلت وحرمت میں انسان کا دل شک میں مبتلا ہو جائے اس کو چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ انسان کا دل اگر صحیح ہو تو وہ غلط چیز کی طرف راہنمائی نہیں کرتا اس چیز میں شک کا آنا اس چیز کے غلط ہونے کی نشانی ہے اور جس چیز کے بارے میں انسان کا دل مطمئن ہو تو یہ اس کے حق اور سچ ہونے کی نشانی ہے بہرکیف حرام، مکروہ اور مشتبہ چیزوں کے ساتھ بہت سی مباح چیزوں سے بچنا ہوگا کہ کہیں اس کے ذریعہ سے غلط امور میں نہ پھنس جائیں (۱) اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے دس حلال حصوں میں سے نو حصے چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے کہ ہم نے حرام میں مبتلا ہونے کے خوف سے مباح کے ستر حصے چھوڑ دیئے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد واحمد ۱/۱۷۲۳، عبدالرزاق ٤٩٨٤، والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۵۵) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ ۶/۴۳، مظاہر حق ۳/۴۳

(۲) مظاہر حق ۳/۴۶

حضرت ابوبکر صدیق نے حرام چیز پیٹ میں جانے کے باعث قے کر دی

(٥٩٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ لِاَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ أَبُوْبَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْبَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ: تَدْرِيْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّيْ خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِيْ، فَأَعْطَانِيْ بِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِيْ أَكَلْتَ مِنْهُ، فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهِ﴾ (رواه البخاری)

"اَلْخَرَاجُ: شَيْءٌ يَجْعَلُهُ السَّيِّدُ عَلٰى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيْهِ إِلَى السَّيِّدِ كُلَّ يَوْمٍ، وَبَاقِيْ كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ".

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کے لئے کماتا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کمائی سے کھاتے تھے ایک دن وہ غلام کوئی چیز لایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کھا لیا کھانے کے بعد اس غلام نے کہا آپ نے جو کھایا ہے کیا چیز ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لئے نجومیوں والا کام کیا

تھا حالانکہ میں نجومیوں والے علم سے اچھی طرح واقف بھی نہیں پس میں نے اس کو دھوکہ دیا تھا۔ آج وہ مجھے ملا اور اس نے مجھے یہ چیز دی جس سے آپ نے کھایا پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈالا اور اس چیز کو پیٹ سے قے کر کے باہر نکال دیا۔"

"الخراج" وہ آمدنی جو آقا اپنے غلام کے لئے لازم کر دیتا ہے کہ روزانہ اسے ادا کرنا ہے اس کے علاوہ باقی آمدنی اس غلام کی ہوتی ہے۔

لغات: ❖ الخراج: وہ مال جو انسان کے عوض میں ہو، وہ مال جو غلام آقا کو ادا کرتا ہو۔ تکھنت تکھن یتکھن تکھنا. لفلان. غیب کی باتیں بتلانا۔ صفت۔ کاہن۔

تشریح: كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ: کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے لئے نجومیوں والا کام کیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں میں علم نجوم کا سلسلہ بہت عام تھا اسلام نے آ کر اس سلسلہ کو حرام قرار دیا اور اس کی آمدنی کو ناجائز قرار دیا۔

فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ، فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِيْ بَطْنِهِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر پیٹ میں جو کچھ تھا اس سب کو قے کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہ کہانت (نجومی) کی کمائی کی حرام چیز تھی اس لئے انہوں نے قے کر کے اس کو نکال دیا۔

حرام چیز کو پیٹ میں جانے کے بعد بھی نکالنا ضروری ہے یا نہیں

علماء فرماتے ہیں کہ جو حرام چیز پیٹ میں چلی گئی اب اس کا نکالنا ضروری نہیں ہے مگر یہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نکالا اس کی وجہ کمال احتیاط اور کمال تقوی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ عمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ورع یعنی تقوی اور پرہیز گاری کی وجہ سے تھا۔ (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث بالا سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی حرام چیز کھالی ہو اور یہ چیز اس نے جان کر کھائی ہو یا بغیر جان کے کھائی تو اس پر لازم ہے کہ اس کو قے کر کے پیٹ سے باہر نکال دے۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب ایام الجاهلية.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) منہاج العابدین بحوالہ مظاہر حق ۵۲/۳، مرقاۃ ۵۰/۶

(۲) مظاہر حق ۵۳/۳، مرقاۃ ۵۰/۶

حضرت عمر نے اپنے بیٹے ابن عمر کا وظیفہ اولین سابقین صحابہ سے ۵۰۰ درہم کم مقرر فرمایا

(۵۹۵) ﴿وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ أَرْبَعَةَ آلَافٍ، وَفَرَضَ لِابْنِهِ ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَخَمْسَمِائَةٍ، فَقِيْلَ لَهُ: هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا هَاجَرَبِهِ أَبُوْهُ، يَقُوْلُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین اولین کے لئے چار چار ہزار اور اپنے بیٹے کے لئے ساڑھے تین ہزار وظیفہ مقرر فرمایا ان سے پوچھا گیا کہ یہ بھی تو مہاجرین میں سے ہیں پھر آپ نے ان کا وظیفہ کیوں کم کر دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ان کے ساتھ ان کے باپ نے بھی ہجرت کی تھی مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہیں ہے جنہوں نے انفرادی طور پر ہجرت کی ہو۔“

لغات: ❖ فرض: فَرَضَ يَفْرِضُ فَرْضًا معین کرنا، عطیہ دینا، تنخواہ مقرر کرنا۔ مہر وغیرہ کے لئے بھی مستعمل ہے اور یہ باب نصر وضرب سے آتا ہے۔

تشریح: فَقِيْلَ لَهُ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ؟ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مہاجرین میں سے ہیں تو ان کا وظیفہ کیوں کم کر دیا؟ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ورع وتقوی کا بیان ہے کہ انہوں نے بیت المال میں سے اپنے بیٹے کا وظیفہ پانچ سو درہم کم کر دیا صرف اس بنا پر کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کی اس لئے ان کا مجاہدہ کم ہو گیا بنسبت ان مہاجرین کے جنہوں نے اکیلے ہجرت کی اس لئے ان مہاجرین کا وظیفہ پانچ سو درہم زیادہ مقرر کیا۔[1]

هَاجَرَبِهِ اَبُوْهُ: اپنے والد کے ساتھ ہجرت کی۔ بخاری کی دوسری روایت میں ”هَاجَرَبِهِ اَبَوَاهُ“ کا لفظ ہے[2] کہ والدین کے ساتھ ہجرت کی۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی کتاب فضائل الصحابة تحت باب هجرة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واصحابه الی المدینة.

راوی حدیث حضرت نافع کے مختصر حالات:

نام: نافع، والد کا نام کاوس یا ہرمز تھا، عجمی ہونے پر اکثر لوگوں کا اتفاق ہے، خراسان، یا دیلم یا طالقان یا کابل کے رہنے والے تھے کسی جنگ میں یا ویسے ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو خرید اہوگا ان کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تربیت میسر آ گئی نافع نے کامل ۳۰ سال تک ابن عمر کی خدمت اٹھائی۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۸۰)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نافع جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء: ۱/۱۴۴)
خود ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نافع پر فخر تھا فرماتے تھے کہ خدا نے نافع کے ذریعہ ہم پر احسان فرمایا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۰/۴۱۴)
جس طرح نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت کی اسی طرح امام مالک جب تک حضرت نافع زندہ رہے اہتمام کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۸۸)
وفات: ۱۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ (تہذیب الحفاظ: ۱/۸۸)
مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) تہذیب الاسماء للنووی ۱/۱۴۴، (۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۸۰، (۳) تہذیب التہذیب ۱۰/۴۱۴، (۴) طبقات ابن سعد تذکرہ نافع، (۵) تاریخ ابن خلکان ۲/۱۵۱، (۶) شذرات الذہب ۱/۱۵۴

---

(۱) روضۃ المتقین ۲/۱۴۳
(۲)

آدمی ان چیزوں سے بھی بچے جن کو کرنے میں کوئی حرج نہیں

(۵۹٦) ﴿وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ، حَذَرًا لِمَابِهٖ بَأْسٌ﴾

(رواه الترمذی وقال: حديث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عطیہ بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں شمار ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن کے کرنے میں کوئی حرج نہیں تا کہ وہ ان چیزوں سے بچ سکے جن میں حرج ہے۔''

لغات: ❖ حذراً: حَذَرَ يَحْذُرُ حَذَرًا ومَحْذَرَةً بچنا، پرہیز کرنا، چوکنا رہنا۔ یہ مجرد میں باب نصر اور باب ضرب سے آتا ہے۔

تشریح: حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا مما به بأس: یہاں تک کہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جن کے کرنے میں حرج نہیں۔ حدیث بالا میں بھی شبہ والی چیز کو چھوڑنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو باتیں یا کام شرعاً ممنوع نہیں ان کو مباح کہا جاتا ہے یعنی ان کا کرنا جائز ہے پھر مباحات کی دو قسمیں ہیں:

❶ دین یا دنیا کا فائدہ۔

❷ جس میں نہ دین کا فائدہ ہو اور نہ ہی دنیا کا فائدہ ہو ایسی چیزوں کو لایعنی کہا جاتا ہے ان چیزوں سے بھی حدیث بالا میں بچنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ آدمی کی زندگی بہت قیمتی ہے یہ زندگی بے مقصد نہیں کہ اسے بے مقصد باتوں یا کام میں لگایا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی میں کمال اس وقت پیدا ہوگا جب کہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کے کرنے کی اگرچہ شریعت

نے اجازت تو دی ہے مگر نہ کرنے کو پسند فرمایا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب الزهد تحت باب من درجات المتقین وهکذا فی ابن ماجه.

راوی حدیث حضرت عطیہ بن عروہ السعدی کے مختصر حالات:

نام: عطیہ کنیت ابوعمر والد کا نام قیس سعدی ہے بعض نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے: عطیہ بن عروہ بن خیشم بن سعد بن بکر بن ہوازن الخ اہل یمن اور اہل شام اکثر ان سے روایات نقل کرتے ہیں۔

مرویات: ان سے تین روایات منقول ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲/۱۴۴

وهذا آخر ما اردنا من ایراد شرح "روضة الصالحین"

فی حَلِّ ریاض الصالحین للامام النووی رحمه اللّٰه تعالٰی

وبه تم المجلد الثانی

ویلیه باذن اللّٰه تعالٰی المجلد الثالث واوله (باب استحباب العزلة)

والحمد للّٰه الذی بنعمته تتم الصالحات والصلوٰة والسلام علٰی افضل الکائنات وعلٰی آلهٖ واصحابه ومن تبعهم باحسان ما دامت الارضون والسمٰوٰت.

جواہر الفرائد

شرح اردو

شرح العقائد

تالیف

مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی
استاذ دار العلوم دیوبند

زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد۔ اردو بازار۔ کراچی
فون ۷۷۲۵۶۷۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفع المُسلم شرح صَحِیح مُسلم

افادات

حضرت مولانا اکرام علی صاحب بھاگلپوری

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات انڈیا

مرتب

حضرت مولانا محمد انعام الحق قاسمی سیتامڑھی

اُستاذ دارالعلوم عالی پور گجرات

زمزم پبلشرز اُردو بازار، کراچی

فون: ۷۷۲۵۶۷۳